www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ

بے شک جو لوگ (ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر) بہتان گھڑ لائے وہ تمھی میں سے ایک گروہ ہیں، تم اسے اپنے لیے برا نہ سمجھو، بلکہ وہ تمھارے لیے بہتر ہے، ان

لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑪

میں سے ہر شخص کے لیے اتنا ہی گناہ ہے جو اس نے کمایا، اور ان میں سے وہ شخص جس نے اس (گناہ) کا بڑا بوجھ اٹھایا، اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے ⑪

سے کہا گیا کہ اللہ سے ڈر جاؤ، دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے مقابلے میں بہت ہلکا ہے اور یہ پانچویں قسم تمھارے لیے عذابِ آخرت کو واجب قرار دے دے گی، کچھ دیر کے لیے وہ رکی اور اس نے اعترافِ جرم کا ارادہ کر لیا لیکن پھر کہنے لگی کہ اللہ کی قسم! میں اپنی قوم کو رسوا نہیں کروں گی اور اس نے پانچویں قسم بھی کھالی کہ اگر وہ (اس کا خاوند) سچا ہو تو اس (عورت) پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو، (اس طرح لعان کے بعد) رسول اللہ ﷺ نے دونوں کو الگ الگ کر دیا اور فیصلہ فرمایا کہ اس کے بیٹے کو باپ کی طرف منسوب نہ کیا جائے اور اس (عورت) پر اس (کے بیٹے) کی وجہ سے الزام نہ لگایا جائے اور نہ اس کے بیٹے پر الزام لگایا جائے جس نے اس عورت یا اس کے بیٹے پر الزام لگایا تو اسے حد لگائی جائے گی۔

آپ نے فیصلہ فرمایا: اب ہلال کے ذمے اس عورت کی رہائش اور خوراک نہیں ہے کیونکہ دونوں میں طلاق اور وفات کے بغیر جدائی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: [إِنْ جَاءَتْ بِهِ أُصَيْهِبَ، أُرَيْسِحَ، حَمْشَ السَّاقَيْنِ، فَهُوَ لِهِلَالٍ، وَّإِنْ جَاءَتْ بِهِ أَوْرَقَ جَعْدًا، جُمَالِيًّا، خَدَلَّجَ السَّاقَيْنِ، سَابِغَ الْأَلْيَتَيْنِ، فَهُوَ لِلَّذِي رُمِيَتْ بِهِ] ”اگر اس نے ایسے بچے کو جنم دیا جس کا رنگ زرد، سرخی مائل اور جو باریک سرین اور باریک پنڈلیوں والا ہو تو وہ ہلال کا بیٹا ہوگا اور اگر اس نے ایسے بچے کو جنم دیا جس کا رنگ گندمی، بال گھنگریالے، اعضا بڑے اور چوڑے، سرین موٹے اور پنڈلیاں بھری ہوئی ہوں تو وہ اس کا ہوگا جس (سے بدکاری کا اس) پر الزام لگایا گیا ہے۔“ پھر اس عورت نے واقعی ایسے بچے کو جنم دیا جس کا رنگ گندمی، بال گھنگریالے، اعضا بڑے اور چوڑے، سرین موٹے اور پنڈلیاں بھری ہوئی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَوْلَا الْأَيْمَانُ، لَكَانَ لِي وَ لَهَا شَأْنٌ] ”اگر اس نے قسمیں نہ کھائی ہوتیں تو میں اس کے ساتھ خاص سلوک کرتا۔“ عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ پیدا ہونے والا یہ بچہ جب بڑا ہوا تو یہ اپنے شہر کا امیر تھا اور باپ کے بجائے ماں کی طرف منسوب کر کے بلایا جاتا تھا۔[1] اسی طرح امام ابوداود نے بھی اس حدیث کو قدرے اختصار کے ساتھ روایت کیا ہے۔[2] صحاح اور دیگر کتب میں اس حدیث کے بہت سے شواہد بھی موجود ہیں۔[3]

تفسیر آیت: 11

واقعۂ اِفک: یہ دس آیات کریمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں اس وقت نازل ہوئی تھیں جب بہتان باز اور افترا پرداز منافقوں نے آپ پر سراسر جھوٹا اور بے بنیاد الزام لگایا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپ اور اپنے نبی صَلَوَاتُ اللّٰهِ

① مسند أحمد :238/1، 239. ② سنن أبي داود، الطلاق، باب في اللعان، حديث:2256. ③ صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ﴾ (النور 8:24)، حديث:4747.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

واقعۂ افک

غزوۂ بنو مُصطلق (خزاعہ کی شاخ)

غزوۂ مُریسیع (شعبان 5ھ)

﴿ إِنَّ الَّذِينَ جَاءُو بِالْإِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنكُمْ ۚ لَا تَحْسَبُوهُ شَرًّا لَّكُم ۖ بَلْ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُم مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْإِثْمِ ۚ وَالَّذِي تَوَلَّىٰ كِبْرَهُ مِنْهُمْ لَهُ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴾ "بے شک وہ لوگ جو گھڑ لائے ہیں جھوٹ (بہتان) ایک گروہ ہے تم ہی میں سے، نہ گمان کرو تم اسے برا اپنے لیے بلکہ وہ بہتر ہے تمہارے لیے، واسطے ہر ایک شخص کے ان میں سے (سزا ہے اس کی) وہ جو کمایا اس نے گناہ سے، اور وہ شخص جس نے اٹھایا بڑا بوجھ اس (گناہ) کا ان میں سے، اس کے لیے عذاب عظیم ہے۔"

﴿ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُم مَّا يَكُونُ لَنَا أَن نَّتَكَلَّمَ بِهَٰذَا سُبْحَانَكَ هَٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ﴾

"اور جب سنا تم نے اس کو کیوں نہیں، کہا تم نے نہیں لائق ہمارے یہ کہ کلام کریں ہم ساتھ اس بات کے، پاک ہے تو (اے اللہ!) یہ تو بہتان ہے بہت ہی بڑا۔"

﴿ إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَن تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ﴾

"بلاشبہ وہ لوگ جو پسند کرتے ہیں یہ کہ پھیلے بے حیائی ان لوگوں میں جو ایمان لائے، ان کے لیے عذاب ہے نہایت دردناک دنیا میں اور آخرت میں۔" (النور 24 : 11, 16, 19)

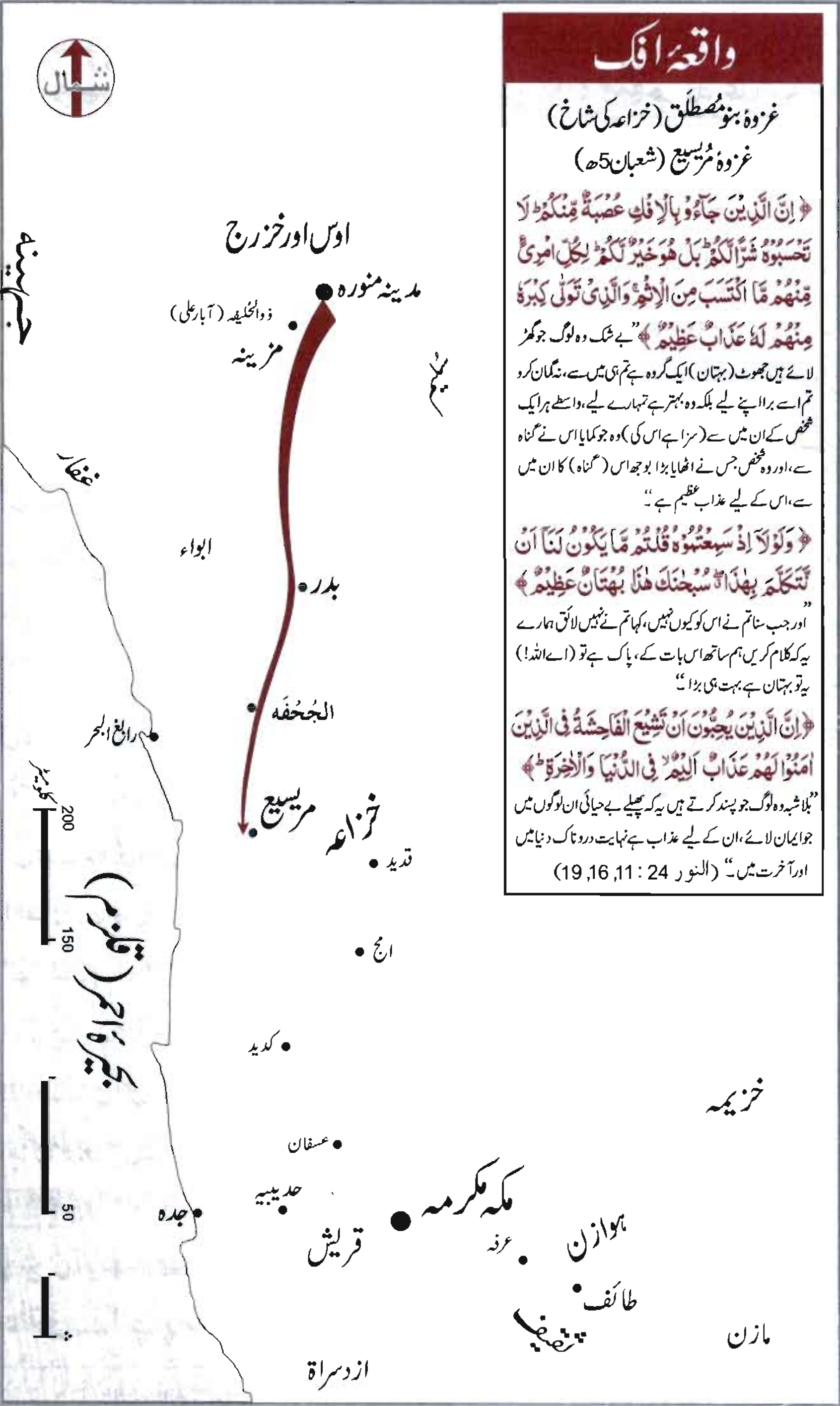

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وَسَلَامُهٗ عَلَیْهِ کے لیے غیرت کے طور پر ان آیات کریمہ کو نازل فرما دیا تھا، یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کی براءت اور رسول اللہ ﷺ کی ناموس کی حفاظت کے طور پر ان آیات کریمہ کو نازل فرمایا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ط ﴾ ''بے شک جو لوگ (عائشہ رضی اللہ عنہا پر) بہتان گھڑ لائے وہ تمھی میں سے ایک جماعت ہیں۔''یعنی بہتان باندھنے والا کوئی ایک یا دو شخص نہیں بلکہ ایک جماعت ہے، رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبَیّ ابن سلول اس جماعت کا سرغنہ اور اس لعنت میں پیش پیش تھا، وہ اس بہتان کو بنا سنوار کر پیش کرتا حتی کہ بعض مسلمان بھی اس سے متاثر ہو کر یہ بات کہنے لگے، کچھ دیگر نے کہا کہ ایسا ممکن ہے، قریباً ایک ماہ تک اس طرح کی چہ میگوئیاں ہوتی رہیں حتی کہ اللہ تعالیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی براءت میں یہ آیات کریمہ نازل فرما دیں۔ اس واقعے کی تفصیل صحیح احادیث میں موجود ہے۔[1]

امام احمد رحمہ اللہ نے زہری سے روایت کیا ہے، انھوں نے کہا کہ سعید بن مسیّب، عروہ بن زبیر، علقمہ بن وقاص اور عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعے کے بارے میں مجھ سے بیان کیا کہ جب بہتان بازوں نے آپ پر بہتان باندھا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی براءت میں قرآن نازل فرما دیا تھا، ان سب لوگوں نے اس واقعے کا کچھ کچھ حصہ بیان کیا اور بعض، بعض کی نسبت زیادہ یاد رکھنے والے اور زیادہ صحیح طریقے سے بیان کرنے والے تھے، میں نے ان میں سے ہر ایک کی بیان کردہ اس حدیث کو یاد رکھا ہے جو انھوں نے مجھ سے بیان کی اور ان میں سے بعض کی حدیث بعض دیگر کی تصدیق کرتی ہے، ان سب نے ذکر کیا ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا: رسول اللہ ﷺ جب سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہرات میں قرعہ اندازی کر لیا کرتے تھے جس کا قرعہ نکلتا تو اسے رسول اللہ ﷺ سفر میں اپنے ساتھ لے جایا کرتے تھے، اسی طرح ایک غزوے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے قرعہ اندازی فرمائی تو میرے نام کا قرعہ نکل آیا، لہٰذا میں اس سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ گئی تھی۔

یہ واقعہ حجاب کا حکم نازل ہونے کے بعد کے دور سے تعلق رکھتا ہے۔ مجھے ہودج میں اٹھایا اور اسی میں بٹھایا جاتا تھا۔ (ہم سفر پر روانہ ہو گئے۔) رسول اللہ ﷺ جب اس غزوے سے فارغ ہو کر واپس تشریف لا رہے تھے اور ہم مدینہ کے قریب پہنچ گئے تھے تو ایک رات آپ نے کوچ کا حکم دیا اور آپ نے جب کوچ کا حکم دیا تو میں کھڑی ہو گئی حتی کہ لشکر سے الگ ہو گئی اور جب اپنی حاجت پوری کرنے کے بعد واپس مڑی اور میں نے اپنے سینے کو چھوا تو معلوم ہوا کہ میرا موتیوں کا ہار ٹوٹ گیا ہے تو میں واپس جا کر اپنے ہار کو تلاش کرنے لگی، اسی تلاش میں مجھے دیر ہو گئی۔ وہ لوگ جو میرے ہودج کو اٹھایا کرتے تھے آئے اور انھوں نے ہودج اٹھایا اور اسے میرے اونٹ پر رکھ دیا جس پر میں سوار ہوا کرتی تھی۔ انھوں نے سمجھا کہ میں ہودج میں ہوں۔ خواتین اس وقت دبلی پتلی ہوتی تھیں اور ان کے جسموں پر گوشت نہ ہوتا تھا کیونکہ وہ بہت سادہ کھانا کھایا کرتی تھیں، اس لیے

---

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ ...... ﴾ (النور 24:12،13)، حدیث: 4750 وصحیح مسلم، التوبة، باب فی حدیث الإفك......، حدیث: 2770 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ان لوگوں نے ہودج کے ہلکا ہونے کی وجہ سے یہ محسوس نہیں کیا کہ میں اس میں موجود نہیں ہوں اور میں ابھی نوعمر لڑکی تھی، انھوں نے اونٹ کو اٹھایا اور چل دیے۔ مجھے قافلے کی روانگی کے بعد اپنا ہار ملا، پھر میں جب پڑاؤ کی جگہ واپس آئی تو وہاں نہ کوئی بلانے والا تھا اور نہ کوئی جواب دینے والا (وہاں اس وقت کوئی بھی موجود نہ تھا)، میں نے اسی جگہ کا قصد کیا جہاں میں تھی اور یہ خیال کیا کہ لوگ جب مجھے گم پائیں گے تو میری طرف واپس آئیں گے۔ میں اسی جگہ بیٹھی ہوئی تھی کہ نیند کا غلبہ ہوا اور میں سوگئی۔

صفوان بن مُعَطَّل سُلَمی ذَکْوانی لشکر کے پیچھے پیچھے ہوتے تھے، وہ صبح کے وقت میری جگہ کے قریب پہنچ گئے اور انھوں نے دیکھا کہ ایک انسان سویا ہوا ہے لیکن وہ جب میرے قریب آئے تو انھوں نے مجھے دیکھتے ہی پہچان لیا کیونکہ حجاب کا حکم نازل ہونے سے پہلے انھوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا، انھوں نے جب مجھے دیکھا تو ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّاۤ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴾ (البقرة 156:2) ''بے شک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔'' پڑھا تو ان کے اس پڑھنے کی وجہ سے میں بیدار ہوگئی اور میں نے اپنی اوڑھنی کے ساتھ اپنے چہرے کو چھپا لیا۔ اللہ کی قسم! انھوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی اور میں نے نہیں سنا کہ انھوں نے سوائے ﴿ اِنَّا لِلّٰهِ ...... ﴾ کے کوئی اور بات کی ہوحتی کہ انھوں نے اپنا اونٹ بٹھا دیا تو میں اس پر سوار ہوگئی اور وہ اپنی سواری کو چلانے لگے اور ہم لشکر کے پاس اس وقت پہنچ گئے جب دوپہر کی گرمی کی شدت کی وجہ سے اس نے پڑاؤ ڈال دیا تھا۔

بہتان بازوں کا ٹولا: میرے بارے میں (اس واقعے کی وجہ سے) جس نے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوگیا اور ان میں سے جس نے اس بہتان کا بڑا بوجھ اٹھایا وہ عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ ہم مدینہ میں جب واپس آئے تو واپسی کے بعد میں قریباً ایک مہینے تک بیمار رہی اور ان دنوں لوگ بہتان طرازوں کے اس بہتان کے بارے میں گفتگو کیا کرتے تھے مگر مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہ تھا، البتہ اس بیماری کے دنوں میں یہ بات میرے لیے باعث تشویش تھی کہ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اس لطف و کرم کو نہیں دیکھتی تھی جس کا میرے بیمار ہونے پر آپ مظاہرہ فرمایا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے، سلام کہتے اور فرماتے: [كَيْفَ تِيكُمْ؟] ''کیا حال ہے؟'' اس سے مجھے شک گزرتا لیکن اس شر کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہ تھا (جو ان لوگوں نے پھیلا رکھا تھا) حتی کہ بیماری سے صحت یاب ہونے کے بعد میں ایک رات رفع حاجت کے لیے باہر نکلی اور میرے ساتھ اُم مِسْطح بھی تھیں۔ ہم مناصع [1] کی طرف گئیں، قضائے حاجت کے لیے ہم وہیں جایا کرتی تھیں اور ان دنوں اس مقصد کے لیے ہم صرف رات ہی کو باہر نکلا کرتی تھیں، یہ اپنے گھروں کے قریب بیت الخلا بنانے سے پہلے کا واقعہ ہے، اس وقت تک ہمارا معاملہ پہلے عرب لوگوں جیسا تھا کہ ہم رفع حاجت کے لیے باہر جنگل میں جایا کرتے تھے اور گھروں میں بیت الخلا سے ہم تکلیف محسوس کرتے تھے، بہر حال میں اور اُم مِسْطح باہر نکلیں۔ اُم مِسْطح ابورُہم بن مطلب بن عبد مناف کی بیٹی تھیں اور ان کی والدہ صخر بن عامر کی بیٹی اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ ان کے

[1] مناصع، بقیع کے گردونواح میں معروف کشادہ جگہیں تھیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بیٹے کا نام مِسطح بن اُثاثہ بن عَبّاد بن مطلب تھا۔ بہر حال فراغت کے بعد میں اور بنت ابورُہم ، یعنی اُمِ مِسطح جب واپس آ رہی تھیں تو وہ اپنی چادر کی وجہ سے پھسل گئیں اور کہنے لگیں: مِسطح کا برا ہو۔ میں نے یہ الفاظ سننے کے بعد ان سے کہا کہ آپ نے بہت بری بات کی ہے کہ ایک ایسے شخص کو گالی دی ہے جسے غزوۂ بدر میں شرکت کی سعادت حاصل ہے۔ اس نے جواب دیا: اے لڑکی! آپ نے سنا نہیں جو اس نے کہا ہے۔ میں نے کہا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ تو اس نے مجھے بہتان بازوں کی بات کے بارے میں بتایا، یہ بات سن کر میری بیماری میں پھر اضافہ ہوگیا۔ جب میں گھر آئی تو رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے، آپ نے سلام کیا اور فرمایا: [کَیۡفَ تِیکُمۡ؟] ”کیا حال ہے؟“ میں نے عرض کی کہ اجازت ہو تو میں اپنے والدین کے گھر چلی جاؤں۔ میں درحقیقت اپنے والدین سے صحیح صورت حال معلوم کرنا چاہتی تھی، رسول اللہ ﷺ نے مجھے اجازت عطا فرمادی۔ میں والدین کے گھر گئی تو میں نے اپنی والدہ سے کہا: امی جان! لوگ یہ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا: بیٹی! غم نہ کرو، اللہ کی قسم! ایسا کم ہی ہوا ہے کہ ایک خوبصورت عورت ایک شخص کے نکاح میں ہو، وہ اس سے محبت کرتا ہو اور اس عورت کی سوکنیں بھی ہوں اور وہ باتیں نہ بنائیں، میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا (اب بھی یہ سوکنوں کی بات ہے) جبکہ لوگ یہ باتیں کر رہے ہیں۔ صبح تک اس ساری رات میں روتی رہی، نہ آنسو رکتے تھے اور نہ نیند آتی تھی، صبح ہوئی تو میں پھر بھی روتی رہی اور وحی بھی رکی ہوئی تھی۔

محمد ﷺ عالم الغیب ہوتے تو تحقیق نہ کرتے: رسول اللہ ﷺ نے علی بن ابوطالب اور اسامہ بن زید کو بلایا اور اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کرنے کے بارے میں مشورہ فرمایا تو اسامہ بن زید نے آپ کی بیوی کی براءت اور ان سے محبت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عرض کی: اے اللہ کے رسول! وہ آپ کی زوجہ محترمہ ہیں اور ہم ان کے بارے میں خیر ہی جانتے ہیں۔ علی بن ابوطالب نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے کوئی تنگی تو نہیں رکھی، ان کے سوا عورتیں اور بھی بہت ہیں، اگر آپ باندی سے پوچھ لیں تو وہ آپ کو سچی بات بتا دے گی۔ رسول اللہ ﷺ نے بریرہ کو بلایا اور فرمایا: [أَیۡ بَرِیرَۃُ! هَلۡ رَّأَیۡتِ مِنۡ شَیۡءٍ یَّرِیبُكِ مِنۡ عَائِشَةَ؟] ”بریرہ! تم نے عائشہ کی کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو تمھیں شک میں مبتلا کرتی ہو؟“ بریرہ نے جواب دیا: اس ذات پاک کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! میں نے ان کی طرف سے کبھی بھی کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس کی وجہ سے ان پر عیب لگا سکوں، البتہ یہ بات ضرور ہے کہ وہ کم عمر ہیں، آٹا رکھ کر سو جاتی ہیں اور بکری آ کر اسے کھا جاتی ہے۔

اس دن رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر عبداللہ بن ابی ابن سلول کی شرارتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: [یَا مَعۡشَرَ الۡمُسۡلِمِینَ! مَنۡ یَّعۡذِرُنِی مِنۡ رَّجُلٍ قَدۡ بَلَغَنِی أَذَاہُ فِی أَهۡلِ بَیۡتِی؟ فَوَاللّٰهِ! مَا عَلِمۡتُ عَلٰی أَهۡلِی إِلَّا خَیۡرًا، وَّلَقَدۡ ذَكَرُوا رَجُلًا مَّا عَلِمۡتُ عَلَیۡهِ إِلَّا خَیۡرًا، وَّمَا كَانَ یَدۡخُلُ عَلٰی أَهۡلِی إِلَّا مَعِی] ”اے مسلمانوں کی جماعت! کون ہے جو مجھے اس شخص کے شر سے نجات دے جس کی ایذا رسانی میرے گھر والوں تک پہنچ چکی ہے؟ اللہ کی قسم! میں نے

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اپنی بیوی میں خیر و بھلائی ہی دیکھی ہے اور انھوں نے ایک ایسے شخص کا نام لیا ہے جس کے بارے میں میں یہ جانتا ہوں کہ وہ بہت بھلا اور نیک آدمی ہے، وہ میرے گھر میں جب بھی آیا تو میرے ساتھ ہی آیا ہے (اکیلا کبھی نہیں آیا۔)''

رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی سن کر سعد بن معاذ انصاری رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اس کے شر سے میں آپ کو بچاتا ہوں، اس کا تعلق اگر خاندانِ اوس سے ہے تو ہم اس کی گردن اڑا دیتے ہیں اور اگر اس کا تعلق ہمارے خزرجی بھائیوں سے ہے تو پھر آپ جو حکم فرمائیں ہم آپ کے فرمان کی اطاعت بجالائیں گے۔ یہ سن کر سردارِ خزرج سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے، وہ ایک نیک انسان تھے مگر خاندانی حمیّت میں مبتلا ہو گئے اور انھوں نے سعد بن معاذ سے کہا: اللہ کی قسم! تم اسے قتل نہیں کر سکتے اور نہ تمھیں اسے قتل کرنے کی طاقت ہے۔ اُسید بن حُضَیر جو سعد بن معاذ کے برادرِ عم زاد تھے، سعد بن عُبادہ سے کہنے لگے: تم جھوٹ کہتے ہو، اللہ کی قسم! ہم اسے ضرور قتل کر سکتے ہیں، تم منافق ہو اور ایک منافق کی طرف سے جھگڑتے ہو، اس سے اوس و خزرج کے دونوں خاندان بھڑک اٹھے حتی کہ انھوں نے مرنے مارنے کا ارادہ کر لیا اور رسول اللہ ﷺ ابھی تک منبر پر جلوہ افروز تھے، رسول اللہ ﷺ انھیں خاموش کراتے رہے حتی کہ وہ خاموش ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی سکوت فرما لیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا کہ یہ سارا دن بھی میں نے روتے ہوئے گزارا، نہ آنسو رکتے تھے اور نہ نیند آتی تھی، پھر رات کو بھی میں روتی رہی، نہ آنسو رکتے تھے اور نہ نیند آتی تھی، میرے والدین یہ خیال کرنے لگے کہ اس قدر کثرت کے ساتھ رونے سے میرا جگر پھٹ جائے گا، میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور میں رو رہی تھی کہ ایک انصاری عورت نے میرے پاس آنے کی اجازت طلب کی، میں نے اسے اجازت دے دی تو اس نے بھی میرے پاس بیٹھ کر رونا شروع کر دیا، اسی اثنا میں رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے، آپ نے سلام کیا، پھر تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب سے یہ بات کہی گئی تھی آپ میرے پاس بیٹھے نہیں تھے اور ایک ماہ کا عرصہ گزر گیا لیکن آپ پر میرے بارے میں کوئی وحی بھی نازل نہ ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ جب تشریف فرما ہوئے تو آپ نے کلمۂ شہادت پڑھا اور فرمایا: [أَمَّا بَعْدُ: يَاعَائِشَةُ! فَإِنَّهُ قَدْ بَلَغَنِي عَنْكِ كَذَا وَ كَذَا، فَإِنْ كُنْتِ بَرِيئَةً فَسَيُبَرِّئُكِ اللّٰهُ، وَإِنْ كُنْتِ أَلْمَمْتِ بِذَنْبٍ فَاسْتَغْفِرِي اللّٰهَ ثُمَّ تُوبِي إِلَيْهِ، فَإِنَّ الْعَبْدَ إِذَا اعْتَرَفَ بِذَنْبٍ ثُمَّ تَابَ، تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ] ''اما بعد: اے عائشہ! مجھے تمھارے بارے میں یہ بات پہنچی ہے اگر تو بری ہے تو اللہ تعالیٰ تجھے بری قرار دے دے گا اور اگر تجھ سے گناہ سرزد ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کے حضور توبہ و استغفار کرو، بلاشبہ بندہ جب گناہ کا اعتراف کر لے اور پھر توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اپنی بات مکمل فرمالی تو میرے آنسو رک گئے حتی کہ میں آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی محسوس نہیں کرتی تھی، میں نے اپنے والد سے کہا کہ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا جواب

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دیں جوانھوں نے کہی ہے، انھوں نے فرمایا: واللہ! مجھے نہیں معلوم کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کیا عرض کروں۔ میں نے اپنی امی سے کہا کہ آپ میری طرف سے رسول اللہ ﷺ کو جواب دیں تو انھوں نے بھی یہی فرمایا: اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ میں رسول اللہ ﷺ کو کیا جواب دوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں اس وقت کم عمر لڑکی تھی، قرآن مجید بھی زیادہ نہیں پڑھتی تھی، میں نے جواب دیا: اللہ کی قسم! بے شک مجھے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ تم نے اس بات کو سنا اور یہ تمھارے دلوں میں بیٹھ گئی اور تم نے اسے سچا سمجھ لیا ہے اگر میں تم لوگوں سے یہ کہوں کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو تم میری تصدیق نہیں کرو گے اور اگر میں اس بات کا اعتراف کرلوں اور اللہ جانتا ہے کہ میں اس سے بری ہوں تو تم میری تصدیق کرو گے۔ اللہ کی قسم! بلاشبہ میں اپنی اور تمھاری مثال اس طرح پاتی ہوں جس طرح یوسف علیہ السلام کے والد نے کہا تھا: ﴿ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝ ﴾ (یوسف 18:12) ''لہٰذا صبر ہی بہتر ہے اور جو تم بیان کرتے ہو اس کے بارے میں اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ پھر میں اٹھ کھڑی ہوئی اور جا کر اپنے بستر پر لیٹ گئی اور اللہ کی قسم! اس وقت میں یہ جانتی تھی کہ میں بری ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھے ضرور بری قرار دے دے گا لیکن اللہ کی قسم! میرا یہ گمان نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ میری شان میں وحی نازل فرما دے گا جس کی تلاوت کی جائے گی، میں اپنے آپ کو اس سے بہت کم تر سمجھتی تھی کہ اللہ تعالیٰ میرے بارے میں ایسا کلام نازل فرما دے گا جس کی تلاوت کی جائے گی، مجھے امید تھی کہ رسول اللہ ﷺ کوئی ایسا خواب دیکھ لیں گے جس میں اللہ تعالیٰ مجھے بری قرار دے دے گا، اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ ابھی تک اسی مجلس میں جلوہ افروز تھے اور گھر کے افراد میں سے بھی کوئی شخص ابھی تک باہر نہیں گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پر وحی نازل فرما دی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت: آپ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو وحی کے نزول کے وقت طاری ہوا کرتی تھی کہ سردی کے موسم میں بھی جبین مبارک سے موتیوں کی طرح پسینے کے قطرے گرنے لگتے اور یہ اس قول کے ثقل کے باعث ہوتا جسے آپ پر نازل کیا جاتا تھا، جب یہ کیفیت ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ ہنسنے لگے اور پہلا جملہ آپ نے یہ فرمایا: [أَبْشِرِي يَاعَائِشَةُ! أَمَّا اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ فَقَدْ بَرَّأَكِ] ''اے عائشہ! خوش ہو جا، اللہ تعالیٰ نے تجھے بری قرار دے دیا ہے۔'' میری امی نے کہا: اٹھ کر آپ کے سامنے کھڑی ہو جاؤ، میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں آپ کے سامنے کھڑی نہیں ہوں گی اور اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کا شکر ادا نہیں کروں گی کہ اسی ذات پاک نے میری براءت نازل فرمائی ہے، اللہ عزوجل نے اس وقت ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ ﴾ سے ﴿ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (النور 20:24) تک دس آیات نازل فرمائی تھیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مسطح پر اپنا مال خرچ کیا کرتے تھے کیونکہ وہ آپ کا قرابت دار بھی تھا اور فقیر بھی، میری براءت میں ان آیات کے نزول کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مسطح نے بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں یہ بات کہی تھی، اس لیے اللہ کی قسم! اب میں اس پر کبھی خرچ نہیں کروں گا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرما دی: ﴿ وَلَا يَاْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَنۡ یُّؤۡتُوۡۤا اُولِی الۡقُرۡبٰی وَالۡمَسٰکِیۡنَ وَالۡمُهٰجِرِیۡنَ فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ ۪ۖ وَلۡیَعۡفُوۡا وَلۡیَصۡفَحُوۡا ؕ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَکُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ۝﴾ (النور 22:24) ''اور جو لوگ تم میں صاحب فضل اور صاحب وسعت ہیں وہ اس بات کی قسم نہ کھائیں کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو کچھ خرچ پات نہیں دیں گے اور وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے۔ اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' یہ آیت کریمہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بخش دے تو انھوں نے مسطح کو اسی طرح خرچ دینا شروع کر دیا جس طرح پہلے دیا کرتے تھے اور فرمایا: اللہ کی قسم! میں اسے کبھی بھی بند نہیں کروں گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زوجہ محترمہ زینب بنت جحش سے بھی میرے بارے میں پوچھا اور فرمایا: [یَا زَیۡنَبُ! مَاذَا عَلِمۡتِ أَوۡ رَأَیۡتِ؟][1] ''اے زینب! تو کیا جانتی ہے یا تو نے کیا دیکھا ہے؟'' تو انھوں نے جواب دیا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کرتی تھی، اللہ کی قسم! میں نے خیر و بھلائی ہی کو جانا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ازواج مطہرات میں سے زینب ہی میرا مقابلہ کیا کرتی تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے تقوے کی وجہ سے انھیں محفوظ رکھا، ان کی بہن حمنہ بنت جحش ان (زینب بنت جحش) کا دفاع کرتی تھی اور وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں شامل ہوگئی۔ ابن شہاب زہری فرماتے ہیں کہ یہ ہے وہ خبر جو ہمیں ان لوگوں کے بارے میں پہنچی ہے۔[2] اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے بھی بروایت زہری صحیحین میں بیان کیا ہے۔[3] ابن اسحاق نے بھی بروایت زہری اسی طرح بیان کیا ہے۔[4] انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ مجھ سے یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر نے اپنے والد سے اور انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کیا ہے۔[5] اور مجھ سے عبداللہ بن ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری نے عمرہ (بنت عبدالرحمٰن) سے اور انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسی طرح مذکورہ بالا روایت کے مطابق بیان کیا ہے۔[6] وَاللّٰهُ أَعۡلَمُ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ﴾ ''بے شک جو لوگ (عائشہ رضی اللہ عنہا پر) بہتان گھڑ لائے۔'' افک کے معنی جھوٹ، بہتان اور افترا پردازی کے ہیں۔ ﴿عُصۡبَةٌ﴾ ''(تمھی میں سے) ایک جماعت۔'' ﴿لَا تَحۡسَبُوۡهُ شَرًّا لَّکُمۡ ؕ﴾ ''تم اسے اپنے حق میں برا نہ سمجھنا'' اے آل ابوبکر! ﴿بَلۡ هُوَ خَیۡرٌ لَّکُمۡ ؕ﴾ ''بلکہ وہ تمھارے لیے بہتر ہے۔'' دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی، دنیا میں ذکر جمیل اور آخرت میں رفع درجات کا سبب ہے اور اس میں ان کے شرف کا اظہار بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس قدر اہمیت دی کہ ان کی براءت کو اس قرآن عظیم میں نازل فرمادیا: ﴿لَّآ

---

[1] یہ الفاظ صحیح البخاری کے حسب ذیل حوالے کے مطابق ہیں۔ [2] مسند أحمد: 194/6-197. [3] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ......﴾ (النور 13,12:24)، حدیث: 4750 وصحیح مسلم، التوبة، باب فی حدیث الإفک ......، حدیث: 2770. [4] السیرة النبویة لابن هشام، خبرالإفک فی غزوة بنی المصطلق: 309/3-316. [5] السیرة النبویة لابن هشام، خبرالإفک ......: 310,309/3. [6] السیرة النبویة لابن هشام، خبرالإفک ......: 310,309/3 وتفسیر الطبری: 123/18.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ

جب تم نے یہ (جھوٹ) سنا تو کیوں نہ مومن مردوں اور مومن عورتوں نے اپنے نفسوں میں اچھا گمان کیا اور (کیوں نہ)

مُّبِيْنٌ ⑫ لَوْلَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ

کہا کہ یہ تو صریح بہتان ہے ⑫ وہ اس (الزام) پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟ پھر جب وہ گواہ نہیں لائے تو وہی لوگ اللہ کے

عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ⑬

ہاں جھوٹے ہیں ⑬

يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ﴾ (حٰمٓ السجدة 42:41) ''جس کے پاس باطل پھٹک بھی نہیں سکتا، نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما جب ان کے پاس مرض الوفات میں گئے تو فرمایا: آپ کے لیے خیر ہے کہ آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم محترم ہیں۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ سے بہت محبت تھی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے سوا کسی اور باکرہ خاتون سے شادی نہیں کی، پھر آپ کی براءت کو تو اللہ تعالیٰ نے آسمان سے نازل فرمایا تھا۔①

سب سے بڑا بہتان طراز لعنتی: ﴿ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ ﴾ ''ان میں سے ہر شخص کے لیے اتنا ہی گناہ ہے جتنا اس نے کمایا۔'' یعنی ہر اس شخص کے لیے جس نے اس معاملے میں گفتگو کی اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر الزام لگانے میں جس قدر حصہ لیا اسی قدر اسے عذاب ہوگا۔ ﴿ وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ ﴾ ''اور جس نے ان میں سے اس (بہتان) کا بڑا بوجھ اٹھایا۔'' اس کے ایک معنی تو یہ بیان کیے گئے ہیں کہ جس نے اس بہتان کی ابتدا کی ہے اور دوسرے معنی یہ بیان کیے گئے ہیں کہ جس شخص نے اس واقعے کو گھڑا، اس بہتان کو تراشا اور لوگوں میں اسے پھیلانے کی کوشش کی، ﴿ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑪ ﴾ ''اس کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔'' اس بہتان طرازی کی وجہ سے۔ اور وہ عبداللہ بن اُبی ابن سلول تھا۔ اللہ تعالیٰ اسے ذلیل ورسوا کرے اور اس پر لعنت فرمائے۔

تفسیر آیات: 13,12

بہتان کے پھیلانے پر مومنوں کی سرزنش: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس قصے میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی بھی سرزنش کی ہے کہ ان میں سے بعض نے اس بری گفتگو میں حصہ لیا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ لَوْلَآ ﴾ ''کیوں نہیں'' ﴿ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ﴾ ''جب تم نے وہ (جھوٹ) سنا'' جس میں ام المومنین رضی اللہ عنہا پر بہتان لگایا گیا تھا، ﴿ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ ﴾ ''تو مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے دلوں میں نیک گمان کیا؟'' اور اسے اپنے نفسوں پر قیاس کیوں نہ کیا؟ اگر اس طرح کی بات ان کے شایانِ شان نہیں تو ام المومنین تو اس سے بطریق اولیٰ بری اور پاک ہیں۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت کریمہ ابوایوب

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ ...... ﴾ (النور 16:24)، حدیث: 4753 قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 277/1 میں ہیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خالد بن زید انصاری اور ان کی بیوی رضی اللہ عنہا کی بات کو اسوہ و نمونہ بنا لینے کے لیے نازل ہوئی ہے۔

امام محمد بن اسحاق بن یسار نے روایت کیا ہے کہ ابو ایوب خالد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ سے ان کی بیوی ام ایوب نے کہا: ابو ایوب! تو نے سنا ہے کہ لوگ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں۔ اس نے کہا: ہاں، یہ سب کچھ جھوٹ ہے، ام ایوب! بتا تو ایسا کام کرسکتی ہے؟ اس نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! میں ایسا کام نہیں کرسکتی، ابو ایوب نے کہا: تو (پھر سن) اللہ کی قسم! عائشہ رضی اللہ عنہا تجھ سے بہت بہتر ہیں۔ جب قرآن نازل ہوا تو اس برائی کے بارے میں بہتان بازوں نے جو کچھ کہا اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ﴾ (النور 11:24) ''بے شک جو لوگ بہتان گھڑ لائے وہ تمھی میں سے ایک جماعت ہیں۔'' اس سے مراد حسان اور ان کے ساتھی ہیں جنھوں نے بہتان بازی کی باتیں کی تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿ لَوْ لَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ...... ﴾ الآیۃ ''جب تم نے وہ (جھوٹ) سنا تو مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں نہ اپنے دلوں میں نیک گمان کیا......'' جیسا کہ ابو ایوب اور ان کی بیوی نے نیک گمان کیا تھا۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ خَيْرًا ۙ﴾ یعنی مومن مردوں اور عورتوں نے کیوں اپنے دلوں میں نیک گمان نہ کیا کہ ام المومنین تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ محترمہ ہیں اور آپ کے بہت قریب ہیں۔ اس نیک گمان کا تعلق تو باطن سے ہے اور پھر ﴿ وَّ قَالُوْا ﴾ ''اور (کیوں نہ) کہا'' اپنی زبانوں سے۔ ﴿ هٰذَاۤ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝﴾ ''یہ صریح بہتان ہے۔''

واقعۂ افک کے ''صریح بہتان'' ہونے کے عقلی دلائل: یہ ام المومنین کے بارے میں کھلم کھلا جھوٹ ہے، اس لیے کہ جس طرح واقعہ پیش آیا وہ ہر قسم کے شک و شبہ سے بالا ہے کیونکہ ام المومنین صفوان بن مُعَطَّل کی سواری پر سوار ہو کر دن کو دوپہر کے وقت آئیں اور سارا لشکر اس وقت دیکھ رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت خود بنفس نفیس لشکر میں تشریف فرما تھے، اگر معاملہ ذرہ بھر بھی شک و شبہ والا ہوتا تو وہ دونوں اس طرح دن دہاڑے سوار ہو کر نہ آتے اور نہ اس طرح سب لوگوں کے سامنے آتے، اگر معاملہ ذرّہ بھر بھی مشکوک ہوتا تو دونوں اپنے آپ کو مخفی و مستور رکھنے کی کوشش کرتے۔

ان سب باتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بہتان طرازوں کی یہ ساری باتیں جو انھوں نے ام المومنین کے بارے میں کی ہیں بہتان اور سفید جھوٹ پر مبنی ہیں، یہ محض فسق و فجور اور مسلمانوں کے معاشرے میں فحاشی پھیلانے کی ناپاک سازش ہے جو سراسر خسارے کا سودا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَوْ لَا جَآءُوْ عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ﴾ ''وہ اس (الزام) پر چار گواہ کیوں نہ لائے؟'' جو ان کی بات کے سچے ہونے کی گواہی دیتے، ﴿ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓىِٕكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝﴾ ''پھر جب وہ گواہ نہیں لائے تو اللہ کے نزدیک یہی لوگ جھوٹے ہیں۔'' یعنی اللہ کے حکم میں یہ لوگ کاذب اور فاسق و فاجر ہیں۔

[1] تفسیر الطبری: 128/18.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ

اور اگر تم پر دنیا و آخرت میں اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم جن باتوں میں پڑ گئے تھے اس پر تمھیں بہت بڑا عذاب آلیتا⑭ جب تم

عَظِيْمٌ ⑭ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَتَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ هَيِّنًا

اسے ایک دوسرے سے اپنی زبانوں کے ساتھ لیتے تھے اور اپنے مونہوں سے (وہ بات) کہہ رہے تھے جس کا تمھیں علم نہ تھا، اور تم اسے معمولی

وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ⑮

سمجھ رہے تھے، جبکہ وہ اللہ کے ہاں بہت بڑی بات ہے⑮

تفسیر آیات: 15,14

اللہ نے اپنے فضل سے بہتان باندھنے والوں کو توبہ کی توفیق بخشی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ ”اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی۔“ اے عائشہ کے بارے میں باتیں بنانے والو! اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تمھاری توبہ اور انابت کو قبول کر لیا اور ایمان کی وجہ سے آخرت میں تم کو معاف فرما دیا ہے، ﴿لَمَسَّكُمْ فِيْ مَآ اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ⑭﴾ ”تو تم جن باتوں میں پڑ گئے تھے اس پر تمھیں عذاب عظیم آلیتا۔“ یعنی بہتان باندھنے کی وجہ سے۔ بہتان باندھنے والوں میں سے جس کے پاس ایمان تھا تو اللہ تعالیٰ نے ایمان کی وجہ سے اسے توبہ کی توفیق عطا فرما دی، مثلاً: مسطح، حسان اور زینب بنت جَحْش کی بہن حَمْنہ بنت جحش۔ اور جن منافقوں نے اس بہتان میں حصہ لیا، مثلاً: عبداللہ بن ابی ابن سلول اور اس کے ساتھی تو وہ اس آیت کے مصداق نہیں ہیں کیونکہ وہ اس بہتان کے مقابلے میں ایمان اور عمل صالح سے محروم تھے، اسی طرح جب بھی کسی معین فعل کے بارے میں کوئی وعید وارد ہو اور وہ مطلق ہو تو وہ توبہ یا کسی ایسے عمل صالح کے نہ ہونے کے ساتھ مشروط ہوگی جو اس کے ہم وزن یا اس سے زیادہ ہو۔

پھر فرمایا: ﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ﴾ ”جب تم اپنی زبانوں سے اس (بات) کو ایک دوسرے سے لیتے تھے۔“ مجاہد اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب تم میں سے بعض، بعض سے اس واقعے کو ذکر کرتے تھے۔[1] اور کہتے تھے کہ میں نے فلاں سے یہ واقعہ سنا ہے، فلاں نے اس طرح کہا ہے، بعض لوگوں نے اس طرح ذکر کیا ہے۔ بعض نے اسے اس طرح پڑھا ہے: [إِذْ تَلِقُونَهُ بِأَلْسِنَتِكُمْ] ”جب تم اپنی زبانوں سے اس (جھوٹ) کو مسلسل پھیلا رہے تھے۔“ صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ ان الفاظ کو اسی طرح پڑھا کرتی تھیں۔[2] اور فرمایا کرتی تھیں کہ یہ وَلْقُ الْكَذِبِ سے ہے جس کے معنی اس جھوٹ کے ہوتے ہیں جسے بولنے والا مسلسل بولتا رہے۔ عرب کہتے ہیں: وَلَقَ فُلَانٌ فِي السَّيْرِ ”وہ مسلسل سفر کرتا رہا۔“ اور یہ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی مسلسل چلتا ہے۔[3] البتہ پہلی قراءت ﴿تَلَقَّوْنَهٗ﴾ زیادہ مشہور ہے

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿وَلَوْ لَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ ......﴾ (النور 24:14)، قبل الحديث: 4751 وتفسير الطبري: 132,131/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2548/8. ② صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ ......﴾ (النور 24:15)، حديث: 4752. ③ تفسير الطبري: 131,130/18. حافظ ابن حجر نے اس کا ضبط ”واؤ“ اور ”لام“ کے زبر کے ساتھ الْوَلَقُ الْكَذِبِ لکھا ہے۔ فتح الباري: 439/7، تحت الحديث: 4144.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وَلَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ قُلۡتُمۡ مَّا يَكُوۡنُ لَنَاۤ اَنۡ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبۡحٰنَكَ هٰذَا بُهۡتَانٌ عَظِيۡمٌ ⑯

اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہا: یہ ہمارے لائق نہیں کہ ہم اس کے متعلق بولیں (یا اللہ!) تو پاک ہے، یہ بہت بڑا بہتان ہے⑯ اللہ

يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنۡ تَعُوۡدُوۡا لِمِثۡلِهٖۤ اَبَدًا اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ⑰ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ

تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ اگر تم مومن ہو تو دوبارہ کبھی بھی اس جیسی بات نہ کرنا⑰ اور اللہ تمھارے لیے (اپنی) آیات بیان کرتا ہے، اور اللہ بڑا

عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ⑱

جاننے والا، خوب حکمت والا ہے⑱

اور جمہور کی بھی یہی قراءت ہے جبکہ دوسری قراءت [تَلِقُو نَهٗ] ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتَقُوۡلُوۡنَ بِاَفۡوَاهِكُمۡ مَّا لَيۡسَ لَكُمۡ بِهٖ عِلۡمٌ ﴾ ”اور تم اپنے مونہوں سے ایسی بات کہتے تھے جس کا تمھیں کچھ بھی علم نہ تھا۔“ یعنی تم ایسی بات کہہ رہے تھے جس کا تمھیں کچھ علم ہی نہ تھا، پھر فرمایا: ﴿ وَّتَحۡسَبُوۡنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمٌ ⑮ ﴾ ”اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے جبکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی۔“ یعنی تم ام المومنین کے بارے میں جو بات کر رہے تھے تو اسے ایک ہلکی اور معمولی بات سمجھتے تھے۔ ام المومنین اگر نبی اکرم ﷺ کی زوجہ محترمہ نہ ہوتیں تو پھر بھی یہ کوئی ہلکی اور معمولی بات نہ تھی مگر وہ تو نبی امّی، خاتم الانبیاء اور سید المرسلین ﷺ کی حرم محترم ہیں! اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ بہت بڑی بات ہے کہ اس کے رسول کی بیوی کے بارے میں ایسی بات کی جائے، اللہ تعالیٰ کو اس سے غیرت آتی ہے۔ حَاشَا وَ كَلَّا اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کی بیوی کو بھی ایسا نہیں بنایا تو تمام انبیائے کرام کی بیویوں کی سردار اور دنیا و آخرت میں علی الاطلاق ساری اولاد آدم کے سردار کی بیوی ایسی کیسے ہو سکتی ہیں؟ اسی لیے فرمایا: ﴿ وَّتَحۡسَبُوۡنَهٗ هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمٌ ⑮ ﴾ ”اور تم اسے معمولی سمجھ رہے تھے جبکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی۔“ صحیح بخاری و مسلم میں ہے: [إِنَّ الْعَبْدَ لَيَتَكَلَّمُ بِالْكَلِمَةِ مِنْ سَخَطِ اللّٰهِ]، [لَا يَرٰى أَنْ تَبْلُغَ مَا بَلَغَتْ]، [يَهْوِي بِهَا فِي النَّارِ، أَبْعَدَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ] ”بلاشبہ بندہ اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا ایک کلمہ کہہ دیتا ہے اور وہ نہیں جانتا کہ یہ کہاں تک پہنچے گا مگر وہ اس ایک کلمے کی وجہ سے جہنم میں اس فاصلے سے بھی زیادہ دور چلا جاتا ہے جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔“② اور ایک روایت میں الفاظ یہ ہیں: [لَا يُلْقِي لَهَا بَالًا] ”وہ اس کلمے کو کوئی اہمیت نہیں دیتا۔“③

تفسیر آیات: 16-18

① صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ اِذۡ تَلَقَّوۡنَهٗ بِاَلۡسِنَتِكُمۡ ﴾ ...... (النور 24:15)، حدیث: 4752. ② پہلا حصہ صحیح البخاری، الرقاق، باب حفظ اللسان......، حدیث: 6478 عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، دوسرا حصہ المعجم الکبیر للطبرانی: 367/1، حدیث: 1129 عن بلال بن الحارث المزنی رضی اللہ عنہ اور تیسرا حصہ صحیح مسلم، الزھد، باب حفظ اللسان، حدیث: (50)-2988 عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ میں ہے۔ ③ صحیح البخاری، الرقاق، باب حفظ اللسان......، حدیث: 6478 عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ

بے شک جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان لانے والوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے اور

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ⑲

اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ⑲

بہتان طرازوں کی دوبارہ سرزنش: پہلے یہ سرزنش کی گئی کہ اس بات کو سن کر تم نے نیک گمان کیوں نہ کیا۔ اور اب دوبارہ یہ سرزنش کی جا رہی ہے کہ جب یہ بات دنیا کی بہترین عورت کے بارے میں کہی گئی جو کسی طرح بھی درست نہ تھی تو زیادہ مناسب یہی تھا کہ ان کے بارے میں نیک گمان کیا جاتا اور دل میں اس کے سوا اور کوئی بات لائی ہی نہ جاتی اور اگر دل میں کوئی وسوسہ یا خیال آتا بھی تو زبان سے اس کا اظہار نہیں ہونا چاہیے تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي عَمَّا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَالَمْ تَعْمَلْ أَوْتَتَكَلَّمْ بِهِ] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے ان خیالات کو معاف فرما دیا ہے جو دل میں پیدا ہوں، جب تک ان کے بارے میں زبان سے کہا نہ جائے یا ان کے مطابق عمل نہ کر لیا جائے۔''①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْلَاۤ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَاۤ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ﴾ ''اور جب تم نے اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں شایاں نہیں کہ ایسی بات کریں۔'' یعنی ہمیں یہ زیب ہی نہیں دیتا کہ ہم یہ بات زبان پر لائیں یا کسی سے اس کا ذکر کریں۔ ﴿ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ⑯﴾ ''(اے پروردگار!) تو پاک ہے یہ بہت بڑا بہتان ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے کہ اس طرح کی بات اس کے رسول کی بیوی اور اس کے خلیل کے حرم کے بارے میں کی جائے۔

پھر فرمایا: ﴿ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖۤ اَبَدًا ﴾ ''اللہ تمھیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔'' اللہ تعالیٰ تمھیں منع فرماتا اور ڈانٹ پلاتا ہے کہ مستقبل میں پھر کبھی دوبارہ ایسا کام نہ کرنا۔ ﴿ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ⑰﴾ ''اگر تم مومن ہو۔'' اگر تمھارا اللہ تعالیٰ اور اس کے دین پر ایمان ہے اور تم اس کے رسول ﷺ کی تعظیم بجالاتے ہو تو پھر کبھی ایسا کام نہ کرنا۔ اور اگر کوئی شخص کافر ہے تو اس کی بات دوسری ہے، پھر فرمایا: ﴿ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ﴾ ''اور اللہ تمھارے (سمجھانے کے) لیے آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے۔'' یعنی وہ شرعی احکام اور قدری حکمتیں تمھارے سمجھانے کی خاطر واضح طور پر بیان فرما دیتا ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑱﴾ ''اور اللہ خوب جاننے والا، بڑی حکمت والا ہے۔'' وہ جانتا ہے کہ اس کے بندوں کے لیے کون سی چیز بہتر ہے اور وہ اپنی شریعت و تقدیر میں حکمت والا ہے۔

تفسیر آیت: 19

مومنوں میں بے حیائی پھیلانے والوں کی گوشمالی: یہ تیسری سرزنش ہے اس شخص کے لیے جو کوئی بری بات سنے اور وہ اس

① صحیح البخاری، الطلاق، باب الطلاق فی الإغلاق والکرہ......، حدیث: 5269 و صحیح مسلم، الإیمان، باب تجاوز اللّٰہ عن حدیث النفس......، حدیث: (202)-127 واللفظ لہ عن أبی ہریرۃ رضی اللہ عنہ.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿20﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو اللہ بہتان لگانے والوں کو فوراً عذاب دیتا) اور یہ کہ بلاشبہ اللہ نہایت شفقت کرنے والا، بڑا رحم کرنے والا

لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ

ہے ﴿20﴾ اے ایمان والو! تم شیطان کے قدموں کی اتباع نہ کرو، اور جو کوئی شیطان کے قدموں کی اتباع کرتا ہے، تو بلاشبہ وہ (شیطان) تو بے حیائی اور

وَالْمُنْكَرِ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ

برے کام ہی کا حکم دیتا ہے، اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم میں سے کوئی ایک کبھی بھی پاک نہ ہوتا، لیکن اللہ جسے چاہے پاک کرتا

اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿21﴾

ہے، اور اللہ خوب سننے والا، بڑا جاننے والا ہے ﴿21﴾

کے ذہن میں بیٹھ جائے اور وہ اس کے بارے میں گفتگو کرنے لگے، حالانکہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے اور اس طرح کی باتوں کو اسے نہیں پھیلانا چاہیے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ فِي الدُّنْيَا ﴾ ''بلاشبہ جو لوگ پسند کرتے ہیں کہ مومنوں میں بے حیائی پھیلے، ان کے لیے دنیا میں دکھ دینے والا عذاب ہے۔'' کیونکہ وہ اس بات کو پسند کرتے ہیں کہ ان کی طرف سے بری باتوں کا ظہور ہو، تب ان کے لیے دنیا میں حد کی صورت میں اور آخرت میں سزا کے طور پر (جہنم کا دکھ دینے والا) عذاب ہوگا۔ ﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿19﴾ ﴾ ''اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔'' لہٰذا اپنے تمام امور و معاملات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹا دو، رشد و بھلائی پا لو گے۔

دوسروں کے عیب تلاش کرنے والا ذلیل و خوار ہوتا ہے: امام احمد رحمہ اللہ نے ثوبان رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے: [لَا تُؤْذُوا عِبَادَاللّٰهِ، وَلَا تُعَيِّرُوهُمْ، وَلَا تَطْلُبُوا عَوْرَاتِهِمْ، فَإِنَّهُ مَنْ طَلَبَ عَوْرَةَ أَخِيهِ الْمُسْلِمِ، طَلَبَ اللّٰهُ عَوْرَتَهُ، حَتّٰى يَفْضَحَهُ فِي بَيْتِهِ] ''اللہ تعالیٰ کے بندوں کو ایذا نہ پہنچاؤ، نہ انھیں طعنہ دو اور نہ ان کے عیوب تلاش کرو کیونکہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیب تلاش کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے عیب تلاش کرے گا یہاں تک کہ اسے اس کے گھر میں بھی رسوا کر دے گا۔''[1]

تفسیر آیات: 21,20

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کی یاد دہانی: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿20﴾ ﴾ ''اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی (تو اللہ بہتان لگانے والوں کو فوراً عذاب دیتا) اور یہ کہ بلاشبہ اللہ نہایت مہربان، بڑا رحیم ہے۔'' یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر دوسرا معاملہ ہوتا مگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بہت مہربان اور رحم فرمانے والا ہے جس نے اس معاملے میں توبہ کر لی اس کو اس نے معاف فرما دیا اور کچھ لوگوں پر حد قائم کر کے انھیں پاک کر دیا، پھر فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ ﴾ ''اے مومنو! شیطان کے قدموں کی اتباع نہ کرو۔''

[1] مسند أحمد: 279/5.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَلَا يَأْتَلِ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ

اور تم میں سے فضل اور وسعت والے، قرابت داروں اور مسکینوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (مالی مدد) دینے سے قسم نہ کھائیں اور چاہیے

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿22﴾

کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔ کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمھاری مغفرت فرمائے، اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے ﴿22﴾

﴿ خُطُوٰتِ ﴾ کا مفہوم: ﴿ خُطُوٰتِ ﴾ سے مراد شیطان کے طریقے، رستے اور وہ باتیں ہیں جن کا وہ حکم دے۔ ﴿ وَمَنْ يَّتَّبِعْ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ ﴾ ''اور جو شخص شیطان کے قدموں کی اتباع کرتا ہے تو بلاشبہ وہ (شیطان) تو بے حیائی اور برے کام ہی کا حکم دیتا ہے۔'' یہ بہت فصیح، بلیغ، مختصر اور بے حد خوبصورت عبارت میں شیطان کی پیروی سے نفرت دلائی جا رہی ہے اور اس کی اتباع سے ڈرایا جا رہا ہے۔ علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ ﴾ سے مراد شیطان کا عمل ہے۔[1] عکرمہ کا قول ہے کہ اس سے مراد شیطان کے وسوسے ہیں۔[2] قتادہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ہر کام ﴿ خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ ﴾ میں سے ہے۔[3] ابومجلز کا کہنا ہے کہ گناہوں کی نذر ماننا شیطان کے قدموں پر چلنا ہے۔[4]

پھر فرمایا: ﴿ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ ﴾ ''اور اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی مہربانی نہ ہوتی تو ایک (شخص) بھی تم میں سے کبھی پاک نہ ہوتا۔'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ توبہ اور اپنی طرف رجوع کی توفیق عطا نہ فرماتا اور نفسوں کو شرک اور فسق و فجور سے پاک نہ فرماتا اور ہر شخص کو گھٹیا اخلاق سے بچنے کی توفیق عطا نہ فرماتا تو کسی شخص کو بھی نفس کی پاکیزگی اور خیر و بھلائی حاصل نہ ہوتی۔ ﴿ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ ﴾ ''مگر اللہ جس کو چاہتا ہے پاک کر دیتا ہے۔'' یعنی اپنی مخلوق میں سے اور جس کو چاہتا گمراہ کر دیتا اور گمراہی اور سرکشی کی ہلاکتوں میں تباہ کر دیتا ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ ﴾ ''اور اللہ خوب سننے والا ہے۔'' یعنی اللہ خوب سننے والا ہے اپنے بندوں کے اقوال کو۔ ﴿ عَلِيْمٌ ﴿21﴾ ﴾ ''بہت جاننے والا ہے'' کہ ان میں سے ہدایت کا مستحق کون ہے اور کون گمراہی کا مستحق ہے۔

تفسیر آیت :22

اہلِ فضل کو جود و سخا کی ترغیب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يَاْتَلِ ﴾ ''اور وہ قسم نہ کھائیں۔'' یہ لفظ اَلْأَلِيَّة سے ہے جس کے معنی قسم کھانے کے ہیں۔ ﴿ اُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ ﴾ ''جو (لوگ) تم میں صاحب فضل اور صاحبِ وسعت ہیں۔'' یعنی وہ لوگ جو صاحب حیثیت ہیں، صدقہ اور احسان کرنے والے اور صاحب مال ہیں۔ ﴿ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ ﴾ ''اس بات سے کہ رشتہ داروں اور محتاجوں اور اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں کو (کچھ خرچ وغیرہ) دیں۔'' یعنی تم قسم نہ کھاؤ کہ تم اپنے محتاج رشتہ داروں اور مہاجروں سے صلہ رحمی نہیں کرو گے۔ صلہ رحمی کے سلسلے میں یہ حد

[1] تفسیر ابن أبي حاتم :2552/8 . [2] تفسیر ابن أبي حاتم :2552/8 . [3] تفسیر ابن أبي حاتم :2552/8 . [4] تفسیر ابن أبي حاتم :2552/8 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ

بلاشبہ جو لوگ پاک دامن، بے خبر مومن عورتوں پر (زنا کی) تہمت لگاتے ہیں، ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی گئی، اور ان کے لیے بہت بڑا عذاب

عَظِيْمٌ ﴿23﴾ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿24﴾ يَوْمَىِٕذٍ

ہے ﴿23﴾ جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پیر ان کے خلاف، ان اعمال کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے ﴿24﴾ اس دن اللہ انھیں پورا

يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ﴿25﴾

پورا، ان (کے حساب کتاب) کا ٹھیک بدلہ دے گا (جس کے وہ مستحق ہیں) اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ ہی واضح حق ہے ﴿25﴾

درجے کی نرمی اور شفقت کی ترغیب دی گئی ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ﴾ ''اور وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔'' اس برائی اور تکلیف سے جو انھوں نے پہنچائی ہے۔ ان لوگوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تھا، اس کے باوجود یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنی مخلوق کے ساتھ حد درجہ حلم اور لطف و کرم کا اظہار ہے۔ یہ آیت کریمہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے کہ انھوں نے قسم کھالی تھی کہ اب وہ مسطح رضی اللہ عنہ پر خرچ نہیں کریں گے، اس لیے کہ وہ بھی عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان باندھنے والوں میں شامل ہے جیسا کہ قبل ازیں حدیث بیان کی جا چکی ہے۔[1] جب اللہ تعالیٰ نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی براءت نازل فرمائی تو مومنوں کو فرحت و مسرت اور قرار نصیب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بہتان میں حصہ لینے والے مومنوں کی توبہ کو قبول فرمالیا اور ان میں سے بعض پر حد بھی قائم کی گئی تو اب اللہ تعالیٰ نے۔ وَلَهُ الْفَضْلُ وَالْمِنَّةُ۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ترغیب دی ہے کہ وہ اپنے رشتہ دار مسطح بن اُثاثہ پر شفقت کریں کیونکہ وہ آپ کی خالہ کا بیٹا تھا اور حد درجہ مسکین آدمی تھا اور اس کے پاس کچھ بھی مال نہ تھا، لہٰذا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی اس پر خرچ کیا کرتے تھے، وہ مہاجرین میں سے تھا، اس سے بھی زبان کی لغزش ہوئی مگر اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ کو قبول فرمالیا اور اس پر حد بھی قائم کی گئی تھی۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نیکی کے کاموں میں بہت معروف تھے، رشتہ داروں اور غیر رشتہ داروں پر آپ کے بہت احسانات تھے۔ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور اس میں یہ جملہ بھی آیا: ﴿ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ﴾ ''کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ اللہ تم کو بخش دے؟'' کیونکہ جزا جنس عمل کے مطابق ہوتی ہے جس طرح تم اس کو معاف کرو گے جو تم پر زیادتی کرے اسی طرح ہم تمھیں معاف کر دیں گے اور جس طرح تم درگزر کرو گے، اسی طرح ہم تم سے درگزر کریں گے۔ اس آیت کریمہ کو سن کر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کہا: اللہ کی قسم! ہم اس بات کو پسند کرتے ہیں، اے ہمارے پروردگار! تو ہمیں بخش دے، پھر آپ نے حسب معمول مسطح کو خرچ دینا شروع کر دیا اور اپنے اس قول کہ اللہ کی قسم! میں کبھی بھی اس کو فائدہ نہیں دوں گا، کے مقابلے میں کہا: اللہ کی قسم! میں اس کے خرچ کو کبھی بند نہیں کروں گا۔ اور اپنے اس طرح کے کارناموں ہی کی وجہ سے آپ صدیق کہلائے۔ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْ بِنْتِهٖ.

[1] دیکھیے النور، آیت: 11 کے ذیل میں عنوان: ''واقعۂ اِفک''

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات: 23-25

پاک دامن مومن عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا: یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعید ہے ان لوگوں کے لیے جو پاک دامن، برے کاموں سے بے خبر ایمان دار عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ہر پرہیز گار عورت کی نسبت امہات المومنین زیادہ حق دار ہیں کہ وہ اس آیت میں داخل ہوں بالخصوص جبکہ ان آیات کے نزول کا سبب ہی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ تمام علماء رحمہم اللہ کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد اگر کوئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو گالی دے یا آپ پر اس طرح کا کوئی بہتان لگائے جس کا ان آیات میں ذکر کیا گیا ہے تو وہ کافر ہے کیونکہ وہ قرآن کا مخالف ہے، دیگر تمام امہات المؤمنین کے بارے میں بھی یہی حکم ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ...... ﴾ الآیۃ ''وہ دنیا اور آخرت (دونوں) میں لعنت کیے گئے......'' اسی طرح جس طرح یہ فرمان ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ○ ﴾ (الأحزاب 33:57) ''یقیناً وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو رنج پہنچاتے ہیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' عبدالرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ یہ آیت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر بہتان لگانے والوں کے لیے نازل ہوئی تھی اور آج بھی اگر کوئی مسلمان عورتوں کے بارے میں اس طرح کی شنیع حرکت کرے تو اس کے لیے بھی یہی حکم ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پہلی (عورت) ہیں جن کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی تھی۔ [1]

سات تباہ کن چیزیں: امام ابن ابوحاتم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوبِقَاتِ! قِيلَ: يَارَسُولَ اللّٰهِ! وَمَاهُنَّ؟ قَالَ: اَلشِّرْكُ بِاللّٰهِ، وَالسِّحْرُ، وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ، وَأَكْلُ الرِّبَا، وَأَكْلُ مَالِ الْيَتِيمِ، وَالتَّوَلِّي يَوْمَ الزَّحْفِ، وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ] ''سات تباہ کر دینے والی باتوں سے اجتناب کرو! عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! وہ کون سی ہیں؟ فرمایا: (1) اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا (2) جادو کرنا (3) کسی ایسی جان کو قتل کرنا جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہو مگر حق کے ساتھ (4) سود کھانا (5) یتیم کا مال کھانا (6) جنگ کے دن منہ پھیرنا اور (7) پاک دامن، (بری باتوں سے) بے خبر، ایمان دار عورتوں پر تہمت لگانا۔'' [2] اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (24) ﴾ ''جس دن ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں سب ان کے خلاف ان کاموں کی گواہی دیں گے جو وہ کرتے تھے۔'' ابن ابوحاتم

---

[1] تفسیر الطبری: 18/139. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 8/2556. [3] صحیح البخاری، الوصایا، باب قول اللّٰہ تعالیٰ: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ...... ﴾ (النسآء 4:10)، حدیث: 2766 و صحیح مسلم، الإیمان، باب الکبائر وأکبرھا، حدیث: 89.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ

خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے، اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے ہیں اور پاکیزہ مرد پاکیزہ

اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ۭ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿26﴾ ع 3/6/9

عورتوں کے لیے، یہ (پاکیزہ) لوگ ان باتوں سے بری ہیں جو وہ (خبیث لوگ ان کی بابت) کہتے ہیں، ان کے لیے مغفرت اور بہت اچھا رزق ہے ﴿26﴾

نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ مشرکین جب یہ دیکھیں گے کہ جنت میں نمازی ہی داخل ہو رہے ہیں تو وہ کہیں گے کہ آؤ ہم اپنی بداعمالیوں کا انکار کر دیں، پس وہ انکار کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دے گا، پھر ان کے ہاتھ اور پاؤں گواہی دیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے کوئی بات بھی چھپا نہ سکیں گے۔[1]

ابن ابوحاتم نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت کو بھی بیان کیا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے آپ اس قدر ہنسے کہ داڑھیں نمایاں ہوگئیں، پھر آپ نے فرمایا: [تَدْرُونَ مِمَّا أَضْحَكُ؟ قُلْنَا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: مِنْ مُّجَادَلَةِ الْعَبْدِ رَبَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، يَقُولُ: يَارَبِّ! أَلَمْ تُجِرْنِي مِنَ الظُّلْمِ؟ فَيَقُولُ: بَلٰى! فَيَقُولُ: لَا أُجِيزُ عَلَيَّ شَاهِدًا إِلَّا مِنْ نَّفْسِي، فَيُقَالُ: كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ، وَبِالْكِرَامِ عَلَيْكَ شَهِيدًا، فَيُخْتَمُ عَلٰى فِيهِ، وَيُقَالُ لِأَرْكَانِهِ: اِنْطِقِي، فَتَنْطِقُ بِعَمَلِهِ، ثُمَّ يُخَلّٰى بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْكَلَامِ، فَيَقُولُ: بُعْدًا لَّكُنَّ وَسُحْقًا، فَعَنْكُنَّ كُنْتُ أُنَاضِلُ] ''تم جانتے ہو کہ میں کیوں ہنس رہا ہوں؟ ہم نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: قیامت کے دن بندے کے رب تعالیٰ سے جھگڑنے کی وجہ سے (ہنس رہا ہوں۔) بندہ کہے گا: اے میرے رب! کیا تو مجھے ظلم سے پناہ نہیں دے چکا ہے؟ (تو نے وعدہ کیا ہے کہ ظلم نہیں کروں گا۔) اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیوں نہیں! بندہ کہے گا کہ میں اپنے بارے میں اپنے نفس کے سوا اور کسی کی گواہی کو تسلیم نہیں کرتا تو کہا جائے گا: آج تیرا نفس اور معزز (لکھنے والے) فرشتے تجھ پر گواہ کافی ہیں، پھر اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے جسم کے اعضاء سے کہا جائے گا کہ تم بات کرو تو وہ بات کر کے اس کے اعمال کے بارے میں بتائیں گے، پھر (ان کے بات کرنے کے سلسلے کو منقطع کر دیا جائے گا اور) بندے کو بات کرنے کی اجازت دی جائے گی تو وہ کہے گا کہ تمھارے لیے دوری اور پھٹکار ہو، پس تمھاری ہی وجہ سے تو میں یہ سب کچھ کرتا تھا۔''[2] اور اس کو امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ﴾ ''اس دن اللہ ان کو (ان کے اعمال کا) پورا پورا (اور) ٹھیک بدلہ دے گا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہاں دین سے مراد حساب ہے اور قرآن مجید میں جتنی دفعہ بھی دین کا لفظ استعمال ہوا ہے حساب ہی کے معنی میں استعمال ہوا ہے، بعض ائمہ تفسیر نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[4] ﴿وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 2558/8. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 2559/8. [3] صحيح مسلم، الزهد، باب: [الدنيا سجن للمؤمن وجنة للكافر]، حديث: 2969 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، سورة الانفطار: 508/6، حديث: 11653. [4] تفسير ابن أبي حاتم: 2560,2559/8 وتفسير الطبرى: 141/18.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ ذٰلِكُمْ

اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا اور گھروں میں داخل نہ ہوا کرو حتی کہ تم اجازت لے لو، اور ان گھر والوں کو سلام کرو، یہ تمھارے

خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿27﴾ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ

لیے بہت بہتر ہے، تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ﴿27﴾ پھر اگر تم ان میں کسی کو نہ پاؤ تو ان میں داخل نہ ہو، حتی کہ تمھیں اجازت دے دی جائے

لَكُمْ ۚ وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ ﴿28﴾

اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آؤ، یہ تمھارے لیے بہت پاکیزہ (عمل) ہے، اور جو تم عمل کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے ﴿28﴾

لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ

تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم ان گھروں میں داخل ہو جہاں رہائش نہ ہو (اور) ان میں تمھارے لیے کوئی فائدہ ہو اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے

مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ ﴿29﴾

ہو اور جو تم چھپاتے ہو ﴿29﴾

﴿ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ ﴿25﴾ ﴾ ”اور وہ جان لیں گے کہ بے شک اللہ برحق ہے (اور حق کو) ظاہر کرنے والا ہے۔“ یعنی اس کا وعدہ، وعید اور حساب سب کچھ عدل پر مبنی ہے جس میں ظلم کی قطعاً کوئی آمیزش نہیں۔

تفسیر آیت:26

عائشہ رضی اللہ عنہا پاک ہیں کیونکہ یہ سب سے پاک باز انسان کی بیوی ہیں: ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ ناپاک باتیں ناپاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور ناپاک مرد ہی ناپاک باتوں کے لیے ہوتے ہیں اور پاک باتیں پاک مردوں کے لیے ہوتی ہیں اور پاک مرد ہی پاک باتوں کے لیے ہوتے ہیں، نیز انھوں نے یہ بھی فرمایا کہ یہ آیت کریمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور بہتان باندھنے والوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[1] مجاہد، عطاء، سعید بن جبیر، شعبی، حسن بن ابوالحسن بصری، حبیب بن ابوثابت اور ضحاک سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2] ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[3]

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بری بات برے لوگوں ہی کو زیب دیتی ہے اور پاکیزہ بات پاک لوگوں کے شایانِ شان ہے تو اس قاعدے کے مطابق منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف جو بات منسوب کی ہے، اس کے زیادہ حق دار وہ خود ہیں اور ان کی نسبت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عفت و پاک دامنی اور پاکیزگی و طہارت کی زیادہ حق دار ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ اُولٰٓىِٕكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ ؕ ﴾ ”یہ (پاک لوگ) ان باتوں سے بری ہیں جو وہ (خبیث لوگ ان کی بابت) کہتے ہیں۔“

عبدالرحمن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے ہیں اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے ہیں اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے ہیں۔[4] تو اس تفسیر کے مطابق ان لوگوں

[1] تفسیر ابن أبي حاتم:2563,2562/8 و تفسیر الطبري:142/18. [2] تفسیر ابن أبي حاتم:2564-2560/8 و تفسیر الطبري:144-142/18. [3] تفسیر الطبري:144/18. [4] تفسیر الطبري:144/18.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

نے جو کہا ہے وہ لازمی طور پر انھی کی طرف لوٹتا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی بنایا ہے، اس لیے کہ وہ پاک ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر پاک سے پاک انسان سے بھی زیادہ پاکباز ہیں۔ اگر خدانخواستہ عائشہ رضی اللہ عنہا ناپاک ہوتیں تو وہ شرعاً اور قدرۃً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حبالۂ عقد میں آنے کے لیے قطعاً موزوں نہ ہوتیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا يَقُوْلُوْنَ ﴾ ''یہ (پاک لوگ) ان باتوں سے بری ہیں جو وہ (خبیث لوگ ان کی بابت) کہتے ہیں۔'' یعنی وہ ان بہتان باندھنے والے دشمنوں کی باتوں سے بہت بعید ہیں۔ ﴿ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ ﴾ ''ان کے لیے بخشش ہے۔'' ان کی طرف اس جھوٹی بات کے منسوب کرنے کی وجہ سے۔ ﴿ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴾ ''اور عزت والی روزی ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ہاں نعمتوں سے بھری ہوئی بہشتوں میں۔ اس آیت کریمہ میں وعدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی جنت میں ہوگی۔

تفسیر آیات:27-29

گھروں میں داخلے اور اجازت کے آداب: یہ وہ شرعی آداب ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو گھروں میں جانے کی اجازت طلب کرنے کے بارے میں سکھائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اپنے گھروں کے سوا دوسرے لوگوں کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں، یعنی داخل ہونے سے پہلے اجازت لیں اور داخل ہونے کے بعد سلام کہیں۔ اجازت تین بار طلب کی جائے اگر مل جائے تو ٹھیک ورنہ واپس چلے جائیں جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین بار اجازت طلب کی جب انھیں اجازت نہ ملی تو وہ واپس چلے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے عبداللہ بن قیس کی آواز سنی تھی کہ اجازت طلب کر رہے تھے! انھیں اندر آنے کی اجازت دے دو۔ انھیں تلاش کیا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ چلے گئے ہیں، پھر بعد میں جب آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ واپس کیوں چلے گئے تھے۔ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے تین بار اجازت طلب کی تھی، جب اجازت نہ ملی تو میں واپس چلا گیا کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے: [إِذَا اسْتَأْذَنَ أَحَدُكُمْ ثَلَاثًا فَلَمْ يُؤْذَنْ لَهُ فَلْيَرْجِعْ] ''جب تم میں سے کوئی تین بار اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے تو وہ واپس چلا جائے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تمھیں اس بات کی گواہی پیش کرنا ہوگی ورنہ میں تمھیں سزا دوں گا۔ وہ انصار کی ایک جماعت کے پاس چلے گئے اور ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات بیان کی تو انھوں نے کہا کہ اس بات کی گواہی تو ہم میں سے عمر کے اعتبار سے سب سے چھوٹا شخص بھی دے سکتا ہے تو ان کے ساتھ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اٹھ کھڑے ہوئے اور انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس فرمانِ نبوی کے بارے میں بتایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بازاروں میں خرید و فروخت کی وجہ سے میں اس فرمان کو سن نہ سکا۔[1]

---

[1] ماخوذ از صحیح البخاری، الاستئذان، باب التسليم والاستئذان ثلاثا، حديث:6245 والبيوع، باب الخروج في التجارة......،حديث :2062 و صحيح مسلم، الآداب، باب الاستئذان، حديث :(33-36)-2153 عن أبي سعيد الخدري و عبيد بن عمير رضی اللہ عنہما.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ یا ان کے علاوہ کسی اور سے مروی حدیث کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن عُبادہ رضی اللہ عنہ سے اجازت طلب فرمائی اور فرمایا: [اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ] ''تجھ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت۔'' انھوں نے جواب میں عرض کی: [وَعَلَيْكَ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ] ''آپ پر بھی سلامتی اور اللہ کی رحمت ہو۔'' لیکن اس قدر آہستہ جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ سنا حتی کہ آپ نے تین بار سلام کیا اور سعد نے تینوں بار جواب دیا مگر اس قدر آہستہ آواز میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ سنا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے جانے لگے تو سعد بھی آپ کے پیچھے ہو گئے اور انھوں نے عرض کی: اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ نے جب سلام فرمایا تو میں نے اسے اپنے کانوں سے سنا اور جواب بھی دیا مگر آہستہ آواز میں، میرا مقصد یہ تھا کہ آپ میرے لیے سلامتی اور برکت کی زیادہ دعا فرمادیں، پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ساتھ گھر لے آئے اور انھوں نے آپ کی خدمت میں مُنقّٰی (خشک انگور) پیش کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تناول فرمایا اور جب کھانے سے فارغ ہو گئے تو آپ نے یہ دعا فرمائی: [أَكَلَ طَعَامَكُمُ الْأَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ، وَأَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُونَ] ''نیک لوگ تمھارا کھانا کھائیں، فرشتے تمھارے لیے رحمت کی دعا کریں اور روزے دار تمھارے ہاں روزہ افطار کریں۔''[1]

اجازت طلب کرنے والے کو چاہیے کہ وہ دروازے کے بالکل سامنے کھڑا نہ ہو بلکہ دروازے کے دائیں یا بائیں جانب کھڑا ہو کیونکہ امام ابوداود نے عبداللہ بن بُسر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے گھر کے دروازے کے پاس تشریف لاتے تو آپ دروازے کے بالکل سامنے کھڑے نہیں ہوتے تھے بلکہ دائیں یا بائیں جانب تشریف فرما ہوتے اور فرماتے: [اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ] ''تم پر سلامتی ہو، تم پر سلامتی ہو۔''[2] اور یہ اس لیے کہ ان دنوں دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے۔ اس حدیث کے روایت کرنے میں امام ابوداود متفرد ہیں۔

صحیحین میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَوْأَنَّ امْرَأً اطَّلَعَ عَلَيْكَ بِغَيْرِ إِذْنٍ فَخَذَفْتَهُ بِحَصَاةٍ فَفَقَأْتَ عَيْنَهُ]، [مَاكَانَ عَلَيْكَ مِنْ جُنَاحٍ] ''اگر کوئی شخص اجازت کے بغیر تمھارے گھر میں جھانکے اور تم کنکری مار کر اس کی آنکھ پھوڑ دو تو تم پر کچھ گناہ نہیں۔''[3]

محدثین کی ایک جماعت نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اپنے باپ کے ذمے قرض کے بارے میں حاضر ہوا اور میں نے دروازے پر دستک دی تو آپ نے فرمایا: [مَنْ ذَا؟] ''کون؟'' میں نے

---

[1] مسند أحمد: 138/3. [2] سنن أبي داود، الأدب، باب کم مرة یسلّم الرجل فی الاستئذان؟ حدیث: 5186. [3] پہلا حصہ صحیح البخاری، الدیات، باب من اطلع فی بیت قوم ففقؤوا عینهٔ فلادیة له، حدیث: 6902 اور دوسرا حصہ صحیح مسلم، الآداب، باب تحریم النظر فی بیت غیرہ، حدیث: (44)-2158 عن أبی هریرة رضی اللہ عنہ کے مطابق ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عرض کی: [أَنَا] میں، تو آپ نے فرمایا: [أَنَا أَنَا] ''میں میں۔'' گویا آپ نے اسے ناپسند فرمایا۔[1] (''میں'' کے بجائے اپنا نام بتانا چاہیے۔) آپ نے اسے ناپسند اس لیے فرمایا کہ آدمی جب تک اپنا نام یا اپنی کنیت نہ بتائے جس کے ساتھ وہ مشہور ہو، معلوم نہیں ہوتا کہ اجازت مانگنے والا کون ہے، کیونکہ اپنے بارے میں ''میں'' تو ہر شخص کہہ سکتا ہے، اس سے وہ مقصود حاصل نہیں ہوسکتا جس کی خاطر اجازت طلب کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آیت کریمہ میں ﴿تَسْتَاْنِسُوْا﴾ کے معنی ہیں کہ تم اجازت طلب کرلو۔[2] دیگر کئی ائمہ تفسیر نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔[3]

امام احمد رحمہ اللہ نے کَلَدَہ بن حنبل سے روایت کیا ہے کہ صفوان بن امیہ نے انھیں فتح مکہ کے موقع پر لِبَأ (پیوسی/ربوہلی، یعنی مادہ جانور کا گاڑھا دودھ جو بچے کی پیدائش کے بعد تین، چار دن تک نکلتا ہے)، جِدَایَہ (ہرن کے بچے کا گوشت) اور ضَغَابِیس (ککڑیاں) کے ساتھ بھیجا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت وادی کے بالائی علاقے میں تھے۔ وہ کہتے ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا، میں نے نہ سلام کیا اور نہ اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: [اِرْجِعْ، فَقُلْ: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ (أَ) أَدْخُلُ؟] ''واپس جاؤ اور کہو: السلام علیکم، کیا میں اندر آسکتا ہوں؟'' یہ صفوان کے مسلمان ہونے کے بعد کا واقعہ ہے۔[4] اس کو ابوداود، ترمذی اور نسائی نے روایت کیا اور امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔[5]

ابن جریج نے کہا کہ میں نے عطاء بن ابورباح سے سنا وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کررہے تھے کہ انھوں نے فرمایا کہ تین آیات کا لوگوں نے انکار کردیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۭ﴾ (الحجرات 49:13) ''بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔'' اور لوگ کہتے ہیں کہ زیادہ عزت والا وہ ہے جس کا گھر زیادہ بڑا ہو۔ اور اجازت طلب کرنے کا تو لوگوں نے انکار ہی کردیا ہے، میں نے عرض کی: کیا میں اپنی ان یتیم بہنوں سے بھی اجازت لوں جو میری حفاظت میں پرورش پارہی ہیں اور میرے ساتھ ایک ہی گھر میں رہ رہی ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں، میں نے اپنے سوال کو دہرایا (تاکہ مجھے رخصت مل جائے مگر) آپ نے انکار فرمادیا۔ آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تم انھیں عریاں دیکھو۔ میں نے جواب دیا: نہیں، تو آپ نے فرمایا: پھر اجازت طلب کرو، میں نے

---

[1] صحيح البخاري، الاستئذان، باب: إذا قال: من ذا؟ فقال: أنا، حديث: 6250 وصحيح مسلم، الآداب، باب كراهة قول المستأذن: أنا......، حديث: (39,38)-2155 وسنن أبي داود، الأدب، باب الرجل يستأذن......، حديث: 5187 وجامع الترمذي، الاستئذان، باب ماجاء في التسليم قبل الاستئذان، حديث: 2711 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب الكراهية في أن يقول: أنا: 90/6، حديث: 10160 وسنن ابن ماجه، الأدب، باب الاستئذان، حديث: 3709. [2] تفسير الطبري: 146/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2566/8. [3] تفسير الطبري: 18/146-149 وتفسير ابن أبي حاتم: 2567,2566/8. [4] مسند أحمد: 414/3، البتہ قوسین والاحرف جامع الترمذي، الاستئذان، باب ماجاء في التسليم......، حديث: 2710 میں ہے۔ [5] سنن أبي داود، الأدب، باب كيف الاستئذان؟ حديث: 5176 وجامع الترمذي، الاستئذان، باب ماجاء في التسليم قبل الاستئذان، حديث: 2710 والسنن الكبرى للنسائي، الأطعمة، باب الضّغابيس: 169/4، حديث: 6735.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بھی اپنی بات کو پھر دہرایا تو آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو۔ میں نے جواب دیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: پھر ان سے اجازت لے کر اندر جاؤ۔ [1]

ابن جریج بیان کرتے ہیں کہ مجھے ابن طاؤس نے اپنے والد سے خبر دی کہ مجھے یہ بات سب سے زیادہ ناپسند ہے کہ میں اپنی کسی محرم خاتون کو عریاں دیکھوں، اس مسئلے میں وہ بہت سختی کرتے تھے۔ ابن جریج نے زہری سے روایت کیا ہے کہ میں نے ہزیل بن شرحبیل اَودِی اعمیٰ سے سنا کہ انھوں نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ بیان کرتے سنا کہ اپنی ماؤں کے پاس جانے سے قبل بھی اجازت طلب کرو۔ [2]

ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کہ آدمی اپنی بیوی کے ہاں جانے سے قبل بھی اجازت طلب کرے؟ انھوں نے فرمایا: نہیں۔ [3] اور یہ عدم وجوب پر محمول ہے ورنہ افضل یہ ہے کہ اپنی آمد کے بارے میں اسے بھی معلوم کرا دے اور اس کے پاس اچانک نہ جائے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ کسی ایسی حالت میں ہو جس میں دیکھنا اسے پسند نہ ہو۔ ابوجعفر بن جریر نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی زینب کے بھتیجے سے اور انھوں نے زینب رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ عبداللہ جب اپنے کسی کام سے فارغ ہو کر گھر آتے تو دروازے پر پہنچ کر گلا صاف کرتے اور تھوکتے کیونکہ وہ اس بات کو ناپسند فرماتے کہ ہمارے پاس اچانک آجائیں اور ہمیں کسی ناپسندیدہ حالت میں دیکھیں۔ [4] اس روایت کی سند صحیح ہے۔

مقاتل بن حیان ارشاد باری تعالیٰ: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا﴾ ''اے مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ تم اجازت لے لو اور ان گھر والوں کو سلام کرو۔'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں جب کوئی شخص اپنے کسی ساتھی سے ملتا تو اسے سلام نہیں کیا کرتا تھا بلکہ یہ کہتا تھا: صبح بخیر، شام بخیر، اس وقت لوگوں کا آپس میں ملاقات کے وقت یہی سلام تھا اور جب کسی کے گھر میں جاتا تو اندر داخل ہونے کے لیے اجازت طلب نہیں کیا کرتا تھا بلکہ اچانک اندر داخل ہو جاتا اور کہتا کہ میں آ گیا ہوں۔ یہ صورت حال گھر والوں کو ناگوار محسوس ہوتی تھی کیونکہ ہوسکتا ہے کہ آدمی اپنی بیوی کے ساتھ مصروف ہو، اللہ تعالیٰ نے ان ساری عادات کو بدل کر ایسے احکام دے دیے جن میں ستر پوشی اور عفت ہے، پاکیزگی اور ہر قسم کے میل کچیل سے صفائی اور طہارت کا اہتمام ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَهْلِهَا﴾ ''اے مومنو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں داخل نہ ہوا کرو، یہاں تک کہ تم اجازت لے لو اور ان گھر والوں کو سلام کرو۔'' [5] مقاتل نے جو بات کی ہے بہت اچھی ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے: ﴿ذٰلِكُمْ

[1] تفسير الطبري: 148/18 اس واقعے میں تین آیات کا ذکر آیا ہے جبکہ تفصیل میں دو کی طرف اشارہ ہے جبکہ تیسری سورۂ نساء کی آیت:8 ہے جیسا کہ تفسیر ابن أبي حاتم: 2632/8 میں ہے۔ [2] تفسير الطبري: 149,148/18۔ [3] تفسير الطبري: 149/18۔ [4] تفسير الطبري: 149/18 و مسند أحمد: 381/1 و سنن ابن ماجه، الطب، باب تعليق التمائم، حديث: 3530۔ [5] تفسير ابن أبي حاتم: 2566,2565/8۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ

(اے نبی!) آپ مومن مردوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے بہت پاکیزہ (عمل) ہے، جو

بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿30﴾

کچھ وہ کرتے ہیں، بلاشبہ اللہ اس سے خوب باخبر ہے ﴿30﴾

﴿ خَيْرٌ لَّكُمْ ﴾ ''یہ تمھارے حق میں بہتر ہے۔'' یعنی اجازت طلب کرنا بہتر ہے کیونکہ اس طرح دونوں کو خبر ہو جاتی ہے، اجازت طلب کرنے والے کو بھی اور گھر والوں کو بھی۔ ﴿ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿27﴾ ﴾ ''تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ ۚ ﴾ ''پس اگر تم اس (گھر) میں کسی کو نہ پاؤ تو جب تک تمھیں اجازت نہ دی جائے اس میں مت داخل ہو۔'' ورنہ اجازت کے بغیر کسی کی ملکیت میں تصرف لازم آتا ہے اور یہ گھر کے مالک کی مرضی ہے کہ وہ چاہے تو اجازت دے اور اگر چاہے تو اجازت نہ دے۔ ﴿ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ ؕ ﴾ ''اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آؤ، یہ تمھارے لیے بہت پاکیزہ (عمل) ہے۔'' یعنی اجازت سے قبل یا اس کے بعد اگر تم کو لوٹا دیں تو لوٹ جایا کرو اور اس صورت میں تمھارا لوٹ جانا ہی تمھارے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے۔ ﴿ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ﴿28﴾ ﴾ ''اور جو کام تم کرتے ہو اللہ اسے خوب جانتا ہے۔''

قتادہ کا قول ہے کہ ایک مہاجر نے کہا کہ میں ساری عمر اس طلب میں رہا کہ اس آیت کریمہ پر عمل کروں مگر ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ میں نے اپنے کسی بھائی سے اجازت طلب کی ہو اور اس نے مجھے کہا ہو کہ لوٹ جاؤ اور میں رشک کرتے ہوئے لوٹ جاؤں کہ مجھے اس آیت کریمہ پر عمل کا موقع مل گیا ہے۔[1] سعید بن جبیر کہتے ہیں: ﴿ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا ﴾ ''اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو لوٹ آؤ۔'' یعنی لوگوں کے دروازوں پر کھڑے نہ رہا کرو۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ ﴾ ''تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم کسی ایسے مکان میں جاؤ جس میں کوئی نہ بستا ہو۔'' یہ آیت کریمہ پہلی آیت سے خاص ہے کہ ایسے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل ہونا جائز ہے جن میں کوئی نہ ہو اور ان میں تمھارا فائدہ ہو، مثلاً: ایسا گھر جو مہمانوں کے لیے خاص ہو تو ایسے گھروں میں داخلے کے لیے پہلی مرتبہ کی اجازت ہی کافی ہے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی فرمایا ہے کہ پہلے حکم ﴿ لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ ﴾ کے عموم کو منسوخ کر دیا گیا اور اس کا استثنا یہ ذکر کیا گیا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ؕ ﴾۔[3] عکرمہ اور حسن بصری سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[4]

تفسیر آیت: 30

نظر نیچی رکھنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ محرمات سے اپنی نظر نیچی رکھیں اور صرف انھی کی

[1] تفسیر الطبری: 151/18. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 2568/8. [3] تفسیر الطبری: 154/18. [4] تفسیر الطبری: 154/18.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

طرف دیکھیں جن کی طرف دیکھنے کو اللہ تعالیٰ نے جائز قرار دیا ہے۔ اگر قصد و ارادہ کے بغیر کسی غیر محرم پر نظر پڑ جائے تو فوراً اپنی نظر کو اس سے ہٹا لے جیسا کہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر کے بارے میں پوچھا تو آپ نے حکم دیا کہ میں اپنی نظر کو ہٹالوں۔① صحیح بخاری میں ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِيَّاكُمْ وَالْجُلُوسَ (عَلَى الطُّرُقَاتِ)] ''رستوں پر بیٹھنے سے اجتناب کرو۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! بعض دفعہ گفتگو کے لیے مجلسوں میں بیٹھنا ضروری ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا: [(إِنْ أَبَيْتُمْ) فَأَعْطُوا الطَّرِيقَ حَقَّهُ] ''اگر تم انکار کرتے ہو تو رستے کو اس کا حق دو۔'' صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! رستے کا کیا حق ہے؟ آپ نے فرمایا: [غَضُّ الْبَصَرِ، وَكَفُّ الْأَذٰى، وَرَدُّ السَّلَامِ، وَالْأَمْرُ بِالْمَعْرُوفِ، وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ] ''نظر نیچی رکھنا، تکلیف دہ چیز کو دور کرنا، سلام کا جواب دینا، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔''②

چھ چیزوں کی ضمانت کی وجہ سے جنت میں داخلے کی ضمانت: ابوالقاسم بغوی رحمہ اللہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [اُكْفُلُوا لِي بِسِتٍّ أَكْفُلْ لَكُمُ الْجَنَّةَ: إِذَا حَدَّثَ أَحَدُكُمْ فَلَا يَكْذِبْ، وَإِذَا وَعَدَ فَلَا يُخْلِفْ، وَإِذَا اؤْتُمِنَ فَلَا يَخُنْ، وَغُضُّوا أَبْصَارَكُمْ وَاحْفَظُوا فُرُوجَكُمْ وَكُفُّوا أَيْدِيَكُمْ] ''تم مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دو میں تمھیں جنت کی ضمانت دیتا ہوں: (1) جب تم میں سے کوئی بات کرے تو جھوٹ نہ بولے (2) جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی نہ کرے (3) اور جب امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت نہ کرے (4) اپنی نظر نیچی رکھو (5) اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرو (6) اور اپنے ہاتھوں کو روکو۔''③

نظر چونکہ فساد قلب کا باعث بنتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جس طرح شرم گاہوں کی حفاظت کا حکم دیا ہے اسی طرح آنکھوں کی حفاظت کا بھی حکم دیا ہے کیونکہ یہ شرم گاہوں کی حفاظت کا سبب بنتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ﴾ ''(اے نبی!) آپ مومنوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔'' شرم گاہ کی حفاظت سے کبھی یہ مقصود ہوتا ہے کہ اسے زنا سے روکا جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ﴾ (المؤمنون 5:23) ''اور وہ لوگ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔''

① صحیح مسلم، الآداب، باب نظر الفجاءة، حدیث: 2159 . ② صحیح البخاری، الاستئذان، باب قول اللّٰہ تعالٰی: ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا......﴾ (النور24:27-29)، حدیث: 6229 وصحیح مسلم، اللباس والزینة، باب النھی عن الجلوس فی الطرقات......، حدیث: 2121، البتہ پہلے قوسین والے الفاظ صحیح البخاری، المظالم، باب أفنية الدور والجلوس فیھا......، حدیث: 2465 اور دوسرے قوسین والے الفاظ سنن أبی داود، الأدب، باب فی الجلوس بالطرقات، حدیث: 4815 کے مطابق ہیں۔ ③ معجم الصحابة للبغوی: 3/384، 385 رقم: 1318 والمعجم الکبیر للطبرانی: 8/262، حدیث: 8018 واللفظ لہ مزید دیکھیے السلسلة الصحیحة: 3/454، حدیث: 1470 و4/30، حدیث: 1525 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور کبھی مقصود یہ ہوتا ہے کہ اسے دیکھا نہ جائے جیسا کہ مسند احمد اور سنن کی حدیث میں ہے: [اِحْفَظْ عَوْرَتَكَ إِلَّا مِنْ زَوْجَتِكَ أَوْمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ] ''اپنی شرم گاہ کی حفاظت کرو مگر اپنی بیوی یا کنیز سے۔''[1]

﴿ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ﴾ ''یہ ان کے لیے بڑی پاکیزگی (کی بات) ہے۔'' یعنی یہ ان کے دلوں کے لیے بڑی پاکیزگی اور دین کی بڑی حفاظت کی بات ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ جو شخص اپنی نظر کی حفاظت کرے تو اللہ تعالیٰ اسے نور بصیرت عطا فرماتا ہے، یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے نور قلب عطا فرماتا ہے۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝۳۰﴾ ''اور جو کچھ وہ کرتے ہیں، بلاشبہ اللہ اس سے خوب باخبر ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ۝﴾ (المؤمن 19:40) ''وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور اس کو بھی جو (ان کے) سینے چھپاتے ہیں۔''

آنکھ، زبان، کان اور پاؤں بھی زنا کرتے ہیں: صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(كُتِبَ) عَلَى ابْنِ آدَمَ حَظُّهُ مِنَ الزِّنَا، أَدْرَكَ ذٰلِكَ لَامَحَالَةَ، فَزِنَا الْعَيْنَيْنِ: النَّظَرُ، وَزِنَا اللِّسَانِ: النُّطْقُ، (وَالْأُذُنَانِ زِنَاهُمَا: اَلْإِسْتِمَاعُ وَزِنَا الْيَدَيْنِ: الْبَطْشُ وَزِنَا الرِّجْلَيْنِ: الْمَشْيُ)وَالنَّفْسُ تَمَنّٰى وَتَشْتَهِي وَالْفَرْجُ يُصَدِّقُ ذٰلِكَ أَوْيُكَذِّبُهُ] ''ابن آدم پر اس کے زنا کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جسے وہ ضرور پالیتا ہے، آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے، زبان کا زنا گفتگو کرنا ہے، کانوں کا زنا سننا ہے، ہاتھوں کا زنا پکڑنا ہے، پاؤں کا زنا چلنا ہے، نفس تمنا اور خواہش کرتا ہے اور شرم گاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کرتی ہے۔''[2] امام بخاری رحمہ اللہ نے اس حدیث کو تعلیقاً روایت کیا ہے اور امام مسلم نے اسے دوسری سند کے ساتھ اسی طرح مسنداً روایت کیا ہے جو (تفسیر میں) مذکور ہے۔[3]

بہت سے سلف نے کہا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ بے ریش لڑکے کی طرف دیکھنے سے بھی اپنی نظر کی حفاظت کرے۔ ابن ابوالدنیا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ عَيْنٍ بَاكِيَةٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ إِلَّا عَيْنًا غَضَّتْ عَنْ مَّحَارِمِ اللّٰهِ، وَعَيْنًا سَهِرَتْ فِي سَبِيلِ اللّٰهِ، وَعَيْنًا خَرَجَ مِنْهَا مِثْلُ رَأْسِ الذُّبَابِ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ] ''قیامت کے دن ہر آنکھ روئے گی، سوائے اس آنکھ کے جو اللہ تعالیٰ کے حرام کردہ امور سے نیچی ہوگئی اور وہ آنکھ جو اللہ

---

[1] مسند أحمد: 4,3/5 وسنن أبي داود، الحمام، باب في التعري، حديث: 4017 وجامع الترمذي، الأدب، باب ماجاء في حفظ العورة، حديث: 2769 وسنن ابن ماجه، النكاح، باب التستر عند الجماع، حديث: 1920 والسنن الكبرى للنسائي، عشرة النساء، باب نظر المرأة إلى عورة زوجها: 313/5، حديث 8972 عن معاوية بن حَيْدة القُشيري رضی اللہ عنہ۔ [2] صحيح البخاري، القدر، باب: و حرم على قرية......، حديث: 6612 وصحيح مسلم، القدر، باب قدر على ابن آدم حظه من الزنى......، حديث: 2657 و اللفظ له. اور دونوں قوسوں والے الفاظ دیکھیے صحيح مسلم، القدر، باب قدر على ابن آدم......، حديث: (21)-2657 ومسند أحمد: 536/2 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿اِلَّا اللَّمَمَ﴾ (النجم 32:53): 474,473/6، حديث: 11544. [3] ملحوظہ: بعض نسخوں میں تَقَدَّمَ کے بجائے ذُكِرَ ہے اور ذُكِرَ ہی درست ہے اور ترجمہ بھی اسی کے مطابق ہے کیونکہ تَقَدَّمَ کی صورت میں مفہوم یہ ہوگا کہ مذکورہ حدیث پہلے بھی گزر چکی ہے جبکہ یہ حدیث اسی مقام پر پہلی دفعہ آئی ہے۔ ہاں، اس کے بعد النجم، آیت: 32 کے ذیل میں مکمل حدیث وارد ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ

اور آپ مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں

اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا

مگر جو (ازخود) اس میں سے ظاہر ہو اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈالے رکھیں، اور اپنا بناؤ سنگار ظاہر نہ کریں، مگر اپنے خاوندوں

لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىِٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىِٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ

پر یا اپنے باپ دادا پر یا اپنے خاوندوں کے باپ دادا پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے شوہروں کے (سوتیلے) بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے

اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىِٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ

بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر یا اپنی (مسلمان) عورتوں پر یا اپنے دائیں ہاتھ کی ملکیت (کنیزوں) پر یا عورتوں سے رغبت نہ رکھنے

غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۠ وَلَا يَضْرِبْنَ

والے نوکر چاکر مردوں پر یا ان لڑکوں پر جو عورتوں کے پردوں (کی چیزوں) سے واقف نہ ہوں اور وہ اپنے پاؤں (زور زور سے) زمین

بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ

پر مارتی ہوئی نہ چلا کریں کہ اپنی جو زینت انھوں نے چھپا رکھی ہے وہ (لوگوں کو) معلوم ہوجائے، اور اے مومنو! تم مجموعی طور

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿31﴾

پر اللہ سے توبہ کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ﴿31﴾

کے رستے میں بیدار رہی اور وہ آنکھ جس سے اللہ تعالیٰ کے خوف کے باعث مکھی کے سر کے برابر آنسو نکل آئے۔‘‘[1]

تفسیر آیت:31

پردے کے احکام: یہ حکم اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو دیا، ان کے شوہروں اور اپنے مومن بندوں کو غیرت دلائی اور مومن عورتوں کو زمانۂ جاہلیت کی عورتوں کی صفات اور مشرک عورتوں کے افعال سے ممتاز کرنے کے لیے پردے کا حکم دیا ہے۔ اس آیت کے سبب نزول کے بارے میں مُقاتل بن حَیّان بیان کرتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ کہ جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ اسماء بنت مرشدہ بنو حارثہ میں اپنے کھجوروں کے باغ میں تھیں اور عورتیں ان کے پاس چادر اوڑھے بغیر ہی آنے لگیں جس سے ان کے پاؤں کی پازیبیں، ان کے سینے اور ان کی مینڈھیاں ننگی ہوگئیں، اسماء نے کہا کہ یہ کتنی بری بات ہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمادی: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ﴾ ’’اور آپ مومن عورتوں سے بھی کہہ دیجیے کہ وہ (بھی) اپنی نگاہیں نیچی رکھا کریں۔‘‘[2] اس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ

[1] الدرالمنثور:74/5 و الترغیب والترھیب للمنذری، الجھاد، باب الترغیب فی الحراسة...... :251/2، حدیث:12 و حلیة الأولیاء، ترجمة صفوان بن سلیم:191,190/3 و السلسلة الضعیفة 65/4، حدیث:1562، حدیث ضعیف ہے۔

[2] تفسیر ابن أبی حاتم:2573/8۔

’’محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

﴿ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ﴾ میں ہے کہ وہ اپنی نگاہیں ان چیزوں سے نیچی رکھیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے ان پر حرام قرار دے دیا ہے، یعنی اپنے شوہروں کے علاوہ دیگر مردوں کی طرف نہ دیکھیں۔ بعض علماء کا یہ مذہب ہے کہ عورتوں کے لیے اجنبی مردوں کی طرف شہوت کے بغیر دیکھنا جائز ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت حبشیوں کی طرف دیکھ رہے تھے جب عید کے دن وہ مسجد میں اپنے نیزوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اور ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے پیچھے سے ان کو دیکھ رہی تھیں اور آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے ان سے اوٹ بنے ہوئے تھے حتی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا (دیکھتے دیکھتے) اکتا گئیں اور واپس چلی گئیں۔ [1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ ﴾ ''اور وہ اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں۔'' سعید بن جبیر کہتے ہیں: یعنی بے حیائیوں سے بچیں۔ [2] ابو العالیہ کہتے ہیں کہ قرآن مجید کی ہر وہ آیت جس میں شرم گاہوں کی حفاظت کا ذکر ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ زنا سے حفاظت کریں، البتہ اس آیت میں شرم گاہوں کی حفاظت سے مراد یہ ہے کہ انھیں کوئی نہ دیکھے۔ [3]

﴿ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ کا مفہوم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا ﴾ ''اور اپنی خوبصورتی کو ظاہر نہ کریں مگر جو (خود بخود) اس میں سے ظاہر ہو جائے۔'' یعنی اجنبیوں کے سامنے اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر جس کا چھپانا ممکن نہ ہو۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد چادر اور کپڑے ہیں۔ [4] یعنی عرب کی عورتیں اوڑھنی اوڑھ لیا کرتی تھیں اور اس کے نیچے پہنے ہوئے کپڑے نظر آتے تھے تو اس میں کوئی حرج نہیں اس طرح کپڑوں کو چھپانا ممکن نہیں ہے اور اس کی نظیر عورتوں کے کپڑوں میں سے چادر ہے جس کا چھپانا ممکن نہیں، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول کی طرح حسن، ابن سیرین، ابو جوزاء، ابراہیم نخعی اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے بھی کہا ہے۔ [5]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ﴾ ''اور چاہیے کہ وہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔'' اوڑھنیوں کو اپنے سینوں پر اوڑھ لیا کریں اور اپنے سینوں کو چھپالیں تاکہ زمانۂ جاہلیت کی عورتوں کے طور طریقوں کی مخالفت کرسکیں کیونکہ زمانۂ جاہلیت کی عورتیں پردے کا اس طرح اہتمام نہیں کرتی تھیں بلکہ ان میں سے کوئی عورت جب مردوں کے پاس سے گزرتی تو وہ اپنے سینے کو کھول کر گزرتی اور اسے قطعاً نہ چھپاتی تھی، بسا اوقات وہ اپنی گردن، بالوں کی مینڈھیوں اور کانوں کی بالیوں تک کو بھی ننگا کر لیتی تھی تو اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو حکم دے دیا کہ وہ پردے کا اہتمام کریں اور اپنے آپ کو چھپا کر رکھیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ ﴾ (الأحزاب 59:33) ''اے پیغمبر! اپنی

---

[1] ماخوذ از صحيح البخاري، العيدين، باب الحراب والدرق يوم العيد، حديث: 950. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 2573/8. [3] تفسير الطبري: 155/18. [4] تفسير الطبري: 157,156/18 و تفسير ابن أبي حاتم: 2574/8. [5] تفسير ابن أبي حاتم: 2574/8.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے آپ کہہ دیں کہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیا کریں، یہ امر اس کے زیادہ قریب ہے کہ وہ پہچان لی جائیں اور انھیں ایذا نہ پہنچائی جائے۔‘‘

اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ ﴾ ’’اور وہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔‘‘ خُمُرٌ، خِمَارٌ کی جمع ہے اور اس سے مراد ہر وہ کپڑا ہے جس سے سر کو ڈھانپا جائے جنھیں لوگ آج کل اوڑھنی کہتے ہیں۔ سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ ﴾ کے معنی ہیں وہ باندھ لیں، ﴿ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ ﴾ ’’اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں۔‘‘ تاکہ سینے اور چھاتی کا کوئی حصہ نظر نہ آئے۔ [1] امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلی مہاجر عورتوں پر رحم فرمائے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ ﴾ ’’اور چاہیے کہ وہ اپنے گریبانوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رہیں۔‘‘ انھوں نے اپنی چادروں کو چیر کر ان کی اوڑھنیاں بنالیں۔ [2] صَفِیّہ بنت شَیْبَہ سے بھی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں کہ جب یہ آیت: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ ﴾ نازل ہوئی تو انھوں نے اپنی چادروں کو لیا اور دونوں کناروں سے چیر کر ان کی اوڑھنیاں بنالیں۔ [3]

جن لوگوں کے سامنے عورت اظہار زینت کرسکتی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ ﴾ ’’اور اپنی زینت (اور سنگھار کے مقامات) ظاہر نہ کریں مگر اپنے خاوندوں پر یا اپنے باپ دادا پر یا اپنے خاوندوں کے باپ دادا پر یا اپنے بیٹوں پر یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں پر یا اپنے بھائیوں پر یا اپنے بھتیجوں پر یا اپنے بھانجوں پر۔‘‘ یہ سب لوگ عورت کے محرم ہیں اور ان کے سامنے زینت کا اظہار جائز ہے لیکن (جاہلی طرز کا) اظہار محاسن جائز نہیں۔ ابن المنذر نے روایت کیا ہے کہ عکرمہ نے یہ ساری آیت کریمہ پڑھی اور فرمایا کہ اس میں چچا اور ماموں کا ذکر نہیں کیونکہ ان کے بیٹوں کے ذکر سے ان کا ذکر ازخود ہو گیا لیکن اسے چچا اور ماموں کے پاس اوڑھنی اتارنی نہیں چاہیے۔ [4] جہاں تک عورت کے شوہر کا تعلق ہے تو یہ سب حکم شوہر ہی کی وجہ سے تو دیا گیا ہے، بہرصورت عورت اپنے شوہر کے سامنے اس قدر اظہار زیب وزینت کرسکتی ہے جس قدر کسی دوسرے کے سامنے نہیں کرسکتی۔

اور فرمایا: ﴿ أَوْ نِسَائِهِنَّ ﴾ ’’یا اپنی (مسلمان) عورتوں پر۔‘‘ یعنی مسلمان عورتوں کے سامنے بھی اپنی زینت کا اظہار کرسکتی ہیں مگر ذمیوں کی عورتوں کے سامنے اپنی زینت کا اظہار نہ کریں تاکہ وہ اپنے مردوں کے سامنے جا کر بیان نہ کریں، اگرچہ ممانعت تمام عورتوں کے سامنے ہے مگر ذمیوں کی عورتوں کے سامنے اظہار زینت کی زیادہ شدید ممانعت ہے کیونکہ ان کے

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 2576,2575/8 و الدرالمنثور: 76/5. [2] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ ﴾ (النور 31:24)، حدیث: 4758. [3] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوبِهِنَّ ﴾ (النور 31:24)، حدیث: 4759. [4] المصنف لابن أبی شیبة، النکاح، باب ماقالوا فی الرجل ینظر إلی شعر جدته......: 13/4، حدیث: 17287.

’’محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

سامنے کوئی رکاوٹ نہیں جبکہ مسلمان عورتیں جانتی ہیں کہ مردوں کے سامنے عورتوں کے حسن و جمال کو بیان کرنا حرام ہے، لہٰذا وہ اس سے رک جائیں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَةُ الْمَرْأَةَ فَتَنْعَتَهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا] ”کوئی عورت کسی عورت کے جسم کے ساتھ جسم کو نہ لگائے کہ وہ اس کی اپنے شوہر کے سامنے اس طرح تعریف کرنے لگے گویا وہ اسے دیکھ رہا ہو۔“ اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بیان کیا ہے۔ ①

اور فرمایا: ﴿ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ ﴾ ”یا ان پر جن کے مالک ہوئے ان کے دائیں ہاتھ (لونڈیاں۔)“ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مشرک عورتوں میں سے جوان کی لونڈیاں ہوں تو ان کے سامنے بھی اظہار زینت جائز ہے گو وہ مشرک ہیں لیکن ان کی لونڈیاں ہیں۔ ② سعید بن مسیّب کا بھی یہی خیال ہے۔ ③ ﴿ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ ﴾ ”یا عورتوں سے رغبت نہ رکھنے والے خدام مردوں پر۔“ جیسے مزدور اور خدام ہیں جو کفو نہیں ہوتے، ان میں عقل بھی نہیں ہوتی، عورتوں کے پاس جانے کی ان میں ہمت بھی نہیں ہوتی اور عورتوں کی ان میں خواہش بھی نہیں ہوتی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ بے خبر ہے جس میں شہوت نہ ہو۔ ④

عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مخنث (ہیجڑا) ہے جس کے آلۂ تناسل میں انتشار پیدا نہ ہوتا ہو۔ ⑤ کئی ایک ائمۂ سلف سے اسی طرح منقول ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک مخنث رسول اللہ ﷺ کے گھر میں آتا جاتا تھا اور اسے ان لوگوں میں شمار کیا جاتا تھا جن میں عورتوں کی خواہش نہ ہو، ایک بار نبی اکرم ﷺ گھر میں تشریف لائے تو آپ نے اسے ایک عورت کی یہ تعریف کرتے ہوئے سنا کہ جب وہ آتی ہے تو اس کے جسم کے چار حصے ہوتے ہیں اور جب جاتی ہے تو اس کے جسم کے آٹھ حصے ہو جاتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَلَا أَرَى هٰذَا يَعْرِفُ مَاهٰهُنَا؟ لَا يَدْخُلَنَّ عَلَيْكُنَّ] ”کیا میں اسے نہیں دیکھ رہا ہوں کہ یہ جانتا ہے کہ یہاں کیا ہے؟ (آئندہ) یہ تمھارے پاس ہرگز نہ آئے۔“ ⑥ پس اسے نکال دیا اور یہ بیداء میں رہتا تھا، ہر جمعہ کے دن کھانا لینے کے لیے آ جایا کرتا تھا۔ ⑦

اور فرمایا: ﴿ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ﴾ ”یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کی چھپی باتوں سے واقف نہ ہوں۔“ یعنی کم عمری کی وجہ سے وہ عورتوں کے حالات، ان کے پردے کی چیزوں، ان کے نرم کلام، ان کی چال اور ان کی حرکات و سکنات کو سمجھتے نہ ہوں۔ اگر بچہ اتنا چھوٹا ہو کہ وہ ان چیزوں کو سمجھتا نہ ہو تو اس کے عورتوں کے پاس آنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر بچہ بالغ یا قریب البلوغت ہو، ان چیزوں کو جانتا پہچانتا اور بدصورت اور خوب صورت عورت میں تمیز کر سکتا ہو تو

① صحیح البخاری، النکاح، باب: لاتباشر المرأة المرأة......، حدیث :5241 اور صحیح مسلم میں یہ حدیث ہمیں نہیں ملی۔ ② تفسیر الطبری : 161/18 . ③ الدر المنثور: 77/5. ④ تفسیر ابن أبی حاتم :2578/8 و تفسیر الطبری: 162/18. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 2579/8 و تفسیر الطبری: 164/18. ⑥ صحیح مسلم، السلام، باب منع المخنث من الدخول علی النساء الأجانب، حدیث: 2181 . ⑦ سنن أبی داود، اللباس، باب فی قوله تعالٰی: ﴿ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ ﴾ (النور 24:31)، حدیث : 4109 .

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اسے عورتوں کے پاس نہ آنے دیا جائے۔ صحیحین میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِيَّاكُمْ وَالدُّخُولَ عَلَى النِّسَاءِ] ''عورتوں کے پاس جانے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔'' عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! عورت کے غیر محرم سسرالی رشتے داروں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا: [اَلْحَمْوُ: الْمَوْتُ] ''عورت کے غیر محرم سسرالی رشتے دار موت ہیں۔''[1]

عورت کے لیے رستے میں چلنے کے آداب: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ......﴾ الآیۃ ''اور وہ اپنے پاؤں (زمین پر) نہ ماریں......'' زمانۂ جاہلیت میں رواج تھا کہ عورت جب رستے میں چلتی اور اس نے پاؤں میں پازیب پہنی ہوتی جس کی آواز سنائی نہ دیتی تو وہ اپنے پاؤں کو زمین پر مارتی جس سے مردوں کو پازیب کی چھنک معلوم ہو جاتی۔ اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں کو ایسا کرنے سے منع فرما دیا، اسی طرح عورت کی زینت کی کوئی چیز اگر مستور ہو اور وہ کوئی ایسی حرکت کرے جس سے اس کی مخفی زینت ظاہر ہو جائے تو وہ بھی ﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ﴾ کے اس حکم کے پیش نظر ممنوع ہے، اسی طرح عورت کے لیے گھر سے نکلتے وقت ایسی خوشبو اور عطر استعمال کرنا بھی ممنوع ہے جس کی خوشبو مردوں تک پہنچے اور وہ اسے سونگھیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [كُلُّ عَيْنٍ زَانِيَةٌ، وَّالْمَرْأَةُ إِذَا اسْتَعْطَرَتْ فَمَرَّتْ بِالْمَجْلِسِ، فَهِيَ كَذَا وَكَذَا] ''ہر آنکھ بدکار ہے اور عورت جب عطر استعمال کر کے (مردوں کی) مجلس کے پاس سے گزرے تو وہ بھی ایسی ویسی ہے۔'' یعنی وہ بھی بدکار ہے، امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں کہ اس باب سے متعلق حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی حدیث مروی ہے اور یہ حدیث حسن صحیح ہے۔[2] یاد رہے اس حدیث کو امام ابوداود اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[3]

علاوہ ازیں عورتوں کے لیے رستے کے درمیان میں چلنا بھی ممنوع ہے کیونکہ اس طرح بھی انھیں اظہار زیب و زینت کا موقع ملتا ہے۔ امام ابوداود نے ابواسید انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ انھوں نے مسجد کے باہر رسول اللہ ﷺ کو اس وقت ارشاد فرماتے ہوئے سنا جبکہ مرد حضرات عورتوں کے ساتھ درمیان رستے میں گھل مل گئے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے فرمایا: [اِسْتَأْخِرْنَ، فَإِنَّهُ لَيْسَ لَكُنَّ أَنْ تَحْقُقْنَ الطَّرِيقَ، عَلَيْكُنَّ بِحَافَّاتِ الطَّرِيقِ] ''پیچھے ہٹ جاؤ، تمھیں یہ بات زیب نہیں دیتی کہ رستے کے درمیان چلو، تمھیں رستے کے کناروں پر چلنا چاہیے۔'' آپ کے اس فرمان کے بعد عورت دیوار کے ساتھ لگ کر چلتی تھی حتی کہ دیوار کے ساتھ لگ کر چلنے کی وجہ سے اس کا کپڑا دیوار کے ساتھ اٹک جاتا تھا۔[4]

---

[1] صحیح البخاری، النکاح، باب لایخلون رجل بامرأة......، حدیث:5232 وصحیح مسلم، السلام، باب تحریم الخلوة بالأجنبیة......، حدیث: 2172 عن عقبة بن عامر رضی اللہ عنہ. [2] جامع الترمذی، الأدب، باب ماجاء فی کراهیة خروج المرأة......، حدیث: 2786. [3] سنن أبی داود، الترجل، باب فی طیب المرأة للخروج، حدیث:4173 والسنن الکبرٰی للنسائی، الزینة، باب مایکره للنساء من الطیب:430/5، حدیث: 9422. [4] سنن أبی داود، الأدب، باب فی مشی النساء......، حدیث:5272.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَآئِكُمْ ۭ اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ

اور تم اپنے بے نکاح مردوں، عورتوں کے نکاح کر دو اور (ان کے بھی) جو تمھارے غلام اور لونڈیاں نیک ہوں، اگر وہ فقیر ہوں گے تو اللہ اپنے فضل سے

يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿32﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ

انھیں غنی کر دے گا اور اللہ وسعت والا، خوب جاننے والا ہے ﴿32﴾ اور جو لوگ نکاح (کی طاقت) نہیں پاتے انھیں پاک دامن رہنا چاہیے، حتی کہ اللہ اپنے

نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۭ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ

فضل سے انھیں غنی کر دے، اور جن (لونڈیوں یا غلاموں) کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک بنے ہیں مکاتبت کرنا (آزادی کی تحریر لکھانا) چاہیں، اگر تمھیں ان

اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ڰ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ

میں کوئی بھلائی معلوم ہو تو تم ان سے مکاتبت کر لو اور تم انھیں اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تمھیں دیا ہے اور تمھاری لونڈیاں اگر پاک دامن

اٰتٰىكُمْ ۭ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَاۗءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ

رہنا چاہیں تو تم دنیاوی زندگی کا سامان تلاش کرنے کی خاطر انھیں بدکاری پر مجبور نہ کرو اور جو کوئی انھیں مجبور کرے تو بے شک ان کے مجبور کیے جانے

الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿33﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ

کے بعد اللہ (ان کے لیے) غفور رحیم ہے ﴿33﴾ اور بلا شبہ ہم نے تمھاری طرف کھول کر بیان کرنے والی آیات، اور ان لوگوں کے کچھ حالات و واقعات بھی

اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿34﴾ ع 4 8 10

جو تم سے پہلے گزر چکے، اور متقین کے لیے نصیحت نازل کی ﴿34﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿31﴾﴾ ''اور اے مومنو! تم سارے ہی اللہ کی طرف توبہ کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں ان صفات جمیلہ اور اخلاق جلیلہ کے اختیار کرنے کا جو حکم دیا ہے اسے بجالاؤ اور جاہلیت کی رذیل صفات و اخلاق کو ترک کر دو کیونکہ ہر طرح کی فلاح و کامیابی کا راز اس بات میں مضمر ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے جو حکم دیا ہے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا جائے اور جس سے منع فرمایا ہے اسے فوراً ترک کر دیا جائے۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰى هُوَالْمُسْتَعَانُ.

تفسیر آیات: 32-34

نکاح کا حکم: یہ آیات کریمہ بہت سے محکم احکام اور قطعی اوامر پر مشتمل ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ﴾ ''اور تم اپنے بے نکاحوں کے نکاح کر دو۔'' اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نکاح کرنے کا حکم دیا ہے اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے: [يَامَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ] ''اے گروہ جواناں! تم میں سے جس شخص کو نکاح کی استطاعت ہو تو وہ شادی کر لے، اس سے نظر زیادہ نیچی رہتی اور شرم گاہ کی زیادہ حفاظت ہو جاتی ہے اور جسے نکاح کی استطاعت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے، روزہ اس کی شہوت کو کچل دے گا۔'' اس حدیث کو امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بیان کیا ہے۔ ①

سنن میں کئی ایک طرق سے یہ روایت آئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تَزَوَّجُوا تَوَالَدُوا تَنَاسَلُوا، فَإِنِّي مُبَاهٍ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ''شادی کرو، نسل کو پروان چڑھاؤ اور بڑھاؤ، پس بلاشبہ میں تمھاری وجہ سے روز قیامت امتوں پر فخر کروں گا۔'' ②

﴿الْاَيَامٰى﴾ کا مطلب: أَيَامٰی، أَيِّم کی جمع ہے، أَيِّم اس عورت کو کہا جاتا ہے جس کا شوہر نہ ہو اور اس مرد کو کہا جاتا ہے جس کی بیوی نہ ہو، شادی کرنے کے بعد جدائی اختیار کی ہو یا شادی کی ہی نہ ہو۔ اسے جوہری نے اہل لغت کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ کہا جاتا ہے: رَجُلٌ أَيِّمٌ اور اِمْرَأَةٌ أَيِّمٌ. ③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ انھیں اپنے فضل سے خوش حال کر دے گا۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں درحقیقت شادی کی ترغیب دی ہے، آزاد اور غلام سب لوگوں کو شادی کا حکم دیا ہے اور شادی کرنے کی وجہ سے خوش حالی کا وعدہ فرمایا ہے۔ ④

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نکاح کے ساتھ خوش حالی کو تلاش کرو کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنْ يَّكُوْنُوْا فُقَرَآءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ﴾ ''اگر وہ مفلس ہوں گے تو اللہ انھیں اپنے فضل سے خوش حال کر دے گا۔'' ⑤ امام بغوی رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ ⑥

اللہ تعالیٰ کی نصرت واعانت کے حق دار: اورلیث از محمد بن عجلان از سعید المقبری ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [ثَلَاثَةٌ حَقٌّ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ عَوْنُهُمْ: اَلْمُكَاتَبُ الَّذِي يُرِيدُ الْأَدَاءَ، وَالنَّاكِحُ الَّذِي يُرِيدُ الْعَفَافَ، وَ(الْغَازِي) فِي سَبِيلِ اللّٰهِ] ''تین آدمیوں کا حق ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مدد فرمائے: (1) وہ مکاتب جو (اپنی غلامی کی) قیمت ادا کرنا چاہتا ہے (2) وہ نکاح کرنے والا جس کا ارادہ عفت و پاکدامنی کا حصول ہے (3) اللہ کے رستے

① صحيح البخاري، النكاح، باب من لم يستطع الباءة......، حديث:5066 و صحيح مسلم، النكاح، باب استحباب النكاح......، حديث:1400 و اللفظ له. ② ملحوظہ: یہ الفاظ سنن میں ہمیں نہیں ملے، البتہ اس سے ملتے جلتے الفاظ کشف الخفاء و مزيل الإلباس للعجلوني:380/1، حديث:1021 اور المقاصد الحسنة للسخاوي، حديث:350 میں ہیں لیکن وہ ضعیف ہیں، ضعيف الجامع الصغير، حديث:2484 و موسوعة الأحاديث والآثار الضعيفة والموضوعة:585/3، حديث:8350، البتہ سنن أبي داود، النكاح، باب النهي عن تزويج......، حديث:2050 کے یہ الفاظ صحیح ہیں: [تَزَوَّجُوا الْوَدُودَ الْوَلُودَ فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ] ''بہت محبت کرنے والی اور بہت بچے جننے والی عورتوں سے شادی کرو، بلاشبہ میں تمھاری کثرت سے دیگر امتوں پر فخر کرنے والا ہوں۔'' مزید دیکھیے مسند أحمد:158/3 و السنن الكبرى للبيهقي، النكاح، باب استحباب التزوج......: 81/7. ③ الصحاح :1518/4، مادة: أَيَمَ. ④ تفسير الطبري :167/18. ⑤ تفسير الطبري:167/18. ⑥ تفسير البغوي 411,410/3 و تفسير ابن أبي حاتم : 868/3.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

میں جہاد کرنے والا غازی۔'' اس حدیث کو امام احمد، امام ترمذی، امام نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ ①

نبیٔ اکرم ﷺ نے اس شخص کی بھی شادی کرادی تھی جس کے پاس ایک چادر کے سوا اور کچھ نہ تھا اور اسے لوہے کی ایک انگوٹھی بھی میسر نہ آ سکی تھی، اس کے باوجود آپ نے ایک عورت کے ساتھ اس کی شادی کرادی اور اس کا مہر یہ مقرر کیا کہ اسے جتنا قرآن مجید یاد ہے وہ اپنی بیوی کو بھی سکھا دے۔ ② اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم یہی ہے کہ وہ شادی کرنے والے کو اس قدر رزق ضرور عطا فرما دیتا ہے جو اس کے لیے اور اس کی بیوی کے لیے کافی ہو۔

شادی کی طاقت نہ رکھنے والے کے لیے عفت و پاک دامنی کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ ''اور وہ لوگ جو نکاح (کی طاقت) نہیں پاتے انھیں چاہیے کہ وہ پاک دامنی اختیار کیے رہیں یہاں تک کہ اللہ انھیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو حکم دیا ہے جو نکاح کرنے پر قادر نہ ہو کہ وہ حرام کاری سے اجتناب کرے اور عفت و پاک دامنی کو اختیار کیے رکھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [يَامَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ] ''اے گروہِ جواناں! تم میں سے جسے نکاح کی استطاعت ہو تو وہ شادی کر لے، یہ نظر کو زیادہ جھکا دینے والی اور شرم گاہ کی زیادہ حفاظت کرنے والی ہے اور جسے استطاعت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے، روزہ اس کی شہوت کو کچل دے گا۔'' ③

یہ آیت کریمہ مطلق ہے جبکہ سورۂ نساء کی حسبِ ذیل آیت خاص ہے: ﴿ وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَاۤ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ ﴾ (النسآء 4:25) ''اور جو شخص تم میں سے مومن آزاد عورتوں سے نکاح کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو مومن لونڈیوں ہی سے جن کے مالک بنے ہیں تمھارے دائیں ہاتھ (وہ نکاح کرلے) اور اللہ تمھارے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے، تم آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو تو ان (لونڈیوں) سے ان کے مالکوں کی اجازت سے نکاح کرلو اور انھیں دستور

① مسند أحمد: 251/2 و 437 و جامع الترمذی، فضائل الجهاد، باب ما جاء فی المجاهد……، حدیث: 1655 و سنن النسائی، النکاح، باب معونة الله الناکح الذی……، حدیث: 3220 و اللفظ له. مگر قوسین والا لفظ سنن ابن ماجه، العتق، باب المکاتب، حدیث: 2518 میں ہے۔ ② ماخوذ از صحیح البخاری، فضائل القرآن، باب القراءة عن ظهر القلب، حدیث: 5030 و صحیح مسلم، النکاح، باب الصداق و جواز کونه تعلیم قرآن و خاتم حدید ……، حدیث: 1425-(77,76). ③ صحیح البخاری، النکاح، باب من لم یستطع الباءة فلیصم، حدیث: 5066 و صحیح مسلم، النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه……، حدیث: 1400 و اللفظ له عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے مطابق ان کے مہر بھی ادا کرو، بشرطیکہ وہ پاک دامن ہوں، بدکاری کرنے والی نہ ہوں اور نہ چھپے یار بنانے والی ہوں، پھر جب وہ نکاح میں آ جائیں اور اس کے بعد بدکاری کریں تو ان پر اس سزا کا نصف ہے جو آزاد عورتوں پر ہے، یہ (لونڈی کے ساتھ نکاح کرنے کی اجازت) تم میں سے اس شخص کے لیے ہے جسے گناہ کر بیٹھنے کا اندیشہ ہو اور اگر تم صبر کرو تو تمھارے لیے بہتر ہے۔'' یعنی اگر تم لونڈیوں سے نکاح کرنے سے صبر کر لو تو یہ تمھارے لیے بہت اچھا ہوگا کیونکہ اس طرح جو اولاد پیدا ہوگی وہ بھی غلام ہوگی۔ ﴿ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ (النسآء 4:25) ''اور اللہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

عکرمہ نے ﴿ وَلْيَسْتَعْفِفِ الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا ﴾ ''اور وہ لوگ جو نکاح (کی طاقت) نہیں پاتے انھیں چاہیے کہ وہ پاک دامنی اختیار کیے رہیں'' کے بارے میں بیان کیا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو کسی عورت کو دیکھتا ہے تو وہ خواہش کرنے لگتا ہے تو اس کے لیے حکم یہ ہے کہ اگر اس کی بیوی ہے تو وہ اس کے پاس جا کر اس سے اپنی حاجت پوری کر لے اور اگر اس کی بیوی نہ ہو تو وہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت دیکھے حتی کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنے فضل سے غنی کر دے۔[1]

غلاموں سے مکاتبت کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ﴾ ''اور وہ (غلام یا لونڈیاں) جو تم سے مکاتبت (آزادی کی تحریر) طلب کرتے ہیں ان لوگوں میں سے جن کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک بنے ہیں اگر تم ان میں (صلاحیت اور) نیکی معلوم کر لو تو تم ان سے مکاتبت کر لو۔'' یہ اللہ تعالیٰ نے مالکوں کو حکم دیا ہے کہ ان کے غلام اگر ان سے مکاتبت کا مطالبہ کریں تو ان سے مکاتبت کر لو، بشرطیکہ غلام کے پاس کمائی کا ذریعہ ہو جس کے ساتھ کما کر وہ اپنے آقا کو حسبِ شرائط مال ادا کر سکے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ رَوح نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ میں نے عطاء سے پوچھا: جب مجھے یہ معلوم ہو کہ غلام کے پاس مال ہے تو کیا میرے لیے اس سے مکاتبت کرنا واجب ہے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک تو یہ واجب ہی ہے۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ میں نے عطاء سے کہا کہ آپ اسے کسی سے روایت کرتے ہیں۔ انھوں نے جواب دیا: نہیں، پھر انھوں نے مجھے بتایا کہ موسیٰ بن انس نے انھیں خبر دی کہ سیرین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مکاتبت کے بارے میں سوال کیا اور وہ کثیر المال تھا مگر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا تو وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی فرمایا کہ ان سے مکاتبت کر لو مگر انھوں نے انکار کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں دُرّے کے ساتھ مارا اور قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی: ﴿ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ﴾ ''اگر تم ان میں (صلاحیت اور) نیکی معلوم کر لو تو تم ان سے مکاتبت کر لو۔'' تو انھوں نے مکاتبت کر لی۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو اسی طرح تعلیقاً ذکر فرمایا ہے۔[2]

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم : 2582/8. [2] صحیح البخاري، المکاتب، باب المکاتب ونجومه......، قبل الحدیث: 2560.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ ہمیں ابن جریج نے خبر دی کہ میں نے عطاء سے کہا: جب مجھے معلوم ہو کہ اس کے پاس مال ہے تو کیا میرے لیے واجب ہے کہ میں اس سے مکاتبت کروں۔ انھوں نے جواب دیا: میرے نزدیک تو یہ واجب ہے۔[1] ابن جریر نے انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیرین نے مکاتبت کا ارادہ کیا مگر حضرت انس رضی اللہ عنہ کو اس کے بارے میں توقف تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم اس سے ضرور مکاتبت کرلو۔ اس روایت کی سند صحیح ہے۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ﴾ ''اگر تم ان میں (صلاحیت اور) نیکی معلوم کرلو۔'' بعض نے کہا ہے کہ یہاں خیر سے مراد امانت ہے۔[3] بعض نے کہا کہ اس سے مراد صدق ہے۔[4] بعض نے کہا کہ اس سے مراد مال ہے۔[5] اور بعض نے کہا کہ اس سے مراد ذریعۂ کمائی ہے۔[6] ﴿ وَّاٰتُوْهُمْ مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اٰتٰىكُمْ ﴾ ''اور اللہ نے جو مال تمھیں دیا ہے، اس میں سے تم انھیں بھی دو۔'' یعنی ان کا وہ حصہ جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اموالِ زکاۃ میں فرض قرار دیا ہے۔ یہ حسن، عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور ان کے والد زید بن اسلم اور مقاتل بن حیان کا قول ہے۔[7] اور ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[8] ابراہیم نخعی کا اس کے بارے میں قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غلام کے آقا اور دیگر لوگوں کو اس پر خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے۔[9] بُریدہ بن حُصَیب اسلمی اور قتادہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[10] اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ وہ گردنوں کے آزاد کرانے میں تعاون کریں۔[11]

لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور کرنے کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ ﴾ ''اور تم اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔'' زمانۂ جاہلیت کے لوگوں میں اگر کسی کے پاس لونڈی ہوتی تو وہ اسے بدکاری کے لیے بھیج دیتا اور ہر وقت اس سے ٹیکس وصول کرتا رہتا تھا۔ جب اسلام آیا تو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس سے منع فرمادیا۔ اس آیت کریمہ کے سببِ نزول کے بارے میں سلف وخلف میں سے بہت سے مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہ عبداللہ بن اُبَی ابن سلول کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[12] اس کے پاس بہت سی لونڈیاں تھیں اور وہ ان سے ٹیکس وصول کرنے کے لیے انھیں بدکاری پر مجبور کرتا تھا، نیز اس کا یہ بھی مقصد تھا کہ ان کے ہاں اولاد پیدا ہو اور ان پر بھی اسے حکومت کرنے کا موقع ملے۔

آثار وروایات: حافظ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں امام زہری کی روایت بیان کی ہے کہ

[1] المصنف لعبد الرزاق، المكاتب، باب وجوب الكتاب......: 371/8، حديث: 55576 . [2] تفسير الطبري: 168/18. [3] تفسير الطبري: 170/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2585,2584/8 . [4] تفسير الطبري: 170/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2584/8 . [5] تفسير الطبري: 171,170/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2585,2584/8 . [6] تفسير الطبري: 169/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2585-2583/8 . [7] تفسير الطبري: 175/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2588/8. [8] تفسير الطبري: 176/18. [9] تفسير الطبري: 175/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2586/8 وتفسير البغوي: 413/3 . [10] تفسير ابن أبي حاتم: 2586/8. [11] تفسير ابن أبي حاتم: 2586/8 . [12] تفسير الطبري: 178,176/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2590,2589/8

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن ابی ابن سلول کی ایک لونڈی تھی جس کا نام مُعاذہ تھا، وہ اسے بدکاری پر مجبور کیا کرتا تھا، جب اسلام آیا تو یہ آیت کریمہ نازل ہوئی: ﴿ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ ''اور تم اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں تو (بے شرمی سے) دنیاوی زندگی کے فوائد تلاش کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرو اور جو ان کو مجبور کرے گا تو ان (بے چاریوں) کے مجبور کیے جانے کے بعد یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''[1] اعمش نے ابوسفیان سے اور انھوں نے جابر سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ یہ آیت عبداللہ بن ابی ابن سلول کی لونڈی کے بارے میں نازل ہوئی ہے جس کا نام مُسیکہ تھا، وہ اسے بدکاری پر مجبور کرتا اور وہ اچھی عورت تھی، اس لیے وہ بدکاری سے انکار کر دیتی تھی تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی: ﴿ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ ''اور تم اپنی لونڈیوں کو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں تو (بے شرمی سے) دنیاوی زندگی کے فوائد تلاش کرنے کے لیے بدکاری پر مجبور نہ کرو اور جو ان کو مجبور کرے گا تو ان (بے چاریوں) کے مجبور کیے جانے کے بعد یقیناً اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''[2]

مقاتل بن حیّان نے کہا کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ کہ یہ آیت ان دو آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو اپنی دو لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور کرتے تھے، ان میں سے ایک کا نام مُسیکہ تھا وہ ایک انصاری کی لونڈی تھی، اُمَیمہ اُم مُسیکہ، عبداللہ بن اُبی کی لونڈی تھی، مُعاذہ اور اَرْوٰی بھی اسی طرح لونڈیاں تھیں۔ مُسیکہ اور اس کی ماں نبیِ اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور انھوں نے اس بات کا ذکر کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں یہ آیت نازل فرمادی: ﴿ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ ﴾ ''اور تم اپنی لونڈیوں کو بدکاری پر مجبور نہ کرو۔''[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا ﴾ ''اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں۔'' یہ اس لیے فرمایا کہ اکثر و بیشتر وہ پاک دامن ہی رہنا چاہتی تھیں، اس لیے یہاں یہ مفہوم مراد نہیں ہے کہ اگر وہ پاک دامن نہ رہنا چاہیں تو پھر تم انھیں بدکاری پر مجبور کر سکتے ہو۔

کن کی کمائی ناپاک ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ﴾ ''تاکہ تم دنیاوی زندگی کا سامان تلاش کرو۔'' دنیاوی فوائد سے مراد ان کا ٹیکس، مہر اور ان کی اولاد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے سینگی (پچھنے) لگانے والے کی کمائی[4]

---

[1] كشف الأستار، التفسير:61/3، حديث: 2240 . [2] السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ وَلَا تُكْرِهُوا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ ﴾: 419/6، حديث:11365 وتفسير الطبري: 177/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2589/8 .

[3] تفسير ابن أبي حاتم: 2590/8 . [4] سنن ابن ماجه، التجارات، باب كسب الحجام، حديث:2165 عن أبي مسعود عقبة بن عمرو رضی اللہ عنہ اسی طرح اس بارے میں [شَرُّ الْكَسْبِ...... كَسْبُ الْحَجَّامِ] ''بری کمائی پچھنے لگانے والے کی کمائی ہے۔'' کے الفاظ بھی آئے ہیں۔ (صحيح مسلم، المساقاة والمزارعة، باب تحريم ثمن الكلب......، حديث:1568 عن رافع بن خديج رضی اللہ عنہ۔) مگر یہ ممانعت حرام کے حکم میں نہیں بلکہ جواز مع الکراہت کے باب سے ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے پچھنے لگانے والے کو اجرت دی تھی۔ مزید تفصیل کے لیے شروحات دیکھیے صحيح البخاري، الإجارة، باب خراج الحجام، حديث: 2278-2280 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ

اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اس کے نور کی مثال (یوں ہے) جیسے ایک طاق ہو، جس میں چراغ ہو، چراغ ایک شیشے (کی قندیل) میں ہو، شیشہ جیسے

اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ

چمکتا ستارہ ہو، وہ (چراغ) ایک مبارک درخت زیتون (کے تیل) سے جلایا جاتا ہو جو نہ شرقی ہو نہ غربی، یوں لگے جیسے اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے

يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

گا اگرچہ اسے آگ نے نہ چھوا ہو، (وہ) نور علی نور ہے۔ اللہ اپنے نور کی طرف جس کی چاہتا ہے رہنمائی کرتا ہے۔ اور اللہ لوگوں کے لیے مثالیں بیان

وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۙ﴿35﴾

کرتا ہے، اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے ﴿35﴾

(سے منع فرمایا ہے اور) بدکار عورت کے مہر اور کاہن کی مٹھائی سے (بھی) منع فرمایا ہے۔[1] اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: [ثَمَنُ الْكَلْبِ خَبِيثٌ، وَّمَهْرُ الْبَغِيِّ خَبِيثٌ، وَّكَسْبُ الْحَجَّامِ خَبِيثٌ] ''کتے کی قیمت ناپاک ہے، بدکار عورت کی کمائی ناپاک ہے اور پچھنے لگانے والے کی کمائی ناپاک ہے۔''[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿33﴾﴾ ''اور جو انھیں مجبور کرے گا تو ان (بے چاریوں) کے مجبور کیے جانے کے بعد بلاشبہ اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ ان کو معاف فرما دے گا جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث قبل ازیں بیان کی جا چکی ہے۔[3] ابن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اگر تم نے ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ انھیں بخشنے والا، مہربان ہے اور ان کا گناہ اسے ہوگا جو ان کو مجبور کرے گا۔[4] مجاہد، عطاء خراسانی، اعمش اور قتادہ کا بھی قول اسی طرح ہے۔[5]

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان احکام کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے تمھاری طرف واضح آیتیں نازل کی ہیں۔'' یعنی قرآن مجید کی آیات واضح اور روشن ہیں۔ ﴿وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''اور کچھ حال ان لوگوں کا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں۔'' یعنی سابقہ امتوں کی خبریں اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کی وجہ سے نازل ہونے والے عذاب کو بیان کیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿فَجَعَلْنٰهُمْ سَلَفًا وَّمَثَلًا لِّلْاٰخِرِيْنَ ۝﴾ (الزخرف 56:43) ''پھر ہم نے انھیں گئے گزرے کر دیا اور پچھلوں کے لیے (عبرت کی) مثال (بنا دیا۔)'' ﴿وَّمَوْعِظَةً﴾ ''اور نصیحت'' کہ جو گناہوں اور حرام کاموں کے ارتکاب سے روکتی ہے۔ ﴿لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿34﴾﴾ ''پرہیزگاروں

[1] صحيح البخاري، البيوع، باب ثمن الكلب، حديث: 2237 وصحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب......، حديث: 1567. [2] صحيح مسلم، المساقاة، باب تحريم ثمن الكلب......، حديث: (41)-1568 عن رافع بن خديج رضی اللہ عنہ. [3] دیکھیے النور، آیت: 33 کے ذیل میں عنوان: ''آثار و روایات'' [4] تفسير الطبري: 178/18 وتفسير ابن أبي حاتم: 2591/8. [5] تفسير ابن أبي حاتم: 2592,2591/8 وتفسير الطبري: 178,177/18.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے لیے۔''یعنی ان لوگوں کے لیے جو اللہ سے ڈرتے اور اس کا خوف رکھتے ہیں۔

تفسیر آیت:35

اللہ تعالیٰ کے نور کی مثال: ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ﴾ ''اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے'' کے بارے میں علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آسمان اور زمین والوں کا ہادی ہے۔① ابن جریج کے بقول مجاہد رحمہ اللہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان وزمین کی اور ان کے نجوم اور ان کے شمس وقمر کی تدبیر فرماتا ہے۔②

سدی کہتے ہیں کہ اسی کے نور سے آسمان اور زمین جگمگا رہے ہیں۔③ صحیحین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو اٹھتے تو یہ دعا پڑھتے: [اَللّٰهُمَّ! لَكَ الْحَمْدُ، أَنْتَ قَيِّمُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيهِنَّ، وَلَكَ الْحَمْدُ...... أَنْتَ نُورُ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ......] ''اے اللہ! تیرے ہی لیے سب تعریف ہے، تو ہی آسمانوں اور زمین اور ان مخلوقات کو جو ان میں ہیں، قائم رکھنے والا ہے اور تیرے ہی لیے سب تعریف ہے...... تو آسمانوں اور زمین کا نور ہے......۔''④ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمھارے رب کے ہاں رات دن نہیں ہے، آسمانوں اور زمین کا نور اس کے چہرۂ اقدس کے نور سے ہے۔⑤

﴿ مَثَلُ نُوْرِهٖ ﴾ ''اس کے نور کی مثال۔'' اس ضمیر کے بارے میں دو قول ہیں: (1) یہ اللہ عزوجل کی طرف عائد ہے، یعنی قلب مومن میں اس کی ہدایت کی مثال اس طرح ہے، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔⑥ (2) ضمیر مومن کی طرف عائد ہے جیسا کہ سیاق کلام سے معلوم ہو رہا ہے، اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ مومن کے اس نور کی مثال جو اس کے دل میں ہے، ایک طاق کی طرح ہے، گویا مومن کے دل کو اور جس ہدایت سے اسے سرفراز کیا گیا اور اپنے لیے قرآن سے جس رہنمائی کو وہ حاصل کر رہا ہے ایک طاق سے تشبیہ دی گئی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ ﴾ (هود 17:11) ''تو بھلا جو اپنے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل پر ہو اور اس کے بعد ایک گواہ بھی اس (اللہ) کی طرف سے آجائے (وہ قرآن کا انکار کر سکتا ہے؟)''

قلب مومن کو صاف شفاف ہونے کے اعتبار سے صاف شفاف جوہری شیشے کی قندیل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور قرآن اور شریعت سے جو وہ ہدایت حاصل کرتا ہے، اسے ایسے عمدہ، صاف، چمک دار اور معتدل تیل کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے جس میں

① تفسیر الطبری:180/18 و تفسیر ابن أبی حاتم:2593/8 . ② تفسیر الطبری:180/18 . ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2593/8 . ④ صحیح البخاری، التهجد، باب التهجد باللیل......، حدیث: 1120 و صحیح مسلم، صلاة المسافرین وقصرها، باب صلاة النبی ﷺ......، حدیث: 769 . ⑤ المعجم الکبیر للطبرانی:179/9، حدیث:8886 و کتاب العظمة لأبی الشیخ الأصفهانی: 477/2 و حلیة الأولیاء، ترجمة عبدالله بن مسعود : 187/1 ملحوظہ: تفسیر ابن کثیر عربی میں [نور العرش] کے الفاظ ہیں جو ہمیں نہیں ملے، اس لیے ترجمہ مراجع کے مطابق کیا گیا ہے۔ ⑥ تفسیر الطبری:182/18 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کوئی میل یا ملاوٹ نہ ہو۔ ﴿ كَمِشْكٰوةٍ ﴾ ''گویا ایک طاق ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، محمد بن کعب اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ مشکوٰۃ قندیل میں چراغ رکھنے کی جگہ کو کہتے ہیں۔ ① اور یہی مشہور بات ہے، اسی لیے اس کے بعد فرمایا: ﴿ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ﴾ ''جس میں ایک چراغ ہے۔'' یعنی وہ دیا جو روشنی دیتا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مشکوٰۃ گھر کے طاق کو کہتے ہیں۔ ②

اللہ تعالیٰ نے یہ اپنی اطاعت کی مثال بیان فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کو نور کے نام سے موسوم فرمایا ہے، پھر اس اطاعت کے مختلف نام رکھے ہیں۔ ③ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ﴿ مِصْبَاحٌ ﴾ کے معنی نور ہیں اور اس سے مراد قرآن اور سینے کا ایمان ہے۔ ④ سدی کہتے ہیں کہ ﴿ مِصْبَاحٌ ﴾ کے معنی چراغ کے ہیں۔ ⑤ ﴿ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ﴾ ''(وہ) چراغ شیشے (کی قندیل) میں ہے۔'' یعنی یہ روشنی ایک صاف شفاف قندیل میں چمک رہی ہے۔ اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اور کئی ایک ائمہ تفسیر نے فرمایا ہے کہ یہ قلب مومن کی مثال ہے۔ ⑥ ﴿ اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ ﴾ ''وہ شیشہ (کی قندیل) گویا کہ وہ ایک چمکتا ہوا ستارہ ہے۔'' بعض نے اسے دال کے ضمہ کے ساتھ، ہمزہ کے بغیر، یعنی دُرِ پڑھا ہے، گویا وہ دُرّ موتی کا سا چمکتا ہوا تارا ہے۔ بعض قراء نے اسے دُرِّیءٌ و دِرِّیءٌ پڑھا ہے۔ ⑦ یعنی دال کے کسرہ اور ضمہ اور ہمزہ کے ساتھ، یعنی دَرْءٌ سے، جس کے معنی دور ہٹا دینے کے ہوتے ہیں اور یہ اس لیے کہ ستارے کو جب پھینک دیا جائے تو اس وقت دیگر حالات کی نسبت وہ زیادہ چمکتا ہے اور جن ستاروں کو پہچانا نہ جا سکے عرب انھیں دَرَارِیٌّ کہتے ہیں۔

اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ﴿ كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ ﴾ کے معنی چمکدار ستارے کے ہیں۔ ⑧ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی چمکدار، روشن اور بڑے ستارے کے ہیں۔ ⑨ ﴿ يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ ﴾ ''وہ (چراغ) ایک مبارک درخت سے جلایا جاتا ہے۔'' یعنی اس میں زیتون کے مبارک درخت کا تیل ڈالا جاتا ہے۔ ﴿ زَيْتُوْنَةٍ ﴾ ''زیتون۔'' یہ بدل یا عطف بیان ہے۔

﴿ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ﴾ کا مفہوم: ﴿ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ﴾ ''نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف۔'' یعنی وہ نہ اس کے مشرقی حصے میں ہے، لہٰذا دن کے ابتدائی حصے میں اس تک دھوپ نہیں پہنچتی اور نہ اس کے غربی حصے میں ہے کہ غروب سے قبل اس کا سایہ سکڑ جائے بلکہ یہ ایک ایسی درمیانی جگہ میں ہے کہ ابتدا سے لے کر آخر وقت تک سارا دن سورج اس پر چمکتا ہے جس کی وجہ سے اس کا تیل صاف شفاف، معتدل اور چمکدار ہوتا ہے۔

ابن ابو حاتم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ﴾ ''زیتون جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ اس سے مراد صحرا کا درخت ہے جس پر کسی درخت یا پہاڑ یا غار کا سایہ نہ ہو اور نہ اسے

① تفسیرابن أبی حاتم: 2595/8 و تفسیر الطبری: 183/18 و 186 ۔ ② تفسیرابن أبی حاتم: 2596/8 و تفسیر الطبری: 185/18۔ ③ تفسیر الطبری: 185/18 ۔ ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 2596/8 ۔ ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 2596/8 ۔ ⑥ تفسیر الطبری: 184/18 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2595/8 ۔ ⑦ تفسیر الطبری: 187/18 ۔ ⑧ تفسیر ابن أبی حاتم: 2598/8 ۔ ⑨ تفسیر ابن أبی حاتم: 2598/8 ۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کوئی چیز چھپائے ہوئے ہو، ایسا درخت تیل کے لیے بہترین ہوتا ہے۔① مجاہد ﴿زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ﴾ ''زیتون جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ مشرق کی طرف نہیں ہے کہ غروب آفتاب کے وقت اسے دھوپ نہ پہنچے اور نہ مغرب کی جانب ہے کہ طلوع آفتاب کے وقت اسے دھوپ نہ پہنچے، اس لیے وہ مشرقی بھی ہے اور مغربی بھی کہ طلوع سے لے کر غروب تک ہر وقت اسے دھوپ پہنچتی ہے۔② سعید بن جبیر نے ﴿زَيْتُونَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ﴾ ''زیتون جو نہ شرقی ہے اور نہ غربی، قریب ہے کہ اس (زیتون) کا تیل (خود بخود) روشن ہو جائے۔'' اس کے بارے میں کہا ہے کہ ایسا تیل سب سے عمدہ ہوتا ہے۔ مزید کہا کہ جسے سورج کے طلوع ہوتے وقت مشرق کی طرف سے دھوپ ملے اور سورج کے غروب ہوتے وقت مغرب کی طرف سے دھوپ ملے، یعنی صبح شام اسے دھوپ ملے تو ایسے درخت کو مشرقی یا مغربی نہیں کہا جا سکتا۔③

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ﴾ ''قریب ہے کہ اس (زیتون) کا تیل روشن ہو جائے، خواہ آگ اسے نہ چھوئے۔'' عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ تیل کی چمک دمک روشنی کر دے۔④

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ﴾ ''روشنی پر روشنی ہے۔'' عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سے مراد بندے کا ایمان اور عمل ہے۔⑤ سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد آگ کی روشنی اور تیل کی روشنی ہے کہ یہ دونوں جب جمع ہوں تو چمکنے لگیں، ان میں سے ایک دوسری کے بغیر چمک نہیں سکتی، اسی طرح نور قرآن اور نور ایمان جمع ہو کر جگمگانے لگتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی چمک دوسرے کی رہینِ منت ہے۔⑥

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ''اللہ اپنے نور کی طرف جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' اللہ تعالیٰ جس کو منتخب فرماتا ہے اپنی ہدایت کی طرف اس کی رہنمائی فرماتا ہے جیسا کہ اس حدیث میں بھی ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَلَقَ خَلْقَهُ فِي ظُلْمَةٍ، ثُمَّ أَلْقَى عَلَيْهِمْ مِّنْ نُّورِهِ يَوْمَئِذٍ، فَمَنْ أَصَابَهُ مِنْ نُّورِهِ يَوْمَئِذٍ، اِهْتَدٰى، وَمَنْ أَخْطَأَهُ، ضَلَّ] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو اندھیرے میں پیدا فرمایا، پھر اسی دن ان پر اپنا نور ڈالا جسے اس دن وہ نور حاصل ہو گیا وہ ہدایت یافتہ ہو گیا اور جسے وہ نور حاصل نہیں ہو سکا وہ گمراہ ہو گیا۔'' اسی لیے تو میں کہتا ہوں کہ اللہ عزوجل کے علم کے مطابق قلم خشک ہو گیا ہے۔⑦

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ؀ۙ﴾ ''اور اللہ مثالیں بیان فرماتا ہے

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2600/8. ② تفسیر ابن أبي حاتم: 2601/8. ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 2601/8. ④ تفسیر ابن أبي حاتم: 2602/8. ⑤ تفسیر ابن أبي حاتم: 2603/8. ⑥ تفسیر ابن أبي حاتم: 2603/8. ⑦ مسند أحمد: 176/2.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴿36﴾

یہ (چراغ اور قندیلیں) ان گھروں میں ہیں (جن کی بابت) اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کو بلند کیا جائے اور ان میں اللہ کا نام ذکر کیا جائے (اور) وہ وہاں

رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِیْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَیْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِیْتَآءِ الزَّكٰوةِ ۙ یَخَافُوْنَ

صبح وشام اس کی تسبیح کرتے ہیں ﴿36﴾ وہ لوگ جنھیں تجارت اور خرید وفروخت، اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور زکاۃ دینے سے غافل نہیں کرتی،

یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ﴿37﴾ لِیَجْزِیَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَیَزِیْدَهُمْ مِّنْ

وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں الٹ پلٹ جائیں گے ﴿37﴾ (وہ یہ کام کرتے ہیں) تاکہ اللہ انھیں ان کے اعمال کی بہترین جزا دے اور

فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ یَرْزُقُ مَنْ یَّشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ﴿38﴾

انھیں اپنے فضل سے زیادہ دے اور اللہ جسے چاہے بے حساب رزق دیتا ہے ﴿38﴾

لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے اور اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے جب اس نور ہدایت کی یہ مثال بیان فرمائی جسے اس نے مومن کے دل میں پیدا فرمایا ہے تو اس نے اس آیت کریمہ کے آخر میں یہ فرمایا ہے کہ وہ یہ خوب جانتا ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے اور ضلالت کا مستحق کون۔

تفسیر آیات:36-38

مساجد کے فضائل و آداب: اللہ تعالیٰ نے جب قلب مومن اور اس میں موجود ہدایت وعلم کی مثال اس چراغ سے بیان فرمائی جو صاف شفاف قندیل میں ہو اور وہ چراغ پاکیزہ تیل سے جل رہا ہو تو یہ بیان فرمایا ہے کہ اس کا مقام مساجد ہیں جو زمین کے ٹکڑوں میں سے اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے پسندیدہ ہیں اور مسجدیں اللہ کے گھر ہیں، ان میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی اور اس کی توحید کا اقرار کیا جاتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ﴾ ''(وہ قندیلیں) ان گھروں میں ہیں (جن کے بارے میں) اللہ نے حکم دیا ہے کہ ان کو بلند کیا جائے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ ان مسجدوں کو میل کچیل اور ایسے بے ہودہ اقوال وافعال سے پاک رکھا جائے جو ان کے شایان شان نہ ہوں جیسا کہ علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں لغو کاموں سے منع فرمایا ہے۔[1] عکرمہ، ابوصالح، ضحاک، نافع بن جبیر، ابوبکر بن سلیمان بن ابوخیثمہ، سفیان بن حسین اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[2]

مساجد کی تعمیر، احترام، تعظیم، تطہیر اور انھیں معطر رکھنے کے بارے میں بہت سی احادیث مبارکہ وارد ہیں اور یہ ایک مستقل کتاب کا موضوع ہیں اور میں نے بحمد اللہ اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کے ساتھ ان میں سے کچھ احادیث کو یہاں بیان کرنے کی سعادت بھی حاصل کی جارہی ہے۔ وَبِهِ الثِّقَةُ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ۔

امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا: [مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا...... یَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللّٰهِ، بَنَى اللّٰهُ لَهُ مِثْلَهُ فِي الْجَنَّةِ] ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد بنائے تو اللہ تعالیٰ

[1] تفسیر الطبری: 192/18 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2604/8۔ [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 2604/8۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس کے لیے اسی طرح جنت میں گھر بنائے گا۔“[1]

اور امام ابن ماجہ نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ بَنٰی مَسْجِدًا یُّذْکَرُ فِیهِ اسْمُ اللّٰهِ، بَنَی اللّٰهُ لَهٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ] ”جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاک نام کے ذکر کے لیے مسجد بنائے تو اللہ تعالیٰ جنت میں اس کے لیے گھر بنائے گا۔“[2] اور امام نسائی نے بھی اسی طرح اسے روایت کیا ہے۔[3]

اس موضوع کی بہت سی احادیث ہیں۔ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم محلوں میں مسجدیں بنائیں، انھیں پاک صاف رکھیں اور خوشبو سے معطر کریں۔ امام احمد رحمہ اللہ اور امام نسائی کے سوا دیگر اہل سنن نے اسے روایت کیا ہے۔[4] مسند احمد اور ابوداود میں سمرہ بن جُندُب رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[5]

امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول بیان کیا ہے کہ لوگوں کے لیے ایسی مسجد بناؤ جو انھیں چھپا لے اور اسے سرخ یا زرد رنگ میں نہ رنگو تاکہ لوگ فتنے میں مبتلا نہ ہو جائیں۔[6]

امام ابوداود نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَا أُمِرْتُ بِتَشْیِیدِ الْمَسَاجِدِ] ”مجھے مسجدوں کو چونا گچ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں مسجدوں کو اس طرح مزین کروں جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں کو مزین کیا تھا۔[7]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَتَبَاهَی النَّاسُ فِی الْمَسَاجِدِ] ”قیامت قائم نہ ہوگی حتی کہ لوگ مسجدوں کے بارے میں فخر کرنے لگیں گے۔“ اس کو امام احمد اور اہل سنن نے سوائے ترمذی کے روایت کیا ہے۔[8] حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مسجد میں اپنے گم شدہ اونٹ کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ کون ہے جو سرخ اونٹ کے بارے میں بتائے۔ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لَا وَجَدْتَ، إِنَّمَا بُنِیَتِ الْمَسَاجِدُ لِمَا بُنِیَتْ لَهٗ] ”(اللہ کرے) تو نہ پائے، مسجدیں انھی کاموں کے لیے ہیں جن کے لیے انھیں بنایا گیا ہے۔“[9]

[1] صحیح البخاری، الصلاة، باب من بنی مسجدا، حدیث:450 و صحیح مسلم، المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل بناء المساجد......، حدیث : 533 . [2] سنن ابن ماجه، المساجد والجماعات، باب من بنی للّٰه مسجدا، حدیث : 735 . [3] سنن النسائی، المساجد، باب الفضل فی بناء المساجد، حدیث : 689 عن عمرو بن عبسة رضی اللہ عنہ. [4] مسند أحمد : 279/6 و سنن أبی داود، الصلاة، باب اتخاذ المساجد فی الدور، حدیث : 455 وجامع الترمذی، الجمعة، باب ماذکر فی تطییب المساجد، حدیث: 594 وسنن ابن ماجه، المساجد والجماعات، باب تطهیر المساجد......، حدیث:759,758 . [5] مسند أحمد:17/5 وسنن أبی داود، الصلاة، باب اتخاذ المساجد فی الدور، حدیث:456. [6] صحیح البخاری، الصلاة، باب بنیان المسجد، قبل الحدیث : 446 . [7] سنن أبی داود، الصلاة، باب فی بناء المساجد، حدیث : 448 . [8] مسند أحمد:134/3 وسنن أبی داود، الصلاة، باب فی بناء المساجد، حدیث : 449 وسنن النسائی، المساجد، باب المباهاة فی المساجد، حدیث : 690 وسنن ابن ماجه، المساجد......، باب تشیید المساجد، حدیث : 739 . [9] صحیح مسلم، المساجد......، باب النهی عن نشد الضالة......، حدیث:569 .

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں تجارت جائز ہے نہ گم شدہ چیز کا اعلان: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا رَأَيْتُمْ مَّنْ يَّبِيعُ أَوْيَبْتَاعُ فِي الْمَسْجِدِ، فَقُولُوا: لَا أَرْبَحَ اللّٰهُ تِجَارَتَكَ، وَإِذَا رَأَيْتُمْ مَّنْ يَّنْشُدُ فِيهِ ضَالَّةً، فَقُولُوا: لَارَدَّاللّٰهُ عَلَيْكَ] ''جب تم کسی شخص کو مسجد میں خرید و فروخت کرتے دیکھو تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تمھیں تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم کسی کو مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان کرتے سنو تو اسے کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تمھاری اس چیز کو نہ لوٹائے۔'' امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن غریب قرار دیا ہے۔[1]

امام بخاری رحمہ اللہ نے سائب بن یزید کندی کی روایت کو بیان کیا ہے کہ میں مسجد میں کھڑا تھا کہ ایک شخص نے میری طرف کنکری پھینکی، میں نے دیکھا تو وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تھے، فرمانے لگے: جاؤ ان دو آدمیوں کو میرے پاس لے کر آؤ، میں ان دونوں کو آپ کے پاس لے آیا تو آپ نے فرمایا: تم کون ہو؟ یا آپ نے یہ فرمایا: تم کہاں سے آئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: ہم طائف سے آئے ہیں، آپ نے فرمایا: اگر تم اس شہر کے رہنے والے ہوتے تو میں تم دونوں کو سزا دیتا، تم رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں بلند آواز سے باتیں کرتے ہو![2] امام نسائی رحمہ اللہ نے ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد میں ایک شخص کی آواز کو سنا تو فرمایا: تم جانتے ہو اس وقت کہاں ہو؟[3] یہ حدیث صحیح ہے۔

حافظ ابویعلیٰ موصلی رحمہ اللہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کو مسجد میں عود سلگایا کرتے تھے۔[4] اس حدیث کی سند حسن ہے اس میں کوئی علت نہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

پچیس گنا زیادہ ثواب حاصل کیجیے: صحیحین میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [صَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْجَمَاعَةِ تُضَعَّفُ عَلٰى صَلَاتِهِ فِي بَيْتِهِ وَ فِي سُوقِهِ خَمْسًا وَّعِشْرِينَ ضِعْفًا وَّذٰلِكَ أَنَّهُ إِذَا تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ، ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ لَايُخْرِجُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ، لَمْ يَخْطُ خُطْوَةً إِلَّا (رُفِعَ) لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ وَّحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيئَةٌ، فَإِذَا صَلّٰى لَمْ تَزَلِ الْمَلَائِكَةُ تُصَلِّي عَلَيْهِ مَادَامَ فِي مُصَلَّاهُ، اَللّٰهُمَّ! صَلِّ عَلَيْهِ، اَللّٰهُمَّ! ارْحَمْهُ، وَلَايَزَالُ أَحَدُكُمْ فِي صَلَاةٍ مَّاانْتَظَرَ الصَّلَاةَ] ''آدمی کو باجماعت نماز ادا کرنے کا گھر یا بازار میں نماز ادا کرنے کی نسبت پچیس گنا زیادہ ثواب ملتا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ آدمی جب وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے، پھر مسجد کی طرف چل پڑے اور نماز ہی کے قصد و ارادہ سے چلے تو ہر قدم کے عوض اس کے لیے ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور وہ جب نماز پڑھتا ہے تو فرشتے اس وقت تک اس کے لیے رحمت کی دعائیں کرتے رہتے ہیں جب تک وہ نماز کی جگہ بیٹھا رہتا ہے اور کہتے ہیں: اے اللہ! اس پر رحمت بھیج! اے اللہ! اس پر رحم فرما اور وہ نماز ہی کے حکم میں ہوتا ہے جب تک نماز کا

① جامع الترمذي، البيوع، باب النهي عن البيع......، حديث: 1321. ② صحيح البخاري، الصلاة، باب رفع الصوت في المسجد، حديث: 470. ③ دیکھیے تحفة الأشراف: 175/7، حديث: 10382 جبکہ نسائی میں یہ روایت ہمیں نہیں ملی۔ ④ مسند أبي يعلى الموصلي: 170/1، حديث: 190.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

انتظار کرتا رہتا ہے۔'' ①

اور سنن میں ہے: [بَشِّرِ الْمَشَّائِينَ فِي الظُّلَمِ إِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّورِ التَّامِّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ] ''اندھیروں میں مسجدوں کی طرف چل کر جانے والوں کو خوش خبری سنا دو کہ انھیں روز قیامت مکمل نور حاصل ہوگا۔'' ②

مسجد میں داخل ہونے کی دعا: مسجد میں داخل ہونے والے کے لیے مستحب ہے کہ پہلے دایاں پاؤں اندر رکھے۔ ③ اور یہ کہے جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے، عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب مسجد میں داخل ہوتے تو فرماتے: [أَعُوذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيمِ، وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ، وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ، مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ] ''میں عظمت و جلال والے اللہ اور اس کے کریم چہرے اور اس کی قدیم سلطنت کی پناہ پکڑتا ہوں شیطان مردود سے۔'' آپ نے فرمایا: جب یہ کلمات کہہ لیے جائیں تو شیطان کہتا ہے کہ یہ شخص سارا دن مجھ سے محفوظ ہوگیا۔ ④ امام مسلم نے اپنی سند کے ساتھ ابوحُمَید یا ابواُسَید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ، فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ! افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ، فَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ! إِنِّي أَسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ] ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو اسے چاہیے کہ (یہ) کہے: اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے باہر نکلے تو (یہ) کہے: اے اللہ! بلاشبہ میں تجھ سے تیرے فضل کا سوال کرتا ہوں۔'' ⑤ اس کو امام نسائی نے بھی ابوحمید اور ابواسید سے مقروناً روایت کیا ہے۔ ⑥

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ! افْتَحْ لِي أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ، وَإِذَا خَرَجَ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ وَلْيَقُلْ: اَللّٰهُمَّ! اعْصِمْنِي مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ] ''تم میں سے کوئی جب مسجد میں داخل ہو تو وہ نبیٔ اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور (یہ) کہے: اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے اور جب مسجد سے نکلے تو پھر نبیٔ اکرم ﷺ پر سلام بھیجے اور (یہ) کہے: اے اللہ! شیطان مردود سے میری حفاظت فرما۔'' اس کو امام ابن ماجہ نے ذکر کیا ہے اور ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اپنی اپنی صحیح میں

① صحيح البخاري، الأذان، باب فضل صلاة الجماعة، حديث: 647 اور قوسین والا لفظ صحيح مسلم، المساجد......، باب فضل الصلاة المكتوبة في جماعة......، بعد الحديث : 661 عن أبي هريرة رضي الله عنه میں ہے۔ ② سنن أبي داود، الصلاة، باب ماجاء في المشي إلى الصلاة في الظلم، حديث: 561 وجامع الترمذي، الصلاة، باب ماجاء في فضل العشاء والفجر في الجماعة، حديث: 223 عن بريدة رضي الله عنه و سنن ابن ماجه، المساجد والجماعات، باب المشي إلى الصلاة، حديث: 781 عن أنس رضي الله عنه. ③ صحيح البخاري، الصلاة، باب التيمن في دخول المسجد وغيره......، قبل الحديث : 426. ④ بخاری میں ہمیں یہ حدیث نہیں ملی، البتہ سنن أبي داود، الصلاة، باب ما يقول الرجل عند دخوله المسجد؟ حديث: 466 میں ہے۔ ⑤ صحيح مسلم، صلاة المسافرين......، باب ما يقول إذا دخل المسجد؟ حديث: 713. ⑥ سنن النسائي، المساجد، باب القول عند دخول المسجد......، حديث: 730.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بھی بیان کیا ہے۔①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ ﴾ ''اور اس میں اس (اللہ) کا نام ذکر کیا جائے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ ﴾ (الأعراف 31:7) ''اے بنی آدم! تم ہر نماز کے وقت اپنی زینت اختیار کرو۔'' ﴿ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ﴾ (الأعراف 29:7) اور یہ کہ ہر نماز کے وقت سیدھا (قبلے کی طرف) رخ کیا کرو اور خالص اسی کی اطاعت کرتے ہوئے اسی کو پکارو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ ﴾ (الجن 18:72) ''اور یہ کہ مسجدیں (خاص) اللہ کے لیے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ ﴾ ''اور اس میں اس (اللہ) کا نام ذکر کیا جائے'' کے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہاں اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت کی جائے۔② اور فرمایا: ﴿ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ﴾ ''(اور) وہ ان (گھروں) میں صبح وشام اس کی تسبیح کرتے ہیں۔'' غدو اور آصال کے معنی صبح شام کے ہیں۔ آصال، اصیل کی جمع ہے، اصیل دن کے آخری حصے کو کہتے ہیں۔

تاجر ہوشیار باش! ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ ''(یعنی ایسے) مرد جنھیں اللہ کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید وفروخت۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ﴾ (المنفقون 9:63) ''اے مومنو! تمھیں تمھارے مال اور تمھاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کردیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ﴾ (الجمعة 9:62) ''اے مومنو! جب جمعے کے دن نماز کے لیے اذان دی جائے تو اللہ کی یاد (نماز) کی طرف دوڑو اور خرید وفروخت ترک کردو۔''

ان آیات میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں کو دنیا، اس کی زیب وزینت، خرید وفروخت اور نفع کمانے کی لذت ان کے رب کے ذکر سے غافل نہ کردے کیونکہ وہی تو ان کا خالق ورازق ہے اور وہ خود بھی یہ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ ان کے لیے بہتر ہے اور جو کچھ ان کے پاس موجود ہے اس کی نسبت وہ بدرجہا نفع بخش ہے کیونکہ ان کے پاس جو کچھ ہے اس نے بالآخر ختم ہو جانا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے وہ ہمیشہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ اسی لیے فرمایا: ﴿ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ ﴾ ''جنھیں اللہ کے ذکر اور نماز پڑھنے اور زکاۃ دینے سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید وفروخت۔'' یعنی وہ اپنی چاہت اور پسند سے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس

① سنن ابن ماجه، المساجد والجماعات، باب الدعاء عند دخول المسجد، حديث: 773 وصحيح ابن خزيمة، أبواب الأذان والإقامة، باب السلام على النبيﷺ ومسألة الله فتح أبواب الرحمة عند دخول المسجد: 231/1، حديث: 452 وصحيح ابن حبان، الصلاة، ذكر ما يقول المرء عند دخول المسجد يريد الصلاة؟ 396,395/5، حديث: 2047. ② تفسير الطبري: 194/18.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کی چاہت کو ترجیح دیتے ہیں۔

سالم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ بازار میں تھے اور نماز کا وقت ہو گیا تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی دکانیں بند کر دیں اور سب مسجد میں چلے گئے، یہ دیکھ کر ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: انھی لوگوں کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی ہے: ﴿ رِجَالٌ ۙ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ ...... ﴾ الآیۃ ''جنھیں اللہ کے ذکر سے نہ سوداگری غافل کرتی ہے اور نہ خرید و فروخت......'' اس کو ابن ابوحاتم اور ابن جریر نے روایت کیا ہے۔[1] علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں اللہ کے ذکر سے مراد فرض نماز ہے۔[2] مقاتل بن حیان اور ربیع بن انس کا بھی یہی قول ہے۔[3] سدی کہتے ہیں کہ نماز قائم کرنے سے مراد نماز باجماعت ادا کرنا ہے۔[4] مُقاتل بن حَیّان نے کہا ہے کہ خرید و فروخت انھیں نماز میں حاضر ہونے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اسے ادا کرنے سے غافل نہیں کرتی، وہ نمازوں کے اوقات کی بھی حفاظت کرتے ہیں اور نمازوں میں ان امور کو بھی ملحوظ رکھتے ہیں جن کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔[5]

﴿ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ﴿٣٧﴾ ﴾ ''وہ اس دن سے ڈرتے ہیں جس میں دل اور آنکھیں (خوف اور گھبراہٹ کے سبب) الٹ پلٹ جائیں گے۔'' یعنی قیامت کے دن سے جس میں دل اور آنکھیں اوپر چڑھ جائیں گی، ڈرتے ہیں کہ اس دن کی گھبراہٹ بہت شدید اور ہولناکیاں بہت سخت ہوں گی جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْآزِفَةِ إِذِ الْقُلُوبُ لَدَى الْحَنَاجِرِ كَاظِمِينَ ۚ مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَّلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ ۞ ﴾ (المؤمن 40:18) ''اور آپ انھیں قریب آنے والے دن سے ڈرائیں جبکہ دل غم سے بھر کر گلوں کے قریب آ رہے ہوں گے اور ظالموں کا کوئی دلی دوست نہیں ہوگا اور نہ کوئی ایسا سفارشی جس کی بات مانی جائے۔''

اور فرمایا: ﴿ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ۞ ﴾ (إبراهيم 14:42) ''وہ صرف انھیں اس دن تک مہلت دے رہا ہے جس میں (دہشت کے سبب) آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں گی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَّيَتِيمًا وَّأَسِيرًا ۞ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيدُ مِنْكُمْ جَزَاءً وَّلَا شُكُورًا ۞ إِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ۞ فَوَقَاهُمُ اللّٰهُ شَرَّ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَّسُرُورًا ۞ وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَّحَرِيرًا ۞ ﴾ (الدهر 76:8-12) ''اور وہ کھانا، اس کی محبت کے باوجود، مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو کھلاتے ہیں۔ (اور کہتے ہیں کہ) ہم تمھیں صرف اللہ کی خاطر کھلاتے ہیں، نہ تم سے کسی عوض کے خواستگار ہیں اور نہ شکرگزاری کے (طلب گار۔) ہم اپنے پروردگار سے چہرے بگاڑ دینے والے نہایت سخت دن کا خوف کھاتے ہیں۔ پھر اللہ نے انھیں اس دن کے شر سے بچالیا اور انھیں

[1] تفسير ابن أبي حاتم:8/2607 وتفسير الطبري:18/195. [2] تفسير الطبري:18/196 وتفسير ابن أبي حاتم:8/2608. [3] تفسير ابن أبي حاتم:8/2608 . [4] تفسيرابن أبي حاتم:8/2609 . [5] تفسير ابن أبي حاتم:8/2609 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۭ حَتّٰٓي اِذَا جَآءَهٗ لَمْ

اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال چٹیل میدان میں ریت کی طرح ہیں، پیاسا اس (ریت) کو پانی سمجھتا رہا، حتی کہ جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اس

يَجِدْهُ شَيْـــًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۭ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿39﴾ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ

نے وہاں کچھ بھی نہ پایا، اور اللہ کو اپنے پاس پایا، پھر اللہ نے اس کا حساب پورا پورا چکا دیا اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے ﴿39﴾ یا (کافروں کے اعمال) گہرے

بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ

سمندر میں اندھیروں کی طرح ہیں، جسے ایک موج ڈھانپتی ہو، اس کے اوپر ایک اور موج ہو، اس کے اوپر بادل ہو، (غرض) اوپر تلے اندھیرے (ہی

اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ ﴿40﴾ ع 5/6 11

اندھیرے) ہوں، جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو لگتا نہیں کہ اسے دیکھ سکے، اور جس کے لیے اللہ نے نور نہیں بنایا تو اس کے لیے (کہیں بھی) کوئی نور نہیں ﴿40﴾

تازگی اور خوش دلی عنایت فرمائی اور ان کے صبر کے عوض انھیں بہشت (کے باغات) اور ریشم (کے ملبوسات) کا بدلہ عطا فرمایا۔'' اور یہاں ارشاد فرمایا ہے: ﴿لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا﴾ ''تا کہ اللہ انھیں ان کے عملوں کا بہت اچھا بدلہ دے۔'' یعنی ان لوگوں کی نیکیوں کو اللہ تعالیٰ شرف قبولیت عطا فرماتا اور ان کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ ﴿وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ﴾ ''اور انھیں اپنے فضل سے زیادہ بھی عطا کرے۔'' یعنی ان کی نیکی کو قبول فرما کر اس کا کئی گنا زیادہ اجر و ثواب عطا فرمائے گا، جیسا کہ فرمایا: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ○﴾ (النسآء 40:4) ''بلاشبہ اللہ ایک ذرے کے برابر بھی ظلم نہیں کرتا اور اگر کوئی نیکی (کی) ہوگی تو وہ اسے دو چند کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔'' اور فرمایا: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○﴾ (الأنعام 160:6) ''جو کوئی (اللہ کے حضور) ایک نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے ویسا دس گنا (ثواب) ہے اور جو ایک برائی لائے گا تو اسے سزا ویسی ہی ملے گی اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔'' اور فرمایا:

﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ۭ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۠ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○﴾

(البقرة 245:2) ''کون ہے وہ جو اللہ کو قرض حسنہ دے، پھر وہ اسے اس کے لیے کئی گنا زیادہ بڑھا دے اور اللہ ہی (روزی کو) تنگ کرتا اور (وہی اسے) کشادہ کرتا ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔'' اور فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ﴾ (البقرة 261:2) ''اور اللہ جس کے لیے چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿38﴾﴾ ''اور اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔''

تفسیر آیات: 40,39

کفار کی دو قسموں کی مثالیں: یہ دو مثالیں ہیں جو اللہ تعالیٰ نے کافروں کی دو قسموں کے لیے بیان فرمائی ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی ابتدا میں منافقوں کی دو قسموں کے لیے ناری اور آبی دو مثالیں بیان فرمائی ہیں۔[1] اور جیسا کہ دلوں میں راسخ

[1] دیکھیے البقرة، آیات: 17-20 کے ذیل میں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہونے والے علم و ہدایت کی ناری و آبی دو مثالیں سورۂ رعد میں بیان فرمائی ہیں۔[1] ان میں سے ہر ایک کی مثال کے بارے میں ہم نے اپنے اپنے مقام پر قبل ازیں گفتگو کی ہے، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

یہاں جو دو مثالیں بیان کی گئی ہیں ان میں سے پہلی مثال ان کفار کی ہے جو اپنے کفر کے داعی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے کچھ اعمال و اعتقادات بھی ہیں، حالانکہ حقیقت میں وہ کچھ بھی نہیں، ان کی مثال اس سراب کی سی ہے جو زمین کے میدانی علاقوں میں دور سے یوں نظر آتا ہے گویا پانی سے بھرا ہوا سمندر ہو۔ قِیعَةٌ، قَاعٌ کی جمع ہے جس طرح جِیرَةٌ، جَارٌ کی جمع ہے اور قاع ، قِیعَان کا واحد بھی ہے جیسا کہ جار اور جیران ہے اور اس سے مراد ایسی زمین ہے جو ہموار، کشادہ اور پھیلی ہوئی ہو، ایسی زمین ہی میں سراب نظر آتا ہے اور یہ نصف النہار کے بعد ہوتا ہے۔ اور ''آل'' وہ ہے جو دن کے ابتدائی حصے میں اس طرح نظر آتا ہے، گویا آسمان و زمین کے درمیان پانی ہو۔

جب سراب کو وہ شخص دیکھتا ہے جسے پانی کی ضرورت ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ یہ پانی ہے تو وہ اس کا قصد کرتا ہے تاکہ وہاں جا کر پانی پی لے مگر جب وہاں پہنچتا ہے ﴿لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا﴾ ''تو اسے کچھ بھی نہیں پاتا۔'' اسی طرح کافر یہ سمجھتا ہے کہ اس نے اچھا کام کیا ہے اور کچھ حاصل کر لیا ہے مگر جب روز قیامت وہ اللہ تعالیٰ کے پاس آئے گا اور اللہ تعالیٰ اس کا محاسبہ کرے گا اور اس کے افعال کے بارے میں اس سے باز پرس فرمائے گا تو وہ دیکھے گا کہ اس کا کوئی عمل ذرا بھر بھی قبول نہیں ہوا اور وہ اس لیے کہ اس نے وہ عمل یا تو اخلاص کے ساتھ نہیں کیا تھا یا شریعت کے مطابق نہیں کیا تھا جیسا کہ فرمایا: ﴿وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا﴾ (الفرقان 23:25) ''اور انھوں نے جو کوئی (نیک) عمل کیے ہوں گے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے تو ان کو اڑتا ہوا پراگندہ گرد و غبار بنا دیں گے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ؕ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ ''اور اس نے اللہ کو اپنے پاس پایا، پھر اس (اللہ) نے اسے اس کا حساب پورا پورا چکا دیا اور اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔'' ابی بن کعب، ابن عباس رضی اللہ عنہم، مجاہد، قتادہ اور کئی ایک ائمہ تفسیر سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[2]

صحیحین میں ہے کہ قیامت کے دن یہودیوں سے کہا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم اللہ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا کہ تم جھوٹ بکتے ہو، اللہ تعالیٰ نے تو کسی کو اپنا بیٹا ہی نہیں بنایا۔ تم کیا چاہتے ہو؟ وہ عرض کریں گے: ہمارے رب! ہمیں بہت پیاس لگی ہے، تو ہمیں پانی پلا دے تو انھیں اشارہ کیا جائے گا کہ کیا ادھر نہیں چلتے۔[3] آگ کو ان کے لیے سراب بنا دیا جائے گا، اس کا بعض، بعض کو توڑ پھوڑ رہا ہوگا، وہ اس کی طرف چلیں گے مگر اس میں گر جائیں گے۔[4]

---

① دیکھیے الرعد، آیت: 17 کے ذیل میں۔ ② تفسیر الطبری: 200,199/18 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2613-2611/8.
③ تفسیر ابن کثیر میں [فَيُقَالُ: أَلَا تَرِدُونَ؟] ''تو انھیں کہا جائے گا کہ کیا تم نہیں دیکھتے'' کے الفاظ ہیں لیکن ہم نے ترجمہ مراجع کے مطابق کیا ہے۔ ④ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ (النسآء 40:4)......، حدیث: 4581 و صحیح مسلم، الإیمان، باب معرفة طریق الرؤیة، حدیث: 183 عن أبی سعید الخدری رضی اللہ عنہ.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَلَمۡ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یُسَبِّحُ لَهٗ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَالطَّیۡرُ صٰٓفّٰتٍؕ كُلٌّ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ کی تسبیح کرتا ہے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہے، اور (فضا میں) پر پھیلائے ہوئے پرندے بھی، ہر ایک نے

قَدۡ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسۡبِیۡحَهٗؕ وَاللّٰهُ عَلِیۡمٌۢ بِمَا یَفۡعَلُوۡنَ ﴿41﴾ وَلِلّٰهِ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ

اپنی نماز (عبادت) اور اپنی تسبیح جان لی ہے، اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے ﴿41﴾ اور اللہ ہی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی،

وَالۡاَرۡضِۚ وَاِلَی اللّٰهِ الۡمَصِیۡرُ ﴿42﴾

اور اللہ ہی کی طرف (سب کی) واپسی ہے ﴿42﴾

یہ جہل مرکب (خلاف واقع کسی شے کا پختہ اعتقاد رکھنا) کافروں کی مثال ہے اور جہل بسیط (ایسی شے سے ناواقف رہنا جس کا علم ہونا چاہیے) یعنی ائمۂ کفر کے مقلدوں، بہروں، گونگوں اور بے وقوف کافروں کی مثال ایسے ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَوۡ كَظُلُمٰتٍ فِیۡ بَحۡرٍ لُّجِّیٍّ﴾ ''یا (ان کے اعمال) نہایت گہرے سمندر میں اندھیروں کے مانند ہیں۔'' قتادہ نے کہا ہے کہ ﴿لُّجِّیٍّ﴾ کے معنی عمیق کے ہیں۔[1] ﴿یَّغۡشٰىهُ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ مَوۡجٌ مِّنۡ فَوۡقِهٖ سَحَابٌؕ ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍؕ اِذَاۤ اَخۡرَجَ یَدَهٗ لَمۡ یَكَدۡ یَرٰىهَاؕ﴾ ''اسے ایک لہر ڈھانپتی ہو (اور) اس کے اوپر ایک اور لہر (آ رہی) ہو (اور) اس کے اوپر بادل ہو، (غرض اندھیرے ہی) اندھیرے ہوں جن میں سے بعض، بعض کے اوپر ہوں جب وہ اپنا ہاتھ نکالے تو لگتا نہیں کہ اسے دیکھ سکے۔'' یعنی سخت تاریکی کی وجہ سے اسے دیکھ نہ سکتا ہو۔ یہ ایسے کافر کے دل کی مثال ہے جو جاہل بسیط اور مقلد ہو اور اس کے حال کو نہ جانتا ہو جو اس کا قائد ہے اور نہ یہ جانتا ہو کہ وہ کہاں جا رہا ہے جیسا کہ مثال کے طور پر جاہل سے کہا جاتا ہے کہ تو کہاں جا رہا ہے۔ تو وہ کہتا ہے کہ ان کے ساتھ اور جب اس سے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں۔ تو وہ جواب دیتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔

اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ اس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ظُلُمٰتٌۢ بَعۡضُهَا فَوۡقَ بَعۡضٍؕ﴾ ''(غرض اندھیرے ہی) اندھیرے ہوں جن میں سے بعض، بعض کے اوپر ہوں'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کافر پانچ قسم کے اندھیروں میں مبتلا ہے: اس کی بات اندھیرا ہے، اس کا عمل اندھیرا ہے، اس کا اندر آنا اندھیرا ہے، اس کا باہر جانا اندھیرا ہے اور قیامت کے دن اس کا ٹھکانا اندھیروں، یعنی آگ میں ہوگا۔[2] سدی اور ربیع بن انس نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[3]

﴿وَمَنۡ لَّمۡ یَجۡعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوۡرًا فَمَا لَهٗ مِنۡ نُّوۡرٍ ﴿40﴾﴾ ''اور جس کے لیے اللہ نے نور نہیں بنایا تو اس کے لیے (کہیں بھی) کوئی نور نہیں ہے۔'' یعنی جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا نہ فرمائے وہ تباہ و برباد، جاہل اور کافر ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنۡ یُّضۡلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِیَ لَهٗؕ ......﴾ الآیة (الأعراف 186:7) ''جسے اللہ گمراہ کرے تو اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں......'' اس کے برعکس مومنوں کے لیے اس نے فرمایا تھا: ﴿یَهۡدِی اللّٰهُ لِنُوۡرِهٖ مَنۡ یَّشَآءُؕ﴾ (النور 35:24) ''اللہ اپنے نور کی طرف جسے

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 2613/8 وتفسیر الطبری: 201/18. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 2614/8 وتفسیر الطبری: 201/18. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 2615,2614/8.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ ہی بادل چلاتا ہے، پھر وہ انھیں باہم ملاتا ہے، پھر انھیں تہ بہ تہ کر دیتا ہے، پھر آپ دیکھتے ہیں کہ ان (بادلوں)

يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ

کے درمیان میں سے مینہ نکلتا ہے اور وہ اس آسمان کے اندر کے پہاڑوں سے اولے برساتا ہے، پھر وہ انھیں (اس پر) پہنچاتا ہے جس پر وہ چاہتا ہے،

يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿43﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ

اور جس سے چاہے پھیر دیتا ہے، لگتا ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں (کی روشنی) کو اچک لے جائے گی ﴿43﴾ اللہ ہی رات اور دن کو الٹتا پلٹتا رہتا ہے۔

وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿44﴾

بلاشبہ ان (نشانیوں) میں اہل نظر کے لیے (سامانِ) عبرت ہے ﴿44﴾

چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' ہم عظمت وجلال کے مالک اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمارے دلوں میں نور، ہمارے دائیں طرف نور اور ہمارے بائیں طرف نور پیدا فرما دے اور ہمارے لیے نور میں اضافہ فرما دے۔

تفسیر آیات: 42,41

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی ہر چیز، یعنی فرشتے، انسان، جن، حیوان حتی کہ جمادات بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ ﴾ (بنيٓ إسرآءيل 44:17) ''ساتوں آسمان اور زمین اور جو (مخلوق) ان میں ہے (سب) اسی کی پاکیزگی بیان کرتے ہیں اور (مخلوقات میں سے) کوئی بھی چیز نہیں مگر اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے، بے شک وہ نہایت حوصلے والا، بہت بخشنے والا ہے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ ﴾ ''اور پر پھیلائے ہوئے پرندے (بھی۔)'' یعنی پرندے بھی اڑتے ہوئے اپنے رب تعالیٰ کی تسبیح کرتے اور اس کی عبادت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ہی نے انھیں تسبیح الہام فرمائی اور ان کی رہنمائی فرمائی ہے اور وہ جانتا ہے کہ یہ کیا کرتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ ﴾ ''ہر ایک (مخلوق) نے اپنی نماز (عبادت) اور تسبیح جان لی ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی اپنی عبادت کے طریقے اور رستے کی طرف رہنمائی فرما دی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اسے یہ سب باتیں معلوم ہیں اور اس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں، اس لیے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿41﴾ ﴾ ''اور جو کچھ وہ کرتے ہیں اللہ اسے خوب جانتا ہے۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کی ہے، وہی حاکم ومتصرف اور الٰہ ومعبود ہے، عبادت اسی کی ہے اور اس کے حکم کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ ﴿ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿42﴾ ﴾ ''اور اللہ ہی کی طرف واپسی ہے۔'' یعنی قیامت کے دن، پھر اس دن جو وہ چاہے گا فیصلہ فرمائے گا۔ ﴿ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى ۝ ﴾ (النجم 31:53) ''تاکہ جن لوگوں نے برے

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کام کیے انھیں اُن کے اعمال کی سزا دے اور جنھوں نے نیکیاں کیں انھیں اچھائی کے ساتھ جزا دے۔'' وہ خالق و مالک ہے، دنیا و آخرت میں اسی کی حکومت ہے اور دنیا و آخرت میں اسی کی تعریف ہے۔

تفسیر آیات:44,43

بادلوں کی تخلیق میں اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تنبیہ کا نمایاں پہلو: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی قدرت کے ساتھ بادلوں کو چلاتا ہے اور جب انھیں پیدا فرماتا ہے تو ابتدا میں وہ بہت ہلکے پھلکے ہوتے ہیں اور اِزْجاء کے یہی معنی ہیں۔ ﴿ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ﴾ ''پھر وہ اس (کے ٹکڑوں) کو آپس میں ملا دیتا ہے۔'' یعنی الگ الگ ہونے کے بعد انھیں جمع کر دیتا ہے۔ ﴿ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا﴾ ''پھر وہ اسے تہ بہ تہ کر دیتا ہے۔'' یعنی وہ باہم اوپر نیچے تہوں کی صورت میں مل جاتے ہیں۔ ﴿فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ﴾ ''چنانچہ آپ دیکھتے ہیں کہ اس (بادل) کے درمیان سے مینہ نکلتا (برستا) ہے۔'' یعنی اس کے درمیان سے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک نے اسے [خَلَلِهٖ] پڑھا ہے۔[1] عُبید بن عُمیر لیثی نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ غبار اڑانے والی ہوا بھیجتا ہے جو زمین پر جھاڑو دے دیتی ہے، پھر اٹھانے والی ہوا بھیجتا ہے جو بادلوں کو اٹھا لیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ جمع کرنے والی ہوا بھیجتا ہے جو منتشر بادلوں کو جمع کر دیتی ہے، پھر اللہ تعالیٰ بارآور ہوا بھیجتا ہے جو بادلوں سے بارش برساتی ہے۔ اسے ابن ابو حاتم اور ابن جریر رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ﴾ ''اور وہ آسمان سے ان (اولوں کے) پہاڑوں میں سے جو اس میں ہیں، کچھ اولے نازل کرتا ہے۔'' بعض نحویوں نے کہا ہے کہ اس جملے میں پہلا لفظ ﴿مِنَ﴾ ابتدائے غایت کے لیے ہے، دوسرا تبعیض کے لیے اور تیسرا بیانِ جنس کے لیے۔ یہ توضیح ان مفسرین کے مذہب کے مطابق ہے جن کا یہ قول ہے کہ ﴿مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ﴾ کے معنی یہ ہیں: آسمان میں اولوں کے پہاڑ ہیں اور ان سے اللہ تعالیٰ اولے نازل فرماتا ہے اور جن مفسرین نے یہ کہا ہے کہ پہاڑ بادلوں سے کنایہ ہے تو ان کے نزدیک بھی دوسرا ﴿مِنْ﴾ ابتدائے غایت ہی کے لیے ہے لیکن یہ پہلے ﴿مِنَ﴾ سے بدل ہے۔[3] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

ژالہ باری اور اس کے نقصانات: ﴿فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ﴾ ''پھر وہ انھیں جس پر چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے اور جس سے وہ چاہتا ہے ان (اولوں) کو پھیر دیتا ہے۔'' اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد بارش اور اولے ہوں جنھیں وہ آسمان سے رحمت کے طور پر نازل فرماتا ہے اور (اس کے ساتھ ساتھ) جن سے چاہتا ہے بارش کو روک دیتا ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ وہ اولوں کو جس کے لیے چاہے بطور عذاب نازل فرما دے کیونکہ ان سے پھل، فصلیں اور درخت ضائع ہو جاتے ہیں اور رحمت فرماتے ہوئے جن سے چاہے انھیں ہٹا دے۔

---

[1] تفسیر الطبری: 205/18۔ [2] وتفسیر ابن أبی حاتم: 2617/8 وتفسیر الطبری: 204/18۔ [3] تفسیر القرطبی: 289/12 والکشاف: 246/3۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى

اور اللہ نے (زمین پر) چلنے پھرنے والا ہر جاندار پانی سے پیدا کیا، پھر ان میں سے کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے ، اور ان میں

رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

سے کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے ، اور ان میں سے کوئی چار (پاؤں) پر چلتا ہے ، اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے ، بلاشبہ اللہ ہر شے پر

قَدِيْرٌ ﴿45﴾

خوب قادر ہے﴿45﴾

لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿46﴾

بلاشبہ ہم نے کھول کر بیان کرنے والی آیات نازل کیں،اور اللہ جسے چاہے صراط مستقیم کی طرف ہدایت دیتا ہے﴿46﴾

﴿ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿43﴾ ﴾ ”قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک آنکھوں (کی روشنی) کو لے جائے۔“ یعنی جب آنکھیں اسے مسلسل دیکھیں تو قریب ہے کہ بجلی کی شدید چمک ان کی بینائی کو ختم کر دے۔ ﴿ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۭ ﴾ ”اللہ ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے۔“ ان میں تصرف فرماتا ہے اور ایک کی لمبائی کو کم کر کے دوسرے کی لمبائی میں اضافہ کر دیتا ہے حتی کہ رات دن برابر ہو جاتے ہیں اور پھر ایک کی لمبائی کو کم کر کے دوسرے کی لمبائی میں اضافہ کر دیتا ہے اور اس طرح ان میں سے لمبا چھوٹا اور چھوٹا لمبا ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی اپنے امر، غلبے، عزت اور علم کے ساتھ ان امور میں تصرف فرماتا ہے۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿44﴾ ﴾ ”بے شک اہل بصارت کے لیے اس میں یقیناً بڑی عبرت ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت کی نشانی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ﴿190﴾ ﴾ (آل عمران 190:3) ”بے شک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدلنے میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔“

تفسیر آیت :45

جانوروں کی پیدائش میں اللہ تعالیٰ کی قدرت: اللہ تعالیٰ نے اپنی اس قدرت کاملہ اور عظیم سلطنت کا ذکر فرمایا جو انواع و اقسام کی مخلوقات کی تخلیق میں کارفرما ہے کہ اس نے ایک ہی پانی کے ساتھ مختلف شکلوں، رنگوں اور مختلف حرکات و سکنات والی بے شمار مخلوقات پیدا فرما دی ہیں۔ ﴿ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ ﴾ ”پھر ان میں سے کوئی اپنے پیٹ کے بل چلتا ہے۔“ مثلاً: سانپ اور اس طرح کی دیگر مخلوقات۔ ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ ﴾ ”اور ان میں سے کوئی دو پاؤں پر چلتا ہے۔“ مثلاً: انسان اور پرندے۔ ﴿ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ ﴾ ”اور ان میں سے کوئی چار (پاؤں) پر چلتا ہے۔“ مثلاً: مویشی جانور اور دیگر تمام حیوانات، اسی لیے فرمایا: ﴿ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ۭ ﴾ ”اللہ جو چاہتا ہے وہی پیدا کرتا ہے۔“ اپنی قدرت کے ساتھ کیونکہ وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور وہ جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿45﴾ ﴾ ”بے شک اللہ ہر چیز پر خوب قادر ہے۔“

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وَيَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ

اور وہ (منافق) کہتے ہیں: ہم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، اور ہم نے اطاعت کی، پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فریق (اطاعت سے) پھر

اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿47﴾ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ

جاتا ہے، اور وہ لوگ مومن ہی نہیں ﴿47﴾ اور جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں، تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کرے، تو اچانک ان

مُّعْرِضُوْنَ ﴿48﴾ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ﴿49﴾ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا

میں سے ایک فریق منہ موڑ لیتا ہے ﴿48﴾ اور اگر ان کے لیے حق (فائدہ) ہو تو وہ اس کی طرف فرمانبردار ہو کر چلے آتے ہیں ﴿49﴾ کیا ان کے دلوں میں (نفاق

اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ ؕ بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿50﴾ ع اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ 6 10 12

کا) مرض ہے یا وہ شک میں پڑے ہیں یا خوف کھاتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول ان پر ظلم کریں گے۔ (نہیں) بلکہ وہ لوگ خود ہی ظالم ہیں ﴿50﴾ بس

الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ

مومنوں کی تو بات ہی یہ ہے جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں، تاکہ وہ ان کے مابین فیصلہ کرے، تو وہ کہتے ہیں: ہم نے سنا اور

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿51﴾ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ

اطاعت کی، اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں ﴿51﴾ اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے، اور اللہ سے ڈرے اور اس کا تقویٰ اختیار

هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿52﴾

کرے، تو وہی لوگ کامیاب ہیں ﴿52﴾

تفسیر آیت: 46

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اس قرآن میں بہت سے احکام، بہت سی حکمتیں اور بہت سی روشن اور محکم مثالیں بیان فرمائی ہیں اور وہ انھیں سمجھنے اور ان پر غور کرنے کے لیے عقل مندوں کی رہنمائی فرماتا رہتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿46﴾ ﴾ ”اور اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے رستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔“

تفسیر آیات: 47-52

منافقوں کے حیلے اور مومنوں کا حال: اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے بارے میں فرمایا ہے جن کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ اور کہ وہ اپنی زبانوں سے یہ کہتے ہیں: ﴿ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ﴾ ”ہم اللہ پر اور رسول پر ایمان لائے اور ہم نے (ان کا) حکم مان لیا، پھر اس کے بعد ان میں سے ایک فرقہ پھر جاتا ہے۔“ اور جو وہ باتیں کرتے ہیں ان کے اعمال ان کے خلاف ہیں، یعنی جو کہتے ہیں وہ کرتے نہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ﴿47﴾ ﴾ ”اور وہ لوگ صاحب ایمان ہی نہیں ہیں۔“ پھر فرمایا: ﴿ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ﴾ ”اور جب ان کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلایا جاتا ہے تاکہ (رسول اللہ) ان کے درمیان فیصلہ کر دیں۔“ یعنی جب ان سے یہ مطالبہ کیا جاتا ہے کہ وہ اس ہدایت کی اتباع کریں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا ہے تو وہ اس سے اعراض کرتے

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اور اتباع کے بجائے تکبر اور غرور کا اظہار کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَلَمۡ تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ يَزۡعُمُوۡنَ اَنَّهُمۡ اٰمَنُوۡا بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّتَحَاكَمُوۡۤا اِلَى الطَّاغُوۡتِ وَقَدۡ اُمِرُوۡۤا اَنۡ يَّكۡفُرُوۡا بِهٖ ؕ وَيُرِيۡدُ الشَّيۡطٰنُ اَنۡ يُّضِلَّهُمۡ ضَلٰلًاۢ بَعِيۡدًا ۞ وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰى مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوۡلِ رَاَيۡتَ الۡمُنٰفِقِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡكَ صُدُوۡدًا ۞ ﴾ (النسآء 4:60، 61) ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو گمان کرتے ہیں کہ بے شک وہ اس پر ایمان لائے ہیں جو آپ کی طرف نازل کیا گیا اور جو آپ سے پہلے نازل کیا گیا، وہ چاہتے ہیں کہ اپنے معاملات کا فیصلہ طاغوت کی طرف لے جائیں، حالانکہ وہ حکم دیے گئے تھے کہ اس کے ساتھ کفر کریں اور شیطان (تو یہ) چاہتا ہے کہ انھیں گمراہ کر کے (بھلائی کے رستے سے) دور پھینک دے اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو حکم اللہ نے نازل فرمایا ہے اس کی طرف (رجوع کرو) اور پیغمبر کی طرف آؤ تو آپ منافقوں کو دیکھتے ہیں آپ سے اعراض کرتے ہوئے رکے جاتے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنۡ يَّكُنۡ لَّهُمُ الۡحَـقُّ يَاۡتُوۡۤا اِلَيۡهِ مُذۡعِنِيۡنَ ۞ ﴾ ''اور اگر ان کے لیے حق ہو تو اس کی طرف مطیع ہو کر چلے آتے ہیں۔'' یعنی اگر معاملہ ان کے حق میں ہو، ان کے خلاف نہ ہو تو بات سنتے اور اطاعت بجالاتے ہوئے چلے آتے ہیں۔ ﴿ مُذۡعِنِيۡنَ ۞ ﴾ کے یہی معنی ہیں۔ اور جب معاملہ ان کے خلاف ہو تو یہ اس سے اعراض کرتے اور ناحق بات کی طرف دعوت دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے بجائے کسی اور سے فیصلہ کرالیں تاکہ اپنے باطل کو رواج دے سکیں تو پہلی صورت میں بات کو مان لینا اس وجہ سے نہیں کہ یہ اس کے حق ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں بلکہ محض اس لیے کہ یہ ان کی خواہش کے مطابق ہے یہی وجہ ہے کہ جب حق ان کے قصد و ارادہ کے خلاف ہو تو یہ حق سے اعراض کر کے باطل کو اختیار کر لیتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَفِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ ﴾ ''کیا ان کے دلوں میں بیماری ہے؟'' یعنی ان کے دلوں میں یا تو لازمی طور پر بیماری ہے یا دین کے بارے میں یہ شک میں مبتلا ہیں یا یہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول فیصلے میں ان پر ظلم کریں گے، بہرحال ان میں سے کوئی بات بھی ہو خالص کفر ہے، اللہ تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کو اور اس کی عادات و اطوار کو خوب جانتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ بَلۡ اُولٰۤـئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ۞ ﴾ ''بلکہ یہ خود ظالم ہیں۔'' یعنی یہ لوگ خود ہی ظالم اور بدکار ہیں، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے بارے میں یہ جس ظلم و ستم کا وہم و گمان رکھتے ہیں وہ اس سے پاک ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ نے ان مومنوں کے بارے میں فرمایا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بات پر لبیک کہتے اور کتاب اللہ و سنتِ رسول کے سوا کسی اور دین کو چاہتے ہی نہیں: ﴿ اِنَّمَا كَانَ قَوۡلَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اِذَا دُعُوۡۤا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ لِيَحۡكُمَ بَيۡنَهُمۡ اَنۡ يَّقُوۡلُوۡا سَمِعۡنَا وَاَطَعۡنَا ؕ ﴾ ''مومنوں کی تو صرف یہ بات ہے کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی طرف بلائے جاتے ہیں تاکہ وہ ان میں فیصلہ کریں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے (حکم) سن لیا اور مان لیا۔'' یعنی وہ سمع و طاعت بجالاتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا کہ وہ فلاح پانے والے ہیں، فلاح کے معنی ہیں مطلوب کو پالینا اور خوفناک چیز سے محفوظ رہنا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ۞ ﴾ ''اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ

اور انھوں نے اپنی پکی پکی اللہ کی قسمیں کھائیں، کہ اگر آپ انھیں حکم دیں گے تو وہ (جہاد پر) ضرور نکلیں گے، کہہ دیجیے: تم قسمیں نہ کھاؤ، (تمھاری)

مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿53﴾ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ

اطاعت معروف ہے، بلاشبہ جو عمل تم کررہے ہو اللہ اس سے خوب باخبر ہے﴿53﴾ کہہ دیجیے: اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر تم

تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ؕ وَمَا عَلَى

پھر وگے تو اس رسول کے ذمے صرف وہ ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے اور تمھارے ذمے صرف وہ ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا، اور اگر تم اس (رسول) کی

الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿54﴾

اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے، اور رسول کے ذمے صرف کھلا کھلا پہنچا دینا ہے﴿54﴾

امام قتادہ رحمہ اللہ نے ﴿اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ﴾ کے بارے میں بیان کیا ہے کہ ہم سے عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے جو بدری صحابی اور انصار کے سرداروں میں سے ایک تھے کہ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو انھوں نے اپنے بھانجے جنادہ بن ابوامیہ سے کہا کہ میں تمھیں تمھارے حقوق و فرائض کی بابت نہ بتاؤں۔ انھوں نے عرض کی: ضرور فرمائیں، آپ نے فرمایا: تمھیں تنگ دستی وخوش حالی، پسند و ناپسند کی حالت میں اور اس وقت بھی جب تم پر دوسروں کو ترجیح دی جا رہی ہو، سمع و طاعت کا مظاہرہ کرنا چاہیے، اپنی زبان عدل کے ساتھ قائم رکھنی چاہیے، تمھیں حکمرانوں کے ساتھ جھگڑنا نہیں چاہیے، سوائے اس صورت کے کہ وہ تمھیں کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا حکم دیں، یعنی اگر تم کو کسی ایسی بات کا حکم دیا جائے جو کتاب اللہ کے خلاف ہو تو تمھیں کتاب اللہ ہی کی پیروی کرنی چاہیے۔ ①

قتادہ کہتے ہیں کہ ہم سے یہ بھی بیان کیا گیا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بغیر اسلام نہیں، جماعت کے بغیر کوئی خیر و بھلائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول، خلیفۃ المسلمین اور عام مومنوں کی ہمیشہ ہمدردی و خیرخواہی کرنی چاہیے۔ انھوں نے کہا کہ ہم سے یہ بھی بیان کیا گیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اسلام کی سربلندی لا الہ الا اللہ کی شہادت دینے، نماز قائم کرنے، زکاۃ ادا کرنے اور ان کی اطاعت بجالانے میں ہے جنھیں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا حاکم بنادے۔ ②

اس بارے میں بے شمار احادیث و آثار ہیں کہ کتاب اللہ، سنت رسول، خلفائے راشدین اور حکمرانوں کی اطاعت واجب ہے جب وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق حکم دیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ ”اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرے۔“ ”ان تمام امور میں جن کے بجالانے کا وہ حکم دیں اور جن کے ارتکاب سے وہ منع فرمائیں، ﴿وَيَخْشَ اللّٰهَ﴾ ”اور اللہ سے ڈرے“

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2623/8 ۔ ② تفسیر ابن أبي حاتم: 2624,2623/8 ۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اپنے سابقہ گناہوں سے، ﴿ وَيَتَّقْهِ ﴾ ''اور اس کا تقویٰ اختیار کرے'' مستقبل میں، ﴿ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴾ ''تو یہی لوگ کامیاب ہیں۔'' یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو ہر خیر و بھلائی کے ساتھ کامیاب ہو گئے اور دنیا و آخرت کے ہر شر سے محفوظ ہو گئے۔

تفسیر آیات: 54,53

جھوٹی قسمیں منافقوں کی ڈھال ہیں: اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر ان منافقین کا ذکر فرمایا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ قسمیں کھایا کرتے تھے کہ اگر آپ نے انھیں جہاد کے لیے نکلنے کا حکم دیا تو وہ ضرور نکلیں گے تو ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ﴾ ''آپ کہہ دیجیے کہ تم قسمیں مت کھاؤ۔'' ﴿ طَاعَةٌ مَّعْرُوْفَةٌ ﴾ ''(تمھاری) اطاعت معروف ہے۔'' کہا گیا ہے کہ ان الفاظ کے معنی یہ ہیں کہ تمھاری فرماں برداری معروف ہے، یعنی تمھاری فرماں برداری کے بارے میں یہ معلوم ہے کہ وہ محض زبانی جمع خرچ ہے جس کا عمل سے کوئی تعلق نہیں اور تم جب بھی قسمیں کھاتے ہو، جھوٹ بولتے ہو، جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ...... ﴾ الآیة (التوبة 96:9) ''یہ تمھارے لیے قسمیں کھائیں گے تا کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ......''

اور فرمایا: ﴿ اِتَّخَذُوْٓا اَيْمَانَهُمْ جُنَّةً ...... ﴾ الآیة (المنفقون 2:63) ''انھوں نے اپنی قسموں کو ڈھال بنا رکھا ہے......'' یعنی جھوٹ بولنا ان کی عادت بن چکا ہے حتی کہ جن باتوں کو اپنے لیے پسند کرتے ہیں ان کے بارے میں بھی جھوٹ بولتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نَافَقُوْا يَقُوْلُوْنَ لِاِخْوَانِهِمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَئِنْ اُخْرِجْتُمْ لَنَخْرُجَنَّ مَعَكُمْ وَلَا نُطِيْعُ فِيْكُمْ اَحَدًا اَبَدًا ۙ وَّاِنْ قُوْتِلْتُمْ لَنَنْصُرَنَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ لَئِنْ اُخْرِجُوْا لَا يَخْرُجُوْنَ مَعَهُمْ ۚ وَلَئِنْ قُوْتِلُوْا لَا يَنْصُرُوْنَهُمْ ۚ وَلَئِنْ نَّصَرُوْهُمْ لَيُوَلُّنَّ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ○ ﴾ (الحشر 12,11:59) ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے منافقت کی، وہ اپنے ان بھائیوں سے جو اہل کتاب میں سے کافر ہوئے، کہتے ہیں کہ اگر تم جلاوطن کیے گئے تو ہم بھی تمھارے ساتھ ضرور نکل چلیں گے اور تمھارے بارے میں کسی کا کہا کبھی نہ مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمھاری مدد کریں گے مگر اللہ گواہی دیتا ہے کہ بلاشبہ وہ یقیناً جھوٹے ہیں، البتہ اگر وہ نکالے گئے تو وہ ان کے ساتھ نہیں نکلیں گے اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو وہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر وہ ان کی مدد کریں گے تو بھی پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے، پھر وہ (کہیں سے بھی) مدد نہیں کیے جائیں گے۔''

پھر فرمایا: ﴿ قُلْ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ﴾ ''آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کی فرماں برداری کرو اور رسول (اللہ) کے حکم پر چلو۔'' یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی اتباع کرو، ﴿ فَاِنْ تَوَلَّوْا ﴾ ''پھر اگر تم پھر گئے'' یعنی اگر تم رسول اللہ ﷺ سے منہ موڑ لو گے اور وہ تمھارے پاس جس دین و شریعت کو لائے ہیں اسے ترک کر دو گے، ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ ﴾ ''تو اس رسول کے ذمے صرف وہ ہے جو اس پر بوجھ ڈالا گیا ہے۔'' یعنی پیغام پہنچا دینا اور امانت ادا کر دینا، ﴿ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ﴾ ''اور تمھارے ذمے صرف وہ ہے جو تم پر بوجھ ڈالا گیا۔'' یعنی پیغام حق کو قبول کرنا، اس کی تعظیم بجالانا اور اس کے تقاضوں کے

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ

جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے اللہ نے ان لوگوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور خلافت دے گا، جیسے اس نے

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ

ان سے پہلے لوگوں کو خلافت دی تھی، اور ان کے لیے ضرور ان کا وہ دین محکم و پائیدار کردے گا جو اس نے ان کے لیے چنا، اور یقیناً ان کی حالت خوف

خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْـًٔا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ

کو بدل کر وہ ضرور انھیں امن دے گا، وہ میری عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی شے کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے تو

الْفٰسِقُوْنَ 55

وہی لوگ فاسق ہیں 55

مطابق عمل کرنا، ﴿ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ ﴾ ''اور اگر تم ان کی فرماں برداری کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔'' کیونکہ آپ کی دعوت صراطِ مستقیم ہی کی دعوت ہے۔ ﴿ صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ ...... ﴾ الآية (الشورٰی 53:42) ''اللہ کے راستے کی طرف جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اسی کے لیے ہے......''

﴿ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ 54 ﴾ ''اور رسول کے ذمے تو صرف صاف صاف (اللہ کے احکام کا) پہنچا دینا ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ ﴾ (الرعد 40:13) ''چنانچہ آپ کا کام تو صرف (ہمارے احکام کا) پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام حساب لینا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَذَكِّرْ ڣ اِنَّمَآ اَنْتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَۜيْطِرٍ ۝ ﴾ (الغاشية 22,21:88) ''پس آپ نصیحت کریں، یقیناً آپ تو نصیحت ہی کرنے والے ہیں، آپ ان پر کوئی داروغہ نہیں ہیں۔''

تفسیر آیت: 55

اللہ تعالیٰ کا مومنوں سے حکومت کا وعدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ آپ کی امت کو زمین میں خلفاء، یعنی لوگوں کے امام اور حکمران بنا دے گا کہ علاقوں کی فلاح و بہبود انھی کی وجہ سے ہوگی، بندگانِ الٰہی ان کے تابع فرمان ہو جائیں گے اور خوف کے بعد انھیں لوگوں میں امن اور اقتدار عطا فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے یہ سارے وعدے پورے فرما دیے تھے۔ وَلَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات سے قبل مکہ، خیبر، بحرین، سارا جزیرۂ عرب اور سارا ملک یمن فتح ہو گیا تھا۔ آپ نے ہَجَر کے مجوسیوں اور شام کے بعض علاقوں سے جزیہ بھی وصول فرمایا، ہِرَقل شاہِ روم، مُقَوقِس [1] شاہ مصر و اسکندریہ، شاہانِ عُمان اور اصحمہ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَأَكْرَمَهٗ کے بعد بادشاہ بننے والے نجاشیٔ حبشہ نے آپ کی طرف تحائف ارسال کیے تھے۔

رسول اللہ ﷺ جب وفات پا گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے اسی عزت و شوکت کو پسند کر لیا جو آپ کے لیے اپنے ہاں تیار فرما رکھی ہے تو آپ کے بعد آپ کے اس مشن کے علمبردار آپ کے خلیفہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بنے۔ آپ نے

[1] عام طور پر اسے ''مُقَوقِس'' پڑھا جاتا ہے جبکہ صحیح ''مُقَوْقِس'' ہے، دیکھیے تاج العروس 422،421/8، مادہ: قِقس۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد پیدا ہونے والے حالات پر قابو پایا، جزیرۂ عرب کو مطیع کیا اور اسلامی لشکروں میں سے ایک لشکر کو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بلادِ فارس کی طرف روانہ فرمایا۔ انھوں نے یہاں کے بہت سے علاقوں کو فتح کیا اور بہت سے کافروں کو قتل کیا۔ آپ نے دوسرا لشکر ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ارضِ شام کی طرف بھیجا اور تیسرا لشکر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں بلادِ مصر کی طرف ارسال فرمایا۔ آپ کے عہد میں شام کی طرف جانے والے لشکر اسلام نے بصریٰ، دِمَشق، بلادِ حَوران اوران کے گردونواح کے علاقوں کو فتح کر لیا تھا، پھر آپ وفات پا گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جس عزت وشوکت کو اپنے ہاں تیار کر رکھا ہے اس کے لیے آپ کو پسند فرما لیا۔

مشرق سے مغرب تک مسلمانوں کی حکومت: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر یہ عظیم الشان احسان فرمایا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ الہام فرما دیا کہ وہ اپنے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا خلیفہ مقرر فرما دیں، آپ کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے خلافت کا پورا پورا حق ادا فرما دیا حتی کہ قوت، سیرت اور کمالِ عدل کے اعتبار سے چشمِ فلک نے انبیائے کرام علیہم السلام کے بعد آپ جیسی کوئی دوسری شخصیت نہ دیکھی ہوگی۔ آپ کے عہد مبارک میں بلادِ شام کے تمام علاقوں، دیارِ مصر کے تمام علاقوں اور اقلیم فارس کے اکثر علاقوں پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔ آپ نے کسریٰ کی شان وشوکت کو خاک میں ملا دیا اور اسے اپنی مملکت کے آخری کنارے تک پیچھے دھکیل دیا۔ قیصر کی حکومت کو بھی آپ نے خاک میں ملا دیا، بلادِ شام کو اس کے ہاتھوں سے چھین لیا حتی کہ وہ قسطنطنیہ کی طرف بھاگ گیا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کسریٰ وقیصر کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا جیسا کہ اللہ کے رسول، آپ پر رب تعالیٰ کی طرف سے درود وسلام ہوں، نے اس کی خبر دی اور اس کے بارے میں وعدہ فرمایا تھا۔[1] حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں اسلامی پرچم زمین کے مشرق ومغرب کے آخری کناروں تک لہرانے لگا۔ اسلامی سرحدیں بلادِ مغرب، اَندُلس، قُبرُص اور بلادِ قَیرَوان اور بلادِ سَبتہ تک پھیل گئیں اور بحرِ محیط تک کا علاقہ مسلمانوں نے فتح کر لیا، کسریٰ بادشاہ قتل ہو گیا اور اس کی بادشاہت کا مکمل خاتمہ ہو گیا، عراق، خراسان اور اہواز کے علاقے بھی فتح ہوئے۔ ترکوں کے ساتھ مسلمانوں کی بڑی زبردست جنگ ہوئی جس میں بہت سے ترک مارے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے بادشاہ اعظم خاقان کو ذلیل ورسوا کر دیا حتی کہ دنیا کے مشرق ومغرب سے خراج امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچنے لگا اور یہ سب آپ کی قرآن مجید کی تلاوت، تعلیم اور اس کی حفاظت پر امت کو جمع کرنے کی برکت کا نتیجہ تھا۔ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْأَرْضَ، فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا، وَإِنَّ أُمَّتِي سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَازُوِيَ لِي مِنْهَا] ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا اور میں نے زمین کے مشرقوں اور مغربوں کو دیکھا اور زمین کو جہاں تک سمیٹ کر مجھے دکھایا گیا وہاں تک یقیناً میری امت کی حکومت پہنچے گی۔“[2]

---

[1] دیکھیے صحیح البخاری، المناقب، باب علامات النبوۃ فی الإسلام، حدیث:3618 و صحیح مسلم، الفتن، باب لاتقوم الساعۃ حتی یمرالرجل......، حدیث: 2918. [2] صحیح مسلم، الفتن، باب ھلاك ھذہ الأمة......،حدیث: 2889 عن ثوبان رضی اللہ عنہ .

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدے فرمائے وہ سب سچے وعدے تھے، ان سب وعدوں کو پورا ہوتے ہوئے ہم نے خود دیکھ لیا، ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی ذات پاک پر اور اپنے رسول پر ایمان کی توفیق بخشے اور اپنے ان تمام انعامات واحسانات کا اس طرح شکر ادا کرنے کی توفیق بخشے جس سے وہ راضی ہو جائے۔

ربیع بن انس نے ابوالعالیہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے اس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ ...... ﴾ الآیة ”جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے، ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ انھیں زمین میں ضرور خلافت عطا کرے گا جس طرح اس نے ان لوگوں کو خلافت دی تھی جو ان سے پہلے تھے اور البتہ وہ ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے ضرور مضبوط کرے گا اور البتہ وہ ضرور انھیں ان کے خوف (کی حالت) کے بعد امن میں بدل دے گا......“ کے بارے میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم قریباً دس برس تک مکہ مکرمہ میں خفیہ طور پر لوگوں کو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک اور اس کی عبادت کی دعوت دیتے رہے۔ اس دور میں مسلمان خوف زدہ تھے اور انھیں ابھی جہاد کا حکم بھی نہیں ملا تھا حتی کہ مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم مل گیا، مسلمان ہجرت کر کے مدینہ میں آ گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں جہاد کا حکم بھی دے دیا مگر ابھی تک مسلمان خوف زدہ تھے اور صبح وشام ہر وقت مسلح رہتے تھے۔ کچھ عرصہ تک یہی حالت رہی، پھر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم ہمیشہ اسی طرح خوف زدہ رہیں گے؟ کبھی ایسا دن نہیں آئے گا کہ ہم امن میں ہوں اور ہتھیار اتار دیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [لَنْ تَغْبُرُوا إِلَّا يَسِيرًا حَتّٰى يَجْلِسَ الرَّجُلُ مِنْكُمْ فِي الْمَلَأِ الْعَظِيمِ مُحْتَبِيًا لَّيْسَتْ فِيهِ حَدِيدَةٌ] ”تھوڑا عرصہ ہی یہ صورت رہے گی حتی کہ تم ایک بہت بڑی جماعت میں گوٹ مار کر بیٹھو گے اور اس میں کوئی آہنی ہتھیار تک نہ ہوگا۔“ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو جزیرۂ عرب پر غلبہ عطا فرما دیا۔ مسلمان امن میں ہو گئے اور انھوں نے ہتھیار اتار دیے، پھر اللہ تعالیٰ نے جب اپنے نبی ﷺ کو اپنے پاس بلایا تو حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں بھی وہ امن میں تھے حتی کہ وہ اختلاف اور انتشار میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے پھر ان پر خوف طاری کر دیا اور انھوں نے دربان اور چوکیدار مقرر کر لیے، انھوں نے اپنے آپ کو بدلا تو ان کے حالات بدل دیے گئے۔ [1]

بعض سلف کا قول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی خلافت برحق ہے اور اس کا کتاب اللہ میں ذکر ہے، پھر اپنے اس قول کی تائید میں انھوں نے اسی آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی۔ [2]

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2629/8 و تفسير الطبري: 212/18 والمستدرك للحاكم، التفسير، تفسير سورة النور: 401/2، حديث: 3512 والأحاديث المختارة: 3/352-354، حديث: 1146,1145. ② تفسير ابن أبي حاتم: 2627/8.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

براء بن عازب رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو ہم شدید خوف کی حالت میں تھے۔[1] یہ آیت کریمہ اس طرح ہے جیسے درج ذیل آیت ہے: ﴿ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ﴾ (الأنفال 26:8) ''اور (اس وقت کو) یاد کرو جب تم بہت تھوڑے تھے، زمین (مکہ) میں کمزور سمجھے جاتے تھے، تم اس بات سے ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمھیں اچک (نہ) لے جائیں (بے خانماں نہ کردیں) تو اس نے تمھیں جگہ دی اور اپنی مدد سے تمھیں تقویت بخشی اور تمھیں پاکیزہ چیزوں سے رزق دیا تاکہ تم (اس کا) شکر کرو۔''

اور فرمایا: ﴿ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''جس طرح اس نے ان لوگوں کو جو ان سے پہلے تھے خلافت دی تھی۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: ﴿ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِي الْاَرْضِ...... ﴾ الآیة (الأعراف 129:7) ''امید ہے کہ تمھارا پروردگار تمھارے دشمن کو ہلاک کردے گا اور تمھیں زمین میں خلیفہ بنادے گا......۔'' اور فرمایا: ﴿ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ ﴾ (القصص 6,5:28) ''اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ زمین (مصر) میں کمزور کردیے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ہم انھیں پیشوا بنائیں اور ہم انھیں (ملک کا) وارث کریں اور ہم زمین (مصر) میں انھیں قدرت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ان (کمزوروں کے ہاتھ) سے وہ چیز دکھادیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔''

قیصر و کسریٰ کے خزانوں کے مالک مسلمان: اور فرمایا: ﴿ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ ﴾ ''اور البتہ وہ ضرور ان کے لیے ان کے دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے مستحکم و مضبوط کردے گا۔'' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے اس وقت فرمایا تھا جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے: [أَتَعْرِفُ الْحِيرَةَ؟] ''کیا تم حیرہ کو جانتے ہو؟'' انھوں نے عرض کی کہ میں اسے جانتا نہیں لیکن اس کے بارے میں سن رکھا ہے، آپ نے فرمایا: [فَوَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَيُتِمَّنَّ اللّٰهُ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى تَخْرُجَ الظَّعِينَةُ مِنَ الْحِيرَةِ حَتّٰى تَطُوفَ بِالْبَيْتِ فِي غَيْرِ جِوَارِ أَحَدٍ وَّلَيُفْتَحَنَّ كُنُوزُ كِسْرَى بْنِ هُرْمُزَ] ''اس ذات اقدس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور مکمل فرمادے گا حتی کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے سفر کرکے آئے گی اور کسی کی پناہ کے بغیر وہ بیت اللہ کا طواف کرے گی، اور تم کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو بھی ضرور فتح کرلو گے۔'' میں نے عرض کی: کسریٰ بن ہرمز؟ آپ نے فرمایا: [نَعَمْ، كِسْرَى بْنُ هُرْمُزَ وَلَيُبْذَلَنَّ الْمَالُ حَتّٰى لَا يَقْبَلَهُ أَحَدٌ] ''ہاں، کسریٰ بن ہرمز اور مال کی اس قدر فراوانی ہوجائے گی کہ اسے کوئی قبول کرنے والا نہ ہوگا۔''

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 2628/8۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ہودج میں سوار ایک عورت حیرہ سے چل کر تن تنہا آئی اور کسی کی پناہ کے بغیر اس نے بیت اللہ کا طواف کیا۔ اور میں خود ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے کسریٰ بن ہرمز کے خزانوں کو فتح کیا تھا۔ اور اس پاک ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تیسری بات بھی ضرور پوری ہو کر رہے گی کیونکہ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہے۔[1]

اللہ اور بندوں کے حقوق: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ط﴾ ''وہ میری عبادت کریں گے (اور) میرے ساتھ کسی چیز کو بھی شریک نہ بنائیں گے۔'' امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے ان سے بیان کیا کہ ایک بار میں گدھے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھا اور میرے اور آپ کے درمیان صرف پالان کی لکڑی تھی، آپ نے فرمایا: [يَامُعَاذُ!] ''اے معاذ!'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر آپ کچھ وقت تک چلے اور فرمایا: [يَامُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ!] ''اے معاذ بن جبل!'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ حضرت معاذ نے کہا کہ پھر آپ کچھ وقت تک چلے اور فرمایا: [يَامُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ!] ''اے معاذ بن جبل!'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: [هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ؟] ''کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر کیا حق ہے؟'' میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: [فَإِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا] ''بے شک اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ بنائیں۔'' حضرت معاذ بیان کرتے ہیں کہ آپ کچھ دیر تک چلے، پھر فرمایا: [يَامُعَاذُ بْنَ جَبَلٍ!] ''اے معاذ بن جبل!'' میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں دل و جان سے حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: [فَهَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ إِذَا فَعَلُوا ذٰلِكَ؟] ''کیا تم جانتے ہو کہ بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے جب وہ یہ کام کریں؟'' میں نے عرض کی: اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: [فَإِنَّ حَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ أَنْ لَّا يُعَذِّبَهُمْ] ''بندوں کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ وہ انھیں عذاب نہ دے۔''[2] اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے صحیحین میں روایت کیا ہے۔[3]

ایک گروہ ہمیشہ غالب رہے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ﴿55﴾﴾ ''اور جو کوئی اس کے بعد کفر کرے تو وہی لوگ فاسق ہیں۔'' یعنی جو اس کے بعد میری اطاعت سے باہر ہو جائے تو وہ اپنے رب کے حکم سے باہر ہو گیا اور اپنے رب کے حکم سے باہر ہو جانا ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین

---

[1] صحیح البخاری، المناقب، باب علامات النبوۃ فی الإسلام، حدیث :3595 و مسند أحمد :257/4 و اللفظ له۔

[2] مسند أحمد :242/5 ۔ [3] صحیح البخاری، اللباس، باب إرداف الرجل خلف الرجل، حدیث :5967 و صحیح مسلم، الإیمان، باب الدلیل علی أن من مات......، حدیث :30۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿56﴾ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور تم نماز قائم کرو، اور زکاۃ دو، اور رسول کی اطاعت کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے﴿56﴾ اور کافروں کی بابت آپ یہ خیال نہ کریں کہ وہ زمین میں (اللہ کو) عاجز

7 ع 7 13 مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿57﴾

کر دینے والے ہیں، اور ان کا ٹھکانا آگ ہے، اور بلاشبہ وہ (واپسی کی) بری جگہ ہے﴿57﴾

اللہ تعالیٰ کے احکام کو سب سے زیادہ بجالانے والے اور اس کی سب سے زیادہ اطاعت کرنے والے تھے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کی اس اطاعت و فرماں برداری کے بقدر انھیں اپنی نصرت و حمایت سے سرفراز فرمایا، انھوں نے اللہ تعالیٰ کے کلمے کو مشرق و مغرب میں بلند کر دیا، اللہ تعالیٰ نے اس کے صلے میں انھیں زبردست تائید و حمایت سے نوازا اور انھیں تمام علاقوں اور ان کے باشندوں کا حاکم بنا دیا۔ ان کے بعد کے لوگوں نے جب احکامِ الٰہی میں کوتاہی شروع کر دی تو اسی حساب سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی تائید و نصرت بھی کم ہو گئی، البتہ صحیحین میں کئی سندوں سے مروی رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث موجود ہے کہ آپ نے فرمایا: [لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ، لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَذَلَهُمْ (وَلَا مَنْ خَالَفَهُمْ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ)] ''میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر ہونے کی وجہ سے غالب رہے گا، انھیں ذلیل و رسوا کرنے والا اور ان کی مخالفت کرنے والا قیامت کے دن تک انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔''①

ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں: [حَتّٰى يَأْتِيَ أَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كَذٰلِكَ] ''حتی کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آ جائے گا اور وہ اسی حال میں ہوں گے۔''② ایک اور روایت میں ہے کہ [حَتّٰى يُقَاتِلُوا الدَّجَّالَ] ''حتی کہ وہ دجال سے لڑائی کریں گے۔''③ ایک اور روایت میں ہے: [حَتّٰى يَنْزِلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَهُمْ ظَاهِرُونَ] ''حتی کہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہو جائیں گے اور وہ غالب ہی ہوں گے۔''④ یہ تمام روایات صحیح ہیں اور ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

تفسیر آیات: 57,56

نماز، زکاۃ اور اطاعت کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اقامت صلاۃ جو اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت ہے اور

① صحیح البخاری، المناقب، باب: 28، حدیث: 3640 عن مغیرة بن شعبة﷛ و3641 عن معاویة﷛ و صحیح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: [لاتزال طائفة من أمتي......]، حدیث: 1920 عن ثوبان﷛ و اللفظ له جبکہ قوسین والے الفاظ صحیح البخاري، المناقب، باب: 28، حدیث: 3641 عن معاوية﷛ و صحیح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: [لاتزال طائفة......]، حدیث: 1923 عن جابر بن عبدالله﷛ میں ہیں۔ ② صحیح مسلم، الإمارة، باب قوله ﷺ: [لاتزال طائفة من أمتي......]، حدیث: 1920 عن ثوبان﷛. ③ مسند أحمد: 434/4 عن عمران بن حصين﷛.
④ بعینہ یہ الفاظ ہمیں نہیں ملے البتہ مسند أبي يعلى الموصلي: 60,59/4، حدیث: 2078 عن جابر﷛ میں اس طرح کے الفاظ ہیں: [لَا تَزَالُ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ حَتّٰى يَنْزِلَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ......] جبکہ مفہوم دونوں کا ایک ہی ہے۔ اور اس کی سند میں ضعف تو ہے مگر اس کی تائید دوسری روایات سے ہوتی ہے، دیکھیے صحیح مسلم، الإيمان، باب نزول عيسى ابن مريم حاكما ......، حدیث: 156.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ

اے ایمان والو! جن (غلاموں اور لونڈیوں) کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک بنے ہیں اور (ان لڑکوں اور لڑکیوں کو) جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں، (انھیں)

ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ

چاہیے کہ تم سے تین بار اجازت مانگیں (پھر گھر میں داخل ہوں)، نماز فجر سے پہلے اور جب تم دوپہر کو کپڑے اتارتے ہو اور نماز عشاء کے بعد، (یہ) تین

الْعِشَآءِ ۫ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ

(وقت) تمھارے لیے پردے (کے) ہیں، ان (اوقات) کے بعد (بلا اجازت آنے سے) نہ تم پر اور نہ ان پر کوئی گناہ ہے، تم ایک دوسرے کے پاس بکثرت

بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿58﴾ وَاِذَا بَلَغَ

آیا جایا ہی کرتے ہو، اللہ اسی طرح تمھارے لیے (اپنی) آیات بیان کرتا ہے، اور اللہ خوب جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ﴿58﴾ اور جب تم میں سے

الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ

لڑکے (اور لڑکیاں) بلوغت کی حد کو پہنچ جائیں تو انھیں چاہیے کہ وہ بھی اسی طرح اجازت مانگیں جس طرح ان سے پہلے (ان کے بڑے) اجازت مانگتے

لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿59﴾ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا

رہے ہیں، اللہ اسی طرح تمھارے لیے اپنی آیات بیان کرتا ہے، اور اللہ بڑا جاننے والا، خوب حکمت والا ہے ﴿59﴾ اور (گھروں میں) بیٹھ رہنے والی

فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ

(عمر رسیدہ) عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں، تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (پردہ داری کے) کپڑے اتار دیں، جبکہ وہ (اپنی) زیب و زینت ظاہر

يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿60﴾

کرنے والی نہ ہوں اور ان کا اس سے بھی بچنا ان کے لیے بہت بہتر ہے، اور اللہ بڑا سننے والا، خوب جاننے والا ہے ﴿60﴾

ادائے زکاۃ جو کمزور وفقیر لوگوں پر احسان ہے، کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ ان کاموں کو بجا لاتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کریں، یعنی ان کے بارے میں آپ جو حکم دیں اس کے مطابق کام کریں اور جس بات سے آپ منع فرما دیں اس سے سختی سے اجتناب کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ایسا کرنے کی وجہ سے ان پر رحم فرمائے اور اس میں قطعاً کوئی شک نہیں جو لوگ یہ کام کریں گے اللہ تعالیٰ ان پر یقیناً رحم فرمائے گا جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ﴾ (التوبة 9:71) ”یہی لوگ ہیں جن پر اللہ ضرور رحم کرے گا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لَا تَحْسَبَنَّ﴾ یعنی اے محمد (ﷺ!) آپ یہ گمان نہ کریں کہ ﴿الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ”جنھوں نے کفر کیا“، جنھوں نے آپ کی مخالفت اور تکذیب کی ہے، ﴿مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ﴾ ”(ہم کو) زمین میں عاجز کر دینے والے ہیں۔“ یہ اللہ تعالیٰ کو مغلوب نہیں کر سکتے بلکہ اللہ تعالیٰ ان پر غالب و قادر ہے اور وہ انھیں شدید ترین عذاب دے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ﴾ ”اور ان کا ٹھکانا آگ ہے۔“ یعنی آخرت میں یہ جہنم رسید ہوں گے، ﴿وَلَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿57﴾﴾ ”اور بلا شبہ وہ واپسی کا برا ٹھکانا ہے۔“ کافروں کا انجام اور ٹھکانا بہت ہی برا ہے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات:58-60

غلاموں اور بچوں کے اجازت طلب کرنے کے اوقات: ان آیات کریمہ میں قریبی لوگوں کے ایک دوسرے سے اجازت طلب کرنے کا حکم ہے۔ سورۂ مبارکہ کے آغاز میں جس اجازت کے طلب کرنے کا حکم ہے وہ اجنبی لوگوں کے بارے میں ہے۔[1]

ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو یہ حکم دیا ہے کہ ان کے خادم، غلام اور نابالغ بچے بھی ان سے تین اوقات میں اجازت لیا کریں: (1) صبح کی نماز سے پہلے، اس لیے کہ اس وقت لوگ اپنے بستروں میں سوئے ہوتے ہیں۔ (2) ﴿وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ﴾ ''اور دوپہر کو جب تم کپڑے اتار دیتے ہو۔'' یعنی قیلولہ کے وقت کیونکہ اس وقت انسان اپنے کپڑے اتار کر اپنی بیوی کے ساتھ بھی لیٹ سکتا ہے۔ (3) ﴿وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ﴾ ''اور عشاء کی نماز کے بعد۔'' کیونکہ یہ سونے کا وقت ہے۔ خادموں اور بچوں کو حکم ہے کہ وہ ان اوقات میں اہل خانہ کے ہاں اجازت لیے بغیر اچانک نہ آ جایا کریں کیونکہ ہو سکتا ہے کہ انسان اپنی بیوی کے ساتھ مشغول ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۭ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ۭ﴾ ''(یہ) تین (وقت) تمھارے لیے پردے (کے) ہیں ان (اوقات) کے بعد (بلا اجازت آنے پر) نہ تم پر کچھ گناہ ہے اور نہ ان پر۔''

یعنی اگر وہ ان اوقات کے علاوہ دیگر اوقات میں تمھارے پاس آئیں تو انھیں آنے دینے کی وجہ سے تم پر کوئی گناہ نہیں اور نہ ان پر کوئی گناہ ہے اگرچہ وہ کوئی ناپسندیدہ چیز بھی دیکھ لیں کیونکہ انھیں آنے کی تم نے اجازت دے رکھی ہے اور وہ خدمت وغیرہ کے لیے تمھارے پاس آتے جاتے رہتے ہیں اور آنے جانے والوں کے لیے معافی ہے جو دوسروں کے لیے نہیں ہے۔ یہ آیت کریمہ محکم ہے اور ہرگز منسوخ نہیں ہے لیکن اس کے مطابق لوگوں کا عمل بہت کم ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی لوگوں کے اس طرز عمل پر تنقید کی تھی۔[2]

امام ابوداود نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آیتِ اذن پر اکثر لوگ (کماحقہ) ایمان نہیں لائے، حالانکہ میں اپنی اس لونڈی کو حکم دیتا ہوں کہ وہ ان اوقات میں اجازت لے کر آیا کرے۔ امام ابوداود رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ عطاء نے بھی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ وہ اپنی باندی کو یہ حکم دیتے تھے۔[3]

ثوری نے موسیٰ بن ابو عائشہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام شعبی سے آیت کریمہ: ﴿لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ﴾ ''چاہیے کہ تم سے اجازت طلب کریں وہ لوگ جن کے تمھارے دائیں ہاتھ مالک بنے ہیں'' کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ آیت منسوخ نہیں ہے، میں نے عرض کی کہ لوگ اس کے مطابق عمل نہیں کرتے تو انھوں نے

---

[1] دیکھیے النور، آیات: 27-29 کے ذیل میں عنوان: ''گھروں میں داخلے اور اجازت کے آداب'' [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 2632/8. [3] سنن أبي داود، الأدب، باب في الاستئذان في العورات الثلاث، حديث: 5191.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جواب میں فرمایا: اللہ ہی سے مدد مطلوب ہے۔[1]

پھر فرمایا: ﴿ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ﴾ ''اور جب تم میں سے بچے بلوغت کی حد کو پہنچ جائیں تو انھیں بھی (اسی طرح) اجازت لینی چاہیے جس طرح ان سے پہلے (ان کے بڑے) اجازت حاصل کرتے رہے ہیں۔'' یعنی وہی بچے جو پردے کے ان تین اوقات میں اجازت لیتے رہے ہیں بالغ ہونے کے بعد وہ صرف انھی تین اوقات ہی میں نہیں بلکہ ہر وقت اجازت لے کر اندر آئیں، یعنی یہ حکم اجنبی لوگوں کے حوالے سے اور ان کیفیتوں کے بارے میں ہے جب آدمی اپنی بیوی کے ساتھ ہوتا ہے کہ وہ جب بھی آئیں تو اجازت لے کر آئیں، خواہ ان تین اوقات میں سے کوئی وقت نہ بھی ہو، ان کے لیے ہر حال میں اجازت لینا ضروری ہے۔

زیادہ بوڑھی عورتیں پردہ نہ بھی کریں تو گناہ نہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ ﴾ ''اور (گھروں میں) بیٹھ رہنے والی (عمر رسیدہ) عورتیں۔'' سعید بن جبیر، مُقاتل بن حَیّان، ضَحّاک اور قتادہ کا قول ہے کہ ان سے مراد وہ عورتیں ہیں جن کا حیض منقطع ہو چکا ہو اور اب وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل نہ رہی ہوں۔[2] ﴿ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا ﴾ ''جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں۔'' یعنی اب ان میں شادی کی کوئی رغبت نہیں رہی۔ ﴿ فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ﴾ ''تو ان پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ اپنے (پردہ داری کے) کپڑے اتار دیں جبکہ وہ (اپنی) زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں۔'' یعنی ان کے لیے پردے کی اس طرح پابندی نہیں ہے جس طرح دیگر عورتوں کے لیے ہے۔

امام ابوداود نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ ﴾ (النور 24:31) ''اور آپ مومن عورتوں سے کہہ دیجیے کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں'' کے عمومی حکم کو منسوخ کر دیا گیا اور حسب ذیل آیت (پہلی آیت کے عمومی حکم کی ناسخ ہے اور) اس سے مستثنیٰ ہے: ﴿ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا ﴾ ...... الآیۃ ''اور (گھروں میں) بیٹھ رہنے والی (عمر رسیدہ) عورتیں جو نکاح کی امید نہیں رکھتیں......''[3] اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ ﴿ فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ ﴾ ''تو ان پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ اپنے (پردہ داری کے) کپڑے اتار دیں'' کے بارے میں فرماتے ہیں کہ کپڑوں سے مراد اوڑھنی یا چادر ہے۔[4] ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہم، مجاہد، سعید بن جبیر، ابوشعثاء، ابراہیم نخعی، حسن، قتادہ، زہری، اوزاعی رحمہم اللہ اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[5]

سعید بن جبیر نے ﴿ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ﴾ ''زیب و زینت ظاہر کرنے والی نہ ہوں'' کے بارے میں فرمایا ہے کہ اوڑھنی یا چادر اتار دینے سے ان کا مقصود زیب و زینت کا اظہار نہ ہو۔[6] اور فرمایا: ﴿ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ﴾ ''اور

---

[1] تفسیر الطبری: 216/18 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2633/8. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 2640,2639/8. [3] سنن أبی داود، اللباس، باب فی قوله تعالیٰ: ﴿ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ ﴾ ...... (النور 24:31)، حدیث: 4111. [4] تفسیر الطبری: 221/18. [5] تفسیر ابن أبی حاتم: 2641,2640/8 و تفسیر الطبری: 222,221/18. [6] تفسیر ابن أبی حاتم: 2642/8.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ

اندھے پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے ہی پر حرج ہے اور نہ مریض پر ہی کوئی حرج ہے اور نہ خود تمھی پر (کوئی حرج ہے) کہ تم اپنے گھروں

اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں یا اپنی ماؤں کے گھروں یا اپنے بھائیوں کے گھروں یا اپنی بہنوں کے گھروں یا اپنے چچاؤں

اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ

کے گھروں یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں یا اپنے ماموؤں کے گھروں یا اپنی خالاؤں کے گھروں یا (ان گھروں سے) جن کی چابیوں

اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ط لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ط

کے تم مالک ہو یا اپنے دوستوں (کے گھروں) سے، (اس میں بھی) تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ، پھر جب تم

فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَيِّبَةً ط

گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں پر سلام کہو، (یہ) اللہ کی طرف سے بابرکت (اور) پاکیزہ تحفہ ہے، اسی طرح اللہ تمھارے لیے

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ع ﴿61﴾ 8 ع 4 14

آیات بیان کرتا ہے، تاکہ تم سمجھو ﴿61﴾

یہ کہ وہ اس سے بھی بچیں (تو یہ) ان کے حق میں بہت بہتر ہے۔'' یعنی اگرچہ ان کے لیے کپڑے اتار کر سر ننگا کرنا جائز تو ہے مگر بہتر اور افضل یہ ہے کہ وہ ایسا نہ کریں۔ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿60﴾ ''اور اللہ خوب سننے والا، بڑا جاننے والا ہے۔''

تفسیر آیت:61

قریبی رشتہ داروں کے گھروں سے کھانا کھانا: اس آیت کریمہ سے مراد یہ ہے کہ لوگ نابینا آدمی کے ساتھ کھانا کھانے میں حرج سمجھتے تھے کیونکہ وہ کھانے اور اس کی اچھی چیزوں کو نہیں دیکھ سکتا، لہٰذا ہوسکتا ہے کہ اس کے ساتھ کھانے والا کوئی دوسرا شخص اچھی چیزوں کو اس سے پہلے کھا لے، اسی طرح وہ لنگڑے آدمی کے ساتھ کھانا کھانے میں بھی حرج سمجھتے تھے کیونکہ اس کے لیے صحیح طور پر بیٹھنا ممکن نہیں ہوتا اور اس کے ساتھ بیٹھ کر کھانے والا اس سے زیادہ کھا لیتا ہے، اسی طرح مریض انسان بھی دوسرے لوگوں کی طرح صحیح طور پر نہیں کھا سکتا، لہٰذا وہ اس قسم کے لوگوں کے ساتھ کھانا کھانے میں حرج محسوس کرتے تھے تاکہ ان پر ظلم نہ ہو تو اس آیت کریمہ کو نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے کی اجازت عطا فرما دی، یہ سعید بن جبیر اور مِقسم کا قول ہے۔[1]

ضحاک کا قول ہے کہ بعثت سے پہلے لوگ اس طرح کے لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا کھانے میں حرج سمجھتے تھے ایک تو اس لیے کہ وہ ان سے نفرت کرتے تھے اور دوسرے اس لیے کہ وہ ان سے زیادہ نہ کھالیں تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرما دیا۔[2]

① تفسیر ابن أبی حاتم : 2643/8 ۔ ② تفسیر الطبری : 223/18 وتفسیر ابن أبی حاتم : 2644,2643/8۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

عبدالرزاق نے مجاہد سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ ......﴾ الآیة ''نہ تو اندھے پر کچھ حرج ہے......'' کے بارے میں روایت کیا ہے کہ بعض لوگ کسی نابینے یا لنگڑے یا مریض کو اپنے باپ یا اپنے بھائی یا اپنی بہن یا اپنی پھوپھی یا اپنی خالہ وغیرہ کے گھر میں لے جایا کرتے تھے تو یہ لوگ اس میں حرج محسوس کرتے اور کہتے کہ یہ ہمیں اپنے گھروں کے بجائے دوسروں کے گھروں میں لے جاتے ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں اس کی رخصت دے دی گئی۔[1] سدی کہتے ہیں کہ اس آیت: ﴿وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ﴾ ''اور نہ خود تمھی پر (کوئی حرج ہے) کہ تم اپنے گھروں سے یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے کھاؤ'' کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ یا بھائی یا بیٹے کے گھر میں جاتا تو خاتون خانہ اسے کھانے کے لیے کچھ دیتی تو یہ اس لیے نہ کھاتا کہ صاحب خانہ گھر میں موجود نہیں ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ: ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ط﴾ ''تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم مل کر کھاؤ یا الگ الگ'' کو نازل فرمایا تھا۔[2]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ﴾ ''اور نہ خود تمھی پر (کوئی حرج ہے) کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ۔'' یہ بات تو معلوم ہی ہے لیکن اس کا ذکر اس لیے کیا گیا تاکہ لفظی طور پر دوسروں کا اس پر عطف ڈالا جا سکے اور مابعد کے حکم میں برابری پیدا کر دی جائے۔ بیٹوں کے گھروں کا بھی یہی حکم ہے۔ ان کے گھروں سے کھانے کے بارے میں کوئی نص نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ آیت کریمہ سے ان لوگوں نے استدلال کیا ہے کہ بیٹے کا مال باپ کے مال کے قائم مقام ہوتا ہے۔ مسند اور سنن میں کئی سندوں سے یہ حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [أَنْتَ وَمَالُكَ لِأَبِيكَ] ''تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''[3]

﴿اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآىِٕكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ﴾ ''یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان (گھروں) سے جن کی کنجیوں کے تم مالک بنے ہو۔'' اس کا مفہوم واضح ہے۔ اس آیت سے بعض لوگوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ قرابت داروں کا نان ونفقہ آپس میں ایک دوسرے پر واجب ہے۔ سعید بن جبیر اور سدی ﴿اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ﴾ ''یا ان (گھروں) سے جن کی کنجیوں کے تم مالک بنے ہو'' کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس سے خادم اور غلام وغیرہ مراد ہے کہ اس کے پاس جو کھانا رکھا گیا ہو تو دستور کے

[1] تفسیر عبدالرزاق :448,447/2، رقم :2066 و تفسیر الطبری :224/18۔ [2] تفسیر ابن أبی حاتم :2646/8۔

[3] سنن ابن ماجه، التجارات، باب ماللرجل من مال......، حدیث:2292 و سنن أبی داود، البیوع، باب الرجل یأکل من مال ولده، حدیث:3530 و مسند أحمد :204/2 عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مطابق اس سے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ ①

زہری نے عروہ سے اور انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ مسلمان رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سفر پر جایا کرتے تھے اور جاتے وقت اپنے گھروں کی چابیاں اپنے غلاموں اور ملازموں کو دے دیتے تھے اور کہتے کہ ہم نے تمھارے لیے اس بات کو حلال قرار دے دیا ہے کہ تم بوقت ضرورت کھا سکتے ہو، خدام و غلام جواب دیتے کہ یہ حلال نہیں کہ ہم کھائیں کیونکہ انھوں نے بادل نخواستہ اس کی اجازت دی ہے، ہم تو محض امین ہیں، تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ﴿ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ ﴾ ''یا ان (گھروں) سے جن کی چابیوں کے تم مالک بنے ہو'' کے الفاظ نازل فرما دیے۔ ②

﴿ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ﴾ ''یا اپنے دوستوں (کے گھروں) سے۔'' یعنی اس میں بھی کوئی گناہ نہیں کہ تم اپنے دوست احباب کے گھروں سے کھاؤ جب تمھیں یہ معلوم ہو کہ تمھارا ان کے گھروں سے کھانا ان پر گراں نہیں گزرے گا اور نہ وہ اسے ناپسند کریں گے۔ ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ﴾ ''(اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا جدا جدا۔'' علی بن ابوطلحہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ ﴾ (النسآء 4:29) ''اے مومنو! تم آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔'' تو مسلمانوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں منع فرمایا ہے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق کھائیں اور کھانا سب سے افضل مال ہے، لہٰذا کسی کے لیے یہ حلال نہیں کہ وہ کسی کے ہاں کھانا کھائے تو لوگ ایک دوسرے کے ہاں کھانا کھانے سے رک گئے تو اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کو نازل فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ اَوْ صَدِيْقِكُمْ ﴾ ''اندھے پر کوئی حرج نہیں اور نہ لنگڑے ہی پر کوئی حرج ہے اور نہ مریض ہی پر کوئی حرج ہے اور نہ خود تم پر (کوئی حرج ہے) کہ تم اپنے گھروں سے کھاؤ یا اپنے باپ دادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموؤں کے گھروں سے یا اپنی خالاؤں کے گھروں سے یا ان (گھروں) سے جن کی چابیوں کے تم مالک بنے ہو یا اپنے دوستوں (کے گھروں) سے۔'' اسی طرح وہ اس بات کو بھی ناپسند کرتے اور اس میں حرج سمجھتے تھے کہ کوئی اکیلا ہی کھانا کھائے اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا انسان شریک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے اس کی رخصت عطا کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ﴾ ''(اور اس کا بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھانا کھاؤ یا جدا جدا۔'' ③

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2647/8. ② کشف الأستار، التفسیر، باب سورة النور: 62,61/3، حدیث: 2241 وتفسیر ابن أبي حاتم: 2647,2646/8. ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 2648/8 و تفسیر الطبري: 223/18 و 228.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قتادہ کہتے ہیں کہ بنوکنانہ کے لوگ زمانۂ جاہلیت میں اس بات کو بہت عار سمجھتے تھے کہ ان میں سے کوئی شخص اکیلا کھانا کھائے حتی کہ ایک بھوکا شخص اونٹ کو چلاتا تاکہ وہ کسی ایسے انسان کو پاسکے جسے اپنے ساتھ کھلائے اور پلائے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا کہ ﴿لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِيْعًا اَوْ اَشْتَاتًا ط﴾ ''(اس میں بھی) تم پر کچھ گناہ نہیں کہ سب مل کر کھاؤ یا جدا جدا۔''[1] اللہ تعالیٰ نے رخصت عطا فرمادی ہے کہ اگر انسان چاہے تو وہ اکیلا بھی کھانا کھا سکتا ہے اور دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر بھی، گو لوگوں کے ساتھ مل کر کھانا زیادہ بابرکت اور افضل ہے۔

مل جل کر کھانے میں برکت ہے: امام احمد نے وحشی بن حرب سے، انھوں نے اپنے باپ اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ ہم کھانا کھاتے ہیں مگر سیر نہیں ہوتے، آپ نے فرمایا: [فَلَعَلَّكُمْ تَأْكُلُونَ مُتَفَرِّقِينَ؟ اِجْتَمِعُوا عَلٰى طَعَامِكُمْ، وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ، يُبَارَكْ لَكُمْ فِيهِ] ''تم لوگ شاید جدا جدا کھاتے ہو؟ اکٹھے کھانا کھایا کرو اور اللہ تعالیٰ کے نام سے کھایا کرو، اس سے تمھارے کھانے میں برکت ہوگی۔''[2] اس کو امام ابوداود اور ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔[3] اور امام ابن ماجہ ہی نے سالم سے، انھوں نے اپنے باپ سے اور انھوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [كُلُوا جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا، فَإِنَّ الْبَرَكَةَ مَعَ الْجَمَاعَةِ] ''تم سب مل کر کھاؤ اور جدا جدا نہ کھایا کرو، برکت مل جل کر ہی کھانے میں ہے۔''[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ﴾ ''پھر جب تم گھروں میں داخل ہو تو اپنے لوگوں (گھر والوں) کو سلام کیا کرو۔'' سعید بن جبیر، حسن بصری، قتادہ اور زہری کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ایک دوسرے کو سلام کیا کرو۔[5] ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے ابوزبیر نے خبر دی کہ میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ جب اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ تو انھیں سلام کیا کرو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مبارک اور پاکیزہ تحفہ ہے، آپ سلام کہنے کو واجب سمجھتے تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ مجھے زیاد نے ابن طاؤس سے خبر دی کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی اپنے گھر میں داخل ہو تو وہ سلام کیا کرے۔[6]

مجاہد کہتے ہیں کہ جب مسجد میں جاؤ تو کہو: اَلسَّلَامُ عَلٰى رَسُولِ اللّٰهِ ''اللہ کے رسول پر سلام۔'' جب گھر والوں کے پاس جاؤ تو انھیں سلام کیا کرو اور جب کسی ایسے گھر میں جاؤ جہاں کوئی نہ ہو تو کہو: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ ''ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔''[7] اسے اس بات کا حکم ہے کہ وہ اس طرح سلام کرے، نیز ہم سے بیان کیا گیا

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 2649/8. [2] مسند أحمد: 501/3. [3] سنن أبي داود، الأطعمة، باب في الاجتماع على الطعام، حديث: 3764 وسنن ابن ماجه، الأطعمة، باب الاجتماع على الطعام، حديث: 3286. [4] سنن ابن ماجه، الأطعمة، باب الاجتماع على الطعام، حديث: 3287. [5] تفسير الطبري: 229/18 و231 وتفسير ابن أبي حاتم: 2649/8 و2651. [6] تفسير الطبري: 229/18. [7] تفسير ابن أبي حاتم: 2650/8 وتفسير عبدالرزاق: 449/2، رقم: 2073.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَاِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰٓى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ

بس مومن تو صرف وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے، اور جب وہ رسول کے ساتھ کسی اجتماعی کام پر ہوتے ہیں تو آپ سے اجازت لیے

يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

بغیر (وہاں سے) چلے نہیں جاتے، (اے نبی!) بلاشبہ جو لوگ آپ سے اجازت مانگتے ہیں وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں،

وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ

چنانچہ جب وہ اپنے کسی کام کے لیے آپ سے اجازت مانگیں تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دیں، اور ان کے لیے اللہ سے مغفرت مانگیں،

لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿62﴾

بے شک اللہ بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے ﴿62﴾

ہے کہ اس صورت میں فرشتے اس کے سلام کا جواب دیتے ہیں۔[1] اور فرمایا: ﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿61﴾﴾ ''اس طرح اللہ تمھارے لیے (اپنی) آیتیں کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم سمجھو۔'' اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ کریمہ میں شریعت کے مضبوط و محکم احکام کو بیان فرمایا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی اس طرف بھی توجہ مبذول کروائی کہ وہ اپنے بندوں کے لیے صاف شفاف آیات کو بیان فرماتا ہے تاکہ وہ غور و فکر سے کام لیں اور ان آیات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔

تفسیر آیت :62

مل جل کر کرنے والے کام سے جانے کے لیے اجازت طلب کرنا: یہ ادب ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو سکھایا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اندر داخل ہونے کے وقت اجازت طلب کرنے کا حکم دیا تھا ایسے ہی جاتے وقت بھی اجازت طلب کرنے کا حکم دیا ہے خصوصاً جبکہ مومن رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کسی ایسے معاملے میں شامل ہوں جو اجتماعی طور پر کرنے والا ہو، مثلاً: نماز جمعہ یا نماز عید یا نماز باجماعت یا کسی مشورے وغیرہ کی مجلس۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس طرح کی صورت میں وہ رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کیے بغیر نہ جائیں اور جو لوگ یہ طرز عمل اختیار کریں گے وہی کامل مومن ہوں گے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ کو حکم دیا ہے کہ اس طرح کے موقع پر اگر کوئی مومن آپ سے اجازت طلب کرے اور آپ چاہیں تو اسے اجازت عطا فرما دیں: ﴿فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ﴾ ''تو آپ ان میں سے جسے چاہیں اجازت دے دیا کریں اور ان کے لیے اللہ سے بخشش مانگیں۔'' امام ابوداود رحمہ اللہ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا انْتَهَى أَحَدُكُمْ إِلَى الْمَجْلِسِ فَلْيُسَلِّمْ، فَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّقُومَ فَلْيُسَلِّمْ، فَلَيْسَتِ الْأُولٰى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ] ''جب تم میں سے کوئی مجلس میں پہنچے تو سلام کرے اور جب مجلس سے اٹھنا چاہے تو سلام کرے۔ پہلی دفعہ سلام کرنا آخری سلام سے زیادہ ضروری نہیں ہے۔''[2] اسی طرح اس کو ترمذی اور نسائی

[1] تفسیر ابن أبي حاتم : 2651/8 . [2] سنن أبي داود، الأدب، باب في السلام إذا قام من المجلس، حديث: 5208 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

تم رسول کے بلانے کو باہم ایک دوسرے کو بلانے کے مانند نہ ٹھہراؤ۔ یقیناً اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں،

يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ

لہٰذا چاہیے کہ جو لوگ اس (اللہ اور اس کے رسول) کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہیں، اس (بات) سے ڈریں کہ انھیں کوئی آزمائش آپڑے یا انھیں

اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿63﴾

دردناک عذاب آلے ﴿63﴾

نے روایت کیا اور ترمذی نے حسن قرار دیا ہے۔[1]

تفسیر آیت:63

نبی اکرم ﷺ سے مخاطب ہوتے وقت ادب کی تلقین: ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ لوگ رسول اللہ ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے تھے: اے محمد! اے ابوالقاسم! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی تعظیم کی وجہ سے آپ سے اس طرح نام لے کر مخاطب ہونے سے منع فرما دیا اور فرمایا کہ تم ان سے مخاطب ہوتے ہوئے: اے اللہ کے نبی! اے اللہ کے رسول! کہو۔[2] مجاہد اور سعید بن جبیر نے بھی اسی طرح بیان کیا ہے۔[3] قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے ادب واحترام اور آپ کی تعظیم وتکریم کو ملحوظ رکھا جائے۔[4] مقاتل بن حیان نے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا﴾ ''تم پیغمبر کے بلانے کو آپس میں ایک دوسرے کو بلانے کے مانند نہ ٹھہراؤ'' کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ جب تم اُن کو بلاؤ تو اُن کو ''یا محمد'' کہہ کر نہ بلاؤ اور اے عبداللہ کے بیٹے کہہ کر بھی نہ بلاؤ بلکہ ادب واحترام کے ساتھ آپ کو اے اللہ کے نبی! اے اللہ کے رسول! کہہ کر بلاؤ۔[5]

اس ارشاد باری تعالیٰ کے مفہوم کے بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ عقیدہ نہ رکھو کہ آپ کی دعا دوسرے انسانوں کی دعا کی طرح ہے کیونکہ آپ کی دعا تو بارگاہِ الٰہی میں فوراً قبول ہو جاتی ہے، لہٰذا ڈرو کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ تمھارے بارے میں بددعا کر دیں اور تم ہلاک ہو جاؤ۔ اس قول کو ابن ابو حاتم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری اور عطیہ عوفی سے روایت کیا ہے۔[6] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا﴾ ''بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔'' مُقاتل بن حیان کا قول ہے کہ اس سے مراد منافقین ہیں، ان پر جمعہ کے دن

---

[1] جامع الترمذي، الاستئذان، باب ماجاء في التسليم عندالقيام وعندالقعود، حديث: 2706 والسنن الكبرى للنسائي، عمل اليوم والليلة، باب مايقول إذا قام: 100/6، حديث: 10201. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 2655,2654/18.
[3] تفسير ابن أبي حاتم: 2655/8 و تفسير الطبري: 235/18. [4] تفسير ابن أبي حاتم: 2655/8. [5] تفسير ابن أبي حاتم: 2655/8. [6] تفسير ابن أبي حاتم: 2655/8.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ط وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ

خبردار! بلاشبہ اللہ ہی کے لیے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، یقیناً وہ اس (روش) کو جانتا ہے جس پر تم ہو، اور جس دن وہ اس کی طرف لوٹائے

فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ط وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿64﴾ ع

9 ع 3 15

جائیں گے تو وہ انھیں خبر دے گا جو انھوں نے عمل کیے، اور اللہ ہر شے کو خوب جانتا ہے ﴿64﴾

آگ سے دور ہو جاؤ! مگر تم مجھ پر غالب آ کر آگ میں کو درہے ہو۔‘‘[1] اس کو امام بخاری اور مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

تفسیر آیت:64

جس طریق پر تم ہو اللہ اسے جانتا ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، چھپی اور ظاہر باتوں کو جاننے والا ہے اور وہ جانتا ہے کہ بندے اپنی ظاہری و باطنی حالتوں میں کس طرح کے کام کرتے ہیں۔ پس فرمایا: ﴿قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ط﴾ ’’یقیناً وہ اس (طریق) کو جانتا ہے جس پر تم ہو۔‘‘ قَدْ تحقیق کے لیے آتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے فرمایا: ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ لِوَاذًا ج﴾ (النور 24:63) ’’بے شک اللہ ان لوگوں کو جانتا ہے جو تم میں سے آڑ لیتے ہوئے کھسک جاتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الْمُعَوِّقِيْنَ مِنْكُمْ ......﴾ الآية (الأحزاب 33:18) ’’بے شک اللہ تم میں سے انھیں جانتا ہے جو (جہاد میں) رکاوٹیں ڈالنے والے ہیں......‘‘ اور فرمایا: ﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ ......﴾ الآية (المجادلة 58:1) ’’(اے پیغمبر!) جو عورت آپ سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث و جدال کرتی تھی بے شک اللہ نے اس کی التجا سن لی......‘‘ اور فرمایا: ﴿قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِيْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ○﴾ (الأنعام 6:33) ’’(اے نبی!) تحقیق ہم کو معلوم ہے کہ ان (کافروں) کی باتیں یقیناً آپ کو رنج پہنچاتی ہیں، پس یہ آپ کی تکذیب نہیں کرتے بلکہ ظالم اللہ کی آیتوں سے انکار کرتے ہیں۔‘‘ اور فرمایا: ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ج ......﴾ الآية (البقرة 2:144) ’’(اے محمد!) بے شک ہم آپ کے چہرے کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں......‘‘

ان تمام آیات کریمہ میں تحقیق فعل کے لیے حرف قد کو استعمال کیا گیا ہے جس طرح مؤذن تحقیق و ثبوت کے اظہار کے لیے تکبیر میں کہتا ہے: [قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ، قَدْ قَامَتِ الصَّلَاةُ] ’’بے شک نماز کھڑی ہوگئی، تحقیق نماز کھڑی ہوگئی۔‘‘[3]

پس اللہ تعالیٰ کا قول: ﴿قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ط﴾ ’’یقیناً وہ اس (روش) کو جانتا ہے جس پر تم ہو‘‘ کے معنی یہ ہوئے کہ جس طریق پر تم ہو بے شک وہ اس کو جانتا اور دیکھتا ہے اور اس سے ذرہ بھر بھی کوئی چیز مخفی نہیں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ○ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ○ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ○ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○﴾ (الشعرآء 26:217-220)

---

[1] مسند أحمد: 2/312، البتہ قوسین والا لفظ صحيح مسلم، الفضائل، باب شفقته ﷺ على أمته......، حديث: 2285 عن جابر ؓ میں ہے۔ [2] صحيح البخاري، الرقاق، باب الانتهاء عن المعاصي، حديث: 6483 وصحيح مسلم، الفضائل، باب شفقته ﷺ على أمته......، حديث: (18)-2284. [3] سنن أبي داود، الصلاة، باب كيف الأذان، حديث: 499.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

آپ کی گفتگو، یعنی خطبہ جمعہ سننا بہت گراں ہوتا تھا تو وہ بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی آڑ میں مسجد سے باہر نکل جایا کرتے تھے، حالانکہ جمعہ کے دن خطبہ شروع ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر مسجد سے باہر نکلنا جائز نہ تھا، ان میں سے اگر کوئی باہر جانا چاہتا تو وہ انگلی کے اشارے کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کرتا اور آپ اسے اجازت دے دیتے، اسے بات کرنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ ارشاد فرمانے کے دوران میں بات کرنے سے اس کا جمعہ باطل ہو جاتا تھا۔[1] سدی کہتے ہیں کہ جب مومن کسی معاملے کے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جمع ہوتے تو منافقین ایک دوسرے کی اوٹ میں باہر نکل کر آپ کی نظروں سے اوجھل ہو جایا کرتے تھے۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کی ممانعت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ﴾ ''تو جو لوگ ان (رسول) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انھیں ڈرنا چاہیے۔'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مراد آپ کا رستہ، منہاج، طریقہ، سنت اور شریعت ہے۔ اقوال واعمال کے پرکھنے اور جانچنے کے لیے آپ کے ارشادات واعمال کسوٹی ہیں جو اقوال و اعمال آپ کی سنت کے مطابق ہوں گے وہ مقبول اور جو خلاف ہوں گے وہ مردود ہیں، خواہ ان کا کہنے والا یا کرنے والا کوئی بھی ہو جیسا کہ صحیحین اور دیگر کتب حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَّيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ] ''جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس کے بارے میں ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ مردود ہے۔''[3]

لہٰذا جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی ظاہری یا باطنی طور پر مخالفت کریں تو انھیں اس سے ڈرنا چاہیے: ﴿أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ﴾ ''کہ (ایسا نہ ہو کہ) انھیں کوئی آزمائش آپڑے۔'' ان کے دلوں پر کفر یا نفاق یا بدعت کی وجہ سے کوئی آفت ومصیبت پڑ جائے۔ ﴿أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾﴾ ''یا انھیں دردناک عذاب آلے۔'' یعنی دنیا میں قتل یا حد یا سزائے قید وغیرہ کی صورت میں جیسا کہ امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [مَثَلِي (وَمَثَلُكُمْ) كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا، فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهَا جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِي يَقَعْنَ فِي النَّارِ يَقَعْنَ فِيهَا وَجَعَلَ يَحْجِزُهُنَّ وَيَغْلِبْنَهُ فَيَتَقَحَّمْنَ فِيهَا، قَالَ: فَذٰلِكُمْ مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ، أَنَا آخِذٌ بِحُجَزِكُمْ عَنِ النَّارِ: هَلُمَّ عَنِ النَّارِ! هَلُمَّ عَنِ النَّارِ! فَتَغْلِبُونِي تَقْتَحِمُونَ فِيهَا] ''میری اور تمھاری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، جب آگ نے اپنے گردوپیش کو روشن کر دیا تو یہ پتنگے اور آگ میں گرنے والے حشرات الارض (مچھر وغیرہ) اس میں گرنا شروع ہو گئے اور اس شخص نے ان کو آگ سے دور ہٹانا شروع کیا مگر وہ اس پر غالب آکر آگ میں گرنے لگے، آپ نے فرمایا: یہ ہے میری اور تمھاری مثال! میں تمھیں کمر سے پکڑ پکڑ کر آگ سے دور ہٹا رہا ہوں (کہ لوگو!) آگ سے دور ہو جاؤ!

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 2656/8 یہ روایت ضعیف ہے۔ [2] تفسير ابن أبي حاتم: 2656/8 یہ روایت ضعیف ہے۔ [3] صحيح البخاري، الاعتصام بالكتاب والسنة، باب إذا اجتهد العامل ......، قبل الحديث: 7350، 7351 اور دیکھیے حدیث: 2697 وصحيح مسلم، الأقضية، باب نقض الأحكام ......، حديث: (18)-1718 عن عائشة رضی اللہ عنہا۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''اور آپ (اللہ) غالب (اور) بڑے مہربان پر بھروسا کریں جو آپ کو جب آپ (تہجد کے وقت) اٹھتے ہیں دیکھتا ہے اور سجدہ کرنے والوں میں بھی آپ کی نقل وحرکت کو (دیکھتا ہے)، بے شک وہی خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّ مَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَآءِ وَلَاۤ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَاۤ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (یونس 61:10) ''اور آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں اور اس کی طرف سے (نازل شدہ) قرآن میں سے جو کچھ بھی پڑھتے ہیں اور تم لوگ جو بھی عمل کرتے ہو، جب تم اس میں مصروف ہوتے ہو، ہم تمھیں دیکھ رہے ہوتے ہیں اور آپ کے پروردگار سے ذرّہ برابر بھی کوئی چیز نہ زمین میں پوشیدہ ہوتی ہے اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے اور نہ بڑی مگر واضح کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔''

اور فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ ۚ ﴾ (الرعد 33:13) ''تو بھلا وہ (اللہ) جو ہر نفس (کے اعمال) پر نگران (ونگہبان) ہے جو اس نے کمائے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے تمام اچھے اور برے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ ...... ﴾ الآیة (ھود 5:11) ''خبردار! جب وہ اپنے کپڑے اوڑھتے ہیں (تب بھی) اللہ جانتا ہے جو وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں......'' اور فرمایا: ﴿ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝ ﴾ (الرعد 10:13) ''جو کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یا رات کو کہیں چھپ جائے یا دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلے پھرے (اس کے نزدیک) برابر ہے۔''

اور فرمایا: ﴿ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (ھود 6:11) ''اور زمین میں کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اس کا رزق اللہ کے ذمے ہے وہ جہاں رہتا ہے اسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اسے بھی، یہ سب کچھ واضح کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ ﴾ (الأنعام 59:6) ''اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور اسے خشکی اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے اور کوئی پتا نہیں گرتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی تر اور سوکھی چیز نہیں ہے مگر کھلی کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔'' اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات واحادیث مبارکہ ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ ''اور جس روز وہ (لوگ) اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔'' یعنی جس دن مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹایا جائے گا اور وہ قیامت کا دن ہے۔ ﴿ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ؕ ﴾ ''تو جو عمل وہ کرتے رہے وہ انھیں بتادے گا۔'' یعنی انھوں نے دنیا میں عظیم یا حقیر، چھوٹے یا بڑے جو عمل بھی کیے ہوں گے وہ ان کے بارے میں

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انھیں بتادے گا۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ يُنَبَّؤُا الْإِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ بِمَا قَدَّمَ وَأَخَّرَ ۝ ﴾ (القيمة 13:75) ''اس دن انسان کو جو (عمل) اس نے آگے بھیجا اور پیچھے چھوڑا، سب بتادیا جائے گا۔''

اور فرمایا: ﴿ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَا لِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ۝ ﴾ (الكهف 49:18) ''اور (ہر ایک کا اعمال) نامہ (سامنے) رکھ دیا جائے گا، پھر آپ گناہ گاروں کو دیکھیں گے کہ وہ ان کے مندرجات سے ڈر رہے ہوں گے اور کہیں گے: ہائے ہماری شامت! کیسا ہے یہ (ہمارا اعمال) نامہ جو کسی چھوٹے اور بڑے عمل کو نہیں چھوڑ رہا، اس نے تو سب کچھ ہی شمار کر رکھا ہے اور انھوں نے جو عمل کیے تھے حاضر پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔''

اسی لیے فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿64﴾ ﴾ ''اور جس روز وہ (لوگ) اس کی طرف لوٹائے جائیں گے تو جو عمل وہ کرتے رہے وہ ان کو بتادے گا اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔''

سورۂ نور کی تفسیر مکمل ہوگئی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں تفسیر مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سُورۂ فُرقان

یہ مکی سورت ہے

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ عَلٰی عَبۡدِهٖ لِیَكُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَا ۨ ① الَّذِیۡ لَهٗ مُلۡكُ

وہ ذات بڑی ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن) نازل کیا، تاکہ وہ جہان والوں کے لیے ڈرانے والا بنے① وہی ذات جس کے

السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَمۡ یَتَّخِذۡ وَلَدًا وَّلَمۡ یَكُنۡ لَّهٗ شَرِیۡكٌ فِی الۡمُلۡكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیۡءٍ

لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے، اور اس نے اپنے لیے کوئی اولاد نہیں بنائی اور نہ بادشاہی میں اس کا کوئی شریک ہے، اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا،

فَقَدَّرَهٗ تَقۡدِیۡرًا ②

پھر اس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ کیا②

تفسیر آیات: 2،1

اللہ تعالیٰ بہت بابرکت ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے اپنے رسول کریم ﷺ پر قرآن عظیم کو نازل فرمایا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِهِ الۡكِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّهٗ عِوَجًا ؕ قَیِّمًا لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡهُ وَیُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ۙ﴾ (الکہف 18:1،2) ''سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے اپنے بندے (محمد ﷺ) پر (یہ) کتاب نازل کی اور اس میں کوئی کجی نہیں رکھی (بلکہ ٹھیک اور) سیدھی (بغیر افراط و تفریط کے اتاری) تاکہ (لوگوں کو) سخت عذاب سے جو اس (اللہ) کی طرف سے (آنے والا) ہے ڈرائے اور مومنوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں خوش خبری سنائے کہ ان کے لیے نیک بدلہ (بہشت) ہے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿تَبٰرَكَ﴾ ''وہ بہت ہی بابرکت ہے۔'' یہ باب تفاعل ہے اور اس میں مستقل، ثابت اور دائمی برکت کا مفہوم پایا جاتا ہے۔ ﴿الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَانَ﴾ ''جس نے فرقان (قرآن) نازل فرمایا۔'' نَزَّلَ باب فَعَّلَ ہے جس میں تکرار اور کثرت کا مفہوم پایا جاتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَالۡكِتٰبِ الَّذِیۡ نَزَّلَ عَلٰی رَسُوۡلِهٖ وَالۡكِتٰبِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ مِنۡ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قَبْلُ ط﴾ (النسآء 136:4) ''اور جو کتاب اس نے اپنے پیغمبر (آخر الزماں) پر نازل کی ہے اور وہ کتاب جو اس سے پہلے نازل کی تھی۔''

سابقہ کتابوں کو یکبار ہی نازل کر دیا جاتا تھا جبکہ قرآن مجید کو تھوڑا تھوڑا کر کے، جدا جدا تفصیل کے ساتھ، آیات کے بعد آیات، احکام کے بعد احکام اور سورتوں کے بعد سورتوں کی صورت میں نازل کیا گیا ہے۔ اور قرآن کا اس طریقے پر نازل کیا جانا زیادہ بلیغ ہے اور یہ جس پر نازل کیا گیا ہے اس کے ساتھ شدتِ اہتمام واعتناء (کی دلیل) ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۂ مبارکہ میں آگے چل کر فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۛ كَذٰلِكَ ۛ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۝ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۝﴾ (الفرقان 33،32:25) ''اور کافر کہتے ہیں کہ اس پر یہ قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اتارا گیا۔ اسی طرح (آہستہ آہستہ) اس لیے (اتارا گیا) کہ اس سے ہم آپ کے دل کو مضبوط کریں اور (اسی واسطے) ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر تلاوت کیا ہے اور وہ (کافر) لوگ جب آپ کے پاس کوئی مثال (اعتراض کی بات) لاتے ہیں تو ہم آپ کے پاس (اس کا) ٹھیک ٹھیک (جواب) اور بہترین توجیہ وبیان بھیج دیتے ہیں۔'' یہی وجہ ہے کہ یہاں قرآن مجید کو فرقان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے کیونکہ یہ حق و باطل، ہدایت وضلالت، برائی و بھلائی اور حلال وحرام میں فرق کرتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: عَلٰى عَبْدِهٖ ''اپنے بندے پر۔'' یہ صفتِ مدح وثنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی عبودیت کی طرف اضافت فرمائی ہے۔ جیسا کہ آپ کی زندگی کے سب سے اشرف واقعۂ معراج کا ذکر کرتے ہوئے بھی اسی صفت سے تذکرہ فرمایا: ﴿سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا ......﴾ (بنیٓ إسرآء یل 1:17) ''پاک ہے وہ جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا......'' آپ کی دعوت الی اللہ کا ذکر کرتے ہوئے بھی اسی صفت کو بیان فرمایا: ﴿وَّاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا ۝ ط﴾ (الجن 19:72) ''اور یہ کہ بلاشبہ جب اللہ کا بندہ اللہ کو پکارنے کے لیے کھڑا ہوا تو قریب تھا کہ لوگ اس پر ٹوٹ پڑیں۔'' اور اسی طرح آپ پر کتاب کے نازل کرنے اور فرشتے کے نازل ہونے کے سلسلے میں بھی اسی صفت کا ذکر فرمایا گیا: تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۝ ''بہت ہی بابرکت ہے وہ جس نے اپنے بندے پر فرقان (قرآن) نازل فرمایا تاکہ اہل عالم کے لیے ڈرانے والا بنے۔'' اور فرمایا: لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرَا ۝ یعنی اس مفصل، عظیم الشان، روشن اور ایسی محکم کتاب کے نزول کے لیے آپ کی ذات گرامی کو بطور خاص منتخب فرمایا گیا جس کی صفت یہ ہے: ﴿لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ط تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ۝﴾ (حٰمٓ السجدۃ 42:41) ''اس پر جھوٹ کا دخل ہی نہیں ہوسکتا، نہ آگے سے اور نہ پیچھے سے (اور یہ) بڑے دانا (اور) بہت خوبیوں والے (اللہ) کی اتاری ہوئی ہے۔''

اس کتاب کو اللہ تعالیٰ نے فرقان عظیم بنا دیا ہے اور آپ کو تمام کائنات انسانی کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ

اور لوگوں نے اس کے سوا (اور) معبود بنا لیے ہیں جو کوئی چیز پیدا نہیں کرتے، اور وہ تو (خود) پیدا کیے گئے ہیں، اور وہ خود اپنے کسی نفع اور نقصان کے

لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ③

مالک نہیں ہیں، اور نہ موت وحیات کے مالک ہیں، اور نہ (دوبارہ جی) اٹھنے ہی کے (مالک ہیں)③

آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے: [بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ] ''مجھے احمر واسود کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے۔''① آپ نے یہ بھی فرمایا ہے: [أُعْطِيتُ خَمْسًا لَّمْ يُعْطَهُنَّ أَحَدٌ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ قَبْلِي...... وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلٰى قَوْمِهٖ خَاصَّةً وَّبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ (عَامَّةً)] ''مجھے پانچ چیزیں ایسی عطا فرمائی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں کی گئیں......اور ہر نبی کو خاص اپنی قوم ہی کی طرف بھیجا جاتا تھا لیکن میں سب لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔''②

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ بھی ہے: ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا......﴾ الآية (الأعراف 7:158) ''(اے محمد!) آپ کہہ دیں کہ اے لوگو! بلاشبہ میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں......۔'' یعنی جس نے مجھے بھیجا ہے وہ آسمانوں اور زمین کا مالک ہے، اس کی شان یہ ہے کہ جب کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ اور وہی موت وحیات کا فیصلہ فرماتا ہے، اسی طرح یہاں بھی فرمایا: الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ ''وہ ذات کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اس کی ہے اور اس نے کوئی اولاد نہیں بنائی اور اس کا بادشاہی میں کوئی شریک نہیں۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو بیٹے اور شریک سے پاک قرار دیا اور فرمایا: خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا② ''اس نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ٹھہرایا۔'' یعنی اس ذات پاک کے سوا ہر چیز مخلوق اور مربوب (پروردہ) ہے، وہ ہر چیز کا خالق، پروردگار، بادشاہ اور معبود ہے اور ہر چیز اس کے غلبے، تدبیر، تسخیر اور تقدیر کے ماتحت ہے۔

تفسیر آیت:3

مشرکین کی بیوقوفی کا بیان: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی جہالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کو معبود بنالیا ہے، حالانکہ وہ ہر چیز کا خالق ہے، تمام امور کا مالک ہے، اس کی شان یہ ہے کہ وہ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے اور جو وہ نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا مگر مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ بتوں کو اپنا معبود قرار دے دیا ہے جو مچھر کا پر بنانے کی قدرت نہیں رکھتے، وہ تو خود مخلوق ہیں، وہ اپنے لیے بھی نفع ونقصان کا کچھ اختیار نہیں رکھتے، اپنی عبادت کرنے والوں کو نفع ونقصان

① صحيح مسلم، كتاب وباب المساجد ومواضع الصلاة، حديث:521 عن جابر بن عبدالله ﷺ ومسند أحمد: 5/145 واللفظ له عن أبي ذر ﷺ. ② صحيح البخاري، الصلاة، باب قول النبي ﷺ: [جعلت لي الأرض......]، حديث: 438 جبکہ قوسین والا لفظ صحيح البخاري، التيمم، باب:1، حديث: 335 عن جابر بن عبدالله ﷺ میں ہے۔ وصحيح مسلم، كتاب وباب المساجد ومواضع الصلاة، حديث: 523 عن أبي هريرة ﷺ .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ

اور کافر لوگوں نے کہا: یہ (قرآن) تو نرا جھوٹ ہے جسے وہ (نبی) خود گھڑ لایا ہے، اور اس (کے گھڑنے) میں اور لوگوں نے اس کی مدد کی

فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚ ④ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى

ہے۔ (اے نبی!) وہ تو بلاشبہ ظلم و زیادتی اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں ④ اور انھوں نے کہا: یہ اگلوں کے افسانے ہیں (جو) اس نے اپنے لیے

عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ⑤ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

لکھوائے ہیں، اور وہ صبح و شام اس پر پڑھے جاتے ہیں ⑤ کہہ دیجیے: اسے اس نے نازل کیا ہے جو آسمانوں اور زمین کے بھید جانتا ہے،

اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑥

بلاشبہ وہ غفور رحیم ہے ⑥

کس طرح پہنچا سکیں گے؟ ﴿وَلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ③﴾ ''اور نہ کسی کی موت کے مالک ہیں اور نہ زندگی کے اور نہ (مرکر) اٹھانے کے۔'' ان میں سے کوئی چیز بھی ان کے اختیار میں نہیں بلکہ یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہیں، وہی موت و حیات کا مالک ہے اور وہی روز قیامت اگلی پچھلی ساری مخلوق کو دوبارہ زندہ کر دے گا کیونکہ ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ﴾ (لقمٰن 28:31) ''اور تمھیں پیدا کرنا اور تمھیں (دوبارہ) اٹھانا (اللہ کے نزدیک) ایسا ہی ہے جیسے ایک نفس کو پیدا کرنا۔'' اور فرمایا: ﴿وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍۢ بِالْبَصَرِ ○﴾ (القمر 50:54) ''اور ہمارا حکم تو آنکھ جھپکنے کی طرح ایک کلمہ ہی ہوتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۙ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۭ○﴾ (النّٰزعٰت 14,13:79) ''چنانچہ وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہوگی، تب لوگ ایک دم کھلے میدان میں (آ جمع) ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ فَاِذَا هُمْ يَنْظُرُوْنَ ○﴾ (الصّٰفّٰت 19:37) ''پھر وہ تو بس ایک زبردست ڈانٹ ہوگی سو یہ اس وقت (زندہ ہو کر) دیکھنے لگیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ○﴾ (یٰس 53:36) ''وہ تو صرف ایک زور کی چیخ ہوگی، پھر وہ سب کے سب ہمارے روبرو آ حاضر ہوں گے۔''

پس اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے سوا نہ کوئی معبود ہے اور نہ پروردگار اور صرف اسی کی ذات گرامی اس بات کی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے کیونکہ وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ اس ذات اقدس کا نہ کوئی بیٹا ہے اور نہ باپ اور نہ ہی کوئی اس کا ہم مرتبہ، ہم سر، ہم پلہ، وزیر یا نظیر ہے، وہ ذات پاک یکتا و بے نیاز ہے، نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

تفسیر آیات: 4-6

قرآن مجید کے بارے میں کفار کی باتیں: اللہ تعالیٰ نے جاہلوں اور کافروں کی کم عقلی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ قرآن مجید کے بارے میں کہتے ہیں: ﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ۨ افْتَرٰىهُ﴾ ''یہ (قرآن) تو نرا جھوٹ ہے جسے وہ (مدعی رسالت) خود گھڑ لایا ہے۔'' یعنی یہ لوگ ازراہ کذب و افترا کہتے ہیں کہ اس قرآن مجید کو نبی ﷺ نے از خود بنایا ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ﴾ ''اور دوسرے لوگوں نے اس (کے گھڑنے) میں اس کی مدد کی ہے۔'' یعنی آپ نے اس قرآن کے بنانے میں دوسرے لوگوں سے بھی مدد لی ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ④ ﴾ ''پس یقیناً (اے نبی!) انھوں نے ظلم اور جھوٹ کا ارتکاب کیا ہے۔'' یعنی ان کی یہ بات باطل اور جھوٹ ہے اور وہ خود بھی یہ جانتے ہیں کہ ان کی یہ بات باطل ہے اور وہ اپنے جھوٹ کو خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔

﴿ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں جنھیں اس نے (اپنے لیے) لکھوایا ہے۔'' یعنی اس نے پہلی کتابوں سے لکھ کر اس کتاب کو بنایا ہے۔ ﴿ فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ⑤ ﴾ ''تو وہ صبح و شام اس پر پڑھی جاتی ہیں۔'' یہ ساری باتیں وہ بے وقوفی اور کذب و بہتان کے طور پر کہا کرتے تھے اور ان میں سے ہر شخص جانتا بھی تھا کہ ان کی یہ ساری باتیں باطل ہیں کیونکہ یہ بات تو تواتر کے ساتھ معلوم تھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی چیز کو لکھا ہی نہ تھا، نہ ابتدائی عمر میں اور نہ آخری عمر میں، آپ نے انھی لوگوں میں پرورش پائی تھی۔ چالیس سال کی عمر میں منصب نبوت پر فائز ہونے تک آپ انھی میں رہے تھے، وہ لوگ آپ کے آنے جانے کو، صدق و امانت کو، نیکی و تقویٰ کو اور کذب و فسق و فجور اور دیگر تمام اخلاقِ رذیلہ سے آپ کے اجتناب کو خوب اچھی طرح جانتے تھے حتی کہ وہ لوگ بچپن سے لے کر بعثت تک آپ کو امین کے نام سے پکارتے رہے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آپ راست باز اور نیکوکار ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمایا تو وہ آپ کے دشمن بن گئے اور آپ کے بارے میں ایسی باتیں کیں جن کے بارے میں ہر عقل مند جانتا ہے کہ آپ ان سے بری ہیں۔ اپنی ان بہتان طرازیوں کی وجہ سے یہ لوگ خود بھی حیران تھے، اس لیے کبھی آپ کو ساحر، کبھی شاعر، کبھی مجنون اور کبھی کذاب قرار دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ان ظالموں کی بہتان بازیوں اور افترا پردازیوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ ﴾ (الفرقان 25:9)
''(اے پیغمبر!) دیکھیے! انھوں نے آپ کے لیے کیسی مثالیں بیان کی ہیں، وہ گمراہ ہو گئے ہیں، لہٰذا وہ راہ راست نہیں پا سکتے۔''

اور ان کے کذب و افترا کا جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط ﴾ ''کہہ دیجیے! اس کو اس نے اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔'' یعنی اس نے اس قرآن کو نازل فرمایا ہے جو پہلے اور پچھلے لوگوں کے حالات پر مشتمل ہے اور اس نے ماضی یا مستقبل کی جو خبریں بھی بیان کی ہیں وہ بالکل حق سچ اور خارج میں واقع کے مطابق ہیں اور اس قرآن کو اس اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے ﴿ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ ﴾ جو آسمانوں اور زمین کی تمام پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور تمام پوشیدہ باتوں کو بھی ظاہر باتوں ہی کی طرح جانتا ہے۔ ﴿ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ⑥ ﴾ ''بے شک وہ نہایت بخشنے والا، بڑا مہربان ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے انھیں دعوت دی ہے کہ وہ توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کریں اور اس نے بیان فرمایا ہے کہ اس کی رحمت بہت وسیع اور اس کا حلم عظیم الشان ہے جو اس کی جناب میں توبہ کرے وہ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ط لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ

اور انھوں نے کہا: اس رسول کو کیا ہے جو کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا ہے؟ اس کی طرف فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا جو

مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ⑦ اَوْ يُلْقٰۤى اِلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ

اس کے ہمراہ (لوگوں کو) ڈرانے والا ہوتا؟ ⑦ یا اس کی طرف کوئی خزانہ ڈالا جاتا، یا اس کا کوئی باغ ہوتا جس میں سے وہ (پھل)

مِنْهَا ط وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ⑧ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ

کھاتا اور ظالموں نے (مومنوں سے) کہا: تم تو بس ایک جادو مارے شخص ہی کی اتباع کرتے ہو ⑧ دیکھیے! انھوں نے آپ کے

الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ⑨ ع تَبٰرَكَ الَّذِيْۤ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ ع 1 16

لیے کیسی مثالیں بیان کی ہیں، پس وہ بہک گئے ہیں، لہٰذا وہ راہ نہیں پا سکتے ⑨ وہ ذات بڑی ہی بابرکت ہے جو اگر چاہے تو

خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لا وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ⑩

آپ کے لیے اس سے بہتر (چیزیں) بنا دے، (یعنی) ایسے باغ جن کے نیچے نہریں جاری ہوں اور آپ کے لیے محلات بنا دے ⑩

بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ قف وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ⑪ ج اِذَا

لیکن انھوں نے قیامت کو جھٹلایا، اور ہم نے اس شخص کے لیے جو قیامت کو جھٹلائے، دہکتا جہنم تیار کر رکھا ہے ⑪ جب وہ ان

رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۭ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ⑫ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا

(مجرموں) کو دور دراز جگہ سے دیکھے گا تو وہ اس کا غضبناک ہونا اور چیخنا چلانا سنیں گے ⑫ اور جب وہ زنجیروں میں جکڑے

مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ⑬ ط لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا

اس کی کسی تنگ جگہ میں جھونکے جائیں گے، تو وہ وہاں ہلاکت کو پکاریں گے ⑬ (کہا جائے گا:) تم آج ایک ہلاکت کو مت پکارو،

وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ⑭

بلکہ بہت سی ہلاکتوں کو پکارو ⑭

اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے کذب و افترا، فجور و بہتان، کفر و عناد اور رسول اللہ ﷺ اور قرآن مجید کے بارے میں غلط باتیں کہنے کے باوجود ان لوگوں کو دعوت دی ہے کہ وہ اپنی ان باتوں سے توبہ کریں اور شرک و کفر کو ترک کر کے اسلام اور ہدایت کو اختیار کریں۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ م وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ط وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○﴾ (المآئدۃ 5:73، 74) ”یقیناً وہ لوگ (بھی) کافر ہوئے جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں سے تیسرا ہے، حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، اگر یہ لوگ ایسے اقوال (وعقائد) سے باز نہیں آئیں گے تو ان میں جو کافر ہوئے ہیں انھیں ضرور درد دینے والا عذاب ملے گا، پھر کیا وہ اللہ کے سامنے توبہ نہیں کرتے اور اس سے گناہوں کی معافی نہیں مانگتے؟ اور اللہ تو بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ ۞ (البروج 85:10) ”یقیناً جن لوگوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو تکلیفیں دیں اور توبہ نہ کی تو ان کے لیے دوزخ کا عذاب ہے اور ان کے لیے جلنے کا عذاب بھی ہے۔“ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے جود و کرم کو دیکھو کہ جن لوگوں نے اس کے اولیاء کو قتل کیا وہ انھیں بھی توبہ اور رحمت کی طرف دعوت دیتا ہے۔

تفسیر آیات:7-14

رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کافروں کی باتیں: اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ضد، ہٹ دھرمی، عناد اور حجت و دلیل کے بغیر تکذیب حق کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے کہا: ﴿ مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ ﴾ ”اس پیغمبر کو کیا ہے جو کھانا کھاتا ہے؟“ ان کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح ہم کھانا کھاتے ہیں اسی طرح یہ بھی کھانا کھاتا ہے، جس طرح ہمیں کھانے کی ضرورت ہے اسی طرح اسے بھی کھانے کی ضرورت ہے، ﴿ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ﴾ ”اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے؟“ یعنی تجارت اور خرید و فروخت کے لیے بازاروں میں بھی آتا جاتا ہے۔ ﴿ لَوْلَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۞ ﴾ ”اس پر کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا جو اس کے ساتھ (لوگوں کو) ڈرانے والا ہوتا؟“ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں کیا گیا جو اس بات کی گواہی دیتا کہ آپ اپنے دعوے میں سچے ہیں جیسا کہ فرعون نے کہا تھا: ﴿ فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ ۞ ﴾ (الزخرف 43:53) ”پھر اس پر سونے کے کنگن کیوں نہیں اتارے گئے یا (یہ ہوتا کہ) فرشتے صفیں باندھے ہوئے اس کے ساتھ آتے؟“ ان لوگوں نے بھی اسی طرح کہا جس طرح ان کے دل آپس میں ملتے جلتے تھے، اس لیے انھوں نے بھی کہا: ﴿ اَوْ يُلْقٰٓى اِلَيْهِ كَنْزٌ ﴾ ”یا اس کی طرف (آسمان سے) کوئی خزانہ اتارا جاتا۔“ جس کو یہ خرچ کرتا، ﴿ اَوْ تَكُوْنُ لَهٗ جَنَّةٌ يَّاْكُلُ مِنْهَا ﴾ ”یا اس کا کوئی باغ ہوتا کہ اس میں سے (پھل) کھاتا۔“ اور جہاں جہاں یہ جاتا اس کا باغ بھی اس کے ساتھ ساتھ ہوتا۔

اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے پیغمبر کو اس طرح کی چیزیں عطا فرما دینا بہت آسان ہے مگر اپنی حکمت کاملہ اور حجت بالغہ کے سبب اس نے ایسا نہیں کیا۔ ﴿ وَقَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ۞ ﴾ ”اور ظالموں نے (مومنوں سے) کہا: تم تو بس ایک جادو زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو۔“ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا ﴾ ”(اے پیغمبر!) دیکھیے! انھوں نے آپ کے بارے میں کس طرح کی مثالیں بیان کیں؟ سو وہ گمراہ ہو گئے ہیں۔“ اور افترا پردازی اور بہتان بازی سے کام لیتے ہوئے آپ کو ساحر، مسحور، مجنون، کذاب اور شاعر کہنے لگے، حالانکہ ان کی یہ ساری باتیں باطل ہیں، ہر وہ شخص جس میں ادنیٰ سا فہم و عقل ہو وہ بھی جانتا ہے کہ ان کی یہ ساری باتیں کذب و افترا پر مبنی ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَضَلُّوْا ﴾ ”وہ بہک گئے ہیں۔“ یعنی وہ ہدایت کے رستے سے بھٹک گئے، ﴿ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۞ ﴾ ”چنانچہ وہ رستہ نہیں پا سکتے۔“ کیونکہ جو شخص بھی حق اور ہدایت کے رستے سے دور ہو جائے وہ جہاں بھی جائے

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

گمراہ ہے کیونکہ حق تو ایک ہے، اس کا منہج بھی ایک ہے اور حق ہی حق کی تائید و تصدیق کرتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا کہ اگر وہ چاہے تو جو یہ کہتے ہیں آپ کو اس سے بھی افضل اور احسن چیزیں عطا فرما سکتا ہے۔ ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ﴾ ''وہ ذات بہت بابرکت ہے جو اگر چاہے تو آپ کے لیے اس سے بہتر (چیزیں) بنا دے۔'' مجاہد کہتے ہیں: وہ دنیا ہی میں آپ کو اس سے بہتر چیزوں سے نواز دے۔ قریش پتھروں سے بنے ہوئے ہر گھر کو، خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا قصر کہا کرتے تھے۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ﴾ ''لیکن انھوں نے قیامت ہی کو جھٹلا دیا۔'' یعنی یہ لوگ ایسی باتیں تکذیب و عناد کے طور پر کہتے ہیں، ان کا مقصد بصیرت اور رہنمائی حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ قیامت کے دن کی تکذیب کی وجہ سے یہ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ ﴿وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ⑪﴾ ''اور ہم نے اس شخص کے لیے جو قیامت کو جھٹلائے، بھڑکتا دوزخ تیار کر رکھا ہے۔'' جس میں دردناک عذاب ہوگا اور جس کی آگ کی شدید اور ناقابل برداشت حرارت ہوگی۔ ﴿اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ﴾ ''جس وقت وہ ان (مجرموں) کو دور سے دیکھے گا۔'' یعنی جہنم (دیکھے گا) مقام محشر میں، ﴿سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ⑫﴾ ''تو وہ اس کے جوش (غضب) اور چیخنے چلانے کو سنیں گے۔'' جو ان پر ناراضی کی وجہ سے چیخے چلائے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ ۝ تَكَادُ تَمَيَّزُ مِنَ الْغَيْظِ﴾ (الملك 67:7,8) ''جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کا چیخنا چلانا سنیں گے اور وہ جوش مارے گا، گویا غیظ و غضب سے پھٹ پڑے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں پر جوش غضب کے باعث یوں معلوم ہوگا، گویا اس کے بعض حصے بعض سے جدا ہو رہے ہوں۔

امام ابو جعفر ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کو جہنم کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو دوزخ کے بعض حصے بعض سے سمٹ اور سکڑ جائیں گے، اللہ رحمان فرمائے گا: تجھے کیا ہوا؟ دوزخ جواب دے گا کہ یہ شخص مجھ سے پناہ مانگ رہا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے اس بندے کو چھوڑ دو، اسی طرح ایک اور شخص کو جب دوزخ کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو وہ کہے گا: اے میرے رب! تیرے بارے میں میرا یہ گمان تو نہ تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تیرا کیا گمان تھا؟ وہ جواب دے گا کہ میرا تو یہ گمان تھا کہ تیری رحمت مجھے ڈھانپ لے گی، اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے اس بندے کو چھوڑ دو، ایک اور شخص کو دوزخ کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا تو دوزخ چیختے چلاتے ہوئے اس کی طرف اس طرح لپکے گا جیسے خچر جَو کی طرف لپکتا ہے اور وہ اس طرح جوش مارے گا کہ اس سے ہر انسان کا دل دہل جائے گا۔ اس روایت کی سند صحیح ہے۔ ②

امام عبدالرزاق نے عُبَید بن عُمَیر سے ارشاد باری تعالیٰ: ﴿سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ⑫﴾ ''تو وہ اس کے جوش

① تفسير الطبري: 246/18 و تفسير ابن أبي حاتم : 2666/8. ② تفسير الطبري: 247/18.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ كَانَتْ لَهُمْ جَزَاۗءً

کہہ دیجیے: کیا یہ (عذاب) زیادہ بہتر ہے یا ابدی جنت جس کا متقین کو وعدہ دیا گیا ہے؟ وہ ان کے لیے جزا اور واپسی کی جگہ ہے ⑮

وَّمَصِيْرًا ⑮ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ خٰلِدِيْنَ ۭ كَانَ عَلٰي رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ⑯

اس میں ان کے لیے ہوگا جو وہ چاہیں گے، ہمیشہ (وہاں) رہنے والے، یہ آپ کے رب کے ذمے وعدہ ہے جو قابل درخواست ہے ⑯

(غضب) اور چیخنے چلانے کو سنیں گے۔'' کے بارے میں فرمایا ہے کہ دوزخ جوشِ غضب سے اس قدر شدت کے ساتھ چیخے چلائے گا جس سے ہر ملک مقرب اور نبی مرسل چہرے کے بل گر جائے گا اور اس کا جسم کانپ رہا ہوگا حتی کہ ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر بھی گھٹنوں کے بل ہو کر عرض کریں گے: اے اللہ! آج میں صرف اپنے بارے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ ①

﴿وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ﴾ ''اور جب وہ دوزخ کی کسی تنگ جگہ میں زنجیروں میں جکڑے ہوئے ڈالے جائیں گے۔'' قتادہ نے ابوایوب سے اور انھوں نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ تنگ جگہ میں انھیں اس طرح جکڑ دیا جائے گا جس طرح نیزے میں انی جکڑی ہوتی ہے۔ ②

اور فرمایا: ﴿مُّقَرَّنِيْنَ﴾ ''زنجیروں میں جکڑے ہوئے۔'' کے بارے میں ابوصالح کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں پیچھے کی طرف سے ہاتھ بندھے ہوئے۔ ③ ﴿دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ⑬﴾ ''تو وہاں ہلاکت کو پکاریں گے۔'' ثبور کے معنی ہلاکت، خرابی، حسرت اور خسارے کے ہیں (تو ان سے کہا جائے گا:) ﴿لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا......﴾ الآیة ''تم آج ایک ہی ہلاکت کو نہ پکارو......''

تفسیر آیات: 16,15

دوزخ بہتر ہے یا جنت؟ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اے محمد (ﷺ!) یہ ہم نے ان بدبختوں کا حال بیان کیا ہے جو اوندھے منہ دوزخ میں گرائے جائیں گے اور دوزخ درشت چہرے، جوشِ غضب اور چیختے چلاتے ہوئے ان سے ملے گا اور انھیں زنجیروں میں جکڑ کر جہنم کے تنگ مقامات میں پھینک دیا جائے گا کہ نہ کوئی حرکت کر سکیں گے، نہ کوئی مدد طلب کر سکیں گے اور نہ اپنے آپ کو کسی طرح چھڑا سکیں گے، تو بتائیے! کیا یہ دوزخ بہتر ہے یا وہ جنت خلد جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے وعدہ فرمایا ہے جسے اس نے ان کے لیے تیار فرمایا ہے اور دنیا میں اپنے رب تعالیٰ کی اطاعت کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس جنت کو ان کا بدلہ اور ٹھکانا بنا دیا ہے اور انجام کار نے انھیں اس جنت میں پہنچا دیا ہے۔

﴿لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَاۗءُوْنَ﴾ ''وہاں جو وہ چاہیں گے ان کے لیے (میسر) ہوگا۔'' کھانے پینے، پہننے، رہنے سہنے، اعلیٰ سواریوں اور خوش نما مناظر کے تمام لذت بخش سامان انھیں فراہم ہوں گے، علاوہ ازیں انھیں وہاں ایسی ایسی نعمتوں سے سرفراز کیا جائے گا جنھیں کبھی کسی آنکھ نے دیکھا نہیں، کسی کان نے سنا نہیں اور کسی بھی انسان کے دل میں ان کا وہم و گمان

① تفسیر عبدالرزاق: 452/2، رقم: 2079 و تفسیر الطبری: 247/18. ② تفسیر ابن أبي حاتم: 2668/8. ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 2669/8.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ

اور جس دن اللہ انھیں اور ان کو جنھیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں، جمع کرے گا پھر (ان سے) پوچھے گا: کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا یا وہ

عِبَادِيْ هٰۤؤُلَآءِ اَمْ هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ⑰ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْۢبَغِيْ لَنَاۤ

خود ہی راہ سے بھٹک گئے تھے؟ ⑰ وہ کہیں گے: تو پاک ہے! ہمارے لائق نہیں تھا کہ ہم تیرے سوا کارساز بنائیں، بلکہ تو نے انھیں سامان زندگی دیا،

اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا

اور ان کے باپ دادا کو بھی، حتی کہ وہ (تیرا) ذکر بھول گئے، اور وہ لوگ ہلاک ہونے والے تھے ⑱ (اللہ فرمائے گا: اے کافرو!) پس تحقیق انھوں نے تو

الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ⑱ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ

تمھیں جو تم کہتے تھے جھٹلا دیا، لہٰذا (اب) نہ تم (اپنے آپ سے عذاب) ٹالنے کی طاقت رکھتے ہو اور نہ (کسی سے) مدد (لے سکتے ہو)، اور تم میں سے جو شخص

صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ⑲

ظلم (شرک) کرے گا تو اسے ہم بہت بڑا عذاب چکھائیں گے ⑲

بھی پیدا نہیں ہوسکتا، پھر انھیں وہاں ہمیشہ ہمیشہ کی ابدی، دائمی اور سرمدی زندگی میسر ہوگی جو کبھی ختم اور زوال پذیر نہ ہوگی اور نہ اہل جنت ہی وہاں سے نقل مکانی کرنا چاہیں گے، یہ وہ وعدہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں سے فرمایا اور یہ وہ جنت ہے جس کا اس نے ان پر احسان فرمایا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ⑯﴾ ''آپ کے رب کے ذمے واجب الادا وعدہ ہے۔'' یعنی یہ وعدہ ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ امام ابوجعفر ابن جریر طبری رحمہ اللہ نے بعض علمائے عربیت سے روایت کیا ہے کہ ﴿وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ⑯﴾ ''واجب الادا وعدہ۔'' کہتے ہی ایسے وعدے کو ہیں جسے پورا کرنا واجب ہے۔[1]

اس سورۂ مبارکہ کے اس مقام پر پہلے دوزخ کا ذکر کیا گیا ہے، پھر اہل جنت کے حال کو بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ صافات میں اہل جنت کے حالات اور جنت کی رعنائی و زیبائی کو بیان کرنے کے بعد فرمایا: ﴿اَذٰلِكَ خَيْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ○ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِيْنَ ○ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِيْۤ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ۙ○ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ○ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ؕ○ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيْمٍ ۚ○ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاِلَى الْجَحِيْمِ ○ اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ۙ○ فَهُمْ عَلٰۤى اٰثٰرِهِمْ يُهْرَعُوْنَ ○﴾ (الصّٰفّٰت 37:62-70) ''بھلا یہ مہمانی اچھی ہے یا تھوہر کا درخت؟ بلاشبہ ہم نے اسے ظالموں کے لیے عذاب بنا رکھا ہے۔ یقیناً وہ ایک درخت ہے جو جہنم کی تہ میں اگتا ہے، اس کے خوشے ایسے ہیں جیسے شیطانوں کے سر، سو وہ اس میں سے کھانے والے اور اسی سے پیٹوں کو بھرنے والے ہیں، پھر یقیناً انھیں اس (کھانے) کے ساتھ کھولتا ہوا پانی ملا کر دیا جائے گا، پھر یقیناً انھیں دوزخ کی طرف لوٹنا ہوگا، بلاشبہ انھوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ ہی پایا، سو وہ انھی کے قدموں کے نشانات کے پیچھے دوڑے چلے جاتے ہیں۔''

تفسیر آیات: 17-19

[1] تفسیر الطبری: 250/18.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مشرکوں کے معبودوں کا روز قیامت اظہار براءت: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے کفار کو اس طرف متوجہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جنھوں نے فرشتوں وغیرہ کی عبادت کی تو ان کا کیا حال ہوگا، چنانچہ فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ﴾ ''اور جس دن (اللہ) انھیں اور ان کو جنھیں وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں جمع کرے گا۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت عزیر علیہ السلام اور فرشتے ہیں۔[1] اور وہ فرمائے گا: ﴿ فَيَقُولُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِي هٰٓؤُلَاءِ...... ﴾ الآية ''پھر (ان سے) کہے گا: کیا تم نے میرے ان بندوں کو گمراہ کیا تھا......؟'' اللہ تبارک وتعالیٰ معبودوں سے فرمائے گا: کیا تم لوگوں نے ان کو دعوت دی تھی کہ میرے سوا تمھاری پوجا کریں یا تمھاری طرف سے دعوت کے بغیر انھوں نے از خود ہی تمھاری پوجا شروع کر دی تھی؟ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُونِي وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُونِ اللّٰهِ ۭ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُونُ لِيٓ اَنْ اَقُولَ مَا لَيْسَ لِي ۤ بِحَقٍّ ۭ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ۭ تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ۭ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ ۝ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِي بِهٖٓ...... ﴾ الآية (المآئدۃ5:116,117) ''اور (اس وقت کو بھی یاد رکھو) جب اللہ فرمائے گا کہ اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری والدہ کو معبود مقرر کرو، تو وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے، مجھے کب شایاں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو تجھ کو معلوم ہے (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اسے جانتا ہے اور جو تیرے نفس میں ہے اسے میں نہیں جانتا، بے شک تو ہی غیبوں کا خوب جاننے والا ہے، میں نے ان سے کچھ نہیں کہا تھا مگر وہی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا......۔''

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں قیامت کے دن ان کے معبودوں کے جواب کی خبر دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ قَالُوا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَآ اَنْ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ ﴾ ''وہ کہیں گے: تو پاک ہے، ہمیں یہ بات شایاں نہ تھی کہ تیرے سوا (اوروں کو) دوست بناتے۔'' اکثر قراء نے آیت کریمہ: ﴿ نَتَّخِذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ اَوْلِيَآءَ ﴾ میں ﴿ نَتَّخِذَ ﴾ کو مفتوح (نون کے فتحہ کے ساتھ فعل معلوم) پڑھا ہے۔ ہمارے لیے، ان کے لیے اور ساری مخلوق میں سے کسی کے لیے بھی یہ بات جائز نہیں کہ تیری ذات پاک کے سوا کسی اور کی عبادت کریں، ہم نے انھیں قطعاً اس بات کی دعوت نہیں دی تھی کہ وہ ہماری پوجا کریں بلکہ ہمارے حکم اور ہماری مرضی کے خلاف انھوں نے از خود ہی ایسا کیا تھا، ہم ان سے اور ان کی پوجا سے براءت کا اظہار کرتے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ يَقُولُ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اَهٰٓؤُلَآءِ اِيَّاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ قَالُوا سُبْحٰنَكَ...... ﴾ الآية (سبأ 34:40,41) ''اور جس دن وہ ان سب (مشرکوں) کو جمع کرے گا، پھر فرشتوں سے فرمائے گا: کیا یہی وہ لوگ ہیں جو تمھاری پوجا کرتے تھے؟ تو وہ کہیں گے کہ تو پاک ہے......۔''

اور کئی دوسرے قرائے کرام نے ﴿ نَتَّخِذَ ﴾ کو [مَا كَانَ يَنْبَغِي لَنَا أَنْ نُتَّخَذَ مِنْ دُونِكَ مِنْ أَوْلِيَاءَ] (نون کے

---

[1] تفسير الطبری : 250/18.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّاۤ اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ

اور (اے نبی!) ہم نے آپ سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے، بلاشبہ وہ کھانا کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے تھے، اور

فِى الْاَسْوَاقِ ؕ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ؕ اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ⑳ ع 2 11 17

ہم نے تمھیں ایک دوسرے کے لیے آزمائش بنایا، کیا تم صبر کرتے ہو؟ اور آپ کا رب (سب کچھ) خوب دیکھ رہا ہے ⑳

ضمہ کے ساتھ بھی) پڑھا ہے۔[1] تو اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ ہمیں یہ بات شایاں نہ تھی کہ تیرے سوا ہم دوست بنائے جاتے اور کسی کو یہ بات زیب ہی نہیں دیتی کہ وہ ہماری پوجا کرے کیونکہ ہم بھی تو تیرے بندے اور تیری بارگاہ کے فقیر ہیں۔ [نُتَّخَذَ] پڑھنے کی صورت میں بھی قریب قریب وہی معنی ہیں جو پہلی صورت میں ہیں۔ ﴿وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ﴾ ''اور لیکن تو نے ہی انھیں اور ان کے باپ دادا کو فائدہ (سامان زندگی) دیا۔'' ان کی عمر دراز ہوگئی اور وہ تیری یاد کو بھول گئے، یعنی وہ اس بات کو بھول گئے جو تو نے اپنے رسولوں کی زبانی ان کی طرف نازل فرمائی تھی کہ وہ صرف تیری اکیلے ہی کی عبادت کریں۔ ﴿وَكَانُوْا قَوْمًۢا بُوْرًا ⑱﴾ ''اور یہ ہلاک ہونے والے لوگ تھے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿بُوْرًا ⑱﴾ کے معنی ہلاک ہونے والے لوگوں کے ہیں۔[2] امام حسن بصری رحمہ اللہ اور امام مالک رحمہ اللہ نے امام زہری رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿بُوْرًا ⑱﴾ سے مراد وہ لوگ ہیں جن میں کوئی خیر و بھلائی نہ ہو۔[3]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ﴾ ''تو (کافرو!) انھوں نے تو یقیناً تمھیں جھٹلا دیا ان (باتوں) میں جو تم کہتے تھے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا جن لوگوں کی تم نے پوجا کی تھی انھوں نے تمھاری اس بات کو جھٹلا دیا کہ وہ تمھارے دوست ہیں اور وہ تمھیں اللہ تعالیٰ کے قریب کر دینے کا ذریعہ ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ يَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا يَسْتَجِيْبُ لَهٗۤ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّكَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِيْنَ ○﴾ (الأحقاف 6,5:46) ''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو ایسے (شخص) کو اللہ کے سوا پکارے جو قیامت تک اسے جواب نہ دے سکے اور جبکہ وہ ان کی پکار سے بھی غافل ہیں۔ اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کرنے والے ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ﴾ ''پس نہ تم (عذاب کے) ہٹانے کی استطاعت رکھتے ہو اور نہ مدد کرنے کی۔'' یعنی انھیں نہ تو اپنے آپ سے عذاب کو دور ہٹانے کی قدرت ہوگی اور نہ اپنے لیے کہیں سے کوئی مدد ہی حاصل کر سکیں گے۔ ﴿وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ﴾ ''اور جو کوئی بھی تم میں سے ظلم کرے گا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرے گا، ﴿نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ⑲﴾ ''ہم اسے بڑا عذاب چکھائیں گے۔''

تفسیر آیت: 20

[1] تفسیر القرطبی:11,10/13 و تفسیر الطبری:252/18. [2] تفسیر الطبری:251/18. [3] تفسیر الطبری:252/18 و تفسیر ابن أبی حاتم:2673/8.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سابقہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام بشر تھے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ تمام انبیائے کرام علیہم السلام جن کو اس نے مبعوث فرمایا تھا وہ کھانا کھاتے تھے اور غذا حاصل کرنے کے لیے وہ بھی محتاج تھے، رزق کمانے اور خرید وفروخت کے لیے وہ بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور یہ بات ان کے اوران کے عظیم منصب کے منافی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں خوبصورت علامات، جمیل صفات، پسندیدہ اقوال، کامل اعمال، محیر العقول معجزات اور ایسے قوی دلائل سے سرفراز فرمایا تھا جن سے ہر صاحب عقلِ سلیم وبصیرت مستقیم استدلال کرسکتا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو پیغام لائے ہیں وہ بالکل حق اور سچ ہے۔ اس کی نظیر حسب ذیل آیت کریمہ ہے: ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ط﴾ (یوسف 12:109) ''اور ہم نے آپ سے پہلے بستیوں کے رہنے والوں میں سے مرد ہی (رسول بنا کر) بھیجے تھے (اور) ہم ان کی طرف وحی کرتے تھے۔'' نیز حسب ذیل آیت کریمہ بھی اسی طرح کی ہے: ﴿وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ ......﴾ الآیة (الأنبیآء 21:8) ''اور ہم نے ان کے ایسے جسم نہیں بنائے تھے کہ وہ کھانا نہ کھائیں......''

﴿وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ط اَتَصْبِرُوْنَ ج﴾ ''اور ہم نے تمھارے ایک کو دوسرے کے لیے آزمائش بنایا، کیا تم صبر کرتے ہو (یا نہیں؟)'' ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ تمھاری آزمائش کی ہے تاکہ ہم معلوم کرلیں کہ فرماں بردار کون ہے اور نافرمان کون، اسی لیے فرمایا: ﴿اَتَصْبِرُوْنَ ج وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ⑳﴾ ''کیا تم صبر کرتے ہو (یا نہیں؟) اور آپ کا پروردگار تو خوب دیکھنے والا ہے۔'' اور وہ اس بات کو جانتا ہے کہ کون اس بات کا مستحق ہے کہ اسے نبوت ورسالت سے نوازا جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ ط﴾ (الأنعام 6:124) ''اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ وہ اپنی پیغمبری کسے عنایت فرمائے۔'' اور اس بات کو بھی وہ خوب جانتا ہے کہ پیغمبروں کے بھیجے جانے کے بعد کون اس بات کا مستحق ہے کہ اسے ہدایت عطا فرمائی جائے اور کون اس بات کا سزاوار ہے کہ اسے ہدایت سے محروم رکھا جائے۔

﴿وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ط اَتَصْبِرُوْنَ ج﴾ ''اور ہم نے تمھارے ایک کو دوسرے کے لیے آزمائش بنایا، کیا تم صبر کرتے ہو (یا نہیں؟)'' کے بارے میں محمد بن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو تمام دنیا کو اپنے پیغمبروں کے ساتھ کردوں اور کوئی بھی ان کی مخالفت کرنے والا نہ ہو لیکن میں نے یہ چاہا کہ لوگوں کی پیغمبروں کے ساتھ اور پیغمبروں کی لوگوں کے ساتھ آزمائش کروں۔[1] صحیح مسلم میں عِیاض بن حِمار سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: [لِأَبْتَلِيَكَ وَأَبْتَلِيَ بِكَ] ''میں تیری آزمائش کروں اور تیرے ساتھ (لوگوں کی بھی) آزمائش کروں۔''[2]

اور صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ کے رسول عَلَيْهِ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ کو اختیار دے دیا گیا تھا کہ آپ چاہیں تو نبی اور

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 2676/8. [2] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا......، حديث: 2865.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ نَرٰى رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا

اور ان لوگوں نے کہا جو ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے: ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل کیے گئے یا ہم اپنے رب کو دیکھتے؟ بلاشبہ انھوں نے اپنے نفسوں

فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا ﴿21﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَىِٕذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ

میں تکبر کیا اور بہت بڑی سرکشی کی ﴿21﴾ جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن مجرموں کے لیے کوئی بشارت نہیں ہوگی، اور وہ (فرشتے) کہیں گے: (تم

وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿22﴾ وَقَدِمْنَاۤ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴿23﴾

پر جنت) ممنوع و حرام کر دی گئی ہے ﴿22﴾ اور انھوں نے جو (بظاہر نیک) عمل کیے ہوں گے تو ہم ان کی طرف متوجہ ہو کر ان کو اڑتا ہوا پراگندہ گرد و غبار بنا دیں

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَىِٕذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿24﴾

گے ﴿23﴾ جنتی لوگ اس دن بہترین ٹھکانے اور بہت اچھی آرام گاہ میں ہوں گے ﴿24﴾

بادشاہ بن جائیں یا عبد اور رسول بن جائیں تو آپ نے عبد اور رسول ہونے کو اختیار فرمایا۔[1]

تفسیر آیات: 21-24

کفار کی ہٹ دھرمی: اللہ تعالیٰ نے کفار کی ہٹ دھرمی اور عناد کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا: ﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ﴾ ''کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل کیے گئے؟'' تاکہ ہم انھیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے اور وہ ہمیں بتاتے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں جیسا کہ انھوں نے یہ بھی کہا تھا: ﴿اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةِ قَبِيْلًا﴾ (بنیٓ إسرآءیل 17:92) ''یا آپ اللہ اور فرشتوں کو (ہمارے) سامنے لائیں۔'' اور یہاں انھوں نے کہا: ﴿اَوْ نَرٰى رَبَّنَا﴾ ''یا ہم (آنکھ سے) اپنے پروردگار کو دیکھتے۔'' اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں فرمایا ہے: ﴿لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيْرًا﴾ ''البتہ تحقیق انھوں نے اپنے دلوں میں تکبر کیا اور انھوں نے بہت بڑی سرکشی کی۔'' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَاۤ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓىِٕكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى ...... الآية﴾ (الأنعام 6:111) ''اور بلاشبہ اگر ہم ان کی طرف فرشتے بھی اتار دیتے اور مردے بھی ان سے گفتگو کرنے لگتے ......''

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَىِٕذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا﴾ ''جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گناہ گاروں کے لیے خوشی کی بات نہیں ہوگی اور وہ (فرشتے) کہیں گے: (بہشت تم پر) ممنوع ہے، حرام کر دی گئی ہے۔'' یعنی جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے تو وہ ان کے لیے کوئی اچھا دن نہ ہوگا، اس دن ان کے لیے خوشی کی کوئی بات نہ ہوگی۔ اس دن سے مراد ان کی موت کا دن بھی ہو سکتا ہے جب فرشتے ان کو دوزخ اور اللہ جبار کے غضب کی بشارت دیتے ہیں اور کافر کے جسم سے روح نکالتے وقت کہتے ہیں کہ اے خبیث روح! جو خبیث جسم میں تھی تو نکل آ دوزخ کی لپٹ اور کھولتے ہوئے پانی اور سیاہ دھوئیں کی طرف، تو روح نکلنے سے انکار کر دیتی اور جسم میں پھیل جاتی ہے اور فرشتے اسے باہر نکالنے کے لیے مارتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰٓىِٕكَةُ

[1] مسند أحمد: 2/231 عن أبي هريرة ﷛.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

يَضۡرِبُوۡنَ وُجُوۡهَهُمۡ وَاَدۡبَارَهُمۡ ۚ...... ﴾ الآية (الأنفال 50:8) ''اور کاش! آپ اس وقت دیکھیں جب فرشتے کافروں کی جان نکالتے ہیں جنھوں نے کفر کیا، وہ ان کے چہروں اور ان کی پیٹھوں پر (کوڑے اور ہتھوڑے وغیرہ) مارتے ہیں......۔''

اور فرمایا: ﴿ وَلَوۡ تَرٰۤى اِذِ الظّٰلِمُوۡنَ فِىۡ غَمَرٰتِ الۡمَوۡتِ وَالۡمَلٰۤـئِكَةُ بَاسِطُوۡۤا اَيۡدِيۡهِمۡ‌ ۚ اَخۡرِجُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ‌ ؕ اَلۡيَوۡمَ تُجۡزَوۡنَ عَذَابَ الۡهُوۡنِ بِمَا كُنۡتُمۡ تَقُوۡلُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ غَيۡرَ الۡحَـقِّ وَكُنۡتُمۡ عَنۡ اٰيٰتِهٖ تَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ○ ﴾ (الأنعام 93:6) ''اور کاش! آپ ان ظالم (مشرک) لوگوں کو اس وقت دیکھیں جب وہ موت کی سختیوں میں (مبتلا) ہوں اور فرشتے (ان کی طرف عذاب کے لیے) اپنے ہاتھ بڑھانے والے ہوں کہ نکالو اپنی جانیں، آج تم ذلت کے عذاب کا بدلہ دیے جاؤ گے، اس لیے کہ تم اللہ پر ناحق (باتیں) کہتے تھے اور اس کی آیتوں سے سرکشی کرتے تھے۔''

اور اس آیت کریمہ میں فرمایا ہے: يَوۡمَ يَرَوۡنَ الۡمَلٰۤـئِكَةَ لَا بُشۡرٰى يَوۡمَئِذٍ لِّلۡمُجۡرِمِيۡنَ ''جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گناہ گاروں کے لیے کوئی خوشی (کی بات) نہیں ہوگی۔'' اس کے برعکس بوقت موت مومنوں کا حال یہ ہوتا ہے کہ انھیں نعمتوں، خوشیوں اور مسرتوں کی خوش خبری سنائی جاتی ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا تَتَنَزَّلُ عَلَيۡهِمُ الۡمَلٰۤـئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوۡا وَلَا تَحۡزَنُوۡا وَاَبۡشِرُوۡا بِالۡجَـنَّةِ الَّتِىۡ كُنۡتُمۡ تُوۡعَدُوۡنَ ○ نَحۡنُ اَوۡلِيٰٓـؤُكُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَفِى الۡاٰخِرَةِ‌ ۚ وَلَـكُمۡ فِيۡهَا مَا تَشۡتَهِىۡۤ اَنۡفُسُكُمۡ وَلَـكُمۡ فِيۡهَا مَا تَدَّعُوۡنَ ؕ نُزُلًا مِّنۡ غَفُوۡرٍ رَّحِيۡمٍ ○ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:30-32) ''جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر وہ (اس پر) قائم رہے یقیناً ان پر فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اترتے ہیں کہ تم خوف نہ کرو اور نہ تم غم کھاؤ اور تم خوش ہو جاؤ اس جنت کے ساتھ جس کا تم وعدہ دیے جاتے تھے۔ ہم دنیا کی زندگی میں بھی تمھارے دوست ہیں اور آخرت میں بھی (تمھارے رفیق ہیں) اور اس میں تمھارے لیے جو تمھارے جی چاہیں اور جو چیز تم طلب کرو گے تمھارے لیے اس میں (موجود) ہوگی، (یہ) بخشنے والے مہربان کی طرف سے بطور مہمانی ہے۔''

براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ فرشتہ (ملک الموت) مومن کی روح سے کہتا ہے: [أُخْرُجِي أَيَّتُهَا النَّفْسُ الطَّيِّبَةُ، كَانَتْ فِي الْجَسَدِ الطَّيِّبِ (كُنْتِ تَعْمُرِينَهُ) أُخْرُجِي...... بِرَوْحٍ وَّرَيْحَانٍ وَّرَبٍّ غَيْرِ غَضْبَانَ] ''نکل آ، اے پاک جسم کے اندر پاک جان جو اسے آباد کیے ہوئے تھی! نکل آ!...... راحت و آرام اور رزق و سرور دینے والے رب کی طرف جو (تجھ سے) ناراض ہونے والا نہیں ہے۔''[1]

کچھ دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ يَوۡمَ يَرَوۡنَ الۡمَلٰۤـئِكَةَ لَا بُشۡرٰى ...... ''جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے (اس دن گناہ گاروں کو) کوئی خوشی نہیں ہوگی......۔'' سے مراد قیامت کا دن ہے، یہ مجاہد اور ضحاک وغیرہ کا بھی قول ہے۔[2] اور دونوں

① مسند أحمد: 365,364/2 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ جبکہ قوسین والے الفاظ صحیح مسلم، الجنة وصفة نعيمها وأهلها، باب عرض مقعد الميت......، حدیث: 2872 میں ہیں۔ جبکہ حضرت براء سے مروی حدیث بالفاظ دیگر مسند أحمد: 288,287/4 میں ہے۔ ② تفسير ابن أبي حاتم: 2677,2676/8.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اقوال میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ فرشتے موت اور قیامت کے ان دونوں دنوں میں مومنوں اور کافروں کے سامنے نمودار ہوتے ہیں، مومنوں کو رحمت اور رضوان کی بشارت دیتے ہیں اور کافروں کو یہ خبر دیتے ہیں کہ ان کے لیے گھاٹا اور خسارہ ہوگا اور اس دن مجرموں کے لیے کوئی خوش خبری نہ ہوگی۔ ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴾ ''وہ (فرشتے) کہیں گے: (بہشت تم پر) ممنوع ہے، حرام کردی گئی ہے۔'' یعنی فرشتے کافروں سے کہیں گے کہ آج حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں کامیابی عطا فرمائے۔ حِجر کے اصل معنی منع کر دینے اور روک دینے کے ہیں حَجَرَ الْقَاضِي عَلٰى فُلَانٍ کا محاورہ اس وقت استعمال کیا جاتا ہے جب قاضی کسی کو مال میں تصرف کرنے سے روک دے، خواہ وہ دیوالیہ ہونے کی وجہ سے روکے یا سفاہت یا صغرسنی کی وجہ سے۔ بیت الحرام کے پاس مقام حِجر کا نام حِجر اس وجہ سے ہے کہ وہ طواف کرنے والوں کو اس کے اندر طواف کرنے سے منع کرتا ہے، اس لیے اس کے باہر سے طواف کیا جاتا ہے، عقل کو بھی حِجر کہتے ہیں کیونکہ وہ عقل مند کو ناشائستہ باتوں سے منع کرتی ہے، الغرض! ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ ﴾ کی ضمیر فرشتوں کی طرف عائد ہے۔ یہ مجاہد، عکرمہ، حسن، ضحاک، قتادہ، عَطِیّہ عوفی، عطاء خُراسانی، خُصَیف اور کئی ایک ائمۂ تفسیر کا قول ہے۔[1] ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[2]

ابن جریر نے ابن جریج سے روایت کیا ہے کہ اس کا تعلق مشرکوں کی بات سے ہے۔[3] ﴿ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ ﴾ ''جس دن وہ فرشتوں کو دیکھیں گے۔'' تو فرشتوں سے پناہ مانگیں گے۔ عربوں میں یہ رواج تھا کہ جب کسی پر کوئی مصیبت یا سختی نازل ہوتی تو وہ کہتے تھے: حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ''(کاش! کوئی ہمارے اور ان کے درمیان) مضبوط آڑ بنا دے۔'' یہ قول بھی اگرچہ درست ہے لیکن سیاق کلام کے حوالے سے یہ بعید ہے خصوصاً جبکہ جمہور ائمۂ تفسیر کا قول اس کے خلاف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ ﴾ ''اور انھوں نے جو کوئی (نیک) بھی عمل کیے تھے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے۔'' یعنی قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اچھے اور برے تمام اعمال کا حساب لے گا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ان مشرکوں کو ان کے اعمال سے کچھ حاصل نہ ہوگا جن کے بارے میں انھوں نے گمان کر رکھا ہے کہ یہ اعمال ان کے لیے نجات کا سبب ہوں گے کیونکہ ان کے یہ اعمال شرعی شرائط کے مطابق نہیں ہوں گے، یعنی ان کے ہاں اخلاص اور اتباع شریعت کی شرائط مفقود ہوں گی، ہر عمل جو خالص اور شریعت کے مطابق نہ ہو تو وہ باطل ہے اور کفار کے اعمال ان دو میں سے کسی ایک سے خالی نہیں ہوتے بلکہ ان میں اخلاص بھی نہیں ہوتا اور شریعت کی مطابقت بھی نہیں ہوتی، لہٰذا ان کے اعمال اس وقت قبولیت سے بہت بعید ہوں گے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَقَدِمْنَآ اِلٰى مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ ''اور انھوں نے جو کوئی (نیک) بھی عمل کیے تھے ہم ان کی طرف متوجہ ہوں گے، پھر ہم انھیں اُڑتی خاک کر دیں گے۔''

اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ فَجَعَلْنٰهُ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ کے بارے میں سفیان ثوری نے ابو اسحاق سے، انھوں نے حارث سے اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اس ﴿ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ سے مراد سورج کی شعاع ہے جبکہ وہ طاق

[1] تفسیر ابن أبي حاتم : 2677/8 . [2] تفسیر الطبری : 5/19 . [3] تفسیر الطبری : 5/19 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

میں داخل ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول کئی سندوں سے مروی ہے۔① اسی طرح یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، سدی اور ضحاک وغیرہ سے بھی مروی ہے۔②

حسن بصری رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے کہ اس شعاع کو کہتے ہیں جو طاق میں ہو کہ اگر اسے کوئی پکڑنا چاہے تو پکڑ نہیں سکتا۔③

ابوالاحوص نے ابواسحاق سے، انھوں نے حارث سے اور انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ﴿ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ سے مراد جانوروں کے قدموں سے اٹھنے والا گرد وغبار ہے۔④ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہ قول مروی ہے، ضحاک اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا بھی یہی قول ہے۔⑤

قتادہ کہتے ہیں کہ تم نے خشک درخت کو دیکھا ہے جبکہ ہوا اسے اڑاتی ہے، اس کے خشک پتوں کو ﴿ هَبَآءً مَّنْثُوْرًا ﴾ کہتے ہیں۔⑥ یعلی بن عبید سے مروی ہے کہ ﴿ هَبَآءً ﴾ سے مراد راکھ ہے جب اسے ہوا اڑاتی پھرے۔ بہر حال ان تمام اقوال کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت کریمہ میں متنبہ کیا گیا ہے کہ کفار کے اعمال اس طرح کی حقیر، گھٹیا اور متفرق چیز کی طرح ہوں گے کہ جسے پکڑا نہ جا سکے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ ...... ﴾ الآية (إبراهيم 18:14) ''جن لوگوں نے اپنے پروردگار سے کفر کیا ان کے اعمال کی مثال راکھ کی سی ہے کہ اس پر زور کی ہوا چلے......۔''

اور فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَ الْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ؕ ﴾ (البقرة 264:2) ''اے مومنو! اپنے صدقات (وخیرات) احسان جتانے اور ایذا دینے سے اس شخص کی طرح برباد نہ کر دینا جو لوگوں کو دکھاوے کے لیے مال خرچ کرتا ہے اور اللہ اور روز آخرت پر ایمان نہیں رکھتا تو اس (کے مال) کی مثال اس چٹان کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی پڑی ہو اور اس پر زور کا مینہ برس کر اسے صاف کر ڈالے (اسی طرح) یہ (ریاکار) لوگ اپنے ان اعمال کا جو وہ کرتے رہے کچھ بھی صلہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا ...... ﴾ (النور 39:24) ''اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے اعمال سراب کی طرح ہیں جیسے چٹیل میدان میں اس (ریت) کو پیاسا پانی سمجھتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس آئے تو اسے کچھ بھی نہ پائے۔''

اہل جنت کا ٹھکانا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴾ ''اس دن اہل جنت کا ٹھکانا بھی بہتر ہوگا اور مقام استراحت بھی خوب ہوگا۔'' یعنی قیامت کے دن۔ ﴿ لَا يَسْتَوِيْۤ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ

① تفسير ابن أبي حاتم: 2679/8 و تفسير الطبري: 7/19۔ ② تفسير الطبري: 7,6/19 و تفسير ابن أبي حاتم: 2679/8.
③ تفسير الطبري: 6/19. ④ تفسير ابن أبي حاتم: 2679/8. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 2679/8. ⑥ تفسير ابن أبي حاتم: 2679/8.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿25﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۣالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ

اور جس دن آسمان بادلوں کے ساتھ پھٹ جائے گا، اور فرشتے لگا تار اتارے جائیں گے ﴿25﴾ اس دن حقیقی بادشاہی رحمٰن ہی کی ہوگی، اور وہ دن کافروں

وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿26﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ

پر بہت سخت ہوگا ﴿26﴾ اور جس دن (ہر) ظالم اپنے دونوں ہاتھ (دانتوں سے) کاٹ کھائے گا (اور) کہے گا: اے کاش! میں رسول کے ساتھ راہ اختیار کرتا ﴿27﴾

مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿27﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿28﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ

ہائے میری کم بختی! کاش! میں فلاں (شخص) کو دوست نہ بناتا ﴿28﴾ بلاشبہ اس نے میرے پاس ذکر (قرآن) آجانے کے بعد مجھے (اس سے) بہکا دیا اور

اِذْ جَآءَنِيْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿29﴾

شیطان انسان کو (مصیبت میں) بے یار و مددگار چھوڑ دینے والا ہے ﴿29﴾

اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ○ ﴾ (الحشر 59:20) ”اہل دوزخ اور اہل بہشت برابر نہیں ہو سکتے، اہل بہشت ہی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔“ اس لیے کہ اہل جنت بلند و بالا درجات اور پرامن بالا خانوں سے سرفراز کیے جائیں گے، وہ ایسے مقام امن میں فروکش ہوں گے جو بہت پاکیزہ اور جس کا منظر بہت حسین و دلفریب ہوگا۔ ﴿ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿76﴾ ﴾ (الفرقان 25:76) ”اس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت ہی عمدہ جگہ ہے۔“ جبکہ دوزخی دوزخ کے سب سے نچلے درجوں میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حسرتوں، ندامتوں اور انواع و اقسام کی سزاؤں اور عذابوں میں ہوں گے۔ ﴿ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ○ ﴾ (الفرقان 25:66) ”بے شک وہ دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔“ یعنی دیکھنے کے اعتبار سے بھی یہ مقام بہت برا ہوگا اور رہنے کے اعتبار سے بھی انتہائی ناپسندیدہ، اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿24﴾ ”اس دن اہل جنت کا ٹھکانا بھی بہتر ہوگا اور مقام استراحت بھی خوب ہوگا۔“ یعنی اعمال صالحہ کی وجہ سے اہل جنت ان نعمتوں سے سرفراز اور اس پاکیزہ مقام و مرتبہ سے شاد کام ہوں گے جبکہ اہل دوزخ کا کوئی ایک عمل بھی ایسا نہ ہوگا جو ان کے لیے جنت میں داخل ہونے اور دوزخ سے نجات پا جانے کا سبب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے سعادت مند بندوں کے حالات کو بیان فرما کر بدبختوں کے حالات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ان کے ہاں قطعی طور پر کوئی اچھی بات نہ ہوگی۔

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حساب سے نصف النہار کے وقت فارغ ہو جائے گا اور اس وقت اہل جنت، جنت میں اور اہل دوزخ، دوزخ میں اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچا دیے جائیں گے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا ﴿24﴾ ”اس دن اہل جنت کا ٹھکانا بھی بہتر ہوگا اور مقام استراحت بھی خوب ہوگا۔“[1] عکرمہ کہتے ہیں کہ مجھے اس گھڑی کا علم ہے جب اہل جنت، جنت میں اور اہل دوزخ، دوزخ میں داخل ہوں گے، یہ وہ گھڑی ہوگی جس کے حساب سے دنیا میں دوپہر کے وقت سورج خوب بلند ہو جاتا ہے اور لوگ قیلولہ کرنے کے لیے اپنے

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2681/8.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

گھر والوں کے پاس آ جاتے ہیں، اس وقت اہل دوزخ، دوزخ میں ہوں گے اور اہل جنت کو جنت میں پہنچا دیا جائے گا، جہاں وہ محو استراحت ہوں گے اور انھیں مچھلی کے کباب کھلائے جائیں گے جس سے سب سیر ہو جائیں گے، یہی معنی ہیں اس ارشاد باری تعالیٰ کے: ﴿اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ يَوْمَىِٕذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَّاَحْسَنُ مَقِيْلًا﴾ (24) ''اس دن اہل جنت کا ٹھکانا بھی بہتر ہوگا اور مقام استراحت بھی خوب ہوگا۔''[1]

تفسیر آیات:25-29

قیامت کے دن کی سنگینیاں: اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کی ہولناکیوں اور اس دن پیش آنے والے بڑے بڑے واقعات کی طرف اشارہ فرمایا ہے جن میں سے ابر کے ساتھ آسمان کا لپیٹ جانا بھی ہے، ابر سے مراد عظیم الشان نور کے وہ سائبان ہیں جو نظروں کو چندھیا دیں گے اور اس دن آسمانوں کے فرشتوں کا نازل ہونا ہے جو میدان حشر میں چاروں طرف سے مخلوقات کو گھیر لیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فیصلے فرمانے کے لیے جلوہ افروز ہوگا۔ مجاہد نے کہا ہے کہ یہ آیت اس طرح ہے جیسے حسب ذیل آیت کریمہ ہے: ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓىِٕكَةُ ...﴾ الآية (البقرة 2:210) ''کیا وہ لوگ اب اسی بات کے منتظر ہیں کہ اللہ بادلوں کے سائے میں ان کے سامنے چلا آئے اور فرشتے بھی......''[2] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلْمُلْكُ يَوْمَىِٕذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ ...﴾ الآیة ''اس دن سچی بادشاہی اللہ ہی کی ہوگی......'' جیسا کہ فرمایا: ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ (المؤمن 40:16) ''آج کس کی بادشاہت ہے؟ اللہ کی جو اکیلا (اور) غالب ہے۔''

صحیح حدیث میں ہے: [يَطْوِى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ السَّمَاوَاتِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثُمَّ يَأْخُذُهُنَّ بِيَدِهِ الْيُمْنٰى، ثُمَّ يَقُولُ: أَنَا الْمَلِكُ (أَنَا الدَّيَّانُ، أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ؟) أَيْنَ الْجَبَّارُونَ؟ أَيْنَ الْمُتَكَبِّرُونَ؟ ثُمَّ يَطْوِى الْأَرَضِينَ بِشِمَالِهِ] ''اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آسمانوں کو لپیٹ لے گا، پھر ان کو دائیں ہاتھ کے ساتھ پکڑ لے گا اور فرمائے گا: میں ہوں بادشاہ، میں ہوں حاکم، کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟ کہاں ہیں سرکش؟ کہاں ہیں متکبر؟ پھر زمینوں کو اپنے بائیں ہاتھ[3] کے

---

(1) تفسیر ابن أبی حاتم: 2681/8. (2) تفسیر الطبری: 9/19 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2682/8. (3) یہاں اللہ تعالیٰ کے لیے بائیں ہاتھ کا اطلاق کیا گیا ہے جبکہ اکثر احادیث میں دائیں کے مقابلے میں [بِيَدِهِ الْأُخْرٰى] ''اپنے دوسرے ہاتھ سے'' کے الفاظ منقول ہیں، نیز احادیث میں [كِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ] ''اور اس کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں۔'' کی صراحت بھی موجود ہے۔ (صحیح مسلم، الإمارة، باب فضيلة الأمير العادل، حدیث: 1827) حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام بیہقی کے حوالے سے [بِشِمَالِهِ] کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ لفظ ثقات کی مخالفت کی وجہ سے منکر ہے کیونکہ [بِشِمَالِهِ] کہنے میں عمر بن حمزہ متفرد ہے (اور وہ ضعیف ہے) جبکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نافع اور عبیداللہ بن مقسم نے [بِشِمَالِهِ] کے بغیر روایت کیا ہے۔ اور حافظ ہی نے امام قرطبی سے اس کی یہ توجیہ بھی نقل کی ہے کہ یہاں کسی راوی نے مخلوق کے اعتبار سے دائیں کے مقابلے میں سمجھانے کے لیے دوسرے ہاتھ پر شمال کا اطلاق کر دیا ہے۔ الغرض یا تو یہ دیگر ثقات کی مخالفت کی وجہ سے منکر اور ضعیف ہے اس بنا پر اللہ تعالیٰ کے لیے اس کا اطلاق درست ہی نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات عالیہ توقیفی ہیں اور اگر اسے صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر امام قرطبی والی توجیہ کو مدنظر رکھا جائے یا یہ مفہوم لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا بایاں ہاتھ بھی نقص، عیب اور کمزوری سے پاک ہے اور [كِلْتَا يَدَيْهِ يَمِينٌ] کا مفہوم یہ ہوسکتا ہے کہ یہاں بائیں ہاتھ کو بھی نقص و عیب سے پاک قرار دینے کی تاکید کی گئی ہو۔ واللہ أعلم دیکھیے منهج الحافظ ابن حجر العسقلانی فی العقیدة: 2/879-883.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ساتھ لپیٹ لے گا۔‘‘[1]

اور فرمایا: ﴿ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴾ ’’اور وہ دن کافروں پر نہایت سخت ہوگا۔‘‘ کیونکہ یہ عدل وانصاف کرنے اور فیصلے کرنے کا دن ہوگا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَذٰلِكَ يَوْمَئِذٍ يَّوْمٌ عَسِيْرٌ ۝ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ غَيْرُ يَسِيْرٍ ۝ ﴾ (المدّثّر 10,9:74) ’’وہ دن سخت دشوار دن ہوگا، کافروں پر آسان نہ ہوگا۔‘‘ یہ تو کافروں کا حال ہوگا جبکہ مومنوں کا اس دن یہ حال ہوگا: ﴿ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ ...... ﴾ الآية (الأنبيآء 103:21) ’’انھیں (اس دن) بڑی گھبراہٹ بھی غمگین نہیں کرے گی......۔‘‘

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴾ ’’اور جس دن (ناعاقبت اندیش) ظالم اپنے دونوں ہاتھوں پر کاٹے گا اور کہے گا کہ اے کاش! میں نے پیغمبر کے ساتھ رستہ اختیار کیا ہوتا۔‘‘ اللہ تعالیٰ اس ظالم کی ندامت کے بارے میں بیان فرمارہے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کے رستے کو چھوڑ دیا تھا اور اس دین حق سے منہ موڑ لیا تھا جسے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے پاس سے لے کر تشریف لائے تھے اور اس نے رسول اللہ ﷺ کے رستے کو چھوڑ کر دوسروں کے رستے کو اختیار کیا تھا، قیامت کے دن یہ ظالم ندامت کا اظہار کرے گا مگر اس دن ندامت وحسرت کا اظہار کچھ کام نہ آئے گا اور یہ حسرت وافسوس کے ساتھ اپنے ہاتھوں کو کاٹ کھائے گا۔ یہ آیت کریمہ عُقبہ بن ابومُعَیط کے بارے میں نازل ہوئی ہو یا کسی دوسرے بدبخت کے بارے میں۔[2] مگر اس کا حکم عام ہے اور سب ظالموں کے لیے ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿ يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا ۝ وَقَالُوْا رَبَّنَآ اِنَّآ اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَآءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِيْلَا ۝ ﴾ (الأحزاب 67,66:33) ’’جس دن ان کے چہرے آگ میں الٹائے جائیں گے تو وہ کہیں گے: اے کاش! ہم اللہ کی فرماں برداری کرتے اور رسول (اللہ) کا حکم مانتے اور کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنے سرداروں اور بڑے لوگوں کا کہا مانا تو انھوں نے ہمیں رستے سے گمراہ کر دیا۔‘‘

ہر ظالم قیامت کے دن حد درجہ ندامت کا اظہار کرے گا، اپنے ہاتھوں کو کاٹ کھائے گا اور کہے گا: ﴿ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴾ ’’اے کاش! میں نے پیغمبر کے ساتھ رستہ اختیار کیا ہوتا، ہائے شامت! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست نہ بنایا ہوتا۔‘‘ یعنی اس کو جس نے اسے ہدایت سے دور ہٹا دیا تھا اور وہ اسے گمراہی کے رستے کی طرف لے گیا تھا۔ یہ آیت کریمہ سب ظالموں کے لیے ہے، خواہ وہ امیہ بن خلف ہو یا اس کا بھائی اُبی بن خلف یا ان کے علاوہ دیگر ظالم۔[3] ﴿ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ ﴾ ’’البتہ تحقیق اس نے مجھے (کتاب) نصیحت کے میرے پاس آنے کے بعد بہکا دیا۔‘‘ کتاب نصیحت سے مراد قرآن مجید ہے، یعنی میرے پاس قرآن مجید کے پہنچ جانے

---

[1] صحيح مسلم، صفة المنافقين......، باب صفة القيامة والجنة والنار، حديث: 2788 عن ابن عمر رضی اللہ عنہ، البتہ قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ...... ﴾ (الزمر 67:39)، حديث: 4812 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ و قبل الحديث: 7481 میں ہیں۔ [2] تفسير الطبري: 11/19. [3] تفسير الطبري: 11/19.

’’محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿30﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ

اور رسول کہیں گے: اے میرے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو متروک بنا دیا (پس پشت ڈال دیا) تھا﴿30﴾ اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن

عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿31﴾

مجرموں میں سے بنائے، اور آپ کا رب ہادی اور مددگار کافی ہے﴿31﴾

کے بعد اس نے مجھے اس سے بہکا دیا۔ ﴿وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿29﴾﴾ ''اور شیطان انسان کو بے یار و مددگار چھوڑنے والا ہے۔'' اسے دغا دے کر حق سے دور ہٹا دیتا ہے اور اسے باطل کے لیے استعمال کرتا اور باطل ہی کے اختیار کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

تفسیر آیات: 31,30

رسول اللہ ﷺ مخالفین کا شکوہ کریں گے: اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی و رسول محمد صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهٗ عَلَيْهِ دَائِمًا اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ آپ نے کہا تھا کہ ﴿يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿30﴾﴾ ''اے میرے پروردگار! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑا ہوا ٹھہرا لیا تھا۔'' اس لیے کہ مشرک قرآن نہیں سنتے تھے بلکہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَسْمَعُوْا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ ......﴾ الآية (حٰمٓ السجدة 41:26)

''اور کافر کہنے لگے کہ اس قرآن کو سنا ہی نہ کرو اور (جب پڑھنے لگیں تو) شور مچا دیا کرو......۔''

جب قرآن مجید پڑھا جاتا تو مشرکین کثرت سے شور و غوغا مچا دیا کرتے تھے تاکہ اسے سن نہ سکیں، یہ قرآن مجید کو چھوڑنے کی ایک صورت ہے۔ ایک صورت یہ ہے کہ قرآن مجید پر ایمان نہ لایا جائے اور اس کی تصدیق نہ کی جائے۔ قرآن مجید پر غور و فکر اور تدبر نہ کرنا بھی اسے چھوڑنے کی ایک صورت ہے، اس کے مطابق عمل نہ کرنا، اس کے احکام کی اطاعت نہ بجا لانا اور اس کے نواہی سے اجتناب نہ کرنا بھی اسے چھوڑنے کی ایک صورت ہے، قرآن سے اعراض کر کے شعر یا قول یا موسیقی یا لہو و لعب یا قصے کہانیوں یا قرآن کے بتائے ہوئے رستے کے علاوہ کسی دوسرے رستے کو اختیار کرنا بھی اسے چھوڑنے ہی کی ایک صورت ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں جو کریم و منّان اور ہر چیز پر قادر ہے کہ وہ ہمیں اپنی ناراضی کے کاموں سے بچائے اور اپنی رضا کے کاموں میں ہمیں لگائے کہ ہم اس کی پاک کتاب کو حفظ کریں، اسے سمجھیں اور دن رات اس کے مطابق اس طرح عمل کریں جس سے وہ خوش ہوتا اور اسے پسند فرماتا ہو۔ اِنَّهٗ كَرِيْمٌ وَّهَّابٌ.

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے گناہ گاروں میں سے ہر پیغمبر کے دشمن بنا دیے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) جس طرح آپ کو اپنی قوم سے سابقہ پیش آیا کہ انھوں نے قرآن کو چھوڑ دیا، اسی طرح سابقہ امتوں کا بھی یہی حال تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے گناہ گاروں میں سے ہر پیغمبر کے دشمن بنا دیے ہیں جو لوگوں کو ضلالت اور کفر کی طرف دعوت دیا کرتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚۛ كَذٰلِكَ ۚۛ

اور کافروں نے کہا: اس پر یہ قرآن ایک ہی بار اکٹھا کیوں نہیں نازل کیا گیا؟ اسی طرح (ہم نے نازل کیا) ہے، تاکہ ہم اس سے آپ کا دل مضبوط

لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ﴿32﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ

کریں، اور ہم نے اسے خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے ﴿32﴾ اور وہ (کافر) جب آپ کے پاس کوئی مثال (اعتراض) لے کر آئیں تو ہم (جواب میں) آپ کو حق

وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿33﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ

اور (اس کی) بہت اچھی توجیہ و تفسیر بتا دیتے ہیں ﴿33﴾ جو لوگ اپنے چہروں کے بل جہنم کی طرف اکٹھے کیے جائیں گے، وہی لوگ بدترین مکان والے اور

مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿34﴾ ع 4/10/2

گمراہ ترین راہ والے ہیں ﴿34﴾

بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَاۗءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ○ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ○ ﴾ (الأنعام 6:112,113) ''اور اسی طرح ہم نے شیطان (سیرت) انسانوں اور جنوں کو ہر پیغمبر کے دشمن بنا دیا، وہ دھوکا دینے کے لیے ایک دوسرے کو پر فریب باتیں القا کرتے رہتے تھے اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے، چنانچہ آپ انھیں اور جو کچھ یہ افترا کرتے ہیں اسے چھوڑ دیں اور (وہ ایسے کام) اس لیے بھی (کرتے تھے) کہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل ان کی باتوں کی طرف مائل ہو جائیں اور تاکہ وہ اس جھوٹ سے راضی ہوں اور جو کام وہ کرتے تھے وہی کرنے لگیں۔''

اسی لیے تو اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا ہے: ﴿ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿31﴾ ﴾ ''اور آپ کا پروردگار ہدایت دینے والا اور مدد کرنے والا کافی ہے۔'' اس کے لیے جو اس کے رسول کی اتباع کرے، اس کی کتاب پر ایمان لائے، اس کی تصدیق اور اتباع کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کا ہادی اور ناصر ہے۔ ﴿ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿31﴾ ﴾ اس لیے فرمایا کہ مشرکین قرآن کی اتباع سے لوگوں کو اس لیے روکتے تھے تاکہ کوئی اس کے ساتھ ہدایت حاصل نہ کرے اور ان کا طریقہ قرآن کے طریقے پر غالب آ جائے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ۭ ...... ﴾ ''اور اسی طرح ہم نے گناہ گاروں میں سے ہر پیغمبر کے دشمن بنا دیے......''

تفسیر آیات: 32-34

قرآن مجید کے تدریجاً اتارنے میں حکمت: اللہ تعالیٰ نے کفار کے کثرت کے ساتھ اعتراضات، ان کی ضد، ہٹ دھرمی اور لایعنی گفتگو کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انھوں نے کہا تھا: ﴿ لَوْ لَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً وَّاحِدَةً ۚۛ ﴾ ''اس پر قرآن ایک ہی دفعہ اکٹھا کیوں نہیں اتارا گیا؟'' یعنی یہ کتاب جو اس رسول پر نازل کی گئی ہے یہ ایک ہی دفعہ کیوں نہیں اتاری گئی جیسا کہ تورات، انجیل، زبور اور دیگر آسمانی کتابیں ایک ہی دفعہ نازل کی گئی تھیں تو اس کا اللہ تعالیٰ نے جواب یہ دیا ہے کہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس قرآن کو حالات و واقعات اور جن احکام کی ضرورت تھی ان کے مطابق تیئیس (23) برس میں آہستہ آہستہ اس لیے اتارا گیا ہے تاکہ اس سے مومنوں کے دلوں کو قائم رکھا جائے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ ......﴾ الآیة (بنیٓ إسرآء یل 106:17) ''اور ہم نے اس قرآن کو جز جز (کرکے نازل) کیا ہے......'' اور یہاں فرمایا ہے: ﴿لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَ رَتَّلْنٰهُ تَرْتِيْلًا ۳۲﴾ ''تاکہ ہم اس سے آپ کے دل کو مضبوط کردیں اور (اسی واسطے) ہم نے اسے ٹھہر ٹھہر کر پڑھا ہے۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اسی لیے ہم نے اس کو کھول کھول کر بیان کردیا ہے۔[1] عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اس کی خوب خوب تفسیر کردی ہے۔[2]

﴿وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ﴾ ''اور یہ لوگ آپ کے پاس کوئی مثال (اعتراض) نہیں لاتے۔'' اور جو حجت اور شبہ کرتے ہیں، ﴿اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۳۳﴾ ''مگر ہم آپ کے پاس (اس کا) صحیح صحیح (جواب) اور بہترین توجیہ لاتے ہیں۔'' یعنی حق کے مقابلے میں یہ جو بات بھی پیش کرتے ہیں اس کا ہم جواب بھیج دیتے ہیں جبکہ قرآن خود بھی حق ہے اور ان کافروں کی باتوں کی نسبت زیادہ روشن، زیادہ واضح اور زیادہ فصیح و بلیغ ہے۔

امام ابوعبدالرحمٰن نسائی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت کو بیان کیا ہے کہ سارا قرآن ایک دفعہ لیلۃ القدر میں آسمان دنیا پر نازل کردیا گیا تھا، پھر اس کے بعد بیس (20) سالوں میں اس کا نزول مکمل ہوا۔[3] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَ اَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ۳۳﴾ ''اور یہ لوگ آپ کے پاس جو (اعتراض کی) بات لاتے ہیں تو ہم (اس کا) صحیح صحیح (جواب) اور بہترین توجیہ آپ کے پاس بھیج دیتے ہیں۔''

اور فرمایا: ﴿وَ قُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّ نَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ○﴾ (بنیٓ اسرآء یل 106:17) ''اور ہم نے اس قرآن کو جز جز (کرکے نازل) کیا ہے تاکہ آپ اس کو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر پڑھیں اور ہم نے اسے آہستہ آہستہ اتارا ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کافروں کا بدترین حال ہوگا اور ان بدترین حالات میں بہت بری صورتوں کے ساتھ انھیں جہنم رسید کردیا جائے گا، ﴿اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّ اَضَلُّ سَبِيْلًا ۳۴﴾ ''جو لوگ اپنے چہروں کے بل دوزخ کی طرف جمع کیے جائیں گے، ان کا ٹھکانا بھی بدترین ہے اور وہ رستے کے اعتبار سے بھی سب سے زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی صحیح حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول (ﷺ!) روز قیامت کافر کو چہرے کے بل کس طرح چلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: [إِنَّ الَّذِي أَمْشَاهُ عَلَى رِجْلَيْهِ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُّمْشِيَهُ عَلَى وَجْهِهِ (يَوْمَ الْقِيَامَةِ)] ''بلاشبہ جس ذات پاک نے اسے پاؤں کے بل چلایا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ قیامت کے دن

[1] تفسير ابن أبي حاتم:2691/8 . [2] تفسير الطبري:16/19. [3] السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً﴾ (الفرقان 62:25):421/6، حديث:11372.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِیْرًا ﴿35﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَاۤ اِلَی

اور بلاشبہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، اور اس کے ساتھ اس کے بھائی ہارون کو مددگار بنایا﴿35﴾ پھر ہم نے کہا: تم دونوں اس قوم کی طرف جاؤ جنھوں نے

الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ؕ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِیْرًا ﴿36﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا کَذَّبُوا الرُّسُلَ

ہماری آیات کو جھٹلایا، پھر ہم نے انھیں بالکل ہی ہلاک کر کے رکھ دیا﴿36﴾ اور قوم نوح کو بھی، جب اس نے رسولوں کی تکذیب کی، ہم نے انھیں غرق

اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰیَةً ؕ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِیْنَ عَذَابًا اَلِیْمًا ﴿37﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ

کردیا، اور ہم نے انھیں لوگوں کے لیے نشانِ (عبرت) بنادیا، اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے﴿37﴾ اور قوم عاد اور ثمود اور

وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًۢا بَیْنَ ذٰلِکَ کَثِیْرًا ﴿38﴾ وَکُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۫ وَکُلًّا تَبَّرْنَا

کنویں والے اور ان کے درمیان (دیگر) بہت سی قوموں کو بھی (ہم نے ہلاک کردیا)﴿38﴾ اور ہر ایک کے لیے ہم نے مثالیں بیان کیں، اور سب کو بالکل

تَتْبِیْرًا ﴿39﴾ وَلَقَدْ اَتَوْا عَلَی الْقَرْیَةِ الَّتِیْۤ اُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ؕ اَفَلَمْ یَکُوْنُوْا یَرَوْنَهَا ۚ

تباہ و برباد کردیا﴿39﴾ اور بلاشبہ یہ لوگ اس (قوم کی) بستی پر سے تو گزرتے ہیں جس پر بدترین بارش برسائی گئی، کیا پھر وہ اسے دیکھتے نہیں رہے؟ بلکہ

بَلْ کَانُوْا لَا یَرْجُوْنَ نُشُوْرًا ﴿40﴾

وہ (دوبارہ جی) اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے تھے﴿40﴾

اسے چہرے کے بل چلائے۔''[1]

تفسیر آیات:35-40

مشرکینِ قریش کو ڈراوا: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ کی تکذیب کرنے والے آپ کی قوم کے مشرکین اور دیگر مخالفین کو اپنے اس سخت عقاب و عذاب سے ڈرایا ہے جسے پیغمبروں کی تکذیب کرنے والی سابقہ امتوں پر اس نے نازل فرمایا تھا۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے پہلے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں مبعوث فرمایا اور ان کے بھائی ہارون کو مددگار بنا کر ان کے ساتھ ملا دیا تھا مگر فرعون اور اس کے شاگردوں نے اللہ تعالیٰ کے ان دونوں نبیوں کی تکذیب کی تو ﴿دَمَّرَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ۫ وَلِلْکٰفِرِیْنَ اَمْثَالُهَا۝﴾ (محمد10:47) ''اللہ نے ان پر تباہی ڈال دی اور اسی طرح کی (سزائیں) ان کافروں کے لیے ہیں۔''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے قوم نوح کے ساتھ بھی کیا جب انھوں نے اللہ کے رسول نوح علیہ السلام کی تکذیب کی تھی اور جو کسی ایک رسول کی تکذیب کرے اس نے گویا تمام رسولوں کی تکذیب کی کیونکہ رسول ہونے کے اعتبار سے کسی میں کوئی فرق نہیں، اگر بالفرض اللہ تعالیٰ ان کی طرف تمام رسولوں کو بھیج دیتا تو یہ لوگ تمام کی تکذیب کر دیتے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَقَوْمَ

[1] صحیح البخاری، الرقاق، باب الحشر، حدیث: 6523 وصحیح مسلم، صفات المنافقین وأحکامهم، باب یحشر الکافر علی وجهه، حدیث: 2806 ومسند أحمد: 229/3 عن أنس رضی اللہ عنہ واللفظ له. لیکن قوسین والا جملہ صحیحین کے مذکورہ حوالے میں ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿ نُوحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ ﴾ ''اور نوح کی قوم کو بھی جب انھوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا۔'' حالانکہ ان کی طرف ایک ہی پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا گیا تھا جو انھیں ساڑھے نوسو برس تک اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتے اور اس کے عذاب سے ڈراتے رہے، ﴿ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ ﴾ (ھود 11:40) ''اور ان کے ساتھ ایمان بہت ہی کم لوگ لائے تھے۔'' اس لیے اللہ تعالیٰ نے بھی ان سارے کافروں کو غرق کر دیا اور ان میں سے کسی ایک کو بھی باقی نہ چھوڑا اور کشتی میں سوار ہونے والوں کے سوا روئے زمین پر کسی انسان کو بھی باقی نہ رہنے دیا۔ ﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ ﴾ ''اور ہم نے انھیں لوگوں کے لیے (عبرت کا) نشان بنا دیا۔'' تاکہ وہ اس سے عبرت حاصل کریں جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَاۗءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ ۝ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّتَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ ۝ ﴾ (الحآقّة 69:11،12) ''جب پانی طغیانی پر آیا تو یقیناً ہم نے تم (لوگوں) کو کشتی میں سوار کر لیا تاکہ اس کو تمھارے لیے نصیحت بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھیں۔'' یعنی ہم نے تمھارے لیے کشتیوں کو باقی رکھا ہے جن پر تم دریاؤں کی موجوں میں سوار ہوتے ہو تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے تمھیں غرق ہونے سے بچایا اور ان لوگوں کی اولاد میں سے بنایا جو نوح علیہ السلام کے ساتھ ایمان لائے تھے اور جنھوں نے ان کی تصدیق کی تھی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَا۟ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ ﴾ ''اور عاد اور ثمود اور کنویں والوں کو بھی (ہلاک کر دیا۔)'' عاد و ثمود کا قصہ قبل ازیں سورۂ اعراف اور کئی دیگر سورتوں میں بیان ہو چکا ہے،[1] لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں اور کنویں والوں سے مراد، ابن جریج کی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کے مطابق، ثمود کی بستیوں میں سے ایک بستی کے لوگ ہیں۔[2] جبکہ ثوری نے ابوبکر[3] سے اور انھوں نے عِکرِمہ سے روایت کیا ہے کہ رسّ ایک کنواں تھا اور اس میں انھوں نے اپنے نبی کو دفن کر دیا تھا۔[4]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقُرُوْنًۢا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ۝ ﴾ ''اور ان کے درمیان دیگر بہت سی جماعتوں کو بھی (ہلاک کر دیا۔)'' یعنی جن لوگوں کا ہم نے ذکر کیا ہے، ان کے درمیان ہم نے اور بھی بہت سی امتوں کو ہلاک کر دیا تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ الْاَمْثَالَ ۡ ﴾ ''اور ہر ایک (قوم) کے (سمجھانے کے) لیے ہم نے مثالیں بیان کیں۔'' اور ان کے سامنے دلائل و براہین کو واضح کر دیا تھا اور بقول قتادہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان کے تمام عذر ختم کر دیے تھے۔[5]

﴿ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيْرًا ۝ ﴾ ''اور ہم نے (نہ ماننے پر) سب کو بالکل تباہ و برباد کر دیا۔'' یعنی انھیں مکمل طور پر ہلاک کر دیا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ۭ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 17:17) ''اور ہم نے نوح کے بعد کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر ڈالا۔'' قرن سے مراد امت ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قُرُوْنًا اٰخَرِيْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون 23:42) ''پھر ان کے بعد ہم نے دوسری امتیں پیدا کیں۔'' بعض نے قرن کی تحدید ایک سو بیس سال سے کی ہے، بعض نے

[1] دیکھیے الأعراف، آیات: 65-73 کے ذیل میں۔ [2] تفسیر الطبری: 19/19. [3] تفسیر ابن کثیر کے تمام نسخوں میں ابوبکیر ہے لیکن درست ابوبکر ہے۔ [4] تفسیر الطبری: 19/19 و تفسیر القرطبی: 32/13. [5] تفسیر الطبری: 21/19.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

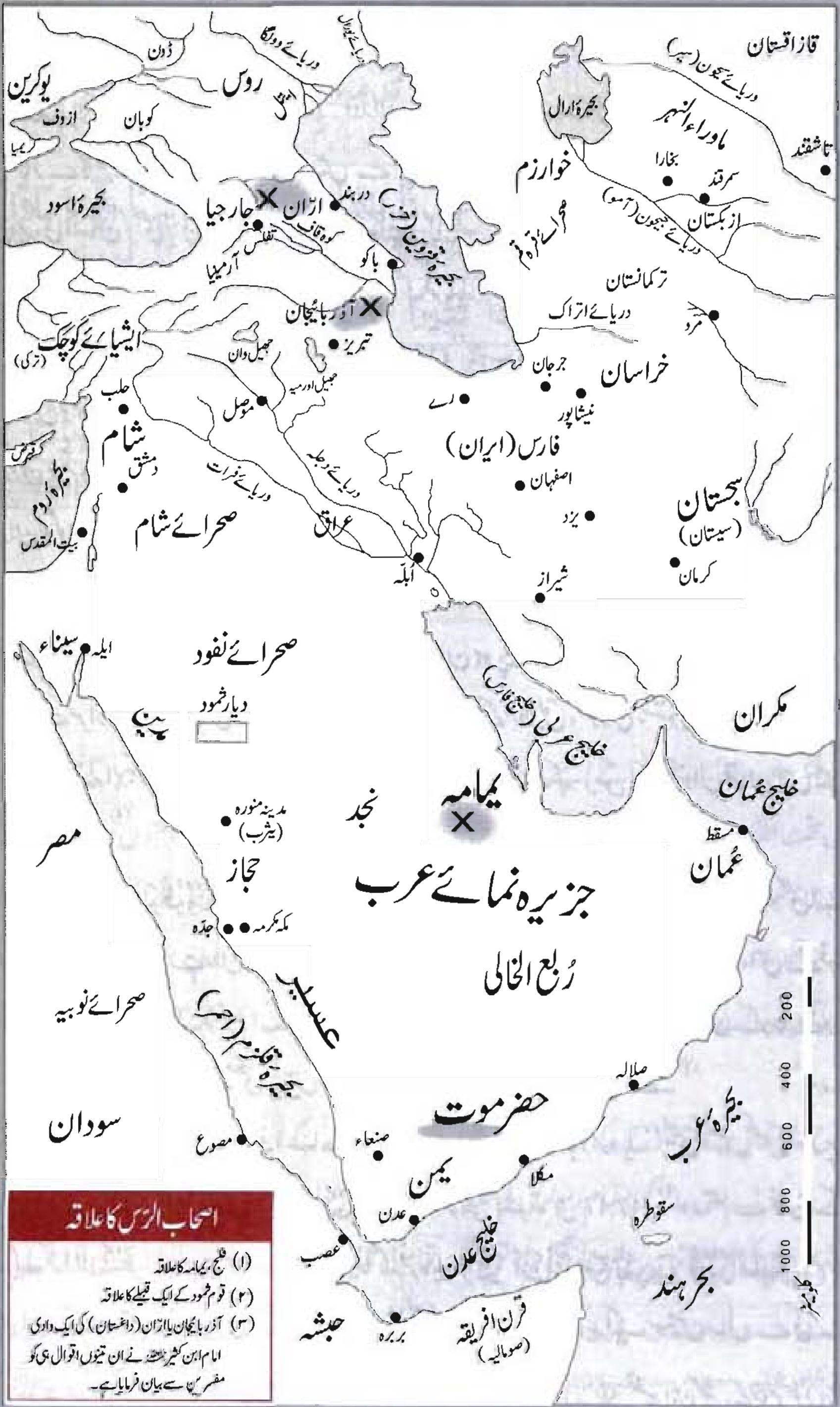

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَا رَاَوۡكَ اِنۡ يَّتَّخِذُوۡنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِىۡ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوۡلًا ﴿41﴾ اِنۡ كَادَ

اور (اے نبی!) جب وہ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کو ہنسی مذاق کا نشانہ بناتے ہیں (اور کہتے ہیں:) کیا یہی ہے وہ جسے اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ ﴿41﴾

لَيُضِلُّنَا عَنۡ اٰلِهَتِنَا لَوۡ لَاۤ اَنۡ صَبَرۡنَا عَلَيۡهَا ؕ وَسَوۡفَ يَعۡلَمُوۡنَ حِيۡنَ يَرَوۡنَ الۡعَذَابَ

بے شک وہ تو ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکانے ہی لگا تھا اگر ہم ان (معبودوں کی عبادت) پر جمے نہ رہتے، اور جلد وہ جان لیں گے جب عذاب

مَنۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا ﴿42﴾ اَرَءَيۡتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰٮهُ ؕ اَفَاَنۡتَ تَكُوۡنُ عَلَيۡهِ وَكِيۡلًا ﴿43﴾ اَمۡ تَحۡسَبُ

دیکھیں گے کہ سب سے زیادہ بے راہ کون ہے ﴿42﴾ کیا آپ نے اسے دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنالیا ہے؟ کیا پھر آپ اس کے ذمہ دار بنتے

اَنَّ اَكۡثَرَهُمۡ يَسۡمَعُوۡنَ اَوۡ يَعۡقِلُوۡنَ ؕ اِنۡ هُمۡ اِلَّا كَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ سَبِيۡلًا ﴿44﴾ ع

ہیں ﴿43﴾ یا آپ سمجھتے ہیں کہ بے شک ان میں سے اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں۔ وہ تو جانوروں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گم راہ ہیں ﴿44﴾

سو سال، بعض نے اسّی سال اور بعض نے چالیس سال کی مدت کو ایک قرن قرار دیا ہے، علاوہ ازیں اس کے بارے میں اور بھی کئی اقوال ہیں۔ زیادہ صحیح بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ قرن ایک زمانے میں رہنے والے لوگوں کو کہتے ہیں جب وہ چل بسیں اور ان کے بعد نئی نسل آ جائے تو وہ دوسری قرن ہوگی جیسا کہ صحیحین کی حدیث سے ثابت ہے: [خَيۡرُكُمۡ قَرۡنِي، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمۡ، ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمۡ......] ''تم (مسلمانوں) میں سے بہتر میرے دور کے لوگ ہیں، پھر وہ لوگ جو ان سے ملتے ہوں گے، پھر وہ جو ان سے ملتے ہوں گے......'' دیکھیے مکمل حدیث۔ [1]

﴿وَلَقَدۡ اَتَوۡا عَلَى الۡقَرۡيَةِ الَّتِىۡۤ اُمۡطِرَتۡ مَطَرَ السَّوۡءِ ؕ﴾ ''اور البتہ تحقیق یہ (کافر) لوگ اس بستی پر سے تو گزرتے ہیں جس پر بری طرح مینہ برسایا گیا تھا۔'' یعنی قوم لوط کی بستی سدوم جسے اللہ تعالیٰ نے اوندھے منہ الٹا دیا، پھر اوپر سے پتھروں کی بارش برسا دی تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الۡمُنۡذَرِيۡنَ ۝﴾ (الشعرآء 173:26) ''اور ان پر (پتھروں کا) مینہ برسایا، چنانچہ ڈرائے گئے لوگوں پر (برسائی گئی) بدترین بارش تھی۔'' اور فرمایا: ﴿وَاِنَّكُمۡ لَتَمُرُّوۡنَ عَلَيۡهِمۡ مُّصۡبِحِيۡنَ ۝ وَبِالَّيۡلِ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝﴾ (الصّٰٓفّٰت 137:37-138) ''اور بلا شبہ تم صبح کو ان (تباہ شدہ بستیوں) پر سے گزرتے ہو اور رات کو بھی تو کیا تم عقل نہیں رکھتے؟'' اور فرمایا: ﴿وَاِنَّهَا لَبِسَبِيۡلٍ مُّقِيۡمٍ ۝﴾ (الحجر 76:15) ''اور بے شک وہ (شہر اب تک) سیدھے رستے پر (موجود) ہے۔'' اور فرمایا: ﴿وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيۡنٍ ۝ؕ﴾ (الحجر 79:15) ''اور یہ دونوں شہر کھلے رستے پر (موجود) ہیں۔''

اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿اَفَلَمۡ يَكُوۡنُوۡا يَرَوۡنَهَا ۚ﴾ ''کیا پھر وہ اس (بستی) کو دیکھتے نہیں رہے ہیں؟'' کہ عبرت حاصل کریں اس عذاب سے جو پیغمبر کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی مخالفت کی وجہ سے اس شہر کے لوگوں پر آیا تھا۔ ﴿بَلۡ كَانُوۡا لَا يَرۡجُوۡنَ نُشُوۡرًا ﴿40﴾﴾ ''بلکہ جو (تو مرنے کے بعد دوبارہ جی) اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے۔'' یعنی اس شہر کے پاس سے گزرنے

[1] صحيح البخاري، الشهادات، باب لايشهد على شهادة جور......، حديث: 2651 وصحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضل الصحابة......، حديث :2535 عن عمران بن حصين ﷺ.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

والے کافر عبرت حاصل نہیں کرتے کیونکہ وہ قیامت کے دن دوبارہ جی اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے۔

تفسیر آیات:41-44

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کافروں کا استہزا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مشرکین جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھتے تو استہزا کرتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا رَاٰكَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ...... ﴾ الآیة (الأنبیآء 36:21) ''اور جب کافر لوگ آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ ہی سے استہزا کرتے ہیں......۔'' یعنی کفار آپ پر عیب لگاتے اور آپ میں نقص نکالتے تھے اور اب یہاں بیان فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا رَاَوْكَ اِنْ یَّتَّخِذُوْنَكَ اِلَّا هُزُوًا ؕ اَهٰذَا الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰهُ رَسُوْلًا ۝۴۱ ﴾ ''اور یہ لوگ جب آپ کو دیکھتے ہیں تو آپ کی ہنسی اڑاتے ہیں کہ کیا یہی وہ شخص ہے جسے اللہ نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے۔'' اور یہ ملعون لوگ ایسی بات ازراہ توہین و تنقیص کہا کرتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ ...... ﴾ الآیة (الأنعام 10:6) ''اور البتہ تحقیق آپ سے پہلے پیغمبروں کے ساتھ بھی تمسخر کیا گیا......۔''

﴿ اِنْ كَادَ لَیُضِلُّنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا ﴾ ''وہ ضرور ہمیں ہمارے معبودوں سے بہکا ہی دیتا۔'' یعنی اگر ہم صبر و ثبات کا مظاہرہ نہ کرتے اور اپنے معبودوں پر جمے نہ رہتے تو اس نے ہمیں ضرور بتوں کی عبادت سے دور ہٹا دینا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں انھیں سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ حِیْنَ یَرَوْنَ الْعَذَابَ ...... ﴾ الآیة ''اور وہ عنقریب معلوم کر لیں گے جب عذاب دیکھیں گے......''

خواہش نفس کو معبود بنانا: پھر اللہ تعالیٰ نے متنبہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے لیے شقاوت اور ضلالت کو لکھ دے تو اسے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ ﴿ اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ؕ ﴾ ''کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا لیا ہے؟'' یعنی جس چیز کو وہ مستحسن سمجھے اور اپنی خواہش نفس کے مطابق اچھا جانے تو وہی اس کا دین و مذہب ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۖؗ ...... ﴾ الآیة (فاطر 8:35) ''سو بھلا جس شخص کو اس کے برے اعمال آراستہ کر کے دکھائے جائیں تو وہ انھیں عمدہ سمجھنے لگے (کیا وہ نیکوکار آدمی جیسا ہو سکتا ہے؟) پس بے شک اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے......۔''

اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ اَفَاَنْتَ تَكُوْنُ عَلَیْهِ وَكِیْلًا ۝۴۳ ﴾ ''تو کیا آپ اس کے ذمہ دار ہو سکتے ہیں؟'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں آدمی ایک طویل زمانے تک سفید پتھر کی عبادت کرتا رہتا تھا اور جب اس سے زیادہ خوبصورت پتھر کو دیکھتا تو اس کی عبادت شروع کر دیتا اور پہلے کو چھوڑ دیتا تھا۔[1] پھر فرمایا: ﴿ اَمْ تَحْسَبُ اَنَّ اَكْثَرَهُمْ یَسْمَعُوْنَ اَوْ یَعْقِلُوْنَ ؕ ...... ﴾ ''یا آپ یہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں اکثر سنتے یا سمجھتے ہیں......۔'' یعنی یہ تو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 2699/8.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ

کیا آپ نے اپنے رب (کی قدرت) کی طرف نہیں دیکھا کہ اس نے سایہ کیسے پھیلایا ہے۔ اور اگر وہ چاہتا تو اسے ٹھہرا دیتا، پھر ہم نے سورج کو اس

دَلِيْلًا ﴿45﴾ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿46﴾ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ

(سائے) پر رہنما بنایا﴿45﴾ پھر ہم نے اسے آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیا﴿46﴾ اور وہی (اللہ) ہے جس نے تمھارے لیے رات کو لباس اور نیند کو (ذریعۂ)

سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿47﴾

آرام بنایا، اور اس نے دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا﴿47﴾

کیونکہ چوپائے تو وہ کام سرانجام دے رہے ہیں جس کے لیے انھیں پیدا کیا گیا ہے اور یہ لوگ اس لیے پیدا کیے گئے ہیں کہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں مگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں کرتے بلکہ غیر اللہ کی عبادت کرتے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں، حالانکہ ان کی طرف رسولوں کو بھیج کر حجت کو تمام کر دیا گیا ہے۔

تفسیر آیات:45-47

باری تعالیٰ کے وجود اور قدرت کے دلائل: اب اللہ تعالیٰ نے ان دلائل کو بیان کرنا شروع فرمایا ہے جو اس کے وجود پاک اور اس کی قدرت کاملہ پر دلالت کرتے ہیں کہ اس نے مختلف اور متضاد اشیاء کو پیدا فرمایا ہے۔ ﴿اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ﴾ ''بھلا آپ نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کو نہیں دیکھا کہ اس نے سائے کو کس طرح دراز کر (کے پھیلا) دیا۔'' ابن عباس، ابن عمر رضی اللہ عنہم، ابوالعالیہ، ابو مالک، مسروق، مجاہد، سعید بن جبیر، نخعی، ضحاک، حسن، قتادہ، سدی رحمہم اللہ اور دیگر ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ اس سے طلوع فجر سے لے کر طلوع آفتاب تک کا وقت مراد ہے۔[1]

﴿وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ﴾ ''اور اگر وہ چاہتا تو اسے ساکن بنا دیتا۔'' کہ ہمیشہ ایک ہی جگہ رہتا اور کبھی زائل نہ ہوتا جیسا کہ فرمایا: ﴿قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا ......﴾ (القصص 28:71-73) ''کہہ دیجیے! دیکھو تو! اگر اللہ تم پر قیامت تک ہمیشہ رات (کی تاریکی) کر دے......'' ﴿ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ﴿45﴾﴾ ''پھر ہم نے سورج کو اس کا رہنما بنا دیا'' کہ اگر سورج طلوع نہ ہوتا تو سایہ نہ پہچانا جاتا کیونکہ چیز اپنی ضد ہی سے پہچانی جاتی ہے۔ قتادہ اور سُدّی کہتے ہیں کہ دلیل کے معنی یہ ہیں کہ سورج اس کے پیچھے پیچھے آتا ہے حتی کہ مکمل طور پر اس پر آ جاتا ہے۔[2] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿46﴾﴾ ''پھر ہم نے اسے آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیا۔'' یعنی سائے کو آسانی کے ساتھ اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ سُدّی کہتے ہیں کہ آہستہ آہستہ اس کو سمیٹ لیتے ہیں حتی کہ زمین میں سایہ باقی نہیں رہتا اور وہ صرف چھت یا درخت کے نیچے ہوتا ہے، حالانکہ اوپر سورج موجود ہوتا ہے۔[3] ایوب بن موسیٰ کہتے ہیں: ﴿قَبْضًا يَّسِيْرًا ﴿46﴾﴾ کے معنی ہیں آہستہ آہستہ سمیٹنا۔[4] اور فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِبَاسًا﴾ ''اور وہی تو (اللہ) ہے جس نے رات کو

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 8/2701 وتفسير الطبري: 19/24،25. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 8/2702. [3] تفسير ابن أبي حاتم: 8/2703. [4] تفسير ابن أبي حاتم: 8/2703.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَهُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿48﴾

اور وہی (اللہ) ہے جس نے اپنی رحمت (بارش) سے پہلے بشارت دینے والی ہوائیں چلائیں، اور ہم نے آسمان سے پاکیزہ پانی اتارا﴿48﴾ تا کہ ہم اس

لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّنُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِیَّ كَثِیْرًا ﴿49﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ

سے مردہ شہر کو زندہ کریں اور ہم اپنی مخلوق میں سے بہت سے مویشیوں اور انسانوں کو وہ (پانی) پلائیں﴿49﴾ اور بلاشبہ ہم نے اس کو ان کے سامنے بار بار

لِیَذَّكَّرُوْا ۖ فَاَبٰٓی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿50﴾

بیان کیا، تا کہ وہ نصیحت پکڑیں، پھر بھی اکثر لوگ ناشکری کیے بغیر نہیں رہتے﴿50﴾

تمھارے لیے پردہ بنایا۔'' جو وجود کو ڈھانپ لیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ۙ﴾ (الّیل 92:1)
''رات کی قسم! جب وہ چھا جائے۔''

﴿ وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا ﴾ ''اور نیند کو آرام بنایا۔'' جو جسموں کی راحت کے لیے حرکت کو قطع کر دیتی ہے۔ اعضاء و جوارح دن کے وقت کثرت حرکت کی وجہ سے تھک جاتے ہیں جب رات آتی اور چھا جاتی ہے اور حرکات ساکن ہو جاتی ہیں تو اعضا و جوارح بھی راحت اور سکون حاصل کر لیتے ہیں کیونکہ رات کو نیند آ جاتی ہے اور اس کے جسم اور روح دونوں کو راحت حاصل ہوتی ہے۔ ﴿ وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ﴿47﴾﴾ ''اور اس نے دن کو اٹھ کھڑے ہونے کا وقت ٹھہرایا۔'' کہ اس میں لوگ اپنی روزی کمانے، کام کاج کرنے اور دیگر امور کے سرانجام دینے کے لیے پھیل جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ...... ﴾ الآیة (القصص 73:28) ''اور اس نے اپنی رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا تا کہ تم اس (رات) میں آرام کرو اور (دن میں) اس کا فضل تلاش کرو......۔''

تفسیر آیات: 48-50

پانی نعمت رب جلیل ہے: یہ بھی اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور عظیم سلطنت کا اظہار ہے کہ وہ ہواؤں کو خوش خبری سنانے والی بنا کر بھیجتا ہے کہ ان کے بعد بادل آنے والے ہیں۔ ہواؤں کی بہت سی قسمیں ہیں، ان میں سے کچھ وہ ہیں جو بادلوں کو پھیلاتی ہیں، کچھ وہ ہیں جو بادلوں کو اٹھاتی ہیں، کچھ وہ ہیں جو بادلوں کو چلاتی ہیں، کچھ وہ ہیں جو بادلوں کے آنے کی خوش خبری سناتی ہیں، کچھ وہ ہیں جو زمین میں جھاڑو دیتی ہیں اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو بادلوں کو پانی سے بھر دیتی ہیں تا کہ بارش برس سکے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ﴿48﴾﴾ ''اور ہم نے آسمان سے پاک (اور نتھرا ہوا) پانی اتارا۔'' طَهُوْرٌ کا لفظ سَحُوْرٌ (سحری کا کھانا پینا) اور وَقُوْد (ایندھن) جیسے الفاظ کی طرح ہے، یعنی یہ پاکیزگی حاصل کرنے کا آلہ ہے۔

ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عرض کی گئی: اے اللہ کے رسول! کیا ہم بُضاعہ کے کنویں سے وضو کر لیں اور یہ ایک ایسا کنواں تھا جس میں بدبودار چیزوں اور کتوں کے گوشت کو پھینکا جاتا تھا؟ آپ نے فرمایا: [إِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَّا یُنَجِّسُهٗ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

شَیْءٌ] ''یقیناً پانی پاک ہے، اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرسکتی۔''[1] اس حدیث کو امام شافعی رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا اور امام احمد رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔[2] نیز اسے امام ابوداود، ترمذی اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے اور امام ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔[3]

اور ارشاد فرمایا: ﴿ لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ﴾ ''تاکہ ہم اس سے شہر مردہ (زمین افتادہ) کو زندہ کردیں۔'' یعنی ایسی زمین جو بارش کے طویل انتظار کی وجہ سے بنجر ہوچکی تھی اور اس میں کوئی نبات وغیرہ نہ تھی لیکن جب اس پر بارش برسی تو وہ زندہ ہوگئی اور انواع واقسام کے پھل پھول اس میں بہار دکھانے لگ گئے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ...... ﴾ الآیۃ (الحج 22:5) ''پھر جب ہم اس پر مینہ برساتے ہیں تو وہ شاداب ہوجاتی اور ابھرنے لگتی ہے......'' ﴿ وَّ نُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَاۤ اَنْعَامًا وَّ اَنَاسِیَّ كَثِیْرًا﴿۴۹﴾ ﴾ ''اور (تاکہ) ہم اپنی مخلوق میں سے بہت سے مویشیوں اور انسانوں کو وہ (پانی) پلائیں۔'' یعنی اس پانی کو حیوان بھی اور انسان بھی پیتے ہیں اور انسانوں کو اس پانی کی اپنے پینے کے لیے اور اپنی فصلوں اور پھلوں کے لیے شدید ضرورت ہوتی ہے۔ اور فرمایا: ﴿ وَ هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ مِنْۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا...... ﴾ الآیۃ (الشوریٰ 42:28) ''اور وہی ہے جو ناامید ہوجانے کے بعد بارش برساتا ہے......'' اور جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ...... ﴾ الآیۃ (الروم 30:50) ''پس آپ اللہ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھیں کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مرنے (بنجر ہونے) کے بعد زندہ کرتا ہے......''

اور فرمایا: ﴿ وَ لَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے اس (قرآن کی آیتوں) کو طرح طرح سے ان (لوگوں) کے درمیان بیان کیا تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔'' یعنی زمین کے ایک حصے پر بارش برسادی اور دوسرے حصے پر بارش نہ برسائی، ایک زمین کے اوپر سے بادل گزرتے ہیں اور دوسری زمین پر پہنچ جاتے ہیں، وہاں برستے ہیں اور جل تھل ایک ہوجاتے ہیں اور دوسری زمین پر بارش کے پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں گرتا، اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حجت بالغہ اور حکمت قاطعہ کارفرما ہے۔ ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ ایک سال دوسرے سال سے زیادہ بارش والا نہیں ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے اسے پھیر دیتا ہے، پھر انھوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی: ﴿ وَ لَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا ۖؗ فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا﴿۵۰﴾ ﴾ ''اور ہم نے اس (قرآن کی آیتوں) کو طرح طرح سے لوگوں میں بیان کیا ہے تاکہ وہ نصیحت پکڑیں مگر بہت سے لوگوں نے انکار کے سوا کچھ قبول نہ کیا۔''[4] تاکہ وہ یہ نصیحت حاصل کریں کہ جس اللہ نے مردہ زمین کو زندہ کردیا وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو اور ان کی بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کردے یا وہ نصیحت پکڑے

---

[1] سنن أبي داود، الطهارة، باب ماجاء في بئر بضاعة، حديث :67,66 . [2] الأم للشافعي، الطهارة باب الماء الذي ينجس......: 15/1 ومسند أحمد :3/15,16و31. [3] سنن أبي داود، الطهارة، باب ماجاء في بئر بضاعة، حديث: 66 وجامع الترمذي، الطهارة، باب ماجاء أن الماء لا ينجسه شيء، حديث : 66 وسنن النسائي، المياه، باب ذكر بئر بضاعة، حديث :328,327 . [4] تفسير الطبري، :29/19 وتفسير ابن أبي حاتم :8/2706 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ﴿51﴾ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا

اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیجتے﴿51﴾ چنانچہ آپ کافروں کی اطاعت نہ کریں اور ان سے بذریعہ قرآن بڑے زور کا جہاد

كَبِيْرًا ﴿52﴾ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ

کریں﴿52﴾ اور وہی (اللہ) ہے جس نے دو سمندر ملائے، یہ بہت لذیذ و شیریں ہے (پیاس بجھانے والا)، اور یہ بہت کڑوا کھاری ہے، اور اس نے ان

بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿53﴾ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا

دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط آڑ رکھی﴿53﴾ اور وہی (اللہ) ہے جس نے پانی (منی) سے انسان کو پیدا کیا، پھر اس کے نسبی اور سسرالی رشتے

وَّصِهْرًا ط وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿54﴾

ٹھہرائے۔ اور آپ کا رب بڑی قدرت والا ہے﴿54﴾

جو بارش سے محروم کر دیا گیا ہے کہ اس کی محرومی کا سبب اس کا کوئی گناہ ہے اور وہ اس سے باز آ جائے۔

اور فرمایا: ﴿فَاَبٰۤى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا﴾ ''مگر بہت سے لوگوں نے انکار کے سوا کچھ قبول نہ کیا۔'' عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ فلاں فلاں ستارے کے طلوع ہونے کی وجہ سے بارش نازل ہوئی ہے۔[1] عکرمہ کی یہ بات صحیح مسلم کی اس حدیث کی طرح ہے جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا جبکہ رات کو بارش ہوئی تھی: [أَ تَدْرُونَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟ قَالُوا: اَللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ: قَالَ: أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ، فَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهِ، فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِي وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ، وَأَمَّا مَنْ قَالَ: مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا، فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِي مُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ] ''تم جانتے ہو کہ تمھارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرے بندوں نے صبح کی کہ کچھ مجھ پر ایمان لانے والے اور کچھ میرا انکار کرنے والے، جنھوں نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے ہم پر بارش نازل ہوئی ہے تو یہ میرے ساتھ ایمان لانے والے ہیں اور ستاروں کے ساتھ کفر کرنے والے ہیں اور جنھوں نے یہ کہا کہ فلاں فلاں ستارے کے طلوع ہونے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے تو وہ میرے ساتھ کفر کرنے والے اور ستارے پر ایمان لانے والے ہیں۔''[2]

تفسیر آیات: 51-54

رسول اللہ ﷺ کی رسالت عالمگیر ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا﴾ ''اور اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک ڈرانے والا بھیج دیتے۔'' جو انھیں اللہ عزوجل کی طرف دعوت دیتا لیکن اے محمد (ﷺ!) یہ

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 2707/8. [2] صحیح البخاری، المغازی، باب غزوة الحدیبیة......، حدیث: 4147 و صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان کفر من قال مطرنا بالنوء، حدیث: 71 واللفظ له عن زید بن خالد الجهنی رضی اللہ عنہ، البتہ قوسین والا حرف بخاری کے مذکورہ حوالے میں ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خصوصیت ہم نے صرف آپ کو بخشی ہے کہ تمام روئے زمین کے لوگوں کی طرف ہم نے آپ کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا ہے اور آپ کو حکم دیا ہے کہ ان لوگوں تک قرآن پہنچا دیں۔ ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ (الأنعام 19:6) ''تاکہ اس کے ذریعے سے میں تمھیں اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے سب کو ڈراؤں۔'' اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ﴾ (ھود 17:11) ''اور جو کوئی ان گروہوں میں سے اس کا منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہے۔'' اور فرمایا: ﴿لِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ (الأنعام 92:6) ''تاکہ آپ مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ڈرائیں۔'' اور فرمایا: ﴿قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (الأعراف 158:7) ''(اے محمد ﷺ!) کہہ دیجیے: اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا (اس کا رسول) ہوں۔''

صحیحین میں ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:) [بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ] ''مجھے سرخ و سیاہ کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔''[1] اور انھی دونوں کتابوں میں ہے: [وَكَانَ النَّبِيُّ يُبْعَثُ إِلَى قَوْمِهِ خَاصَّةً وَّبُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ عَامَّةً] ''ہر نبی کو بطور خاص انھی کی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا جبکہ مجھے تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔''[2] اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ﴾ ''چنانچہ آپ کافروں کی اطاعت نہ کریں اور ان سے بذریعہ قرآن جہاد کریں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، یعنی قرآن مجید کے حکم کے مطابق[3] ﴿جِهَادًا كَبِيْرًا﴾ ''بڑے زور کا جہاد۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ﴾ (التوبة 73:9) ''اے پیغمبر! کافروں اور منافقوں سے آپ لڑیں......۔''

اور اس کا فرمان ہے: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ﴾ ''اور وہی (اللہ) ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا، یہ (پانی) شیریں ہے پیاس بجھانے والا، اور یہ کھارا ہے بہت کڑوا۔'' یعنی اس نے میٹھے اور نمکین دونوں قسم کے پانی کو پیدا فرمایا ہے۔ نہروں، چشموں اور کنوؤں کا پانی میٹھا ہوتا ہے تو یہ گویا بحر شیریں، عذب فرات اور آب زُلال ہے، یہ ابن جریج کا قول ہے۔[4] اور ابن جریر نے بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[5] اور اس معنی میں کوئی شک بھی نہیں ہے کیونکہ وجود میں کوئی ایسا بحر ساکن نہیں جو عذب فرات ہو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے امر واقع کے بارے میں خبر دی ہے کہ وہ اپنی نعمتوں کی طرف اپنے بندوں کی توجہ مبذول کرا سکے اور وہ اس کا شکر ادا کریں تو میٹھے دریا سے مراد یہی دریا ہے جو لوگوں کے ہاں موجود ہے اور اللہ تعالیٰ نے زمین کے ہر علاقے میں نہروں اور چشموں کی صورت میں لوگوں کی اپنی اور ان کی زمینوں کی ضرورت و حاجت کے مطابق جاری کر رکھا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ﴾ ''اور یہ کھارا ہے بہت کڑوا۔'' یعنی نمکین، کڑوا اور کھاری ہے جسے حلق سے

---

[1] صحيح مسلم، كتاب و باب المساجد و مواضع الصلاة، حديث :521 و مسند أحمد :304/3 و اللفظ له عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ جبکہ صحیح بخاری میں بیان کردہ الفاظ آگے آرہے ہیں اور صحیح مسلم کے الفاظ اس طرح ہیں: [وَبُعِثْتُ إِلَى كُلِّ أَحْمَرَ وَأَسْوَدَ]. [2] صحيح البخاری، التيمم، باب:1، حديث :335 و صحيح مسلم، كتاب و باب المساجد و مواضع الصلاة، حديث:521. [3] تفسير الطبری:30/19. [4] تفسير ابن أبی حاتم:2709/8. [5] تفسير الطبری:33/19.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نہیں گزارا جا سکتا جیسا کہ مشرق و مغرب کے مشہور سمندروں کا پانی ہے، مثلاً: بحر مُحیط (بحرِ اوقیانوس)، بحیرۂ قُلزُم، بحر یمن (بحیرۂ عرب)، بحر بصرہ (خلیج فارس)، بحر فارس (بحیرۂ عمان)، بحیرۂ چین، بحر ہند، بحیرۂ روم، بحیرۂ خَزَر (قزوین یا کیسپین) اور اس طرح کے دیگر (بند) سمندر جو ساکن ہیں رواں دواں نہیں، البتہ موسم گرما اور تیز ہواؤں کے چلنے کے وقت ان میں موجیں تلاطم خیز ہو جاتی ہیں اور ان میں سے بعض میں مدوجزر بھی ہوتا ہے، ہر مہینے کے شروع میں مد ہوتا ہے اور سمندر میں خوب طغیانی ہوتی ہے جب مہینہ کم ہونا شروع ہوتا ہے تو جزر شروع ہو جاتا ہے حتی کہ سمندر اپنی پہلی انتہا تک پہنچ جاتا ہے۔ جب اگلے مہینے کا چاند طلوع ہوتا ہے تو چودھویں رات تک مد رہتا ہے، پھر جزر شروع ہو جاتا ہے۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے، جو قدرت کاملہ کا مالک ہے، سمندر کے مدوجزر کی یہ عادت بنا دی ہے، ان تمام ساکن سمندروں کو اللہ تعالیٰ نے نمکین پیدا فرمایا ہے تا کہ ان کی وجہ سے ہوا میں تعفن پیدا ہو کر وجود کائنات خراب نہ ہو جائے اور ان میں مرنے والے جانوروں کی وجہ سے زمین کی فضا خراب نہ ہو، ان کا پانی نمکین ہے، لہٰذا ان کی ہوا صحیح اور ان میں مرنے والے جانور پاک ہیں، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے جب یہ پوچھا گیا: کیا ہم سمندر کے پانی کے ساتھ وضو کر لیں۔ تو آپ نے فرمایا: [هُوَ الطَّهُورُ مَاؤُهُ، اَلْحِلُّ مَيْتَتُهُ] ''اس کا پانی پاک ہے اور اس میں مرا ہوا جانور حلال ہے۔'' اس حدیث کو امام مالک، شافعی، احمد اور اہل سنن نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا ﴾ ''اور اس نے ان دونوں کے درمیان ایک آڑ اور (مضبوط) اوٹ بنا دی۔'' یعنی میٹھے اور نمکین پانی کے درمیان۔ ﴿ بَرْزَخًا ﴾ کے معنی آڑ کے ہیں اور اس سے مراد خشک زمین ہے۔ ﴿ وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴾ سے مراد مضبوط اوٹ ہے تا کہ ایک پانی دوسرے میں مل نہ سکے جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۙ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ۚ فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ﴾ (الرحمٰن 55:19-21) ''اس نے دو دریا رواں کیے جو آپس میں ملتے ہیں، ان دونوں میں ایک آڑ ہے وہ دونوں (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے، پھر تم دونوں اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے؟'' اور فرمایا: ﴿ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ (النمل 27:61) ''(کیا یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے بیچ میں نہریں بنائیں اور اس کے لیے اس نے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے بیچ میں اوٹ بنائی۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ (ہرگز نہیں) بلکہ ان میں اکثر دانش نہیں رکھتے۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ مِنَ الْمَاۗءِ بَشَرًا ﴾ ''اور وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا۔'' یعنی اس

---

[1] الموطأ للإمام مالك، الطهارة، باب الطهور للوضوء :6/1، حديث: 45 و الأم للشافعي، الطهارة:7/1 و مسند أحمد:361/2 و جامع الترمذي، الطهارة، باب ما جاء في ماء البحر أنه طهور، حديث :69 و سنن أبي داود، الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، حديث :83 و سنن النسائي، الطهارة، باب: في ماء البحر، حديث: 59 و سنن ابن ماجه، الطهارة، باب الوضوء بماء البحر، حديث: 386 عن أبي هريرة ؓ.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۭ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿55﴾

اور وہ اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہیں جو انھیں نہ نفع دے سکتے ہیں اور نہ نقصان پہنچا سکتے ہیں، اور کافر تو اپنے رب کے مقابل (شیطان کا) مددگار

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿56﴾ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَاۗءَ اَنْ

ہے (55) اور (اے نبی!) ہم نے آپ کو بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے (56) کہہ دیجیے: میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی صلہ نہیں مانگتا مگر جو یہ

يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ﴿57﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْـحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى

چاہے کہ اپنے رب کی طرف راہ پکڑے (وہ اسے مان لے) (57) اور آپ اس زندہ (اللہ) پر توکل کیجیے جو مرے گا نہیں، اور اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے۔

بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرَۨا ﴿58﴾ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ

اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے باخبر رہنے کو کافی ہے (58) وہ ذات جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، چھ

اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿59﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا

دنوں میں، پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، (وہی) رحمٰن ہے، لہٰذا کسی باخبر سے اس کی شان پوچھ لیں (59) اور جب ان سے کہا جائے رحمٰن کو سجدہ کرو تو وہ کہتے

ع 16 5/3 السجدة 7 لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۤ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿60﴾ ع السجدة

ہیں: کیا ہے رحمٰن؟ کیا ہم اسے سجدہ کریں جس کا تو ہمیں حکم دیتا ہے؟ اور اس (تبلیغ) نے ان کو نفرت میں زیادہ کر دیا (60)

نے انسان کو کمزور نطفے سے پیدا کیا، اس کے اعضاء کو ٹھیک کیا اور اس کی قامت کو معتدل بنایا اور پھر اسے مرد اور عورت کی صورت میں جس طرح چاہا کامل خلقت کے ساتھ پیدا فرما دیا۔ ﴿فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّصِهْرًا ۭ﴾ ''پھر اس کے نسبی اور سسرالی رشتے ٹھہرائے۔'' یعنی ابتدا میں تو وہ صاحب نسب پیدا ہوتا ہے اور جب شادی کرتا ہے تو داماد بن جاتا ہے، پھر اس کے داماد اور سسرالی رشتے دار بن جاتے ہیں اور یہ سب رشتے دار اسی حقیر پانی سے پیدا ہوتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيْرًا ﴿54﴾﴾ ''اور آپ کا پروردگار بڑی قدرت رکھتا ہے۔''

تفسیر آیات: 60-55

مشرکین کی جہالت: اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی جہالت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ اللہ کے سوا ایسے بتوں کی عبادت کرتے ہیں جو نفع و نقصان کے قطعاً مالک نہیں ہیں، ان کے پاس اس سلسلے میں کوئی دلیل و حجت بھی نہیں ہے بلکہ محض اپنی آراء اور خواہشات سے انھوں نے ان بتوں کی پوجا شروع کر دی ہے، وہ بتوں سے دوستی کرتے اور ان کی راہ میں جنگ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں سے دشمنی رکھتے ہیں، اسی لیے فرمایا: ﴿وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ﴿55﴾﴾ ''اور کافر اپنے رب کے مقابلے میں (شیطان کا) مددگار ہے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کی جماعت کے مقابلے میں شیطان کے رستے میں معاون و مددگار ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب آنے والی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ۝﴾ (یٰسٓ 36:74,75) ''اور انھوں نے اللہ کے سوا کوئی معبود بنا لیے ہیں تاکہ ان کی مدد کی جائے، وہ (معبود) ان کی مدد کی (ہرگز) طاقت نہیں رکھتے اور وہ (مشرکین) تو

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خود ان کے حاضر کیے گئے لشکر (حمایتی) ہیں۔'' یعنی ان کے یہ معبودانِ باطلہ جنھیں انھوں نے اللہ کے سوا اختیار کر رکھا ہے ان کے لیے کسی بھی قسم کی نصرت کے مالک نہیں ہیں اور یہ جاہل لوگ ان بتوں کے لشکر ہیں جو حاضر ہو کر ان کی طرف سے جنگ کرتے ہیں، ان کی طرف سے دفاع کرتے ہیں لیکن دنیا و آخرت میں اچھا انجام اور فتح و نصرت اللہ تعالیٰ، اس کے رسول اور مومنوں ہی کے لیے ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلٰى رَبِّهٖ ظَهِيْرًا ۝ ﴾ ''اور کافر تو اپنے رب کے مقابل (شیطان کا) مددگار رہے۔'' کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے لیے شیطان اس سے بہت زور مرواتا اور اس کی مدد کرتا ہے۔[1]

رسول اللہ ﷺ بشیر و نذیر ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ سے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ ﴾ ''اور ہم نے (اے محمد!) آپ کو صرف خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔'' مومنوں کے لیے خوش خبری سنانے والا اور کافروں کے لیے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے کو آپ جنت کی بشارت سنانے والے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کرنے والے کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرانے والے ہیں۔ ﴿ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ﴾ ''کہہ دیجیے! میں تم سے اس (کام) کی اجرت نہیں مانگتا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے دین کے پہنچانے، جنت کی بشارت سنانے اور دوزخ کے عذاب سے ڈرانے کی میں تم سے کوئی مالی اجرت نہیں مانگتا بلکہ میں یہ کام محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لیے سرانجام دیتا ہوں۔ ﴿ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ۝ ﴾ (التکویر 81:28) ''اس شخص کے لیے جو تم میں سے چاہے کہ سیدھا رہے۔'' ﴿ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ يَّتَّخِذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا ۝ ﴾ ''ہاں، جو شخص چاہے اپنے پروردگار کی طرف (جانے کا) رستہ اختیار کر لے۔'' یعنی اس طریقے، رستے اور منہج کو اختیار کر لے جو میں لے کر آیا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ پر توکل کا حکم: پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ ﴾ ''اور آپ اس (اللہ) زندہ پر بھروسا کریں جو (کبھی) نہیں مرے گا۔'' یعنی اپنے تمام امور و معاملات میں اس اللہ تعالیٰ کی ذات گرامی پر توکل اور بھروسا کریں جو زندہ ہے اور کبھی بھی فوت نہیں ہوگا اور جس کی شان یہ ہے: ﴿ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ ﴾ (الحدید 57:3) ''وہی (سب سے) پہلا اور (سب سے) پچھلا اور (اپنی قدرتوں سے سب پر) ظاہر اور (اپنی ذات سے) پوشیدہ ہے اور وہی تمام چیزوں کو خوب جانتا ہے۔''

وہ دائم، باقی، سرمدی اور ابدی ہے، وہ حی قیوم ہے، وہ ہر چیز کا پروردگار اور مالک ہے، اسی ذات پاک کو اپنا ملجا و ماوٰی بنالیں کیونکہ اسی ذات گرامی پر توکل کیا جا سکتا ہے، اسی کی طرف پریشانیوں میں رجوع کیا جا سکتا ہے، وہ کفایت کرنے والا، تائید و حمایت اور فتح و نصرت سے سرفراز فرمانے والا ہے جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ ﴾ (المآئدۃ 5:67) ''اے پیغمبر! جو (ارشادات) اللہ کی طرف سے آپ پر نازل ہوئے ہیں، سب لوگوں کو پہنچا دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ اللہ کے پیغام پہنچانے میں

[1] تفسیر الطبری: 34/19.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قاصر رہے (پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا......۔''

اور فرمایا: ﴿وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ﴾ ''اور آپ اس کی حمد کے ساتھ تسبیح کیجیے۔'' یعنی اس کی حمد کو تسبیح کے ساتھ ملا کر بیان کریں، اسی لیے رسول اللہ ﷺ تسبیح کے لیے یہ کلمات ادا فرمایا کرتے تھے: [سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ! رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ] ''اے اللہ! ہمارے پروردگار! ہم تیری تسبیح تیری حمد کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔''[1] یعنی عبادت اور توکل کو اللہ تعالیٰ ہی کے لیے خالص کر دو جیسا کہ فرمایا: ﴿رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾ (المزمّل 9:73) ''(وہی) مشرق اور مغرب کا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بنا لیجیے۔'' اور فرمایا: ﴿فَاعْبُدْهُ وَ تَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ (ھود 123:11) ''پس آپ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسا کریں۔'' اور فرمایا: ﴿قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا﴾ (الملك 29:67) ''کہہ دیجیے: وہ (اللہ) رحمان ہے ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر بھروسا کرتے ہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا﴾ ''اور وہ اپنے بندوں کے گناہوں سے خبر رکھنے کو کافی ہے۔'' اپنے مکمل علم کی وجہ سے اس سے کوئی چیز مخفی نہیں اور نہ کوئی ذرہ بھر چیز اس سے مخفی رہ سکتی ہے۔ ﴿الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ......﴾ الآیۃ ''جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا......۔'' یعنی وہ زندہ ہے کبھی فوت نہیں ہوگا، وہی ہر چیز کا خالق، مالک اور پروردگار ہے، اسی نے اپنی قدرت وقوت کے ساتھ بلند و بالا اور وسیع و عریض سات آسمانوں کو اور زیریں و گنجان سات زمینوں کو پیدا فرمایا۔ ﴿فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ ''چھ دنوں میں پھر وہ عرش پر مستوی ہوا۔'' یعنی وہی معاملے کی تدبیر کرتا اور حق کا فیصلہ کرتا ہے اور وہ بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔

﴿ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا﴾ ''پھر وہ عرش پر مستوی ہوا، وہی رحمان ہے، لہٰذا اس کا حال کسی باخبر سے دریافت کر لیں۔'' یعنی اس کا حال کسی ایسے شخص سے پوچھیں جو اس کے بارے میں باخبر ہو اور جانتا ہو۔ پس اس کی اتباع اور اقتدا کرو اور یہ حقیقت معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں اس کے عبد و رسول محمد ﷺ سے بڑھ کر کوئی زیادہ علم رکھنے والا اور زیادہ باخبر نہیں ہے۔ آپ دنیا و آخرت میں علی الاطلاق تمام اولادِ آدم کے سردار ہیں، آپ خواہش نفس سے منہ سے بات نہیں نکالتے بلکہ یہ تو اللہ تعالیٰ کی وحی ہے جو آپ کی طرف نازل کی جاتی ہے، لہٰذا آپ نے جو بھی فرمایا وہ حق ہے جو بھی حکم دیا وہ سچ ہے، آپ ہی وہ امام محکم ہیں کہ اپنے تنازعات کے فیصلے کے لیے لوگوں کا آپ کی طرف رجوع کرنا واجب ہے جو بات آپ کے اقوال و افعال کے مطابق ہو وہی حق ہے اور جو بات آپ کے اقوال و افعال کے خلاف ہو وہ مردود ہے، خواہ اس کا کہنے والا اور کرنے والا کوئی بھی ہو جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ ......﴾ (النسآء 59:4) ''پھر اگر کسی بات میں تم باہم اختلاف کرو......۔''

---

[1] صحيح البخاري، الأذان، باب الدعاء في الركوع، حديث: 794 وصحيح مسلم، الصلاة، باب ما يقال في الركوع والسجود؟ حديث: 484 عن عائشة ؓ.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا ﴿61﴾ وَهُوَ الَّذِيْ

وہ ذات بڑی بابرکت ہے جس نے آسمان میں ستارے بنائے اور اس میں چراغ (سورج) اور روشن چاند بنایا﴿61﴾ اور وہی (اللہ) ہے جس نے ایک

جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ﴿62﴾

دوسرے کے پیچھے آنے والے رات اور دن بنائے، اس شخص (کی نصیحت) کے لیے جو نصیحت پکڑنا چاہے یا شکر کرنا چاہے﴿62﴾

اور فرمایا: ﴿ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ﴾ (الشورٰی 10:42) ''اور (دین کی) جس بات میں بھی تم نے اختلاف کیا تو اس کا فیصلہ اللہ کے سپرد ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ﴾ (الأنعام 115:6) ''اور آپ کے پروردگار کی بات سچائی اور انصاف میں پوری ہے۔'' یعنی خبر کے اعتبار سے اس کی باتیں سچی ہیں اور اوامر ونواہی کے اعتبار سے مبنی بر انصاف ہیں، اسی لیے تو فرمایا: ﴿ فَسْـَٔلْ بِهٖ خَبِيْرًا ﴿59﴾ ﴾ ''تو اس کا حال آپ کسی باخبر سے دریافت کر لیں۔''

مشرکین کی مذمت: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کی تردید کرتے ہوئے فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ کے بجائے بتوں کو سجدہ کرتے ہیں: ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ﴾ ''اور جب ان (کفار) سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمان کیا ہے؟'' یعنی ہم رحمان کو نہیں جانتے۔ کفار اس بات کا انکار کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کو رحمان کے نام سے موسوم کیا جائے جیسا کہ انھوں نے حدیبیہ کے دن بھی اس بات کا انکار کر دیا تھا جب نبی ﷺ نے کاتب سے یہ فرمایا تھا: [اُكْتُبْ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ] ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھو۔'' تو کفار نے کہا کہ ہم رحمان اور رحیم کو نہیں جانتے، اس لیے اسی طرح لکھو جس طرح پہلے یہ لکھا کرتے تھے کہ اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ۔ ①

اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی: ﴿ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ﴾ (بنی إسرآءیل 110:17) ''کہہ دیجیے: تم (اللہ کو) اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر جس نام سے بھی پکارو اسی کے لیے اچھے اچھے نام ہیں۔'' یعنی وہ اللہ بھی ہے اور رحمان بھی اور اس آیت میں فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ﴾ ''اور جب ان (کفار) سے کہا جاتا ہے کہ رحمان کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں کہ رحمان کیا ہے۔'' یعنی ہم رحمان کو نہیں جانتے، نہیں مانتے۔ ﴿ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا ﴾ ''کیا جس کے لیے آپ ہمیں کہتے ہیں ہم اس کو سجدہ کریں؟'' محض آپ کے کہہ دینے کی وجہ سے۔ ﴿ وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ﴿60﴾ ﴾ ''اور اس نے انھیں نفرت میں زیادہ کر دیا۔'' جبکہ مومن اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں جو رحمان ورحیم ہے، اسی کی الوہیت کے قائل ہیں، اسی کے آگے سجدہ کرتے ہیں۔ علمائے کرام رحمہم اللہ کا اتفاق ہے کہ سورۂ فرقان کا یہ سجدہ اس آیت کریمہ کی تلاوت کرنے والے اور سننے والے کو ضرور کرنا چاہیے جیسا کہ اپنی جگہ پر اس مسئلے کی تفصیل موجود ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ.

تفسیر آیات: 62,61

① صحیح مسلم، الجهاد والسير، باب صلح الحديبية، حديث: 1784 ومسند أحمد: 268/3 عن أنس رضی اللہ عنہ.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی عظمت وقدرت: اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پاک کی تمجید وتعظیم بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے آسمانوں میں خوب صورت برج بنائے۔ مجاہد، سعید بن جبیر، ابوصالح، حسن اور قتادہ کے اقوال کے مطابق برجوں سے مراد بڑے بڑے کواکب ہیں۔[1]

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ...... ﴾ الآية (الملك 67:5) ''اور البتہ تحقیق ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی......۔'' اسی لیے یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا﴾ ''(اور اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے آسمانوں میں برج بنائے اور ان میں (آفتاب کا نہایت روشن) چراغ بنایا۔'' اس سے مراد چمکتا دمکتا ہوا سورج ہے جو وجود کائنات میں چراغ کے مانند ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَّجَعَلْنَا سِرَاجًا وَّهَّاجًا﴾ (النبا 78:13) ''اور ہم نے (آفتاب کا) روشن چراغ بنایا۔'' ﴿وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا﴾ ''اور چمکتا ہوا چاند (بھی بنایا۔)'' جس کی روشنی سورج کی روشنی کی طرح نہیں ہے بلکہ اور ہی طرح کی روشنی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا﴾ (يونس 10:5) ''وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا۔''

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا: ﴿اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۝ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا ۝﴾ (نوح 71:15,16) ''کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے سات آسمان تہ بہ تہ کیسے بنائے ہیں اور اس نے چاند کو ان میں (زمین کا) نور بنایا اور سورج کو چراغ ٹھہرایا ہے۔'' پھر فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً﴾ ''اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے (جانے) والا بنایا۔'' ان میں سے ہر ایک دوسرے کے پیچھے آتا جاتا ہے، یہ دونوں ایک دوسرے کے تعاقب میں ہیں اور ان کا تعاقب جاری وساری رہتا ہے کبھی بھی نہیں رکتا، جب دن ختم ہو جاتا ہے تو رات چھا جاتی ہے اور جب رات ختم ہو جاتی ہے تو دن کی جلوہ فرمائیاں شروع ہو جاتی ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَيْنِ ...... ﴾ الآية (إبراهيم 14:33) ''اور سورج اور چاند کو تمھارے لیے مسخر کر دیا جو مسلسل چل رہے ہیں......۔'' اور فرمایا: ﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ...... ﴾ الآية (الأعراف 7:54) ''وہی رات کو دن سے ڈھانپتا ہے طلب کرتی ہے رات اس کو جلدی جلدی......۔'' اور فرمایا: ﴿لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ ...... ﴾ (يٰسٓ 36 :40) ''نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو جا پکڑے......۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا﴾ ''(یہ باتیں) اس شخص کے لیے جو غور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے (سوچنے اور سمجھنے کے لیے ہیں۔)'' اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو اس طرح بنایا ہے کہ یہ وقت مقررہ پر ایک دوسرے کے پیچھے آتے جاتے ہیں تاکہ بندے اوقات مقررہ میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کر سکیں اور جو رات کے وقت کام نہ کر سکے وہ دن میں اسے مکمل کر لے اور جو دن کے وقت کام نہ کر سکے، وہ رات کے وقت اسے سرانجام دے لے۔

---

[1] تفسير الطبری :39/19 وتفسير البغوی :454/3 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴿63﴾

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی (وقار اور عاجزی) سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے بات کریں تو وہ کہتے ہیں: سلام ہے ﴿63﴾ اور وہ

وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿64﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ

جو اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام میں رات گزارتے ہیں ﴿64﴾ اور وہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے، بلاشبہ اس کا

جَهَنَّمَ ۖ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿65﴾ ۖ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿66﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا

عذاب دائمی چمٹنے والا ہے ﴿65﴾ بے شک وہ (جہنم) ٹھہرنے اور قیام کرنے کی بری جگہ ہے ﴿66﴾ اور وہ لوگ کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو نہ اسراف کرتے

لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿67﴾

ہیں اور نہ تنگی (بخیلی) ہی، اور ان کا خرچ اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے ﴿67﴾

صحیح حدیث میں ہے: [إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْسُطُ يَدَهُ بِاللَّيْلِ، لِيَتُوبَ مُسِيءُ النَّهَارِ، وَيَبْسُطُ يَدَهُ بِالنَّهَارِ، لِيَتُوبَ مُسِيءُ اللَّيْلِ] ''بے شک اللہ عزوجل رات کے وقت اپنے ہاتھ کو پھیلاتا ہے تاکہ دن کو گناہ کرنے والا توبہ کرے اور وہ دن کے وقت اپنے ہاتھ کو پھیلاتا ہے تاکہ رات کو گناہ کرنے والا توبہ کر لے۔''[1] مجاہد اور قتادہ کہتے ہیں کہ ﴿خِلْفَةً﴾ ''ایک دوسرے کے پیچھے آنے والے'' کے معنی ہیں کہ یہ ایک دوسرے سے مختلف ہیں، رات اپنی سیاہی کے ساتھ اور دن اپنی روشنی کے ساتھ ایک دوسرے سے بہت مختلف ہے۔[2]

تفسیر آیات:63-67

اللہ تعالیٰ کے بندوں کی صفات: اللہ تعالیٰ کے مومن بندوں کی یہ صفات ہیں: ﴿الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ ''وہ جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں۔'' یعنی سکون اور وقار کے ساتھ چلتے ہیں، غرور اور تکبر کے ساتھ نہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ؕ......﴾ الآیة (لقمٰن 31:18) ''اور تو زمین میں اکڑ کر نہ چلنا......'' اللہ تعالیٰ کے بندے زمین میں تکبر کے ساتھ اور اکڑ کر نہیں چلتے اور نہ وہ غرور کے ساتھ اتراتے ہوئے چلتے ہیں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ مریضوں کی طرح تصنع اور ریاکاری کے ساتھ چلتے ہیں۔ سید ولد آدم ﷺ جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا گویا اونچی جگہ سے نیچے آ رہے ہوں اور زمین گویا آپ کے لیے لپیٹی جا رہی ہو، اس لیے ھون سے یہاں سکینت اور وقار مراد ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِذَا أَتَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَلَا تَأْتُوهَا وَأَنْتُمْ تَسْعَوْنَ، وَأْتُوهَا وَعَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا] ''جب تم نماز کے لیے آؤ تو دوڑتے ہوئے نہ آؤ بلکہ اس طرح آؤ کہ تم نے سکینت کو اختیار کر رکھا ہو، پس نماز کا جو حصہ پالو اسے پڑھ لو اور جو تم سے رہ جائے اسے مکمل کر لو۔''[3]

---

[1] صحیح مسلم، التوبة، باب قبول التوبة من الذنوب......، حدیث: 2759 عن أبي موسٰی رضی اللہ عنہ۔ [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 2718/8 و تفسیر الطبري: 40/19۔ [3] صحیح البخاري، الأذان، باب قول الرجل: فاتتنا الصلاة، حدیث: 635 و صحیح مسلم، المساجد......، باب استحباب إتیان الصلاة......، حدیث: (152)-602 و اللفظ له عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ و 603 عن أبي قتادة الأنصاري رضی اللہ عنہ جبکہ قوسین والے الفاظ بھی مذکورہ حوالوں میں ہیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ﴾ ''اور جب جاہل لوگ ان سے (جاہلانہ) گفتگو کریں تو وہ کہتے ہیں: سلام ہے۔'' یعنی جب جاہل لوگ جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے ان سے بری بات کرتے ہیں تو وہ جواب میں اسی طرح کی بری باتیں نہیں کرتے بلکہ عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں اور اچھی بات ہی کہتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا معمول تھا کہ جیسے کوئی جاہل شدید جہالت کا ثبوت دیتا تو آپ اسی قدر زیادہ حلم کا مظاہرہ فرمایا کرتے تھے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ...... ﴾ الآیۃ (القصص: 28:55) ''اور جب وہ بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کر لیتے ہیں......۔''

امام احمد نے نعمان بن مُقرِّن مُزَنی سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کے پاس کسی دوسرے شخص کو گالی دی تو جس کو گالی دی گئی تھی اس نے جواب میں یہ کہنا شروع کر دیا تجھ پر اللہ کی سلامتی ہو تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: [أَمَا! إِنَّ مَلَكًا بَيْنَكُمَا يَذُبُّ عَنْكَ كُلَّمَا يَشْتُمُكَ هٰذَا، قَالَ لَهُ: بَلْ أَنْتَ وَأَنْتَ أَحَقُّ بِهِ، وَإِذَا قَالَ لَهُ: عَلَيْكَ السَّلَامُ، قَالَ: لَا، بَلْ لَّكَ أَنْتَ، أَنْتَ أَحَقُّ بِهِ] ''سنو! یقیناً تمھاری طرف سے ایک فرشتہ دفاع کر رہا ہے، جب بھی وہ تمھیں گالی دیتا ہے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تم ہی اس گالی کے مصداق ہو بلکہ تم اس کے زیادہ حق دار ہو اور جب تم یہ کہتے ہو کہ تجھ پر اللہ کی سلامتی ہو تو فرشتہ کہتا ہے کہ اس پر نہیں بلکہ تم پر اللہ کی سلامتی ہو، اللہ تعالیٰ کی سلامتی کے اس کی نسبت تم زیادہ حق دار ہو۔''[1] اس حدیث کی سند حسن ہے مگر ائمۂ محدثین نے اسے بیان نہیں کیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ان کی رات بہترین رات ہوتی ہے، فرمایا: ﴿ وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ﴾ ''اور وہ جو اپنے پروردگار کے آگے سجدے کر کے اور (عجز و ادب سے) کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں۔'' یعنی وہ اپنی رات رب تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں بسر کرتے ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ كَانُوْا قَلِیْلًا مِّنَ الَّیْلِ مَا یَهْجَعُوْنَ ○ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ یَسْتَغْفِرُوْنَ ○ ﴾ (الذّٰریٰت 51:17,18) ''وہ رات کے تھوڑے حصے میں سوتے ہیں اور اوقاتِ سحر میں بخشش مانگا کرتے ہیں۔''

اور فرمایا: ﴿ تَتَجَافٰی جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ...... ﴾ (السجدۃ 32:16) ''ان کے پہلو بچھونوں سے الگ رہتے ہیں......۔'' اور فرمایا: ﴿ اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّیْلِ سَاجِدًا وَّقَآئِمًا یَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَیَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ ...... ﴾ الآیۃ (الزمر 39:9) ''(بھلا مشرک اچھا ہے) یا وہ جو رات کے وقتوں میں سجدہ کرتے ہوئے اور کھڑے ہو کر عبادت کرنے والا ہو اور آخرت سے ڈرتا اور اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھتا ہو......؟'' اسی لیے فرمایا: ﴿ وَالَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴾ ''اور وہ جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! دوزخ کے عذاب کو ہم سے پھیر دے، بلاشبہ اس کا عذاب ہمیشہ چمٹنے والا ہے۔'' اور وہ ہمیشہ چمٹا رہنے والا ہے۔ امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴾ سے

[1] مسند أحمد: 445/5.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ

اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے، اور وہ کسی نفس کو بھی جسے (مارنا) اللہ نے حرام ٹھہرایا ہے، ناحق قتل نہیں کرتے اور

وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴿68﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ

وہ زنا نہیں کرتے، اور جو کوئی یہ کام کرے گا، وہ گناہ کی سزا پائے گا ﴿68﴾ یوم قیامت اس کا عذاب دگنا کردیا جائے گا، اور وہ اس میں

مُهَانًا ﴿69﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ

ہمیشہ ذلیل و خوار رہے گا ﴿69﴾ مگر جس نے توبہ کی اور وہ ایمان لایا اور نیک عمل کیے، تو انھی لوگوں کی برائیوں کو اللہ اچھائیوں سے بدل

وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿70﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿71﴾ ع 17 4

دے گا، اور اللہ غفور (اور) رحیم ہے ﴿70﴾ اور جو توبہ کرے، اور نیک کام کرے، تو بلاشبہ وہ اللہ سے توبہ کرتا ہے جیسے توبہ کرنے کا حق ہے ﴿71﴾

مراد ہر وہ چیز ہے جو ابن آدم کو لاحق ہو، پھر وہ زائل ہو جائے تو وہ غرام نہیں ہے بلکہ غرام وہ ہے جو اس وقت تک باقی رہے جب تک آسمان اور زمین باقی رہے گا۔[1] سلیمان تیمی کا بھی یہی قول ہے۔[2]

﴿اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿66﴾﴾ ''بے شک وہ دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بری جگہ ہے۔'' یعنی دیکھنے کے اعتبار سے بھی وہ بہت بری جگہ ہے اور رہنے کے اعتبار سے بھی وہ بہت بری جگہ ہے۔ اور فرمایا: ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا ......﴾ الآیۃ ''اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اڑاتے ہیں اور نہ وہ تنگی کرتے ہیں......'' یعنی خرچ کرنے میں وہ اسراف سے کام نہیں لیتے کہ ضرورت سے زیادہ خرچ کریں اور نہ بخل سے کام لیتے ہیں کہ اہل و عیال پر خرچ کرنے میں کوتاہی کریں اور ان کی ضرورت کے مطابق ان پر خرچ نہ کریں بلکہ وہ اعتدال اور میانہ روی سے کام لیتے ہیں اور سب سے بہتر کام وہی ہوتا ہے جس میں اعتدال اور میانہ روی سے کام لیا جائے، نہ اسراف کا مظاہرہ کیا جائے اور نہ بخل سے کام لیا جائے۔ ﴿وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿67﴾﴾ ''اور (ان کا خرچ) اس کے درمیان معتدل ہوتا ہے۔'' جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ ......﴾ الآیۃ (بنیٓ إسرآءیل 29:17) ''اور اپنے ہاتھ کو نہ تو گردن سے بندھا ہوا (بہت تنگ) رکھو (کہ کسی کو کچھ دو ہی نہ) اور نہ بالکل کھول ہی دو......''

تفسیر آیات: 68-71

شرک، قتل اور زنا سے اجتناب: امام احمد رحمہ اللہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ کون سا گناہ سب سے بڑا ہے۔ آپ نے فرمایا: [أَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَّهُوَ خَلَقَكَ، قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ (خَشْيَةَ) أَنْ يَّطْعَمَ مَعَكَ، قَالَ: ثُمَّ أَيٌّ؟ قَالَ: ثُمَّ أَنْ تُزَانِيَ بِحَلِيلَةِ جَارِكَ] ''یہ کہ تم اللہ تعالیٰ کے لیے شریک بناؤ، حالانکہ اس نے تمھیں پیدا کیا ہے، عرض کی: پھر کون سا؟ آپ نے فرمایا: یہ کہ تم اپنے بچے کو اس ڈر سے قتل کرو کہ وہ بھی تمھارے ساتھ کھائے گا، عرض کی: پھر کون سا؟ فرمایا: یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ زنا کرو۔'' عبداللہ بیان کرتے ہیں

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 2724/8. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 2724/8.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کہ اس کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ...... ﴾ الآیۃ ''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے ......'' [1] امام نسائی نے بھی اس حدیث کو اسی طرح روایت کیا ہے۔ [2] نیز اسے امام بخاری و مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ [3]

سعید بن جبیر سے روایت ہے کہ انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ کچھ مشرکوں نے قتل بھی بہت کیے اور بدکاری بھی بہت کی، پھر انھوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ جو فرماتے ہیں اور جس کی دعوت دیتے ہیں وہ بہت خوب ہے، لہٰذا آپ یہ فرمائیں کہ ہم نے جو برے کام کیے ہیں ان کا کفارہ کیا ہے۔ تو اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ...... ﴾ ''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی کو معبود نہیں پکارتے ......'' نیز یہ آیت کریمہ بھی نازل ہوئی: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ...... ﴾ (الزمر 53:39) ''(اے پیغمبر! میری طرف سے لوگوں کو) آپ کہہ دیجیے: اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے......'' [4]

﴿ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ﴾ ''اور جو بھی یہ کام کرے گا وہ سخت گناہ (کی سزا) سے ملے گا۔'' عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ أثام جہنم کی ایک وادی کا نام ہے۔ [5] عکرمہ کا بھی یہی قول ہے کہ ﴿ يَلْقَ اَثَامًا ﴾ میں أثام جہنم کی وہ وادیاں ہیں جن میں زانیوں کو عذاب دیا جائے گا۔ [6] سعید بن جبیر اور مجاہد سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ [7] سدی کہتے ہیں کہ ﴿ يَلْقَ اَثَامًا ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اسے سزا ملے گی۔ [8]

یہ معنی آیت کے ظاہری الفاظ سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں، اسی لیے بعد کے الفاظ میں اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا گیا ہے: ﴿ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ ''قیامت کے دن اس کو دگنا عذاب دیا جائے گا۔'' یعنی اسے بار بار اور بہت سخت عذاب دیا جائے گا۔ ﴿ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴾ ''اور وہ ہمیشہ اس میں ذلت و خواری سے رہے گا۔'' اس میں حقیر و ذلیل ہو کر رہے گا۔ ﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا ﴾ ''مگر جس نے توبہ کی اور وہ ایمان لایا اور اس نے اچھے کام کیے۔'' یعنی ان برے اعمال کی سزا وہ ہے جو بیان کی گئی ہے (اسے ملے گی) ﴿ اِلَّا مَنْ تَابَ ﴾ ''مگر جس نے توبہ کی۔'' یعنی دنیا میں ان تمام گناہوں سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں توبہ کر لی تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لے گا (اسے سزا نہیں ملے گی۔) یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ قاتل کی توبہ بھی صحیح ہے اور اس آیت میں اور سورۂ نساء کی حسبِ ذیل آیت میں کوئی تعارض

---

[1] مسند أحمد: 431/1 جبکہ قوسین والا لفظ صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ...... ﴾ (الفرقان 68:25)......، حدیث: 4761 میں ہے۔ [2] السنن الکبرٰی للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالٰی: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ ...... ﴾ (الفرقان 62:25): 421,420/6، حدیث: 11368. [3] صحیح البخاری، التفسیر، باب قوله: ﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ...... ﴾ (الفرقان 68:25)......، حدیث: 4761 و صحیح مسلم، الإیمان، باب بیان کون الشرك......، حدیث: (142)-86. [4] تفسیر الطبری: 53,52/19 . [5] تفسیر الطبری: 57/19 . [6] تفسیر الطبری: 57/19 . [7] تفسیر ابن أبی حاتم: 2730/8 و تفسیر الطبری: 57/19 . [8] تفسیر ابن أبی حاتم: 2730/8 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہے۔ ﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا ...... ﴾ (النسآء 93:4) ''اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً مار ڈالے......۔''
یہ آیت کریمہ اگرچہ مدنی ہے مگر یہ مطلق ہے اور اسے اسی شخص پر محمول کیا جائے گا جو توبہ نہ کرے کیونکہ یہ توبہ کے ساتھ مقیّد ہے، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ...... ﴾ الآية (النسآء 48:4) ''یقیناً اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا دوسرے گناہوں میں جسے چاہے معاف کر دے......۔''

رسول اللہ ﷺ کی سنتِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ قاتل کی توبہ بھی قبول ہو جاتی ہے جیسا کہ وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ ایک شخص نے جب سو قتل کرنے کے بعد توبہ کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی توبہ کو بھی قبول فرما لیا تھا[1]، اسی طرح اور بھی بہت سی احادیث سے ثابت ہے کہ قاتل کی توبہ بھی قبول ہو جاتی ہے۔ ﴿ فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝70 ﴾ ''تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بہت بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔''

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایت کو بیان کیا ہے، انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: [إِنِّي لَأَعْرِفُ آخِرَ أَهْلِ النَّارِ خُرُوجًا مِّنَ النَّارِ، وَآخِرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُولًا الْجَنَّةَ، يُؤْتٰى بِرَجُلٍ فَيَقُولُ: نَحُّوا كِبَارَ ذُنُوبِهِ، وَسَلُوهُ عَنْ صِغَارِهَا، قَالَ: فَيُقَالُ لَهُ: عَمِلْتَ كَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا، وَعَمِلْتَ كَذَا يَوْمَ كَذَا وَكَذَا (فَيَقُولُ: نَعَمْ، لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُّنْكِرَ......فَيُقَالُ لَهُ: فَإِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ حَسَنَةً، فَيَقُولُ: يَارَبِّ! قَدْ عَمِلْتُ أَشْيَاءَ لَا أَرَاهَا هٰهُنَا)] ''میں اس شخص کو جانتا ہوں جو دوزخ سے سب سے آخر میں نکلے گا اور جنت میں سب سے آخر میں داخل ہوگا، ایک شخص کو لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کے بڑے گناہوں سے چشم پوشی کرو اور چھوٹے گناہوں کے بارے میں اس سے پوچھو۔ آپ نے فرمایا کہ اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے فلاں دن فلاں فلاں گناہ کیے تھے اور فلاں دن فلاں فلاں گناہ کیے تھے، وہ کہے گا: ہاں، اور وہ اپنے کسی گناہ کا انکار نہ کر سکے گا تو اس سے کہا جائے گا کہ تجھے ہر گناہ کے عوض ایک نیکی دی جا رہی ہے تو وہ عرض کرے گا کہ اے میرے رب! میں نے تو ایسے بھی بہت سے گناہ کیے تھے جنھیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا ہوں۔'' راوی کا بیان ہے کہ یہ فرمانے کے بعد رسول اللہ ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ کی داڑھیں نمایاں ہو گئیں۔[2] اس روایت کو امام مسلم نے بھی بیان کیا ہے،[3] امام بخاری رحمہ اللہ نے بیان نہیں کیا۔

امام ابن ابوحاتم نے ابوجابر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے مکحول کو بیان کرتے ہوئے سنا کہ ایک بہت ہی بوڑھے شخص

---

[1] اس واقعے کی تفصیل تفسیر ابن کثیر میں النسآء، آیت:100 اور الزمر، آیت: 53 کے تحت دیکھی جا سکتی ہے۔ اور دیکھیے صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: 54 ، حديث:3470 و صحيح مسلم، التوبة، باب قبول توبة القاتل وإن كثر قتله، حديث:2766 عن أبي سعيد الخدري رضی اللہ عنہ۔ [2] مسند أحمد :170/5، البتہ قوسین والا حصہ صحيح مسلم، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة منزلة فيها، حديث: 190 کے مطابق ہے۔ [3] صحيح مسلم، الإيمان، باب أدنى أهل الجنة......، حديث :190.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿72﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ

اور وہ جو جھوٹی شہادت نہیں دیتے، اور جب کسی بیہودہ کام سے ان کا گزر ہو تو وہ عزت ووقار سے گزر جاتے ہیں﴿72﴾ اور وہ کہ جب انھیں ان کے رب کی

رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿73﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا

آیات کے ذریعے سے نصیحت کی جاتی ہے تو وہ ان پر بہرے اور اندھے ہو کر نہیں گر پڑتے﴿73﴾ اور وہ جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں ہماری

وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿74﴾

بیویوں اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کر اور ہمیں متقیوں کا امام بنا﴿74﴾

جن کے ابرو آنکھوں پر گر چکے تھے آئے اور انھوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں ایک ایسا شخص ہوں جس نے بہت غلطیاں اور بہت گناہ کیے ہیں، کوئی چھوٹی بڑی ظلم وزیادتی ایسی نہیں جس کا میں نے ارتکاب نہ کیا ہو بلکہ میں نے تو اس قدر کثرت کے ساتھ گناہ کیے ہیں کہ اگر انھیں تمام اہل زمین پر تقسیم کر دیا جائے تو وہ انھیں تباہ و برباد کر دیں تو کیا میری توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا: [أَسْلَمْتَ] ''تم مسلمان ہو؟'' اس نے عرض کی: میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: [فَإِنَّ اللّٰهَ غَافِرٌ لَّكَ مَا كُنْتَ كَذٰلِكَ، وَمُبَدِّلٌ سَيِّئَاتِكَ حَسَنَاتٍ] ''یقیناً اللہ تمھیں جیسے تم تھے، بخش دے گا اور تمھارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔'' اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میری غداریاں اور بدکاریاں؟ آپ نے فرمایا: [وَغَدَرَاتُكَ وَفَجَرَاتُكَ] ''تمھاری غداریوں اور بدکاریوں کو بھی۔'' آدمی یہ سن کر جب واپس جانے لگا تو وہ لا الٰہ الا اللہ اور اللہ اکبر پڑھتا جا رہا تھا۔[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنی رحمت عام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ جو شخص کسی بھی جلیل یا حقیر، چھوٹے یا بڑے گناہ سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو ضرور قبول فرمالے گا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿71﴾ ﴾ ''اور جو توبہ کرے اور نیک عمل کرے تو بے شک وہ اللہ سے توبہ کرتا ہے توبہ کرنا۔'' یعنی اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ...... ﴾ الآية (النسآء 4:110) ''اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے آپ پر ظلم کر لے......'' اور فرمایا: ﴿ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ...... ﴾ الآية (التوبة 9:104) ''کیا انھیں معلوم نہیں کہ بے شک اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ قبول فرماتا ہے......'' اور یہ بھی فرمایا: ﴿ قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ...... ﴾ الآية (الزمر 39:53) ''(اے پیغمبر! آپ) کہہ دیجیے: (اللہ فرماتا ہے:) اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہوں......'' یعنی اس کے لیے جو اس کے حضور توبہ کرے۔

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 2736,2735/8 اور شواہد کے لیے دیکھیے مسند أحمد: 385/4 عن عمرو بن عبسة رضی اللہ عنہ والمعجم الكبير للطبراني: 54,53/7، حديث: 6361 عن سلمة بن نفيل رضی اللہ عنہ۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات:72-74

بندگان الٰہی کی کچھ اور صفات: بندگان الٰہی کی یہ بھی صفات ہیں کہ وہ جھوٹی گواہی بھی نہیں دیتے۔ یہاں لفظ زُور استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی کذب، فسق، کفر، لغو اور باطل کے ہیں۔ عمرو بن قیس کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ برائی اور بے حیائی کی مجلسوں میں حاضر نہیں ہوتے۔[1] اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ﴾ سے مراد یہ ہے کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے، زُور کے معنی کسی کی طرف جان بوجھ کر جھوٹی بات منسوب کرنا ہے جیسا کہ صحیحین میں ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَلَا أُنَبِّئُكُمْ بِأَكْبَرِ الْكَبَائِرِ؟] ”کیا میں تمھیں نہ بتاؤں کہ کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ کون سا ہے۔“ یہ آپ نے تین بار فرمایا، ہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ضرور ارشاد فرمائیں، آپ نے فرمایا: [(اَلشِّرْكُ) بِاللّٰهِ، وَعُقُوقُ الْوَالِدَيْنِ] ”اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔“ آپ اس وقت تکیہ لگائے ہوئے تھے، پھر اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے: [أَلَا! وَقَوْلُ الزُّورِ، (وَشَهَادَةُ الزُّورِ)] ”خبردار! سن لو جھوٹی بات، (خبردار! سن لو) جھوٹی گواہی۔ (اکبر الکبائر میں سے ہے۔)“ آپ نے بار بار یہ بات ارشاد فرمائی حتی کہ ہم نے کہا: کاش آپ سکوت فرمالیں![2]

سیاق کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ﴿لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ جھوٹی گواہی کے لیے حاضر نہیں ہوتے، اس لیے فرمایا: ﴿وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ﴿٧٢﴾﴾ ”اور جب ان کا بے ہودہ چیزوں کے پاس سے گزر ہو تو عزت و وقار سے گزرتے ہیں۔“ یعنی وہ جھوٹی مجلسوں میں حاضر نہیں ہوتے اور جب کبھی اتفاق سے انھیں کسی ایسی مجلس کے پاس سے گزرنے کا موقع ملے تو شائستگی کے ساتھ وہاں سے گزر جاتے ہیں اور اپنے دامن کو ذرہ بھر آلودہ نہیں ہونے دیتے، اسی وجہ سے فرمایا: ﴿مَرُّوا كِرَامًا ﴿٧٢﴾﴾ ”عزت و وقار سے گزرتے ہیں۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوا عَلَيْهَا صُمًّا وَعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾﴾ ”اور وہ کہ جب انھیں پروردگار کی آیات کے ساتھ نصیحت کی جاتی ہے تو اس پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے (بلکہ غور و فکر سے سنتے ہیں۔)“ یہ بھی مومنین کی صفات میں سے ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۚ﴾ (الأنفال 8:2) ”جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کے دل ڈر جاتے ہیں اور جب ان پر اس کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ ان کا ایمان بڑھا دیتی ہیں اور وہ اپنے پروردگار ہی پر بھروسا کرتے ہیں۔“ اس کے برخلاف کافر جب اللہ تعالیٰ کے کلام کو سنتا ہے تو وہ اس سے متاثر نہیں ہوتا اور نہ اپنی حالت میں کوئی تبدیلی پیدا کرتا

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 2738/8. [2] صحيح البخاري، الشهادات، باب ما قيل فى شهادة الزور......، حديث: 2654 وصحيح مسلم، الإيمان، باب الكبائر و أكبرها، حديث: 87، البتہ پہلی اور دوسری قوسوں والے الفاظ صحيح البخاري، الشهادات، باب ما قيل فى شهادة الزور......، حديث: 2653 وصحيح مسلم، الإيمان، باب الكبائر وأكبرها، حديث: 88 عن أنس رضي الله عنه.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہے بلکہ وہ اپنے کفر، سرکشی، جہالت اور ضلالت ہی میں مبتلا رہتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ○ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ ﴾ (التوبة 9:124,125) ''اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ان (منافقین) میں سے بعض (استہزا کرتے ہوئے) کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کا ایمان زیادہ کیا ہے، سو جو ایمان والے ہیں ان کا تو اس نے ایمان زیادہ کیا ہے اور وہ خوش ہوتے ہیں اور جن کے دلوں میں مرض ہے ان کے حق میں پلیدی پر پلیدی زیادہ کی۔'' ﴿ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴾ ''تو ان پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں گرتے۔'' جبکہ کافر اللہ تعالیٰ کی آیات کو سنتا ہے تو آیات اس پر کچھ اثر نہیں کرتیں، اس لیے وہ اپنی حالت ہی پر برقرار رہتا ہے، گویا وہ بہرا اور اندھا ہے، اس نے کچھ سنا ہی نہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ ﴾ ''اور وہ جو (اللہ سے) کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔'' یعنی اللہ کے بندے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے رہتے ہیں کہ ان کی پشت سے ایسی اولاد پیدا ہو جو اس وحدہ لاشریک کی اطاعت و عبادت کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ان کی مراد یہ ہے کہ ان کی اولاد ایسی ہو جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق عمل کرے تاکہ دنیا و آخرت میں انھیں آنکھوں کی ٹھنڈک نصیب ہو۔[1]

امام احمد رحمہ اللہ نے جبیر بن نفیر سے روایت کیا ہے، وہ اپنے باپ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم مقداد بن اسود کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ایک شخص گزرا اور کہنے لگا کہ مبارک ہیں یہ دونوں آنکھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے فیض یاب ہوئی تھیں، اے کاش! ہم بھی وہ دیکھتے جو آپ نے دیکھا اور ہم بھی وہ مشاہدہ کرتے جو آپ نے مشاہدہ کیا، اس سے مقداد ناراض ہو گئے تو مجھے تعجب ہوا کیونکہ اس شخص نے تو اچھی بات کہی تھی، پھر اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمانے لگے کہ آدمی کو اس بات پر کون سی چیز آمادہ کرتی ہے کہ وہ اس موقع پر حاضر ہونے کی تمنا کرے جس سے اللہ تعالیٰ نے اسے غائب رکھا ہے کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ اگر وہ اس موقع پر حاضر ہوتا تو اس کا طرزِ عمل کیا ہوتا۔ اللہ کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہت سے ایسے لوگ بھی حاضر ہوئے جنھیں اللہ تعالیٰ نے اوندھے منہ جہنم رسید کر دیا کیونکہ انھوں نے آپ کی تصدیق نہ کی اور آپ کی نبوت و رسالت کو قبول نہیں کیا تھا، کیا تم اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے کہ اس نے جب سے تمھیں پیدا فرمایا ہے تم اپنے رب تعالیٰ کو پہچانتے ہو اور تمھارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمھارے پاس جس دین و شریعت کو لائے ہیں تم اس کی تصدیق کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ نے دوسرے لوگوں کو آزمائش میں مبتلا کر کے تمھیں بچا لیا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دور جاہلیت میں ایسے حالات میں مبعوث کیا گیا تھا کہ ان سے زیادہ شدید حالات میں کسی نبی کی بعثت عمل میں نہ آئی تھی، اس دور

[1] تفسیر ابن أبي حاتم :2742/8 وتفسیر الطبری :66/19.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ﴿75﴾ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ

انھی لوگوں کو ان کے صبر کے بدلے میں (جنت کے) بالا خانے جزا میں دیے جائیں گے، اور وہاں دعا اور سلام کے ساتھ ان کا استقبال ہوگا﴿75﴾ وہ ہمیشہ

حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿76﴾ قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ ۖ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ

وہاں رہیں گے، وہ (بہشت) بہت اچھا مستقر اور مقام ہوگا﴿76﴾ کہہ دیجیے: اگر تمھاری دعا و التجا نہ ہوتی تو میرا رب تمھاری پروا نہ کرتا، تم (حق کو) جھٹلا چکے

يَكُونُ لِزَامًا ﴿77﴾

ہو، لہٰذا وہ (عذاب تمھیں) عنقریب لازم ہو کر رہے گا﴿77﴾

میں لوگ یہ سمجھتے تھے کہ بتوں کی عبادت سے افضل کوئی دین نہیں ہے۔ آپ ایسے دین فرقان کے ساتھ تشریف لائے جس نے حق و باطل میں فرق کر دیا، جس نے باپ اور بیٹے میں فرق کر دیا، اگر آدمی اپنے والد یا بیٹے یا بھائی کو دیکھتا کہ وہ کافر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے دل کے قفل کو ایمان کے لیے کھول دیا ہے تو وہ جانتا تھا کہ اس کا وہ باپ یا بیٹا یا بھائی جس نے ایمان کو قبول نہیں کیا مرنے کے بعد جہنم رسید ہوگا، اس سے اس کی آنکھیں ٹھنڈی نہ ہوتیں کہ اس کا پیارا دوزخ میں جائے گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس بات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ﴾ ''اور وہ جو (اللہ سے) کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔''[1] اس حدیث کی سند صحیح ہے مگر اسے کتب ستہ میں بیان نہیں کیا گیا۔

اور اس کا فرمان ہے: ﴿وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ﴿74﴾﴾ ''اور ہمیں پرہیزگاروں کا امام بنا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن، سُدّی، قتادہ اور ربیع بن انس کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں ایسے امام بنا دے کہ خیر میں ہماری اقتدا کی جائے۔[2] دیگر ائمۂ تفسیر کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمیں ہدایت کرنے والے، ہدایت یافتہ اور خیر و بھلائی کے داعی بنا دے، انھوں نے اس بات کو پسند کیا کہ جس طرح وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں اسی طرح ان کی اولاد بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور ان کی ہدایت کا دوسروں تک بھی نفع پہنچے کیونکہ یہ بات کثرت ثواب اور حسن انجام کا سبب بنتی ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ] ''جب ابن آدم فوت ہو جاتا ہے تو تین کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں: (1) صدقہ جاریہ (2) یا وہ علم جس کے ساتھ اس کے بعد نفع حاصل کیا جا رہا ہو یا (3) ایسا نیک بیٹا جو اس کے لیے دعا کرتا ہو۔''[3]

تفسیر آیات: 75-77

اللہ کے بندوں کی جزا اور اہل مکہ کے لیے وعید: اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کی صفات جمیلہ اور اقوال و افعال جلیلہ کا

[1] مسند أحمد: 3,2/6. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 2743/8 و تفسير الطبري: 68/19. [3] صحيح مسلم، الوصية، باب ما يلحق الإنسان من الثواب......، حديث: 1631.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿ أُولَٰئِكَ ﴾ ”یہی لوگ۔“ جو ان صفات کے مالک ہیں۔ ﴿ يُجْزَوْنَ ﴾ ”بدلہ دیے جائیں گے۔“ قیامت کے دن۔ ﴿ الْغُرْفَةَ ﴾ ”بالا خانے۔“ اور یہاں غرفہ سے مراد جنت ہے۔ اور یہ قول ابوجعفر باقر، سعید بن جُبیر، ضحّاک اور سُدّی کا ہے۔[1] ان بالا خانوں کو ان کی بلندی کی وجہ سے غرفہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔

﴿ بِمَا صَبَرُوا ﴾ ”ان کے صبر کے بدلے میں۔“ یعنی صبر کے ساتھ ان تمام امور کو انجام دینے کی وجہ سے۔ ﴿ وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ﴿٧٥﴾ ﴾ ”اور وہاں دعا و سلام کے ساتھ ان کا استقبال کیا جائے گا۔“ یعنی جنت میں انھیں اکرام واحترام سے نوازا اور دعا و سلام کے ساتھ سرفراز ا جائے گا، ان کے لیے سلامتی ہوگی، ان کے اوپر بھی سلامتی ہوگی، فرشتے جنت کے ہر دروازے سے ان کے پاس آتے ہوئے کہیں گے کہ تم پر رحمت اور سلامتی ہو، یہ تمھاری ثابت قدمی کا بدلہ ہے اور عاقبت کا گھر خوب گھر ہے۔ ﴿ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ ﴾ ”وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“ یعنی جنت میں وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے مقیم رہیں گے وہاں سے کہیں نہیں جائیں گے، فوت بھی نہیں ہوں گے، کسی اور جگہ منتقل بھی نہیں ہوں گے، جنت کے بجائے کوئی اور ٹھکانا بدلنا بھی نہیں چاہیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ...... ﴾ الآیة (هود 11:108) ”اور جو نیک بخت بنائے گئے ہوں گے تو وہ بہشت میں (داخل کیے جائیں گے) اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین ہیں......“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ﴿٧٦﴾ ﴾ ”وہ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت ہی عمدہ جگہ ہے۔“ منظر کے اعتبار سے بے حد حسین و جمیل اور مقام و منزل کے اعتبار سے بہت پاکیزہ و پوتّر ہے، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قُلْ مَا يَعْبَأُ بِكُمْ رَبِّي ﴾ ”کہہ دیجیے: میرا پروردگار بھی تمھاری کچھ پروانہ کرتا۔“ اگر تم اس کی عبادت نہ کرتے تو اسے بھی تمھاری کچھ پروا نہیں، اس نے تو ساری مخلوق کو پیدا ہی اس لیے فرمایا ہے کہ وہ اس کی عبادت کرے، اسے وحدہ لاشریک مانے اور صبح وشام اس کی تسبیح و تقدیس کے ترانے گائے۔ ﴿ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ ﴾ ”پس تم نے (حق کی) یقیناً تکذیب کی ہے۔“ اے کافرو! ﴿ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾ ﴾ ”سو وہ (سزا تمھارے لیے) جلد لازم ہوگی۔“ یعنی تمھاری یہ تکذیب دنیا و آخرت میں تمھاری ہلاکت اور تباہی و بربادی کا سبب بنے گی۔ غزوۂ بدر کے دن کفار کی تباہی و بربادی اور ہلاکت بھی اسی میں داخل ہے جیسا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، ابی بن کعب رضی اللہ عنہ، محمد بن کعب قرظی، مجاہد، ضحّاک، قتادہ اور سُدّی وغیرہ نے بیان فرمایا ہے۔[2] امام حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ﴿ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ یہ سزا قیامت کے دن لازم ہوگی۔[3] اور ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ کفار کے لیے یہ سزا دنیا میں بھی ہے اور آخرت میں بھی۔

سورۂ فرقان کی تفسیر مکمل ہوئی۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

---

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2743/8 وتفسیر الطبري: 69/19. ② تفسیر الطبري: 72/19 وتفسیر ابن أبي حاتم: 2746/8. ③ تفسیر ابن أبي حاتم: 2746/8.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سُوْرَۂ شُعَرَاء

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ② لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ③ اِنْ نَّشَاْ

طٰسٓمّٓ ① یہ واضح کتاب کی آیات ہیں ② (اے نبی!) شاید اس (غم) سے کہ وہ لوگ ایمان نہیں لاتے آپ خود کو ہلاک ہی کر لیں گے ③ اگر ہم چاہیں تو

نُنَزِّلْ عَلَیْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰیَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِیْنَ ④ وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ

ان پر آسمان سے کوئی نشانی اتار دیں، پھر اس کے آگے ان کی گردنیں جھکی ہی رہ جائیں ④ اور رحمٰن کے پاس سے جو بھی کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو وہ اس

الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِیْنَ ⑤ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَیَاْتِیْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ

سے اعراض کر لیتے ہیں ⑤ چنانچہ یقیناً وہ جھٹلا چکے، لہٰذا جلد ان کے پاس اس کی خبریں آئیں گی جس کا وہ مذاق اڑایا کرتے تھے ⑥ کیا انھوں نے

یَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥ اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ⑦ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

زمین کو نہیں دیکھا کہ ہم نے اس میں ہر قسم کی کتنی ہی عمدہ چیزیں اگائی ہیں ⑦ بلاشبہ اس میں عظیم نشانی ہے، اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے

لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ⑧ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ⑨ ع 1/9/5

نہیں ⑧ اور بے شک آپ کا رب، وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا ⑨

امام مالک رحمہ اللہ سے مروی تفسیر میں اس کا نام سورۃ الجامعۃ ہے۔

تفسیر آیات: 1-9

کفار کا قرآن مجید سے اعراض: بعض سورتوں کے آغاز میں حروف مقطعات سے متعلق بحث ہم سورۂ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں کر آئے ہیں، لہٰذا اس کے اعادے کی ضرورت نہیں ہے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ تِلْكَ اٰیٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِیْنِ ② ﴾ ''یہ کتاب روشن کی آیتیں ہیں۔'' مبین کے معنی بیّن، واضح اور روشن کے ہیں جو حق و باطل اور ہدایت و گمراہی میں فرق کر دے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ ﴾ ''(اے پیغمبر!) شاید آپ اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے۔'' اس رنج و غم کی وجہ سے ﴿ اَلَّا یَكُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ ③ ﴾ ''کہ یہ لوگ ایمان نہیں لاتے۔'' یہ رسول اللہ ﷺ کو ایمان نہ لانے والے کفار کی وجہ سے تسلی دی گئی

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ﴾ (فاطر 35:8) ''تو ان لوگوں پر افسوس کر کے آپ کا دم نہ نکل جائے۔'' اور فرمایا: ﴿ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا ۝ ﴾ (الکہف 18:6) ''(اے پیغمبر!) اگر یہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں تو شاید آپ ان کے پیچھے رنج کر کے اپنے آپ کو ہلاک کر دیں گے۔'' مجاہد، عکرمہ، قتادہ، عطیہ، ضحاک، حسن اور دیگر کئی ائمہ تفسیر کا قول ہے کہ ﴿ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ ﴾ کے معنی ہیں کہ شاید آپ اپنے آپ کو قتل کر دیں گے۔[1]

پھر فرمایا: ﴿ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ④ ﴾ ''اگر ہم چاہیں تو ان پر آسمان سے نشانی اتار دیں، پھر ان کی گردنیں اس کے آگے جھک جائیں۔'' یعنی اگر ہم چاہیں تو ان پر ایسی نشانی اتار دیں جو انھیں زبردستی ایمان لانے پر مجبور کر دے لیکن ہم ایسا نہیں کرتے کیونکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہر شخص مجبوراً نہیں بلکہ اپنے اختیار سے ایمان لائے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ۭ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (یونس 10:99) ''اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے تو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مومن ہو جائیں؟'' اور فرمایا: ﴿ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً ...... ﴾ الآیة (ہود 11:118) ''اور اگر آپ کا پروردگار چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا......'' پس اس نے اپنی تقدیر کو نافذ کر دیا، اس کی حکمت جاری و ساری ہوگئی اور اس کی حجت بالغہ مخلوق پر اس طرح قائم ہوگی کہ اس نے ان کی طرف رسول بھیجے اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں۔

پھر فرمایا: ﴿ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِيْنَ ⑤ ﴾ ''اور ان کے پاس (اللہ) رحمٰن کی طرف سے کوئی نئی نصیحت نہیں آتی مگر اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔'' یعنی جب بھی ان کے پاس آسمان سے کوئی کتاب نازل ہوئی تو ان میں سے اکثر لوگوں نے اس سے منہ پھیر لیا جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (یوسف 12:103) ''اور بہت سے آدمی اگرچہ آپ کتنی ہی خواہش کریں ایمان لانے والے نہیں ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ ﴾ (یٰس 36:30) ''بندوں پر افسوس ہے کہ ان کے پاس کوئی پیغمبر نہیں آتا مگر اس سے تمسخر کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا تَتْرَا ۭ كُلَّمَا جَآءَ اُمَّةً رَّسُوْلُهَا كَذَّبُوْهُ ...... ﴾ الآیة (المؤمنون 23:44) ''پھر ہم پے در پے اپنے پیغمبر بھیجتے رہے، جب کسی امت کے پاس اس کا پیغمبر آتا تھا تو وہ اسے جھٹلا دیتے تھے......'' اسی لیے اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمایا: ﴿ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑥ ﴾ ''سو یہ تو یقیناً جھٹلا چکے، عنقریب ان کے پاس (اس چیز کی) خبریں آئیں گی جس کی وہ ہنسی اڑاتے تھے۔'' یعنی ان کے پاس جب حق آیا تو انھوں نے اسے جھٹلایا اور اپنے اس جھٹلانے کا انجام یہ لوگ کچھ وقت بعد معلوم کریں گے۔ ﴿ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 2748/8.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاِذْ نَادٰی رَبُّكَ مُوْسٰۤی اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ⑩ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا یَتَّقُوْنَ ⑪ قَالَ

اور (یاد کریں) جب آپ کے رب نے موسیٰ کو پکارا کہ تو ظالم قوم کے پاس جا⑩ (یعنی) قومِ فرعون کے پاس، کیا وہ ڈرتے نہیں؟⑪ اس نے کہا: اے

رَبِّ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ⑫ وَیَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ فَاَرْسِلْ اِلٰی

میرے رب! بے شک میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے⑫ اور میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی، لہٰذا تو ہارون کی طرف بھی (وحی)

هٰرُوْنَ ⑬ وَلَهُمْ عَلَیَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ یَّقْتُلُوْنِ ⑭ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا بِاٰیٰتِنَاۤ اِنَّا

بھیج⑬ اور ان کا میرے ذمے ایک گناہ (جرم) ہے، لہٰذا مجھے خوف آتا ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے⑭ فرمایا: ہرگز نہیں! چنانچہ تم دونوں ہماری نشانیوں

مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ⑮ فَاْتِیَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ⑯ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا

کے ساتھ جاؤ، یقیناً ہم تمھارے ساتھ ہیں، سننے والے ہیں⑮ چنانچہ تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ، پھر اس سے کہو: بلاشبہ ہم رب العالمین کے رسول

بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ⑰ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِیْنَا وَلِیْدًا وَّلَبِثْتَ فِیْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِیْنَ ⑱

ہیں⑯ یہ کہ بنی اسرائیل کو (آزاد کر کے) ہمارے ساتھ بھیج دے⑰ فرعون نے کہا: کیا ہم نے اپنے پاس بچپن میں تیری پرورش نہیں کی اور تو ہمارے

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِیْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ ⑲ قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّاَنَا مِنَ

درمیان اپنی عمر کے کئی برس نہیں رہا؟⑱ اور تو اپنا وہ کام کر گیا جو کر گیا، اور تو ناشکروں میں سے ہے⑲ اس نے کہا: میں نے وہ کام اس وقت کیا تھا جبکہ

الضَّآلِّیْنَ ⑳ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِیْ رَبِّیْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ㉑

میں بھٹکے ہوئے لوگوں میں سے تھا⑳ پھر جب میں تم سے ڈرا تو میں تم سے بھاگ گیا، پھر میرے رب نے مجھے حکم بخشا اور اس نے مجھے رسولوں

وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَیَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ ㉒

میں سے بنایا㉑ اور (کیا یہی ہے) وہ احسان جو تو مجھ پر جتلاتا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے㉒

﴿ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ○﴾ (الشعرآء26:227) ”اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ کون سی لوٹنے کی جگہ وہ لوٹ کر جائیں گے۔“

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی عظیم سلطنت، اپنے جلال وقدرت اور اپنی عظمتِ شان کی طرف ان لوگوں کو توجہ دلائی ہے جنھوں نے اس کے رسول کی مخالفت اور اس کی کتاب کی تکذیب کی جرأت کی، فرمایا کہ وہ عظیم الشان غلبے اور قدرت کا مالک ہے، اسی نے زمین کو پیدا کیا اور اسی نے اس میں سے فصلوں، پھلوں اور حیوانوں جیسی کتنی ہی نفیس چیزوں کو پیدا فرمایا ہے۔ سفیان ثوری نے ایک شخص سے اور انھوں نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ لوگ بھی زمین ہی کی نبات ہیں، ان میں سے جو جنت میں داخل ہو گیا وہ کریم اور جو دوزخ میں داخل ہو گیا وہ لئیم ہے۔[1] ﴿اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ﴾ ”کچھ شک نہیں کہ اس میں (اللہ کی قدرت کی عظیم) نشانی ہے۔“ یعنی اس میں اشیاء کے پیدا کرنے والے کی قدرت کی نشانی ہے جس نے زمین کو پھیلا دیا اور آسمان کو بلند کر دیا اور اس کے باوجود اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی، اس کے رسولوں کی اور اس کی کتابوں کی تکذیب

① تفسیر ابن أبي حاتم: 2750/8.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کرتے، اللہ تعالیٰ کے اوامر کی مخالفت کرتے اور اس کی نواہی کا ارتکاب کرتے ہیں۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ ﴾ ''اور یقیناً آپ کا پروردگار غالب ہے۔'' یعنی زبردست اور غالب ہے۔ اور اس نے ہر چیز کو مغلوب کر رکھا ہے۔ ﴿ الرَّحِيْمُ ﴾ ''نہایت مہربان ہے'' یعنی اپنی مخلوق پر رحم فرماتا ہے، نافرمانی کرنے والے کو جلد سزا نہیں دیتا بلکہ اسے مہلت دیتا ہے اور پھر جب اسے پکڑتا ہے تو اس طرح جیسے کوئی قوی اور غالب پکڑتا ہے۔ ابوالعالیہ، قتادہ، ربیع بن انس اور ابن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ اپنے انتقام، اپنے حکم کی مخالفت کرنے والوں اور اپنے سوا غیروں کی پوجا کرنے والوں سے بدلہ لینے میں بہت قوی ہے۔[1] اور سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ وہ ان پر بے حد مہربان ہے جو اس کی جناب میں توبہ کرتے اور اس کی طرف رجوع کرتے ہیں۔[2]

تفسیر آیات: 10-22

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ: یہاں اللہ تعالیٰ نے اس حکم کا ذکر فرمایا ہے جو اس نے اپنے عبد و رسول اور کلیم موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو اس وقت دیا جب انھیں طور کی دائیں جانب سے پکارا، ہم کلامی کے شرف سے نوازا، سرگوشی کی، رسالت و نبوت سے نوازا اور فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جانے کا حکم دیا، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ۭ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ ﴾ ''کہ ظالم لوگوں کے پاس جاؤ (یعنی) قوم فرعون کے پاس، کیا وہ ڈرتے نہیں؟ اس نے کہا کہ میرے پروردگار! میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے جھٹلا دیں گے اور میرا سینہ تنگ ہوتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی لہٰذا تو ہارون کی طرف (وحی) بھیج (کہ میرے ساتھ چلے) اور ان کا مجھ پر ایک گناہ (قبطی کے خون کا دعویٰ) بھی ہے، سو میں اس سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ہی ڈالیں۔'' یہ موسیٰ علیہ السلام کے کچھ عذر تھے جن کی بابت انھوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ انھیں دور فرما دے جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں ذکر فرمایا: ﴿ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِيْ صَدْرِيْ ۝ وَيَسِّرْ لِيْٓ اَمْرِيْ ۝ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِيْ ۝ يَفْقَهُوْا قَوْلِيْ ۝ وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِي ۝ اشْدُدْ بِهٖٓ اَزْرِيْ ۝ وَاَشْرِكْهُ فِيْٓ اَمْرِيْ ۝ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيْرًا ۝ وَّنَذْكُرَكَ كَثِيْرًا ۝ اِنَّكَ كُنْتَ بِنَا بَصِيْرًا ۝ قَالَ قَدْ اُوْتِيْتَ سُؤْلَكَ يٰمُوْسٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ 20:25-36) ''اس نے کہا: میرے پروردگار! میرے (اس کام کے) لیے میرا سینہ کھول دے اور میرا کام میرے لیے آسان کر دے اور میری زبان کی گرہ کھول دے (تاکہ) وہ میری بات سمجھ لیں اور میرے گھر والوں میں سے میرے لیے وزیر (مددگار) بنا دے (یعنی) میرے بھائی ہارون کو، اس سے میری پشت مضبوط کر دے اور اسے میرے کام میں شریک کر دے تاکہ ہم تیری بہت سی تسبیح کریں اور تجھے کثرت سے یاد کریں، بلاشبہ تو ہی ہمیں (ہر حال میں) خوب دیکھ رہا ہے۔ فرمایا: اے موسیٰ! تجھے تیرا سوال یقیناً دے دیا گیا۔''

ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْۢبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ ﴾ ''اور ان لوگوں کا مجھ پر ایک گناہ بھی ہے، سو میں اس

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2751/8. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2751/8.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار ہی ڈالیں۔‘‘ یعنی اس قبطی کے قتل کی وجہ سے جو موسیٰ علیہ السلام کے بلاد مصر سے خروج کا سبب بنا تھا۔ ﴿ قَالَ كَلَّا ۚ ﴾ ’’فرمایا: ہرگز نہیں۔‘‘ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا کہ ان میں سے کسی بھی چیز سے نہ ڈرو جیسا کہ فرمایا: ﴿ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚۛ بِاٰيٰتِنَآ ۚۛ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ۝ ﴾ (القصص 35:28) ’’عنقریب ہم تمھارے بھائی سے تمھارا بازو مضبوط کریں گے اور تم دونوں کے لیے غلبہ کر دیں گے، پھر وہ تم دونوں تک نہ پہنچ سکیں گے، (تم جاؤ) ہماری نشانیوں کے ساتھ (اور) تم دونوں اور جنھوں نے تمھاری پیروی کی غالب رہو گے۔‘‘ ﴿ فَاذْهَبَا بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝15 ﴾ ’’چنانچہ تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر جاؤ، یقیناً ہم تمھارے ساتھ سننے والے ہیں۔‘‘ جیسا کہ فرمایا: ﴿ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ 46:20) ’’یقیناً میں تمھارے ساتھ ہوں (اور) سنتا اور دیکھتا ہوں۔‘‘ یعنی اپنی حفاظت اور تائید و نصرت کے ساتھ میں تمھارے ساتھ ہوں، ﴿ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝16 ﴾ ’’تو دونوں فرعون کے پاس جاؤ، پھر کہو کہ بلاشبہ ہم تمام جہانوں کے مالک کے بھیجے ہوئے ہیں۔‘‘ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ ﴾ (طٰہٰ 47:20) ’’بلاشبہ ہم دونوں (آپ کی طرف) آپ کے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں۔‘‘ ﴿ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝17 ﴾ ’’یہ (اس لیے آئے ہیں) کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔‘‘ یعنی انھیں اپنی قید سے آزاد کر دے، ان پر اپنا قبضہ و تسلط ختم کر دے اور انھیں سزائیں دینا ترک کر دے کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے مومن بندے اور اس کی مخلص جماعت ہیں مگر تو نے انھیں ذلیل و رسوا کر دینے والے عذاب میں مبتلا کر رکھا ہے۔ جب موسیٰ نے یہ فرمایا تو فرعون نے سن کر آپ (موسیٰ علیہ السلام) سے منہ موڑ لیا اور پھر حقارت آمیز نظروں سے آپ کی طرف دیکھتے ہوئے کہنے لگا: ﴿ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا ...... ﴾ الآیۃ ’’کیا ہم نے تمھیں اس حال میں نہیں پالا تھا کہ تم بچے تھے......‘‘ یعنی موسیٰ تم تو وہ ہو کہ ہم نے تمھاری اپنے گھر میں اور اپنے بستر پر پرورش کی تھی، تمھیں کھانا دیا اور سالہا سال تک تم پر احسان کیا تھا اور اب تم اس احسان کا یہ بدلہ دے رہے ہو کہ ہمارے ایک آدمی کو قتل کر دیا اور ہمارے احسان کو فراموش کر دیا، اس لیے فرمایا: ﴿ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝19 ﴾ ’’اور تم ناشکروں میں سے ہو۔‘‘ یعنی احسان کا انکار کرنے والوں میں سے ہو، یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے اور ابن جریر نے بھی اس آیت کی تفسیر میں اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[1]

﴿ قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝20 ﴾ ’’اس (موسیٰ) نے کہا: (ہاں) وہ حرکت مجھ سے ناگہاں سرزد ہوئی تھی اور میں خطا کاروں میں سے تھا۔‘‘ یعنی اس واقعے کا تعلق وحی و تنزیل اور نبوت و رسالت سے پہلے کے دور سے ہے۔ ﴿ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝21 ﴾ ’’تو جب مجھے تم سے ڈر لگا تو میں تم میں سے بھاگ گیا، پھر میرے رب نے مجھے حکم (نبوت و علم) عطا کیا اور مجھے پیغمبروں میں سے بنا دیا۔‘‘ یعنی پہلا دور ختم ہو گیا اور اب نیا دور شروع ہوا ہے اور اب اللہ تعالیٰ نے مجھے تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجا ہے، اگر تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت اختیار کرو گے تو سلامت

[1] تفسیر الطبری: 84,83/19.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿23﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ

فرعون نے کہا: اور رب العالمین کیا ہے؟ ﴿23﴾ اس نے کہا: وہ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، ان کا رب ہے، اگر تم یقین کرنے

مُّوْقِنِيْنَ ﴿24﴾ قَالَ لِمَنْ حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿25﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿26﴾ قَالَ

والے ہو ﴿24﴾ اس نے اپنے اردگرد والوں (درباریوں) سے کہا: کیا تم سنتے نہیں ہو؟ ﴿25﴾ موسیٰ نے کہا: (وہ) تمھارا اور تمھارے اگلے آباء واجداد کا رب

اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿27﴾ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ

ہے ﴿26﴾ اس نے کہا: بلاشبہ تمھارا یہ رسول، جو تمھاری طرف بھیجا گیا ہے، یقیناً دیوانہ ہے ﴿27﴾ اس نے کہا: (وہ) مشرق و مغرب اور جو کچھ ان دونوں کے

كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿28﴾

درمیان ہے ان کا رب ہے، اگر تم عقل رکھتے ہو ﴿28﴾

رہو گے اور اگر اس کی مخالفت کرو گے تو تباہ و برباد ہو جاؤ گے، پھر موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَ تِلْكَ نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿22﴾ ﴾ ”اور (کیا) یہی احسان ہے جو تو مجھ پر جتلا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔“ یعنی میرے ساتھ احسان کیا اور میری پرورش کی اور اس کے بالمقابل میری قوم بنی اسرائیل کے ساتھ بدسلوکی کی انتہا کر دی کہ انھیں غلام اور خادم بنا کر محنت و مشقت کے کاموں پر لگا دیا، تو کیا ان کے ایک آدمی کے ساتھ احسان پوری قوم کے ساتھ بدسلوکی کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ یعنی میری قوم کے ساتھ بدسلوکی اور انھیں ذلیل و رسوا کرنے کی جو انتہا کر دی ہے اس کے مقابلے میں میرے ساتھ کیے ہوئے احسان کی کوئی حیثیت نہیں۔

تفسیر آیات:23-28

پروردگار عالم کے متعلق فرعون کا توہین آمیز انداز: اللہ تعالیٰ نے فرعون کے کفر، تمرد، سرکشی اور انکار کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس نے موسیٰ سے کہا: ﴿ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿23﴾ ﴾ ”اور تمام جہانوں کا رب کیا ہے؟“ کیونکہ وہ اپنی قوم سے کہا کرتا تھا: ﴿ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ ﴾ (القصص 38:28) ”میں اپنے سوا کسی کو تمھارا خدا نہیں جانتا۔“ ﴿ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ؕ ﴾ (الزخرف 54:43) ”غرض! اس نے اپنی قوم کی عقل ماردی اور انھوں نے اس کی بات مان لی۔“ انھوں نے کائنات کے پیدا فرمانے والے اللہ جل وعلا کا انکار کر دیا اور یہ عقیدہ اختیار کر لیا تھا کہ فرعون کے سوا کوئی پروردگار نہیں ہے، جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا: ﴿ اِنِّيْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ﴾ (الزخرف 46:43) ”بلاشبہ میں تمام جہانوں کے رب کا بھیجا ہوا ہوں۔“ تو فرعون نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ وہ کون ہے جس کو تو میرے سوا رب العالمین مانتا ہے؟ علمائے سلف اور ائمۂ خلف نے اس آیت کی تفسیر اسی طرح بیان کی ہے حتی کہ سدی نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ آیت حسب ذیل آیات کے مانند ہے: ﴿ قَالَ فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ○ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْۤ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ○ ﴾ (طٰهٰ 50,49:20) ”اس نے کہا: اے موسیٰ! تم دونوں کا پروردگار کون ہے؟ کہا کہ ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی شکل و صورت بخشی، پھر راہ دکھائی۔“[1]

[1] تفسير ابن أبي حاتم : 2756/8 .

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

منطقیوں کے ایک شبہے کا ازالہ: جن اہل منطق وغیرہ کا یہ خیال ہے کہ فرعون کا یہ سوال ماہیت کے بارے میں تھا تو ان کا یہ خیال غلط ہے کیونکہ اسے تو پروردگار عالم کے وجود ہی کا اقرار نہ تھا کہ وہ اس کی ماہیت کے بارے میں سوال کرتا، وہ تو سرے ہی سے وجود باری تعالیٰ کا منکر تھا گو دلائل و براہین کے ساتھ اس کے سامنے اللہ تعالیٰ کے وجود کو ثابت کر دیا گیا تھا، الغرض! فرعون نے جب رب العالمین کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام سے سوال کیا تو: ﴿ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ﴾ ''کہا: جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور اس کا بھی جو ان دونوں کے درمیان ہے۔'' یعنی وہ ان سب چیزوں کا خالق و مالک ہے اور اس کا تصرف ان میں کارفرما ہے، وہی معبود برحق ہے کہ اس کا کوئی شریک نہیں، اسی نے تمام اشیاء کو پیدا فرمایا، اسی نے عالم عُلوی اور اس کے روشن و منور ثوابت اور سیاروں کو پیدا کیا ہے اور اسی نے عالم سِفلی اور اس کے دریاؤں، سمندروں، صحراؤں، پہاڑوں، درختوں، حیوانوں، نباتات، پھلوں، ہواؤں اور پرندوں کو پیدا فرمایا اور یہ ساری مخلوقات اس کی غلام اور اس کے سامنے عاجز و درماندہ ہیں۔ ﴿ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿24﴾ ﴾ ''بشرطیکہ تم یقین کرنے والے ہو۔'' یعنی بشرطیکہ تمھارے پاس یقین کرنے والے دل اور دیکھنے والی آنکھیں ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ بات سن کر فرعون نے اپنے گردو پیش بیٹھے ہوئے سرداروں اور روسائے حکومت کی طرف دیکھا اور تکبر، استہزاء اور موسیٰ کی تکذیب کرتے ہوئے کہنے لگا: ﴿ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿25﴾ ﴾ ''کیا تم غور سے سنتے نہیں؟'' یعنی کیا تمھیں اس بات سے تعجب نہیں ہو رہا جو موسیٰ کہہ رہا ہے کہ تمھارا اللہ میرے سوا کوئی اور ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا: ﴿ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿26﴾ ﴾ ''(وہ) تمھارا اور تمھارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔'' یعنی وہ تمھارا بھی خالق ہے اور تمھارے پہلے باپ دادا کا بھی وہی خالق ہے جو فرعون اور اس کے زمانے سے پہلے ہو گزرے ہیں۔

﴿ قَالَ ﴾ ''اس (فرعون) نے کہا'' اپنی قوم سے: ﴿ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ ﴿27﴾ ﴾ ''یقیناً تمھارا یہ پیغمبر جو تمھاری طرف بھیجا گیا ہے، ضرور پاگل ہے۔'' یعنی اس میں عقل نہیں جو اس نے یہ دعویٰ کر دیا ہے کہ میرے سوا کوئی اور بھی رب ہے۔ ﴿ قَالَ ﴾ ''اس (موسیٰ) نے کہا'' ان لوگوں سے جن کو فرعون نے شبہے میں مبتلا کر دیا تھا: ﴿ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۭ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿28﴾ ﴾ ''جو مشرق و مغرب اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کا رب ہے بشرطیکہ تم سمجھتے ہو۔'' یعنی رب العالمین وہ ہے جس نے مشرق کو مشرق بنا دیا ہے کہ اس سے کواکب طلوع ہوتے ہیں اور اس نے مغرب کو مغرب بنا دیا ہے کہ اس میں کواکب، ثوابت و سیارے غروب ہوتے ہیں اور پھر اس نے ان سب کے نظام کو اپنی قدرت کے ساتھ مسخر فرما دیا ہے تو یہ فرعون جو اس بات کا دعوے دار ہے کہ وہ تمھارا رب اور معبود ہے، اگر یہ اپنے دعوے میں سچا ہے تو اس نظام قدرت کے برعکس مشرق کو مغرب اور مغرب کو مشرق بنا کر دکھائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖٓ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ ۭ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿29﴾ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ

اس نے کہا: البتہ اگر تو نے میرے سوا کوئی اور معبود پکڑا تو میں ضرور تجھے قیدیوں میں سے کر دوں گا ﴿29﴾ موسیٰ نے کہا: اگرچہ میں تیرے پاس کوئی واضح

مُّبِيْنٍ ﴿30﴾ قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿31﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ

شے (دلیل) لاؤں (تب بھی؟) ﴿30﴾ اس نے کہا: اگر تو سچوں میں سے ہے تو وہ تو لے ہی آ ﴿31﴾ چنانچہ موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا تو آناً فاناً وہ واضح اژدہا بن

2 ع 24 6

مُّبِيْنٌ ﴿32﴾ وَّنَزَعَ يَدَهٗ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿33﴾ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ هٰذَا

گیا ﴿32﴾ اور اس نے اپنا ہاتھ (بغل میں سے) کھینچ نکالا تو اس وقت وہ دیکھنے والوں کے لیے سفید (چمکتا) تھا ﴿33﴾ فرعون نے اپنے ارد گرد موجود سرداروں

لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿34﴾ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿35﴾ قَالُوْٓا

سے کہا: بلاشبہ یہ ضرور ماہر جادوگر ہے ﴿34﴾ وہ چاہتا ہے کہ اپنے جادو سے تمھیں تمھاری زمین سے نکال دے، لہٰذا تم کیا مشورہ دیتے ہو ﴿35﴾ انھوں نے کہا:

اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿36﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿37﴾

اسے اور اس کے بھائی کو ڈھیل دے، اور شہروں میں (جادوگروں کو) اکٹھا کرنے والے بھیج دے ﴿36﴾ (کہ) وہ ہر ماہر جادوگر کو تیرے پاس لے آئیں ﴿37﴾

الْمَغْرِبِ...... ﴾ الآية (البقرة 2:258) ”بھلا تم نے اس شخص کو نہیں دیکھا جو اس (غرور کے) سبب کہ اللہ نے اس کو سلطنت بخشی تھی، ابراہیم سے اس کے پروردگار کے بارے میں جھگڑنے لگا۔ جب ابراہیم نے کہا کہ میرا پروردگار تو وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے، وہ بولا کہ میں بھی زندہ کر سکتا اور مار سکتا ہوں، ابراہیم نے کہا کہ اللہ تو سورج کو مشرق سے نکالتا ہے، تو اسے مغرب سے لے آ......۔“ بہر حال فرعون جب مغلوب ہو گیا اور اس کی دلیل ٹوٹ گئی تو وہ اپنے جاہ وقوت اور حکومت کے استعمال پر اتر آیا اور اس نے خیال کیا کہ قوت کے استعمال سے اسے نفع اور موسیٰ کو نقصان ہوگا، ان واقعات وحالات کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے: (دیکھیے آیات:29-37)

تفسیر آیات: 29-37

موسیٰ علیہ السلام کے کچھ معجزے: جب بیان اور عقل کے ساتھ فرعون پر حجت تمام ہو گئی تو اس نے اپنی طاقت وقوت کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام کو مغلوب کرنا چاہا اور اس نے سوچا کہ طاقت وقوت کے استعمال کی دھمکی کے بعد موسیٰ کوئی بات نہ کر سکیں گے، اس لیے اس نے کہا: ﴿ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ﴿29﴾ ﴾ ”البتہ اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تمھیں ضرور قید کیے ہوئے لوگوں میں سے کر دوں گا۔“ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ مُّبِيْنٍ ﴿30﴾ ﴾ ”خواہ میں تیرے پاس کوئی روشن چیز لاؤں۔“ یعنی اگر میں قطعی اور واضح برہان اور معجزہ دکھاؤں تو؟ ﴿ قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿31﴾ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ﴿32﴾ ﴾ ”فرعون نے کہا: اگر تم سچوں میں سے ہو تو اسے لاؤ، پس انھوں نے اپنی لاٹھی ڈال دی تو وہ اس وقت واضح اژدہا بن گئی۔“ یعنی موسیٰ کی لاٹھی نے واضح اور نمایاں طور پر ایک بہت بڑے اژدہے کی شکل اختیار کر لی جس کے پاؤں بھی تھے، بہت بڑا منہ تھا اور بے حد خوفناک شکل تھی۔ ﴿ وَّنَزَعَ يَدَهٗ ﴾ ”اور اس نے اپنا ہاتھ (جو) نکالا۔“ یعنی اپنے گریبان سے، ﴿ فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ﴿33﴾ ﴾ ”تو اسی دم دیکھنے والوں کے لیے سفید (چمکتا نظر آنے لگا)

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿38﴾ وَّقِيْلَ لِلنَّاسِ هَلْ اَنْتُمْ مُّجْتَمِعُوْنَ ﴿39﴾ لَعَلَّنَا

چنانچہ جادوگر ایک مقرر دن کو (خاص) وقت پر جمع کر لیے گئے ﴿38﴾ اور لوگوں سے کہا گیا: کیا تم بھی جمع ہو گے؟ ﴿39﴾ تاکہ اگر وہ (جادوگر) غالب

نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿40﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالُوْا لِفِرْعَوْنَ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا

آئیں تو ہم ان جادوگروں کی اتباع کریں ﴿40﴾ پھر جب جادوگر آئے تو وہ فرعون سے کہنے لگے: اگر ہم ہی غالب آئے تو کیا ہمارے لیے

اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿41﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿42﴾ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا

کوئی صلہ ہوگا؟ ﴿41﴾ فرعون نے کہا: ہاں! اور بے شک تب تم (میرے) مقربین میں سے ہو گے ﴿42﴾ موسیٰ نے ان سے کہا: جو کچھ تم ڈالنے

مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿43﴾ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿44﴾

والے ہو، ڈال دو ﴿43﴾ تب انھوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور کہنے لگے: عزتِ فرعون کی قسم! بلاشبہ ہم ہی غالب ہیں ﴿44﴾ پھر موسیٰ

فَاَلْقٰى مُوْسٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿45﴾ فَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿46﴾ قَالُوْٓا

نے اپنا عصا ڈالا تو وہ فوراً ہی اسے نگلنے لگا جو وہ جھوٹ موٹ گھڑ رہے تھے ﴿45﴾ چنانچہ جادوگر (بے اختیار) سجدے میں گر پڑے ﴿46﴾ وہ

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿47﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿48﴾

کہنے لگے: ہم رب العالمین پر ایمان لائے ﴿47﴾ موسیٰ اور ہارون کے رب پر ﴿48﴾

تھا۔'' جو یوں چمک رہا تھا گویا چاند کا ٹکڑا ہو۔

فرعون کی چال: اس قدر عظیم الشان معجزات دیکھنے کے باوجود فرعون نے ازراہِ شقاوت و بدبختی موسیٰ کی تکذیب کرتے اور آپ سے دشمنی رکھتے ہوئے فوراً اپنے گردوپیش بیٹھے ہوئے سرداروں سے کہا: ﴿اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ﴿34﴾﴾ ''یقیناً یہ تو کامل فن جادوگر ہے۔'' یعنی بڑا افاضل اور ماہر جادوگر ہے، فرعون نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی کہ یہ تو جادو ہے معجزہ نہیں، پھر اس نے اپنے سرداروں کو بھی موسیٰ کی مخالفت اور آپ کے ساتھ کفر پر برانگیختہ کرتے ہوئے کہا: ﴿يُرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ﴿35﴾﴾ ''چاہتا ہے کہ تم کو اپنے جادو کے زور سے تمھارے ملک سے نکال دے تو تمھاری کیا رائے ہے؟'' یعنی اس جادو کے ساتھ وہ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنا چاہتا ہے تاکہ اس کے اعوان وانصار اور پیروکار زیادہ ہو جائیں، پھر وہ تمھاری حکومت پر غالب آ جائیں اور تم سے تمھارے ان علاقوں کو چھین لیں، لہٰذا تم مشورہ دو کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ ﴿قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿36﴾ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ﴿37﴾﴾ ''انھوں نے کہا کہ تو اسے اور اس کے بھائی کو مہلت دے اور شہروں میں اکٹھا کرنے والے بھیج دے (کہ) وہ ہر بڑے ماہر جادوگر کو تیرے پاس لے آئیں۔'' یعنی موسیٰ اور ان کے بھائی کو کچھ وقت کے لیے مہلت دے دیجیے اور اس اثنا میں اپنے ملک کے تمام چھوٹے بڑے شہروں اور قصبوں سے ان کے مقابلے کے لیے ماہر جادوگروں کو اکٹھا کر لیجیے جو جادو کے اس جیسے کرتب دکھائیں جیسے موسیٰ نے دکھائے ہیں، اس طرح تم موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ جاؤ گے اور تمھیں فتح و نصرت حاصل ہو جائے گی، فرعون نے اپنے سرداروں کی اس تجویز کو قبول کر لیا اور یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی کی تدبیر کا نتیجہ تھا کہ لوگ ایک میدان میں جمع ہوں، پھر دن کے اجالے میں اللہ تعالیٰ کی

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نشانیاں اور اس کے دلائل و براہین سب لوگوں کے سامنے واضح ہو جائیں۔

تفسیر آیات:38-48

① **موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ:** اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور قبطیوں کے اس عملی مناظرے کا سورۂ اعراف، سورۂ طٰہٰ[1] اور اب اس سورت میں ذکر فرمایا ہے۔ قبطیوں نے پروگرام بنایا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کیے بغیر نہیں رہے گا اگرچہ کافروں کو برا ہی لگے اور کفر و ایمان میں جب بھی مقابلہ ہوا تو ایمان ہی غالب آیا۔ ﴿ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُوْنَ ۝ ﴾ (الأنبيآء 21:18) ''بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے، سو جھوٹ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے اور جو باتیں تم بناتے ہو ان سے تمھاری ہی خرابی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ ...... ﴾ الآية (بنیٓ إسرآءیل 17:81) ''اور کہہ دیجیے کہ حق آ گیا اور باطل نابود ہو گیا......۔''

جب وہ سارے جادوگر آ گئے جنھیں بلاد مصر کے اطراف و اکناف سے جمع کیا گیا تھا، یہ جادوگر اپنے زمانے کے سب سے بڑے ماہر جادوگر اور بہت پختہ کار شعبدہ باز تھے، ان کی صحیح تعداد تو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے مگر اتنی بات یقینی ہے کہ جادوگروں کی ایک بہت کثیر تعداد اور ان کا ایک عظیم جم غفیر تھا اور مقابلہ دیکھنے کے لیے لوگ بھی بہت کثیر تعداد میں بڑے ذوق و شوق کے ساتھ وہاں آئے اور ان میں سے کسی نے کہا: ﴿ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ اِنْ كَانُوْا هُمُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ ﴾ ''تاکہ اگر جادوگر غالب رہیں تو ہم ان کے پیروکار ہو جائیں۔'' انھوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم حق کی پیروی کریں گے، خواہ اس کا اظہار جادوگروں کی طرف سے ہو یا موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے کیونکہ رعایا اپنے بادشاہ کے دین پر ہی ہوتی ہے۔ ﴿ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ ﴾ ''پھر جب جادوگر آ گئے۔'' یعنی فرعون کے دربار میں آئے اور کورنش بجالائے، فرعون نے بھی اپنے خدم و حشم، امراء و وزراء، رؤساء اور فوجوں کو جمع کر رکھا تھا، جادوگروں نے فرعون کے سامنے کھڑے ہو کر مطالبہ کیا کہ اگر وہ غالب آ گئے تو انھیں انعام و اکرام سے نواز جائے ﴿ اَئِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ۝ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ ﴾ ''اگر ہم غالب ہوئے تو واقعی ہمارے لیے بھی صلہ ہوگا؟ فرعون نے کہا: ہاں، اور یقیناً تم اس وقت ضرور مقربوں میں سے ہو گے۔'' یعنی تمھارے انعام و اکرام کے مطالبے سے بڑھ کر تمھیں اپنے مقربین اور ہم نشینوں میں بھی داخل کر لیا جائے گا۔ اس کے بعد وہ سب مناظرے کی جگہ پر آ گئے اور ﴿ قَالُوْا يٰمُوْسٰۤى اِمَّاۤ اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّاۤ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۝ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا ؕ ﴾ (طٰہٰ 20:65،66) ''بولے کہ موسیٰ! یا تو تم (اپنی چیز) ڈالو یا ہم (اپنی چیزیں) پہلے ڈالتے ہیں، موسیٰ نے کہا: بلکہ تم ہی ڈالو۔'' اور یہاں اختصار سے کام لیتے ہوئے فرمایا گیا کہ موسیٰ نے ان سے کہا: ﴿ اَلْقُوْا مَاۤ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ۝ فَاَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ وَقَالُوْا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ اِنَّا لَنَحْنُ الْغٰلِبُوْنَ ۝ ﴾ ''جو تم ڈالنا چاہتے ہو ڈالو تو انھوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالیں اور کہنے لگے: فرعون کی عزت کی

[1] دیکھیے الأعراف، آیات:113-122 و طٰہٰ، آیات:60-70 کے ذیل میں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قسم! ہم ضرور غالب رہیں گے۔'' جادوگروں کی یہ بات اسی طرح تھی جیسے جاہل عوام جب کوئی کام کرنا چاہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ فلاں کی برکت سے یہ کام ہو جائے گا۔

اللہ تعالیٰ نے سورۂ اعراف میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ﴿ سَحَرُوْٓا اَعْیُنَ النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِیْمٍ ○﴾ (الأعراف 116:7) ''انھوں نے لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا اور (لاٹھیوں اور رسیوں کے سانپ بنا بنا کر) انھیں ڈرا دیا اور بہت بڑا جادو لے کر آئے۔'' اور سورۂ طٰہٰ میں فرمایا: ﴿ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِیُّهُمْ یُخَیَّلُ اِلَیْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰی ○ فَاَوْجَسَ فِیْ نَفْسِهٖ خِیْفَةً مُّوْسٰی ○ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ الْاَعْلٰی ○ وَاَلْقِ مَا فِیْ یَمِیْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ؕ اِنَّمَا صَنَعُوْا كَیْدُ سٰحِرٍ ؕ وَلَا یُفْلِحُ السَّاحِرُ حَیْثُ اَتٰی ○﴾ (طٰہٰ 20:66-69) ''تو ناگہاں ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کی وجہ سے جو اس کے خیال میں (یوں) ڈالا گیا کہ حقیقتاً وہ (میدان میں ادھر ادھر) دوڑ رہی ہیں۔ پس موسیٰ نے اپنے دل میں خوف محسوس کیا۔ ہم نے کہا: خوف نہ کرو، بلاشبہ تم ہی غالب ہو اور جو (لاٹھی) تمھارے داہنے ہاتھ میں ہے اسے ڈال دو کہ جو کچھ انھوں نے بنایا ہے اس کو نگل جائے گی۔ سوائے اس کے نہیں جو کچھ انھوں نے بنایا ہے (یہ تو) جادوگروں کے ہتھکنڈے ہیں اور جادوگر جہاں سے بھی آئے فلاح نہیں پائے گا۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ فَاَلْقٰی مُوْسٰی عَصَاهُ فَاِذَا هِیَ تَلْقَفُ مَا یَاْفِكُوْنَ ﴿45﴾ ﴾ ''پھر موسیٰ نے اپنی لاٹھی ڈالی تو وہ ان (چیزوں) کو جو وہ جھوٹ بنا رہے تھے نگلنے لگی۔'' یعنی اس نے جادوگروں کے بنائے ہوئے تمام سانپوں کو ہر جگہ سے اکٹھا کر کے جمع کر لیا اور پھر سب کو نگل لیا اور ان میں سے کسی کو بھی باقی نہ چھوڑا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ۚ فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِیْنَ ۚ وَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ۚ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۙ رَبِّ مُوْسٰی وَهٰرُوْنَ ○﴾ (الأعراف 7:118-122) ''تو حق ثابت ہو گیا اور جو کچھ وہ (فرعونی) کرتے تھے باطل ہو گیا اور وہ مغلوب ہو گئے اور ذلیل ہو کر واپس ہوئے اور (یہ کیفیت دیکھ کر) جادوگر سجدے میں گرا دیے گئے (اور) کہنے لگے کہ ہم جہانوں کے پروردگار پر ایمان لائے (یعنی) موسیٰ اور ہارون کے پروردگار پر۔''

بلاشبہ یہ ایک عظیم الشان معاملہ تھا اور ہر قسم کے عذر اور بہانے کو ختم کرنے کے لیے قاطع برہان اور زبردست حجت تھی کہ فرعون نے جن لوگوں سے نصرت و اعانت طلب کی اور غالب آنے کے لیے جنھیں ہر قسم کی ترغیب دی وہ مغلوب اور مطیع ہو گئے، فوراً موسیٰ پر ایمان لے آئے اور اس اللہ رب العالمین کے سامنے سجدہ ریز ہو گئے جس نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو حق اور عظیم الشان معجزات کے ساتھ مبعوث فرمایا تھا۔ فرعون کو ایسی زبردست شکست ہوئی کہ اس طرح کی شکست فاش کی دنیا نے کوئی مثال نہ دیکھی ہوگی مگر فرعون بڑا بے غیرت اور ضدی تھا۔۔ اس پر اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں اور سب لوگوں کی لعنت ہو۔۔ وہ ضد، عناد اور باطل دعوے پر اتر آیا اور جادوگروں کو دھمکیاں دیتے ہوئے کہنے لگا: ﴿ اِنَّهٗ لَكَبِیْرُكُمُ الَّذِیْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ﴾ (الشعرآء 26:49) ''بے شک یہ تمھارا بڑا (استاد) ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے۔'' اور سورۂ اعراف میں ہے: ﴿ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِی الْمَدِیْنَةِ ...... ﴾ الآیة (الأعراف 7:123) ''بے شک یہ فریب ہے جو تم نے (مل کر) شہر میں کیا ہے......''

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَسَوْفَ

فرعون نے کہا: میرے اجازت دینے سے پہلے تم نے اسے مان لیا، بے شک وہ تمھارا بڑا ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے، لہٰذا جلد تم جان

تَعْلَمُوْنَ ۬ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿49﴾ ۚ قَالُوْا

لوگے، میں ضرور تمھارے ہاتھ اور پاؤں مخالف طرف سے کاٹ دوں گا اور تم سب کو ضرور سولی چڑھاؤں گا﴿49﴾ وہ کہنے لگے: کوئی حرج نہیں،

لَا ضَيْرَ ۡ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿50﴾ ۚ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ

بے شک ہم اپنے رب ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں﴿50﴾ بے شک ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے گا، اس لیے کہ ہم

3 ع 18 7 الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿51﴾ ۧ

پہلے ایمان لانے والے ہیں﴿51﴾

تفسیر آیات: 49-51

فرعون اور ایمان کی دولت سے سرفراز ہونے والے جادوگروں کی گفتگو: فرعون نے جادوگروں کو ڈانٹ پلائی مگر اس سے اسے کوئی فائدہ نہ ہوا، اس نے انھیں سرزنش کی مگر اس سے ان کے ایمان اور تسلیم و رضا میں اضافہ ہی ہوا، اس لیے کہ اب ان کے دلوں سے کفر کا یہ پردہ ہٹ چکا تھا اور ان کے سامنے حق واضح ہو گیا تھا جس سے ان کی قوم جاہل تھی اور وہ یہ کہ موسیٰ علیہ السلام نے جو کمال دکھایا ہے کسی انسان سے اس طرح کا کام سرزد نہیں ہو سکتا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اسے تائید و حمایت سے نوازا ہو اور اپنے رب تعالیٰ کے پاس سے جو یہ لایا ہو اس کی صداقت کی اسے حجت و دلیل بنا دیا ہو، اس لیے فرعون نے ان سے کہا: ﴿ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ ﴾ ”(کیا) اس سے پہلے کہ میں تمھیں اجازت دوں تم اس پر ایمان لے آئے؟“ یعنی تم نے یہ جو کام کیا ہے تمھیں اس کی مجھ سے اجازت طلب کرنی چاہیے تھی، میری اجازت کے بغیر تمھیں یہ کام نہیں کرنا چاہیے تھا، اگر میں تمھیں اجازت دیتا تو تم یہ کام کرتے اور اگر میں تمھیں منع کر دیتا تو تم نہ کرتے کیونکہ حاکم مطاع تو میں ہی ہوں۔ ﴿ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ ﴾ ”بے شک یہ تمھارا بڑا (استاد) ہے جس نے تمھیں جادو سکھایا ہے۔“ یہ فرعون کی ہٹ دھرمی تھی، ہر کوئی جانتا تھا کہ اس کی یہ بات باطل ہے کیونکہ آج کے دن سے پہلے ان جادوگروں کی موسیٰ علیہ السلام سے کبھی ملاقات ہی نہیں ہوئی تھی تو موسیٰ علیہ السلام ان کے بڑے کیسے ہو سکتے تھے جس نے انھیں جادو سکھایا ہو؟ کوئی عقل مند آدمی ایسی بات نہیں کہہ سکتا تھا۔

پھر فرعون نے جب انھیں ہاتھ پاؤں کاٹنے اور پھانسی دینے کی دھمکی دی تو انھوں نے کہا: ﴿ لَا ضَيْرَ ۡ ﴾ ”کچھ نقصان نہیں۔“ یعنی اس میں کوئی حرج نہیں، نہ اس سے ہمیں کوئی نقصان ہوگا اور نہ ہمیں اس کی کوئی پروا ہے۔ ﴿ اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿50﴾ ۚ ﴾ ”یقیناً ہم اپنے پروردگار ہی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔“ یعنی ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ جانا ہے اور وہ اچھے عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب کو ضائع نہیں کرتا اور جو سلوک تو ہمارے ساتھ کرے گا وہ اس سے مخفی نہیں ہے، وہ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وَاَوْحَيْنَاۤ اِلٰى مُوْسٰۤى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْۤ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿52﴾ فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ

اور ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ تو میرے بندوں کو لے کر راتوں رات نکل چل، بلاشبہ تمھارا تعاقب کیا جائے گا﴿52﴾ پھر فرعون نے شہروں میں اکٹھا

حٰشِرِيْنَ ﴿53﴾ اِنَّ هٰۤؤُلَآءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿54﴾ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿55﴾ وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ

کرنے والے بھیجے﴿53﴾ (یہ پیغام دے کر کہ) بے شک یہ (بنی اسرائیل) تھوڑی سی جماعت ہے﴿54﴾ اور بلاشبہ وہ ہمیں غصہ دلانے والے ہیں﴿55﴾ اور بلاشبہ ہم

حٰذِرُوْنَ ﴿56﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿57﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿58﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا

ہر وقت چوکنے رہنے والے ہیں﴿56﴾ چنانچہ ہم نے ان (فرعونیوں) کو باغوں اور چشموں سے نکالا﴿57﴾ اور خزانوں اور بہترین قیام گاہوں سے﴿58﴾ اسی طرح

بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿59﴾

ہوا، اور ہم نے بنی اسرائیل کو ان چیزوں کا وارث بنایا﴿59﴾

ہمیں اس کی پوری پوری جزا دے گا، اسی وجہ سے انھوں نے کہا: ﴿ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطٰيٰنَاۤ ﴾ ”یقیناً ہم امید رکھتے ہیں کہ ہمارا پروردگار ہمارے گناہ بخش دے گا۔“ یعنی وہ گناہ جس کا ہم نے ارتکاب کیا اور جس جادو کرنے پر تو نے ہمیں مجبور کیا، ﴿ اَنْ كُنَّاۤ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿51﴾ ﴾ ”یہ کہ ہم ہی پہلے ایمان لانے والے ہیں۔“ یعنی ہم اپنی قوم قبط میں سب سے پہلے ایمان لانے والے ہیں، فرعون نے ان سب کو قتل کرا دیا تھا۔

تفسیر آیات:52-59

بنی اسرائیل کا مصر سے خروج: موسیٰ علیہ السلام نے مصر میں طویل عرصہ قیام فرمایا اور فرعون اور اس کے سرداروں کے سامنے اللہ تعالیٰ کے تمام دلائل و براہین کو قائم کر دیا مگر انھوں نے عناد اور انکار کی روش کو اختیار کیے رکھا اور اب ان کے لیے عذاب کے علاوہ اور کوئی صورت باقی نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ کو حکم دے دیا کہ وہ بنی اسرائیل کو اپنے ساتھ لے کر رات کو مصر سے نکل جائیں اور انھیں وہاں لے جائیں جہاں انھیں حکم دیا جائے، موسیٰ نے اپنے رب تعالیٰ کے حکم کے مطابق عمل کیا اور بنی اسرائیل نے قوم فرعون سے جب بہت سے زیورات مستعار لے لیے تو موسیٰ انھیں لے کر نکل پڑے اور جیسا کہ کئی ایک مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ آپ چاند طلوع ہونے کے وقت نکلے تھے مگر مجاہد رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ اس رات چاند کو گرہن لگا ہوا تھا۔[1] وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

کیا تم اس بڑھیا سے بھی زیادہ عاجز ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کی قبر کے بارے میں پوچھا تو بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا نے آپ کو قبر کے بارے میں بتایا۔ آپ نے ان کے تابوت کو بھی اپنے ساتھ اٹھا لیا اور بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے تابوت کو موسیٰ علیہ السلام نے خود ہی اٹھایا تھا، یوسف علیہ السلام نے اس بات کی وصیت فرمائی تھی کہ بنی اسرائیل جب یہاں سے نکلیں تو آپ کے تابوت کو بھی ساتھ لے جائیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا جسد مبارک فلسطین لے جانے کا حوالہ ایک حدیث سے بھی ملتا ہے، حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک اعرابی (دیہاتی) کے پاس گئے۔ اس دیہاتی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

---
[1] تفسیر الطبری:97/19.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

خدمت کی تو آپ نے اس سے کہا:[تَعَاهَدْنَا] ”ہمارے پاس بھی آنا۔“ ایک دن وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:[مَا حَاجَتُكَ] ”تم اپنی کسی حاجت کا سوال کر سکتے ہو؟“ وہ کہنے لگا: ایک اونٹنی کجاوے کے ساتھ اور دودھ والی بکریاں جنھیں میرے گھر والے دوہتے رہیں۔ تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:[أَعَجَزْتَ أَنْ تَكُونَ مِثْلَ عَجُوزِ بَنِي إِسْرَائِيلَ؟] ”کیا تم اس بات سے بھی عاجز ہو کہ بنی اسرائیل کی بڑھیا جیسے ہو جاؤ؟“ صحابہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! بنی اسرائیل کی بڑھیا کا کیا قصہ ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

[إِنَّ مُوسٰى لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَّسِيرَ بِبَنِي إِسْرَائِيلَ أَضَلَّ الطَّرِيقَ، فَقَالَ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ: مَا هٰذَا؟ فَقَالَ لَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ: نَحْنُ نُحَدِّثُكَ أَنَّ يُوسُفَ عليه السلام لَمَّا حَضَرَهُ الْمَوْتُ أَخَذَ عَلَيْنَا مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ أَلَّا نَخْرُجَ مِنْ مِّصْرَ حَتّٰى نَنْقُلَ تَابُوتَهُ مَعَنَا. فَقَالَ لَهُمْ مُّوسٰى: فَأَيُّكُمْ يَدْرِي أَيْنَ قَبْرُ يُوسُفَ؟ قَالُوا: مَا يَعْلَمُهُ إِلَّا عَجُوزٌ لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ، فَأَرْسَلَ إِلَيْهَا، فَقَالَ لَهَا: دُلِّينِي عَلٰى قَبْرِ يُوسُفَ. فَقَالَتْ: وَاللّٰهِ! لَا أَفْعَلُ حَتّٰى تُعْطِيَنِي حُكْمِي. قَالَ لَهَا: وَمَا حُكْمُكِ؟ قَالَتْ: حُكْمِي أَنْ أَكُونَ مَعَكَ فِي الْجَنَّةِ. فَكَأَنَّهُ ثَقُلَ عَلَيْهِ ذٰلِكَ: فَقِيلَ لَهُ: أَعْطِهَا حُكْمَهَا. قَالَ فَانْطَلَقَتْ مَعَهُمْ إِلٰى بُحَيْرَةٍ - مُّسْتَنْقَعِ مَاءٍ - فَقَالَ لَهُمْ: أَنْضِبُوا هٰذَا الْمَاءَ. فَلَمَّا أَنْضَبُوهُ قَالَتِ: احْتَفِرُوا. فَلَمَّا احْتَفَرُوا اسْتَخْرَجُوا قَبْرَ يُوسُفَ. فَلَمَّا احْتَمَلُوهُ إِذَا الطَّرِيقُ مِثْلُ ضَوْءِ النَّهَارِ]

”حضرت موسیٰ علیہ السلام جب قوم بنی اسرائیل کو مصر سے لے کر چلے تو وہ راستہ بھول گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا: یہ کیا ہوا؟ ان کے علماء کہنے لگے ہم آپ کو اس کے بارے میں بتاتے ہیں کہ جب یوسف علیہ السلام کی موت کا وقت قریب ہوا تو انھوں نے ہم (بنی اسرائیل) سے پکا عہد لیا تھا کہ جب تم مصر سے جانے لگو تو میرا وجود بھی ساتھ ہی لے جانا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: آپ کی قبر کا کس کو علم ہے؟ انھوں نے جواب دیا: اسے بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے بلا بھیجا، (وہ آپ کے پاس آئی تو) موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: یوسف علیہ السلام کی قبر کی طرف ہماری رہنمائی کرو۔ وہ کہنے لگی: اللہ کی قسم! نہیں، ایسے نہیں بتاؤں گی حتیٰ کہ تم میرا مطالبہ پورا کرو۔ آپ نے پوچھا: تیرا مطالبہ کیا ہے؟ وہ کہنے لگی: میں جنت میں آپ کے ساتھ جاؤں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس مطالبے کو اچھا نہ سمجھا، پس آپ سے کہا گیا کہ اس کا مطالبہ قبول کر لیجیے! چنانچہ وہ آپ کو ایک بحیرہ (پانی کی جگہ) پر لے گئی، جہاں اکثر پانی جمع رہتا تھا، وہ کہنے لگی: اس پانی کو سوتو۔ لوگوں نے اس پانی کو سوت ڈالا، پھر کہنے لگی اس جگہ کو کھودو، جب انھوں نے کھودا تو یوسف علیہ السلام کی قبر نکالی۔ جب انھوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے جسد کو اٹھایا تو راستہ روزِ روشن کی طرح واضح ہو گیا۔“[1]

① السلسلة الصحيحة: 623,622/1، حدیث: 313 والمستدرك للحاكم، التفسير، تفسير سورة الشعرآء: 405,404/2، حدیث: 3523 وتفسير الطبرى: 97/19 وصحيح ابن حبان: 500/2 ومسند أبي يعلى الموصلى: 236/13 ومجمع الزوائد: 267/10. البتہ یہ روایت المصباح المنیر (عربی) میں نہیں ہے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿60﴾ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿61﴾ ج قَالَ كَلَّا ج

چنانچہ سورج نکلتے ہی انھوں (فرعونیوں) نے ان کا پیچھا کیا﴿60﴾ پھر جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئیں تو اصحاب موسیٰ کہنے لگے: یقیناً ہم تو پکڑے

اِنَّ مَعِىَ رَبِّىْ سَيَهْدِيْنِ ﴿62﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ط فَانْفَلَقَ فَكَانَ

گئے﴿61﴾ موسیٰ نے کہا: ہرگز نہیں! بلاشبہ میرا رب میرے ساتھ ہے، وہ ضرور میری رہنمائی کرے گا﴿62﴾ تب ہم نے موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اپنا عصا

كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿63﴾ ج وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿64﴾ ج وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ

سمندر پر مار، تو وہ پھٹ گیا، پھر (سمندر کا) ہر ٹکڑا بہت بڑے پہاڑ کی طرح ہو گیا﴿63﴾ اور ہم وہاں دوسروں (فرعونیوں) کو قریب لے آئے﴿64﴾ اور ہم نے

اَجْمَعِيْنَ ﴿65﴾ ج ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿66﴾ قلے اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ط وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿67﴾

موسیٰ اور جو اس کے ہمراہ تھے، سب کو بچا لیا﴿65﴾ پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا﴿66﴾ بلاشبہ اس میں عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر مومن نہیں ہیں﴿67﴾ اور

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿68﴾ ع — ع 4 17 8

بے شک آپ کا رب، وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا﴿68﴾

صبح ہوئی تو بنی اسرائیل کے علاقے میں کوئی پکارنے والا اور جواب دینے والا، یعنی کوئی بشر نہ تھا۔ فرعون اس صورت حال سے سخت ناراض ہوا اور اس سے بنی اسرائیل کے بارے میں اس کے غضب میں اور شدت آگئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ بنا دیا تھا، اس نے جلدی سے شہروں میں نقیب روانہ کر دیے۔ ﴿حٰشِرِيْنَ ﴿53﴾﴾ سے مراد لشکروں اور فوجوں کو جمع کرنے والے ہیں جیسا کہ نقیب اور دربان وغیرہ ہوتے ہیں اور پھر فرعون کہنے لگا کہ ﴿اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ﴾ ”بے شک یہ لوگ“، یعنی بنی اسرائیل ﴿لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿54﴾﴾ ”تھوڑی سی جماعت ہے۔“ ﴿وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿55﴾﴾ ”اور بلاشبہ وہ ہمیں غصہ دلا رہے ہیں۔“ ہر وقت وہ ایسی بات ہی کرتے ہیں جس سے ہمارے غصے میں اضافہ ہوتا ہے۔ ﴿وَاِنَّا لَجَمِيْعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿56﴾﴾ ”اور بے شک ہم سب یقیناً چوکنے رہنے والے ہیں۔“ یعنی ہم ہر وقت اس کی سرکشی سے ڈرتے رہتے ہیں۔ سلف کی ایک جماعت نے اسے: [وَاِنَّا لَجَمِيعٌ حٰذِرُوْنَ] پڑھا ہے، یعنی ہم ہتھیاروں کے ساتھ تیار ہیں۔ اور میں ان کی جڑ کاٹ دینا چاہتا ہوں مگر وہ خود اس انجام سے دوچار ہو گیا جو وہ بنی اسرائیل کے لیے تیار کر رہا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿57﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿58﴾﴾ ”تو ہم نے انھیں باغوں اور چشموں سے نکال دیا اور خزانوں اور نفیس مکانات سے۔“ یعنی نعمتوں سے بھرے ہوئے مقامات سے نکل کر وہ جہنم رسید ہو گئے اور ان بلند و بالا مکانات، سرسبز و شاداب باغات، رواں دواں نہروں، طرح طرح کے اموال و ارزاق اور زبردست حکومت و بادشاہت کو دنیا ہی میں چھوڑ گئے۔ ﴿كَذٰلِكَ ط وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿59﴾﴾ ”ایسے ہی ہوا اور ہم نے ان کا وارث بنی اسرائیل کو کر دیا۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ط ......﴾ الآیۃ (الأعراف 137:7) ”اور ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے اس سرزمین (شام) کے مشرق و مغرب کا وارث کر دیا جس میں ہم نے برکت رکھی تھی......۔“ اور فرمایا: ﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ ﴾ (القصص 28:5،6)

''اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ زمین (مصر) میں کمزور کر دیے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور انھیں پیشوا بنائیں اور انھیں (ملک کا) وارث بنائیں اور ملک میں انھیں قدرت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان کے لشکروں کو وہ چیز دکھا دیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔''

تفسیر آیات:60-68

فرعون اور اس کی قوم کی غرقابی: کئی ایک مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ فرعون لشکر ہائے جرار اور اپنی حکومت کے تمام ارباب حل وعقد، یعنی امراء، وزراء، کبراء ورؤساء کے ساتھ نکلا، ﴿ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ۝ ﴾ ''تو انھوں نے سورج نکلتے وقت ان کا تعاقب کیا۔'' یعنی طلوع آفتاب کے وقت ان کے پاس پہنچ گئے۔ ﴿ فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ ﴾ ''پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسری کو دیکھا'' اور ہر جماعت نے دوسرے کو دیکھ لیا تو اس وقت ﴿ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝ ﴾ ''موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے کہ ہم تو یقیناً پکڑے گئے۔'' کیونکہ وہ بحر قلزم کے ساحل تک پہنچ گئے تھے اور اب آگے دریا تھا اور پیچھے فرعون اور اس کا لشکر، اس لیے انھوں نے کہا: ﴿ اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ۝ قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ۝ ﴾ ''ہم تو یقیناً پکڑے گئے، موسیٰ نے کہا: ہرگز نہیں، میرا پروردگار میرے ساتھ ہے، وہ مجھے ضرور رستہ بتائے گا۔'' یعنی ایسی کوئی چیز تم تک نہ پہنچ سکے گی جس سے تم ڈرتے ہو کیونکہ اس بات کا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمھیں یہاں لے آؤں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ ہارون علیہ السلام موسیٰ کی قوم کے مقدمہ میں تھے اور یوشع بن نون بھی ان کے ساتھ تھے اور آل فرعون کے ایمان لانے والوں میں سے ایک شخص اور خود موسی علیہ السلام لشکر کے پیچھے تھے۔ کئی ایک مفسرین نے بیان کیا ہے کہ یہ لوگ ساحل پر آ کر کھڑے ہو گئے اور نہیں جانتے تھے کہ کیا کریں۔ یوشع بن نون یا آل فرعون میں سے ایمان لانے والے نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: یا نبی اللہ! کیا آپ کے رب نے یہ حکم دیا تھا کہ یہاں پر لے آؤ! حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جواب میں فرمایا: ہاں، اب فرعون اور اس کے لشکر اور قریب آ گئے تھے اور بہت تھوڑا فاصلہ درمیان میں رہ گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ اپنی لاٹھی دریا پر ماریں، آپ نے ارشاد باری تعالیٰ کی تعمیل میں لاٹھی کو دریا پر مارا اور فرمایا: اللہ کے حکم سے پھٹ جا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ ﴾ ''تو وہ پھٹ گیا اور ہر ایک ٹکڑا (یوں) ہو گیا کہ گویا بڑا پہاڑ ہے۔'' بقول ابن مسعود، ابن عباس رضی اللہ عنہم محمد بن کعب، ضحاک، قتادہ وغیرہم رحمہم اللہ ﴿ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ۝ ﴾ کے معنی بڑے پہاڑ کے مانند ہیں۔[1] عطاء خراسانی کہتے ہیں کہ اس کے معنی دو پہاڑوں کے درمیان راستے کے ہیں۔[2] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دریا میں بارہ رستے، یعنی ہر قبیلے کے لیے ایک رستہ تھا۔[3] سدی نے یہ بھی بیان کیا

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 2773/8. [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 2774/8. [3] تفسیر ابن أبي حاتم: 2773/8 عن أبي مسعود الجريري.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وقف لازم

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ اِبْرٰهِيْمَ ﴿69﴾ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ﴿70﴾ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا

اور ان (کفار) کو ابراہیم کی خبر سنائیے ﴿69﴾ جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: تم کیا پوجتے ہو؟ ﴿70﴾ وہ کہنے لگے: ہم بت پوجتے ہیں، پس ہم

فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ﴿71﴾ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ﴿72﴾ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ﴿73﴾

(ہمیشہ) انھی کے مجاور رہیں گے ﴿71﴾ ابراہیم نے کہا: کیا وہ تمھیں سنتے ہیں جب تم انھیں پکارتے ہو؟ ﴿72﴾ یا وہ تمھیں نفع دیتے ہیں یا ضرر پہنچاتے ہیں؟ ﴿73﴾

قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿74﴾ قَالَ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿75﴾

انھوں نے کہا: (نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا، وہ اسی طرح کرتے تھے ﴿74﴾ ابراہیم نے کہا: کیا بھلا دیکھا تم نے جن کو تم پوجتے آرہے ہو؟ ﴿75﴾ تم

اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ﴿76﴾ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿77﴾

اور تمھارے اگلے باپ دادا؟ ﴿76﴾ تو بلاشبہ وہ میرے دشمن ہیں، سوائے رب العالمین کے ﴿77﴾

ہے کہ دیواروں میں روشن دان بھی تھے جن سے وہ ایک دوسرے کو دیکھ بھی رہے تھے اور پانی یوں کھڑا تھا جیسے دیواریں ہوں۔[1] اللہ تعالیٰ نے ہوا کو بھی بھیج دیا جس سے دریا کا پیندا خشک ہو کر اس طرح ہو گیا جیسے سطح زمین ہو، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيْقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا ۙ لَّا تَخٰفُ دَرَكًا وَّ لَا تَخْشٰى ۝﴾ (طٰهٰ 20:77) ''پھر ان کے لیے دریا میں لاٹھی مار کر خشک رستہ بنا دو، پھر تم کو نہ تو (فرعون کے) آ پکڑنے کا خوف ہوگا اور نہ (غرق ہونے کا) ڈر۔''

پھر فرمایا: ﴿وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿64﴾﴾ ''اور دوسروں کو وہاں ہم نے قریب کر دیا۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، عطاء خراسانی، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ فرعون اور اس کے لشکروں کو ہم نے دریا کے قریب کر دیا۔[2]

﴿وَاَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿65﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿66﴾﴾ ''اور موسیٰ اور ان کے ساتھ والوں سب کو تو بچا لیا، پھر دوسروں کو ڈبو دیا۔'' یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام، بنی اسرائیل اور ان کے دین کی اتباع کرنے والے تمام لوگوں کو بچا لیا کہ ان میں سے کوئی ایک بھی ہلاک نہ ہوا اور فرعون اور اس کے لشکروں کو غرق کر دیا کہ ان میں کوئی ایک بھی نہ بچا،[3] پھر فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ﴾ ''بے شک اس میں نشانی ہے۔'' یعنی اس قصے میں جو عجائبات ہیں اور مومن بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کی نصرت وتائید کا ذکر ہے، اس میں نشانی بلکہ حجت قاطعہ اور حکمت بالغہ ہے۔ ﴿وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿67﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿68﴾﴾ ''لیکن ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں۔ اور یقیناً آپ کا پروردگار انتہائی غالب، خوب مہربان ہے۔'' اس کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔[4]

تفسیر آیات: 69-77

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کا قوم سے مکالمہ: اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد ورسول اور خلیل، امام الحنفاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے اپنے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ اپنی امت کو ان کا حال پڑھ کر سنا دیں تاکہ وہ اخلاص،

① تفسیر الطبری: 100/19. ② تفسیر الطبری: 101/19. ③ فرعون کی غرقابی کا نقشہ دیکھیے یونس، آیات: 90-92 کے ذیل میں۔ ④ دیکھیے الشعرآء، آیات: 9,8 کے ذیل میں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

توکل، اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت اور شرک و مشرکین سے اظہار براءت میں ان کے نقش قدم پر چلیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بچپن سے بڑھاپے تک رشد و ہدایت سے سرفراز رکھا تھا، انھوں نے جیسے ہی شعور کی آنکھیں کھولیں تو اپنی قوم کی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرنے کی وجہ سے زبردست مخالفت کی۔ ﴿ اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَ قَوْمِهٖ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝۷۰ ﴾ ''جب انھوں نے اپنے باپ اور اپنی قوم (کے لوگوں) سے کہا کہ تم کس چیز کو پوجتے ہو؟'' یعنی یہ کیا مورتیاں ہیں جن کی پرستش پر تم ڈٹے ہوئے ہو؟ ﴿ قَالُوْا نَعْبُدُ اَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عٰكِفِيْنَ ۝۷۱ ﴾ ''وہ کہنے لگے کہ ہم بتوں کو پوجتے ہیں، سو ہم ان کے لیے ہی مجاور رہیں گے۔'' یعنی ہم ان کی پوجا کرنے اور ان کے پکارنے پر قائم ہیں۔ ﴿ قَالَ هَلْ يَسْمَعُوْنَكُمْ اِذْ تَدْعُوْنَ ۝۷۲ اَوْ يَنْفَعُوْنَكُمْ اَوْ يَضُرُّوْنَ ۝۷۳ قَالُوْا بَلْ وَجَدْنَاۤ اٰبَآءَنَا كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ۝۷۴ ﴾ ''ابراہیم نے کہا کہ جب تم انھیں پکارتے ہو تو کیا وہ تمھاری (آواز) سنتے ہیں یا تمھیں کچھ فائدہ دے سکتے یا نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ انھوں نے کہا: (نہیں) بلکہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے پایا ہے۔'' یعنی انھوں نے اعتراف کیا کہ ان کے بت اس طرح کا کوئی کام نہیں کر سکتے مگر انھوں نے اپنے باپ دادا کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے، لہٰذا وہ بھی انھی کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، یہ سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ۝۷۵ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ۝۷۶ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْۤ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۷۷ ﴾ ''تو کیا تم نے دیکھا کہ جنھیں تم پوجتے رہے ہو، تم بھی اور تمھارے پہلے باپ دادا بھی، پس بے شک وہ میرے دشمن ہیں مگر (اللہ) رب العالمین (میرا دوست ہے۔)'' یعنی اگر ان بتوں میں کوئی تاثیر ہے تو وہ مجھے نقصان پہنچا لیں کیونکہ میں ان کا دشمن ہوں، مجھے ان کی کوئی پروا اور کوئی فکر نہیں جیسا کہ نوح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا تھا: ﴿ فَاَجْمِعُوْۤا اَمْرَكُمْ وَ شُرَكَآءَكُمْ ...... ﴾ الآیة (یونس 10:71)

''پس تم اپنے شریکوں کے ساتھ مل کر اپنا معاملہ (جو میرے بارے میں کرنا چاہو) پکا کرلو......''

ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے فرمایا تھا: ﴿ اِنِّيْۤ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَ اشْهَدُوْۤا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ۝ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَ رَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ ﴾ (ھود 11:54-56) ''میں تو اللہ کو گواہ بناتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ جنھیں تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں، اللہ کے سوا تم سب مل کر میرے بارے میں تدبیر (کرنی چاہو تو) کرلو اور مجھے مہلت نہ دو۔ میں اللہ پر، جو میرا اور تمھارا (سب کا) پروردگار ہے، بھروسا رکھتا ہوں (زمین پر) جو بھی چلنے پھرنے والا جاندار ہے وہ اس کو چوٹی سے پکڑے ہوئے ہے، بے شک میرا پروردگار سیدھے رستے پر ہے۔''

اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کے معبودانِ باطلہ سے براءت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا تھا: ﴿ وَ كَيْفَ اَخَافُ مَاۤ اَشْرَكْتُمْ وَ لَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ ...... ﴾ الآیة (الأنعام 6:81) ''بھلا میں ان چیزوں سے جنھیں تم (اللہ کا) شریک بناتے ہو کیونکر ڈروں جبکہ تم اس سے نہیں ڈرتے کہ اللہ کے ساتھ شریک بناتے ہو......'' اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْۤ اِبْرٰهِيْمَ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَ مِمَّا تَعْبُدُوْنَ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿78﴾ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ﴿79﴾ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿80﴾

جس نے مجھے پیدا کیا، پھر وہی میری رہنمائی کرتا ہے ﴿78﴾ اور وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے ﴿79﴾ اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی مجھے شفا دیتا ہے ﴿80﴾

وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ﴿81﴾ وَالَّذِیْۤ اَطْمَعُ اَنْ یَّغْفِرَ لِیْ خَطِیْٓئَتِیْ یَوْمَ الدِّیْنِ ﴿82﴾

اور وہی مجھے موت دے گا، پھر مجھے زندہ کرے گا ﴿81﴾ اور وہی جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ روز قیامت میری خطائیں بخش دے گا ﴿82﴾

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؗ كَفَرْنَا بِكُمْ وَ بَدَا بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَ الْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗۤ ...... ﴾ الآیة (الممتحنة 4:60) ”یقیناً تمھارے لیے بہترین نمونہ ابراہیم اور ان لوگوں میں ہے جو اس کے ساتھ تھے، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: بے شک ہم تم سے اور ان سے بری ہیں جن کی تم سوائے اللہ کے عبادت کرتے ہو، ہم نے تم سے کفر کیا، ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا ہے، حتی کہ تم اللہ اکیلے پر ایمان لے آؤ......“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهِیْمُ لِاَبِیْهِ وَ قَوْمِهٖۤ اِنَّنِیْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ ۙ اِلَّا الَّذِیْ فَطَرَنِیْ فَاِنَّهٗ سَیَهْدِیْنِ ○ وَ جَعَلَهَا كَلِمَةًۢ بَاقِیَةً فِیْ عَقِبِهٖ لَعَلَّهُمْ یَرْجِعُوْنَ ○ ﴾ (الزخرف 43:26-28) ”اور جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم (کے لوگوں) سے کہا کہ جن چیزوں کو تم پوجتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔ ہاں، جس نے مجھے پیدا کیا، پس بلاشبہ وہی مجھے سیدھا رستہ دکھائے گا اور اس نے اس (کلمہ توحید) کو اپنے پیچھے باقی رہنے والا کلمہ کر دیا تا کہ وہ (اللہ کی طرف) رجوع کریں۔“ کلمے سے مراد لا الہ الا اللہ ہے۔

تفسیر آیات:78-82

اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ میں تو اس ذات گرامی کی عبادت کرتا ہوں: ﴿ الَّذِیْ خَلَقَنِیْ فَهُوَ یَهْدِیْنِ ﴿78﴾ ﴾ ”جس نے مجھے پیدا کیا ہے سو وہی مجھے رستہ دکھاتا ہے۔“ یعنی وہ خالق جس نے ہر چیز کا اندازہ مقرر فرما دیا، مخلوقات کو اپنی طرف راہ دکھائی اور ہر چیز اس کے مقرر کردہ اندازے کے مطابق چل رہی ہے، وہ جسے چاہے ہدایت عطا فرما دے اور جسے چاہے گمراہی میں مبتلا کر دے۔ ﴿ وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ﴿79﴾ ﴾ ”اور وہ جو مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔“ یعنی وہی میرا خالق اور رازق ہے، اسی نے آسمانی اور زمینی اسباب کو مسخر اور آسان بنا دیا ہے، اسی نے بادلوں کو چلایا، بارانِ رحمت کو نازل فرمایا، زمین کو زندگی عطا فرمائی اور اس سے انواع و اقسام کے تمام پھلوں کو پیدا فرما کر اپنے بندوں کے رزق کے قابل بنا دیا، آسمان سے شیریں اور صاف شفاف پانی کو نازل فرما کر ان بہت سے چوپایوں اور آدمیوں کو جو اس نے پیدا فرمائے، پلا دیا۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ﴿80﴾ ﴾ ”اور جب میں بیمار ہوتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے۔“ دیکھیے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیماری کی نسبت اپنی طرف کی، اگرچہ بیماری بھی اللہ تعالیٰ ہی کی قضا و قدر کے مطابق ہوتی ہے لیکن بارگاہِ الٰہی کے ادب کو ملحوظ رکھتے ہوئے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیماری کی نسبت اپنی طرف کی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نمازی کو حکم دیا ہے کہ وہ یہ کہے: ﴿ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ ۙ۬ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَ لَا الضَّآلِّیْنَ ○ ﴾

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

رَبِّ هَبۡ لِىۡ حُكۡمًا وَّاَلۡحِقۡنِىۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ ﴿83﴾ وَاجۡعَلۡ لِّىۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿84﴾

اے میرے رب! مجھے حکمت عطا فرما، اور مجھے صالحین کے ساتھ ملا﴿83﴾ اور بعد والوں میں میرا ذکر خیر جاری رکھ﴿84﴾ اور مجھے نعمتوں والی جنت کے وارثوں

وَاجۡعَلۡنِىۡ مِنۡ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيۡمِ ﴿85﴾ وَاغۡفِرۡ لِاَبِىۡۤ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيۡنَ ﴿86﴾ وَلَا تُخۡزِنِىۡ يَوۡمَ

میں سے کر دے﴿85﴾ اور میرے باپ کو بخش دے، بے شک وہ گمراہوں میں سے تھا﴿86﴾ اور جس دن وہ (لوگ دوبارہ) اٹھائے جائیں گے، مجھے رسوا نہ

يُبۡعَثُوۡنَ ﴿87﴾ يَوۡمَ لَا يَنۡفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوۡنَ ﴿88﴾ اِلَّا مَنۡ اَتَى اللّٰهَ بِقَلۡبٍ سَلِيۡمٍ ﴿89﴾

کرنا﴿87﴾ جس دن نہ مال کوئی نفع دے گا اور نہ اولاد ہی﴿88﴾ الا یہ کہ کوئی اللہ کے پاس (شرک و بدعت سے پاک) صحیح سالم دل کے ساتھ حاضر ہو﴿89﴾

(الفاتحة 1:5-7) ''ہم کو سیدھے رستے پر چلا۔ ان لوگوں کے رستے پر جن پر تو اپنا فضل و کرم کرتا رہا۔ نہ ان کے جن پر غصے ہوتا رہا اور نہ گمراہوں کے۔'' اس دعا میں انعام اور ہدایت کی نسبت تو اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے مگر ادب کے پیش نظر غضب کے فاعل کو حذف کر دیا گیا اور ضلالت کی نسبت بندوں کی طرف کی گئی جیسا کہ جنوں نے کہا تھا: ﴿ وَّاَنَّا لَا نَدۡرِىۡۤ اَشَرٌّ اُرِيۡدَ بِمَنۡ فِى الۡاَرۡضِ اَمۡ اَرَادَ بِهِمۡ رَبُّهُمۡ رَشَدًا ۙ﴾ (الجن 72:10) ''اور یہ کہ ہمیں معلوم نہیں کہ اس سے اہل زمین کے حق میں برائی مقصود ہے یا ان کے پروردگار نے ان کی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔'' اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: ﴿ وَاِذَا مَرِضۡتُ فَهُوَ يَشۡفِيۡنِ ﴿80﴾ ﴾ ''اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہ مجھے شفا بخشتا ہے۔'' یعنی جب میں کسی مرض میں مبتلا ہو جاتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے سوا مجھے شفا دینے پر کوئی اور قادر نہیں ہے، اللہ تعالیٰ ہی ایسے اسباب مہیا فرما دیتا ہے جو شفا کا باعث بنتے ہیں۔ ﴿ وَالَّذِىۡ يُمِيۡتُنِىۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡنِ ﴿81﴾ ﴾ ''اور وہ جو مجھے مارے گا (اور) پھر زندہ کرے گا۔'' یعنی وہی زندگی بخشتا اور مارتا ہے، موت و حیات پر اس کے سوا کوئی قادر نہیں، وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی دوبارہ زندہ کرے گا۔ ﴿ وَالَّذِىۡۤ اَطۡمَعُ اَنۡ يَّغۡفِرَ لِىۡ خَطِيۡٓــَٔتِىۡ يَوۡمَ الدِّيۡنِ ﴿82﴾ ﴾ ''اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ وہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے گا۔'' یعنی دنیا و آخرت میں گناہوں کے بخشنے پر بھی اس کے سوا کوئی قادر نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کو بخش بھی کون سکتا ہے اور وہ جو چاہے اسے کر گزرتا ہے۔

تفسیر آیات:83-89

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام کی اپنے اور اپنے باپ کے لیے دعا: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ وہ آپ کو حکم عطا فرما دے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حکم سے یہاں مراد علم ہے۔[1] ﴿ وَّاَلۡحِقۡنِىۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ ﴿83﴾ ﴾ ''اور مجھے نیکو کاروں میں شامل کر۔'' یعنی دنیا و آخرت میں مجھے نیک لوگوں میں شامل فرما دے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوقت وفات فرمایا تھا: [اَللّٰهُمَّ! فِي الرَّفِيقِ الْأَعْلٰى] ''اے اللہ! مجھے رفیق اعلیٰ (انبیاء و صالحین) کے ساتھ ملا دے۔''[2] آپ نے یہ الفاظ تین بار ادا فرمائے۔ ارشاد الٰہی ہے: ﴿ وَاجۡعَلۡ لِّىۡ لِسَانَ صِدۡقٍ فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿84﴾ ﴾ ''اور پچھلے لوگوں میں میری سچی

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 8/2781. [2] صحيح البخاري، المغازي، باب مرض النبي ﷺ ووفاته......، حديث: 4437.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ناموری کر دے۔'' یعنی میرے بعد میرا ذکر جمیل جاری رہے، مجھے یاد کیا جائے اور نیک کاموں میں میری اقتدا کی جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِيْنَ ۝ سَلٰمٌ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ۝ كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:108-110) ''اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں اس کے لیے یہ بات چھوڑ دی (تا کہ) ابراہیم پر سلام ہو، نیکو کاروں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔''

فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاجْعَلْنِيْ مِنْ وَّرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيْمِ ۝85 ﴾ ''اور مجھے نعمت کی بہشت کے وارثوں میں سے کر۔'' یعنی دنیا میں مجھ پر یہ انعام فرما کہ میرے بعد میرا ذکر جمیل باقی رہے اور آخرت میں یہ انعام فرما کہ نعمت کی بہشت کے وارثوں میں سے بنادے۔ فرمان الٰہی ہے: ﴿ وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝86 ﴾ ''اور میرے باپ کو بخش دے کہ بلاشبہ وہ گمراہوں میں سے ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ ﴾ (ابراھیم 14:41) ''اے ہمارے پروردگار! مجھ کو اور میرے ماں باپ کو بخش دے۔'' بعد میں اپنے باپ کے لیے دعا سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رجوع فرما لیا تھا جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۭ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ۝ ﴾ (التوبۃ 9:114) ''اور ابراہیم کا اپنے باپ کے لیے بخشش مانگنا تو ایک وعدے کے سبب تھا جو وہ اس سے کر چکے تھے لیکن جب ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے بیزار ہو گئے، کچھ شک نہیں کہ ابراہیم بہت زیادہ آہ وزاری کرنے والے اور بردبار تھے۔'' اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا ہے کہ ابراہیم کے اپنے باپ کے لیے استغفار کو تم نے اپنے لیے اسوہ قرار نہیں دینا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰۗؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ﴾ (الممتحنۃ 60 : 4) ''یقیناً تمھارے لیے بہترین نمونہ ابراہیم اور ان لوگوں میں ہے جو اس کے ساتھ تھے، جب انھوں نے اپنی قوم سے کہا تھا: بے شک ہم تم سے اور ان سے بری ہیں جن کی تم سوائے اللہ کے عبادت کرتے ہو، ہم نے تم سے کفر کیا، ہمارے اور تمھارے درمیان ہمیشہ کے لیے دشمنی اور بغض ظاہر ہو گیا ہے، حتی کہ تم اللہ اکیلے پر ایمان لے آؤ مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا (تمھارے لیے نمونہ نہیں) کہ میں تیرے لیے بخشش کی دعا ضرور کروں گا اور میں تیرے لیے اللہ سے کسی چیز (کے دلوانے) کا مالک نہیں۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ۝87 ﴾ ''اور جس دن لوگ اٹھا کھڑے کیے جائیں گے مجھے رسوا نہ کرنا۔'' یعنی قیامت کے دن جب اگلے پچھلے سارے لوگ اٹھا کھڑے کیے جائیں گے، مجھے ذلت ورسوائی سے بچانا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [إِنَّ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ يَرٰى أَبَاهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَلَيْهِ الْغَبَرَةُ وَالْقَتَرَةُ] ''ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ کو دیکھیں

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

گے کہ اس پر غبار اور ذلت چھائی ہوگی۔''[1] اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:[يَلْقٰى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ، فَيَقُولُ: يَارَبِّ! إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لَّا تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ، فَيَقُولُ اللّٰهُ:إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ] ''ابراہیم اپنے باپ سے ملیں گے تو کہیں گے کہ اے میرے پروردگار! تو نے مجھ سے یہ وعدہ فرمایا تھا کہ قیامت کے دن مجھے رسوا نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے جنت کو کافروں پر حرام قرار دے رکھا ہے۔''[2] اس آیت کی تفسیر میں تو امام بخاری نے اس روایت کو اسی طرح بیان کیا ہے اور احادیث الانبیاء میں اس روایت کو ان الفاظ سے بیان کیا ہے:

[يَلْقٰى إِبْرَاهِيمُ أَبَاهُ آزَرَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَعَلٰى وَجْهِ آزَرَ قَتَرَةٌ وَّغَبَرَةٌ، فَيَقُولُ لَهٗ إِبْرَاهِيمُ: أَلَمْ أَقُلْ لَّكَ: لَا تَعْصِنِي، فَيَقُولُ أَبُوهُ: فَالْيَوْمَ لَا أَعْصِيكَ، فَيَقُولُ إِبْرَاهِيمُ: يَا رَبِّ! إِنَّكَ وَعَدْتَنِي أَنْ لَّاتُخْزِيَنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ، فَأَيُّ خِزْيٍ أَخْزٰى مِنْ أَبِي الْأَبْعَدِ؟ فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى:إِنِّي حَرَّمْتُ الْجَنَّةَ عَلَى الْكَافِرِينَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا إِبْرَاهِيمُ! مَا تَحْتَ رِجْلَيْكَ، فَيَنْظُرُ، فَإِذَا هُوَ بِذِيخٍ مُّلْتَطِخٍ، فَيُؤْخَذُ بِقَوَائِمِهٖ فَيُلْقٰى فِي النَّارِ]

''ابراہیم علیہ السلام قیامت کے دن اپنے باپ آزر کو ملیں گے کہ آزر کے چہرے پر ذلت و رسوائی اور غبار ہوگا، حضرت ابراہیم علیہ السلام اس سے فرمائیں گے: کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرو؟ تو آپ کا باپ جواب دے گا کہ آج میں تمھاری نافرمانی نہیں کروں گا، ابراہیم عرض کریں گے کہ اے پروردگار! تو نے وعدہ فرمایا تھا کہ تو روز قیامت مجھے رسوا نہیں کرے گا تو تیری رحمت سے کوسوں دور میرے اس باپ کی رسوائی سے بڑھ کر (میری) اور کیا رسوائی ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ میں نے جنت کو کافروں پر حرام قرار دے رکھا ہے، پھر کہا جائے گا کہ اے ابراہیم! اپنے پاؤں کے نیچے دیکھو، آپ دیکھیں گے کہ ایک بجو ہے، جو اپنی غلاظت میں لتھڑا ہوا ہے، پس اسے پاؤں سے پکڑ کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔''[3] امام ابوعبدالرحمٰن نسائی نے سنن کبریٰ کی کتاب التفسیر میں بھی اس روایت کو بیان کیا ہے۔[4]

فرمان الٰہی ہے: ﴿ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ﴾ ''جس دن نہ مال ہی کچھ فائدہ دے سکے گا اور نہ بیٹے۔'' یعنی اس دن نہ مال انسان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکے گا، خواہ وہ زمین بھر کر سونا ہی بطور فدیہ کیوں نہ دے اور نہ بیٹے ہی انسان کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچا سکیں گے بلکہ اگر وہ روئے زمین کے سارے انسانوں کو بطور فدیہ دینا چاہے تو پھر بھی عذاب الٰہی سے بچ نہ سکے گا، اس دن تو صرف اللہ تعالیٰ پر ایمان، اللہ تعالیٰ کی خالص عبادت اور شرک اور مشرکین سے اظہار براءت ہی کام آئے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿ إِلَّا مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ﴾ ''ہاں، جو شخص اللہ کے پاس پاک دل لے کر آیا (وہ بچ جائے

[1] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ (الشعرآء 26:87)، حديث: 4768 . [2] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ (الشعرآء 26:87)، حديث: 4769 . [3] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب قول الله تعالى: ﴿ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴾ (النسآء 4:125) ......، حديث: 3350 . [4] السنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ﴾ :6/422، حديث: 11375.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿90﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿91﴾ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ

اور جنت متقین کے قریب کی جائے گی ﴿90﴾ اور دوزخ کو گمراہوں کے لیے ظاہر و نمایاں کر دیا جائے گا ﴿91﴾ اور ان سے کہا جائے گا: کہاں ہیں وہ جنھیں تم

تَعْبُدُوْنَ ﴿92﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿93﴾ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ

پوجتے تھے ﴿92﴾ اللہ کے سوا؟ کیا وہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں یا وہ بدلہ لے سکتے ہیں؟ ﴿93﴾ پھر وہ اور (سب) گمراہ اس جہنم میں اوندھے منہ ڈالے جائیں

وَالْغَاوٗنَ ﴿94﴾ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ﴿95﴾ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ﴿96﴾ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ

گے ﴿94﴾ اور ابلیس کے سارے لشکر بھی ﴿95﴾ وہ کہیں گے جبکہ وہ وہاں جھگڑ رہے ہوں گے: ﴿96﴾ اللہ کی قسم! یقیناً ہم ہی کھلی گمراہی میں تھے ﴿97﴾ جبکہ ہم تمھیں

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿97﴾ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿98﴾ وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿99﴾ فَمَا لَنَا مِنْ

رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے ﴿98﴾ اور ہمیں تو (انھی بڑے) مجرموں ہی نے بہکایا تھا ﴿99﴾ تو (اب) ہمارے لیے کوئی سفارشی نہیں ہے ﴿100﴾ اور نہ کوئی

شَافِعِيْنَ ﴿100﴾ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ﴿101﴾ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿102﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

مخلص دوست ﴿101﴾ کاش! پھر ہم ایک بار (دنیا میں) لوٹیں تو ہم مومنوں میں سے ہو جائیں ﴿102﴾ بے شک اس میں عظیم نشانی ہے۔ اور ان کے اکثر ایمان

لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿103﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿104﴾ ع 5 36 9

لانے والے نہیں ہیں ﴿103﴾ اور بے شک آپ کا رب وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا ﴿104﴾

گا۔)'' پاک دل سے مراد وہ دل ہے جو شرک کے میل کچیل سے پاک ہو۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ قلب سلیم وہ ہے جسے یہ معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ حق ہے، قیامت آنے والی ہے اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ تعالیٰ قبروں میں مدفون لوگوں کو زندہ کر کے اٹھائے گا۔ ① سعید بن مسیّب کہتے ہیں کہ قلب سلیم سے صحیح دل مراد ہے۔ ② اور وہ مومن کا دل ہے کیونکہ کافر اور منافق کا دل مریض ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ﴾ (البقرة 2:10) ''ان کے دلوں میں (کفر کا) مرض ہے۔'' ابوعثمان نیساپوری کہتے ہیں کہ قلب سلیم سے مراد وہ دل ہے جو بدعت سے سالم اور سنت پر مطمئن ہو۔ ③

تفسیر آیات: 90-104

قیامت کے دن پرہیز گاروں اور گمراہوں کا انجام: ﴿ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ ﴾ ''اور جنت قریب کر دی جائے گی۔'' یعنی اسے جنتیوں کے قریب کر دیا جائے گا جو کہ دیکھنے والوں کے لیے بہت مزین اور خوش نما ہوگی اور اسے دیکھنے والے وہ متقی اور پرہیز گار لوگ ہوں گے جنھوں نے دنیا میں رہ کر جنت کی رغبت کی اور اس کے حصول کے لیے عمل کیے تھے۔ ﴿ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ﴿91﴾ ﴾ ''اور دوزخ گمراہوں کے سامنے لایا جائے گا۔'' یعنی ظاہر اور نمایاں کیا جائے گا اور اس سے ایک گردن نکلے گی جو اس قدر زور سے سانس لے گی کہ اس سے دل حلق تک پہنچ جائیں گے اور دوزخیوں سے ڈانٹ ڈپٹ کرتے ہوئے کہا جائے گا: ﴿ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ﴿92﴾ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿93﴾ ﴾ ''جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے تھے وہ کہاں ہیں؟ کیا وہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں یا خود بدلہ لے سکتے ہیں؟'' یعنی یہ اصنام و انداد اور اللہ تعالیٰ کے سوا جن کی تم

① تفسير الطبري: 108/19 وتفسير ابن أبي حاتم: 2783/8 . ② تفسير البغوي: 471/3 . ③ تفسير البغوي: 471/3 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نے پوجا کی تھی یہ معبود نہیں ہیں، نہ آج یہ تمھارے کچھ کام آسکتے ہیں اور نہ اپنے آپ سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں۔ آج تم بھی اور تمھارے معبودان باطلہ بھی سب دوزخ کا ایندھن ہیں اور تم سب جہنم رسید ہونے والے ہو۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ۝ ﴾ ''تو وہ اور گمراہ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔'' مجاہد نے کہا کہ وہ اس میں الٹے لٹکا دیے جائیں گے۔[1] دیگر ائمۂ تفسیر نے کہا ہے کہ وہ اس میں اوندھے منہ گرا دیے جائیں گے۔ اس میں حرف ''کاف'' مکرر ہے جیسا کہ صرصر میں ''صاد'' مکرر ہے، مراد یہ ہے کہ کفار اور ان کے ان سرداروں کو جنھوں نے انھیں شرک کی دعوت دی تھی جہنم میں انھیں ایک دوسرے کے اوپر گرا دیا جائے گا۔ ﴿ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ۝ ﴾ ''اور شیطان کے لشکر سب کے سب (جہنم میں داخل ہوں گے۔)'' یعنی ان کو سب سے آخر میں جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

﴿ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ۝ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ ''وہاں وہ آپس میں جھگڑیں گے اور کہیں گے کہ اللہ کی قسم! ہم تو صریح گمراہی میں تھے جبکہ تمھیں (اللہ) رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔'' یعنی کمزور بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم تمھارے پیروکار تھے، کیا آج ہماری طرف سے تم جہنم کا کچھ عذاب بھگت لو گے۔ اور پھر خود اپنے آپ کو ملامت کرتے ہوئے کہیں گے: ﴿ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ ''اللہ کی قسم! ہم تو صریح گمراہی میں تھے جبکہ تمھیں (اللہ) رب العالمین کے برابر ٹھہراتے تھے۔'' یعنی تمھارے حکم کی اس طرح اطاعت کرتے تھے جس طرح اللہ رب العالمین کے حکم کی اطاعت کی جاتی ہے اور رب العالمین کے ساتھ ہم تمھاری بھی عبادت کرتے تھے۔ ﴿ وَمَاۤ اَضَلَّنَاۤ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ۝ ﴾ ''اور ہم کو ان گناہ گاروں ہی نے گمراہ کیا تھا۔'' اور ان مجرموں ہی نے ہمیں اس کی دعوت دی تھی۔ ﴿ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ۝ ﴾ ''تو آج نہ کوئی ہمارا سفارش کرنے والا ہے۔'' جیسا کہ وہ کہیں گے: ﴿ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَاۤ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ﴾ (الأعراف 7:53) ''بھلا آج ہمارے لیے کوئی سفارشی ہیں کہ ہماری سفارش کریں یا ہم (دنیا میں) پھر لوٹا دیے جائیں کہ جو عمل بد ہم پہلے کرتے تھے (وہ نہ کریں بلکہ) ان کے سوا اور نیک عمل کریں۔'' اسی طرح یہ بھی کہیں گے: ﴿ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ۝ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ۝ ﴾ ''تو آج نہ کوئی سفارش کرنے والا ہے اور نہ گرم جوش دوست۔'' ﴿ صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ۝ ﴾ کے معنی قریبی دوست کے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ ''کاش! ہمیں دنیا میں پھر جانا ہو تو ہم مومنوں میں ہو جائیں۔'' یعنی وہ یہ تمنا کریں گے کہ اے کاش! انھیں ایک بار پھر دنیا میں لوٹا دیا جائے تاکہ وہ اپنے رب کی اطاعت بجا لائیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ اگر انھیں دنیا میں لوٹا بھی دیا جائے تو پھر یہ اسی بات کی طرف لوٹ آئیں گے جس سے انھیں منع کیا گیا تھا اور یہ بالکل جھوٹے ہیں، اللہ تعالیٰ نے سورۂ ص میں بھی دوزخیوں کے جھگڑے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ ۝ ﴾ (صٓ 38:64) ''بے شک یہ اہل دوزخ کا جھگڑنا برحق ہے۔'' پھر فرمایا:

[1] تفسیر الطبری: 109/19.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿105﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿106﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ

قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا ﴿105﴾ جب ان سے ان کے بھائی نوح نے کہا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں؟ ﴿106﴾ بے شک میں تمھارے لیے امانت دار رسول

اَمِيْنٌ ﴿107﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿108﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ

ہوں ﴿107﴾ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ﴿108﴾ اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے ﴿109﴾ لہٰذا تم

الْعٰلَمِيْنَ ﴿109﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿110﴾

اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ﴿110﴾

قَالُوْۤا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿111﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿112﴾

انھوں نے کہا: کیا ہم تجھ پر ایمان لائیں، حالانکہ تیری پیروی تو رذیل لوگوں نے کی ہے ﴿111﴾ نوح نے کہا: اور مجھے کیا معلوم جو وہ عمل کرتے

اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿113﴾ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿114﴾ اِنْ اَنَا

رہے ہیں ﴿112﴾ ان کا حساب تو میرے رب کے ذمے ہے اگر تم کچھ شعور رکھتے ہو ﴿113﴾ اور میں مومنوں کو دور کرنے والا نہیں ﴿114﴾ میں تو

اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿115﴾

کھلم کھلا ڈرانے والا ہوں ﴿115﴾

﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿103﴾ ﴾ ''بے شک اس میں نشانی ہے اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں۔'' یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنی قوم سے جھگڑنے اور ان پر توحید کے دلائل قائم کر دینے میں بڑی واضح اور روشن نشانی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ﴿ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿103﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿104﴾ ﴾ ''اور ان میں اکثر ایمان لانے والے نہیں اور یقیناً آپ کا پروردگار انتہائی غالب، خوب مہربان ہے۔''

تفسیر آیات:105-110

حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ: یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد و رسول حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا ہے، بتوں کی پوجا پاٹ شروع ہونے کے بعد یہ پہلے رسول تھے جنھیں اہل زمین کی طرف بھیجا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں مبعوث فرمایا تاکہ وہ اپنی قوم کو بتوں کی عبادت سے منع کریں اور اس کے برے انجام سے ڈرائیں مگر قوم نے آپ کی تکذیب کی اور وہ بتوں کی عبادت کے خبیث کام پر ہی لگی رہی۔ انھوں نے حضرت نوح علیہ السلام کی جو تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے اسے تمام انبیاء کی تکذیب قرار دیا اور اسی لیے فرمایا: ﴿ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوْحِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿105﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿106﴾ ﴾ ''قوم نوح نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا، جب ان سے ان کے بھائی نوح نے کہا کہ تم ڈرتے کیوں نہیں۔'' یعنی تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے نہیں ہو کہ اس کے سوا غیروں کی پوجا کرتے ہو، ﴿ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿107﴾ ﴾ ''میں تو تمھارا امانت دار پیغمبر ہوں۔'' یعنی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمھارا پیغمبر ہوں، اللہ تعالیٰ نے جو پیغام دے کر مجھے مبعوث فرمایا اس کے پہنچانے میں امین ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کے پیغامات بلا کم و کاست تم تک پہنچا رہا ہوں۔ ﴿ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿108﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قَالُوْا لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿116﴾ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿117﴾

وہ بولے: اے نوح! اگر تو باز نہ آیا تو، تو ضرور سنگسار کیے گئے لوگوں میں سے ہوگا ﴿116﴾ نوح نے کہا: اے میرے رب! بے شک میری قوم نے مجھے جھٹلایا

فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿118﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي

ہے ﴿117﴾ لہٰذا تو میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرما، اور مجھے اور جو میرے ہمراہ مومن ہیں ان کو نجات دے ﴿118﴾ چنانچہ ہم نے اسے اور جو (لوگ) بھری

الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿119﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿120﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

کشتی میں اس کے ساتھ تھے ان کو نجات دی ﴿119﴾ پھر اس کے بعد ہم نے باقی سب غرق کر دیے ﴿120﴾ بے شک اس میں عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر

6 ع 18 10 مُّؤْمِنِيْنَ ﴿121﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿122﴾

مومن نہیں ﴿121﴾ اور بلاشبہ آپ کا رب، وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا ﴿122﴾

الْعٰلَمِيْنَ ﴿109﴾ ”تو اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مانو اور میں اس کام کا تم سے صلہ بھی نہیں مانگتا، میرا صلہ تو اللہ رب العالمین ہی پر ہے۔“ تمھیں نصیحت کرنے پر میں تم سے کوئی صلہ (معاوضہ) نہیں مانگتا بلکہ میں تو اللہ تعالیٰ ہی سے ثواب کا طلب گار ہوں۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿110﴾ ”پس اللہ سے ڈرو اور میرے کہنے پر چلو۔“ تمھارے سامنے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ میں راست باز اور ہمدرد و خیر خواہ ہوں اور اللہ تعالیٰ نے جس پیغام کے ساتھ مجھے مبعوث فرمایا ہے اسے پہنچانے میں امانت دار ہوں۔

تفسیر آیات: 111-115

قوم نوح کا جواب: قوم نوح نے جواب دیا کہ ہم تم پر ایمان نہیں لائیں گے نہ تمھاری پیروی کریں گے اور نہ تم پر ایمان لانے والے ان گھٹیا لوگوں کو اپنے لیے نمونہ قرار دیں گے جنھوں نے تمھاری اتباع و تصدیق کی ہے کیونکہ وہ تو ہمارے کمین لوگ ہیں، اسی وجہ سے قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ﴿111﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿112﴾ ”وہ بولے کہ کیا ہم تم کو مان لیں، حالانکہ تمھارے پیرو تو رذیل لوگ ہوتے ہیں۔ نوح نے کہا کہ مجھے کیا معلوم کہ وہ کیا کچھ کرتے تھے۔“ یعنی اگر یہ لوگ میری اتباع کرتے ہیں تو مجھ پر کیا لازم ہے؟ یعنی وہ جو کام بھی کرتے ہوں مجھ پر لازم نہیں ہے کہ میں اس کے بارے میں تحقیق و تفتیش سے کام لوں، میرے لیے صرف یہی کافی ہے کہ میں ان کی اس بات کو قبول کر لوں کہ وہ میری تصدیق کرتے ہیں اور ان کی پوشیدہ باتوں کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دوں۔ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّيْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ ﴿113﴾ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿114﴾ ”ان کا حسابِ (اعمال) میرے پروردگار کے ذمے ہے، کاش! تم سمجھو اور میں مومنوں کو دور کرنے والا نہیں ہوں۔“ معلوم ہوتا ہے کہ قوم نوح نے ان سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ ان لوگوں کو دور ہٹا دیں، پھر وہ آپ کی اتباع کریں گے مگر آپ نے اپنے ان مومن ساتھیوں کو دور ہٹانے سے انکار کر دیا اور فرمایا: وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿114﴾ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿115﴾ ”اور میں مومنوں کو دور کرنے والا نہیں ہوں، میں تو صرف واضح ڈرانے والا ہوں۔“ یعنی مجھے نذیر بنا کر بھیجا گیا ہے، جو میری اطاعت، اتباع اور تصدیق کرے، وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں، خواہ وہ صاحبِ حیثیت ہو یا ادنیٰ درجے کا،

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

كَذَّبَتْ عَادُ ۨ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿123﴾ ۚۖ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿124﴾ ۚ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ

(قوم) عاد نے رسولوں کو جھٹلایا﴿123﴾ جب ان کے بھائی ہود نے کہا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں ہو؟﴿124﴾ بے شک میں تمھارے لیے امانت دار رسول

اَمِيْنٌ ﴿125﴾ ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿126﴾ ۚ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا

ہوں﴿125﴾ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو﴿126﴾ اور میں تم سے اس (تبلیغ) پر کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو رب العالمین ہی کے ذمے ہے﴿127﴾

عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿127﴾ ۭ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿128﴾ ۙ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ

کیا تم ہر اونچی جگہ پر بطور کھیل تماشا یادگاریں بناتے ہو؟﴿128﴾ اور تم مضبوط محل بناتے ہو، شاید تم ہمیشہ (یہیں) رہو گے﴿129﴾ اور جب تم (کسی پر) ہاتھ ڈالتے

لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿129﴾ ۚ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿130﴾ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿131﴾ ۚ

ہو تو سرکش بن کر ہی ہاتھ ڈالتے ہو﴿130﴾ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو﴿131﴾ اور تم اس ذات سے ڈرو جس نے تمھیں ان چیزوں میں بڑھایا

وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿132﴾ ۚ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿133﴾ ۙۚ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿134﴾ ۚ

(امداد دی) ہے جو تم جانتے ہو﴿132﴾ اس نے تمھیں بڑھایا ہے مویشیوں اور بیٹوں میں﴿133﴾ اور باغوں اور چشموں میں﴿134﴾ بلاشبہ میں تم پر یوم عظیم کے

اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿135﴾ ۭ

عذاب سے ڈرتا ہوں﴿135﴾

بڑا ہو یا چھوٹا۔

تفسیر آیات:116-122

قوم کی دھمکی، نوح علیہ السلام کی بددعا اور قوم کی ہلاکت: جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں ایک طویل عرصہ گزار لیا اور انھیں رات دن، چھپ چھپ کر اور علانیہ طور پر اللہ تعالیٰ کے دین کی دعوت دی مگر جیسے جیسے آپ انھیں دعوت دیتے ان کے کفر میں مزید سختی پیدا ہو جاتی اور وہ پہلے سے بڑھ کر شدت کے ساتھ مخالفت شروع کرتے اور آخر کار کہنے لگے: ﴿لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰنُوْحُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمَرْجُوْمِيْنَ ﴿116﴾﴾ ”اے نوح! اگر تم باز نہ آئے تو البتہ ضرور سنگسار کیے ہوئے لوگوں میں سے ہو جاؤ گے۔“ یعنی اگر تم ہمیں اپنے دین کی طرف دعوت دینے سے باز نہ آؤ گے تو ہم تمھیں سنگسار کر دیں گے۔ اس موقع پر نوح علیہ السلام نے ان کے لیے بددعا کی۔ جسے اللہ تعالیٰ نے قبول فرما لیا، نوح علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: ﴿رَبِّ اِنَّ قَوْمِيْ كَذَّبُوْنِ ﴿117﴾ فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ وَمَنْ مَّعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿118﴾﴾ ”اے میرے پروردگار! میری قوم نے تو مجھے جھٹلا دیا، سو تو میرے اور ان کے درمیان (ایک کھلا) فیصلہ کر دے، اور مجھے اور جو میرے ہمراہ مومن ہیں انھیں نجات دے دے۔“ جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿فَدَعَا رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ ○﴾ (القمر 10:54) ”تو انھوں نے اپنے پروردگار سے دعا کی کہ (یاالٰہی!) میں (ان کے مقابلے میں) کمزور ہوں تو ان سے بدلہ لے۔“ اور یہاں فرمایا: ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿119﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ الْبٰقِيْنَ ﴿120﴾﴾ ”پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ بھری ہوئی کشتی میں سوار تھے ان کو بچا لیا، پھر اس کے بعد باقی لوگوں کو ڈبو دیا۔“ ﴿الْمَشْحُوْنِ ﴿119﴾﴾ کے معنی بھری ہوئی کے ہیں۔ اور حضرت نوح علیہ السلام کی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کشتی ساز وسامان اور ہر چیز کے اس جوڑے کے ساتھ بھری ہوئی تھی جسے انھوں نے اپنے ساتھ کشتی میں سوار کر لیا تھا۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے نوح علیہ السلام اور ان کی پیروی کرنے والے سب لوگوں کو بچا لیا اور آپ کے ساتھ کفر کرنے والوں اور آپ کی مخالفت کرنے والے سب لوگوں کو غرق کر دیا تھا۔ ﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۲﴾ ﴾ ''بے شک اس میں نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے اور آپ کا پروردگار انتہائی غالب، خوب مہربان ہے۔''

تفسیر آیات:123-135

حضرت ہود علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد ورسول حضرت ہود علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ انھوں نے بھی اپنی قوم عاد کو دعوت دی، آپ کی قوم سرزمین احقاف میں رہتی تھی، احقاف حضرموت کے قریب بلاد یمن سے ملے ہوئے ریت کے پہاڑ تھے، ان کا زمانہ قوم نوح کے بعد ہے جیسا کہ سورۂ اعراف میں فرمایا: ﴿ وَاذْكُرُوْۤا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِی الْخَلْقِ بَصْۜطَةً ۚ ﴾ (الأعراف 7:69) ''اور یاد تو کرو جب اس نے تمھیں قوم نوح کے بعد سردار بنایا اور تمھیں قد وقامت میں زیادہ پھیلاؤ دیا۔'' اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں جسمانی طور پر بہت طاقت وقوت عطا فرمائی تھی، ان کے قد بہت طویل تھے، رزق کی خوب فراوانی تھی، ہر طرح کے مال و دولت، باغوں، نہروں، فصلوں، پھلوں اور بیٹوں سے انھیں نوازا گیا تھا، اس کے باوجود وہ غیر اللہ کی پوجا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے انھی میں سے ایک شخص ہود علیہ السلام کو رسول اور بشیر ونذیر بنا کر ان کی طرف مبعوث فرمایا، انھوں نے انھیں اللہ وحدہ لاشریک کی دعوت دی اور اس کی مخالفت ونافرمانی کی وجہ سے اس کے عذاب سے انھیں ڈرایا اور حضرت نوح علیہ السلام کی طرح انھیں خوب سمجھایا اور فرمایا: ﴿ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ﴾ ''بھلا تم ہر اونچی جگہ پر عبث و بے جا عمارتیں بناتے ہو؟'' ﴿ رِیْعٍ ﴾ کے بارے میں مفسرین کا اختلاف ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشہور راستوں کے قریب اونچی جگہ کو ﴿ رِیْعٍ ﴾ کہتے ہیں، اس طرح کی جگہ پر وہ مضبوط ومستحکم اور عالی شان عمارت بنایا کرتے تھے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً ﴾ ''بھلا تم ہر اونچی جگہ پر عمارتیں بناتے ہو؟'' یعنی نشانی کے طور پر ایک مشہور عمارت بنا دیتے ہو، ﴿ تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ﴾ فضول کام کرتے ہو، تمھیں اس کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں بلکہ محض لہو ولعب اور اظہار قوت کے طور پر تم یہ کام کرتے ہو۔

اللہ تعالیٰ کے نبی نے انھیں اس کام سے اس لیے منع فرمایا کہ اس میں تضییع اوقات تھا، بلا فائدہ جسموں کو محنت ومشقت میں مبتلا کرنا اور ایسی مشغولیت اختیار کرنا جس کا دنیا وآخرت میں کوئی فائدہ نہ تھا، اس لیے فرمایا: ﴿ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ﴾ ''اور تم مضبوط محل بناتے ہو شاید کہ تم ہمیشہ رہو گے۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ مَصَانِعَ ﴾ سے مراد بڑے بڑے محل اور ہمیشہ قائم رہنے والی عمارتیں ہیں۔ [1] اور ﴿ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ ﴾ کے معنی یہ ہوئے کہ تم یہ محل اس لیے

[1] تفسیر الطبری: 117/19.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿136﴾ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿137﴾

انھوں نے کہا: ہمارے لیے برابر ہے، خواہ تو وعظ ونصیحت کرے یا نصیحت کرنے والوں میں سے نہ ہو﴿136﴾ یہ تو پہلوں ہی کی عادت ہے﴿137﴾ اور ہم عذاب

وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿138﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

دیے جانے والے نہیں﴿138﴾ پھر انھوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے انھیں ہلاک کر دیا، بلاشبہ اس میں عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہ

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿139﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿140﴾ 7 ع 18 11

تھے﴿139﴾ اور بے شک آپ کا رب وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا﴿140﴾

بناتے ہو کہ تم ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے، حالانکہ یہ بات تمھیں حاصل نہیں ہے بلکہ تمھاری دنیا کی زندگی بھی ایک نہ ایک دن اسی طرح ختم ہو جائے گی جس طرح کہ پہلے لوگوں کی زندگی ختم ہو گئی تھی۔

فرمان الٰہی ہے: ﴿وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ﴿130﴾﴾ ''اور جب تم (کسی کو) پکڑتے ہو تو ظالمانہ پکڑتے ہو۔'' یعنی اس میں ان کی قوت، سختی اور شدت کا ذکر فرمایا ہے۔ ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿131﴾﴾ ''پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔'' یعنی اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرو اور اپنے رسول کی اطاعت بجالاؤ، پھر انھوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی وہ نعمتیں یاد دلائیں جن سے اللہ تعالیٰ نے انھیں سرفراز فرمایا تھا: ﴿وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿132﴾ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿133﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿134﴾ اِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿135﴾﴾ ''اور اس سے ڈرو جس نے تمھیں ان چیزوں سے بڑھایا جنھیں تم جانتے ہو، اس نے تمھیں مویشیوں اور بیٹوں سے بڑھایا اور باغوں اور چشموں سے۔ بے شک میں تمھارے بارے میں بڑے (سخت) دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔'' یعنی اگر تم نے تکذیب اور مخالفت کی روش کو اپنائے رکھا۔ الغرض! اللہ کے نبی نے ترغیب وترہیب ہر دو طرح سے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی مگر انھوں نے اس سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔

تفسیر آیات:136-140

قوم ہود کا جواب اور ان پر عذاب: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ہود علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو ڈرایا، ترغیب وترہیب کے ساتھ ہر طرح سمجھایا اور ان کے سامنے حق کو بالکل واضح اور نمایاں کر دیا تو انھوں نے ہود علیہ السلام کو یہ جواب دیا: ﴿قَالُوْا سَوَآءٌ عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿136﴾﴾ ''وہ کہنے لگے: خواہ تم نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لیے یکساں ہے۔'' یعنی ہم اپنی روش سے کبھی بھی باز نہیں آئیں گے۔ ﴿وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ (ہود 11:53) ''اور ہم صرف تمھارے کہنے سے نہ اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے ہیں اور نہ تم پر ایمان لانے والے ہیں۔'' اور معاملہ ہے بھی اسی طرح جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ (البقرۃ 2:6) ''جو لوگ کافر ہیں انھیں آپ ڈرائیں یا نہ ڈرائیں ان کے لیے برابر ہے، وہ ایمان نہیں لائیں گے۔'' اور فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ (یونس 10:96) ''بے شک جن لوگوں کے بارے میں آپ کے رب کا حکم (عذاب) قرار پا چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے۔'' قوم ہود نے مزید یہ بھی کہا: ﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ ”یہ تو بس پہلے لوگوں کے طریق ہیں۔“ بعض ائمہ نے اسے: [إِنْ هٰذَا إِلَّا خَلْقُ الْأَوَّلِينَ] بھی پڑھا ہے، یعنی خلق کی خاء کے فتحہ اور لام کے سکون کے ساتھ۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ، (بروایت عوفی) عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، علقمہ اور مجاہد رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ہمارے پاس جو لائے ہیں یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔[1] جیسا کہ مشرکین قریش نے بھی کہا تھا: ﴿ وَ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً وَّ اَصِيْلًا ۝ ﴾ (الفرقان 5:25) ”اور انھوں نے کہا کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں اس نے ان کو لکھ لیا ہے تو وہ صبح وشام اس پر پڑھی جاتی ہیں۔“ اور (اس سے پہلی آیت میں) فرمایا: ﴿ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اِفْكُ ِۨافْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۚ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۚ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴾ (الفرقان 5,4:25) ”اور کافر کہتے ہیں کہ یہ (قرآن) من گھڑت باتیں ہیں جو اس (مدعی رسالت) نے بنالی ہیں اور کچھ دوسرے لوگوں نے اس پر اس کی مدد کی ہے۔ یہ لوگ (ایسا کہنے سے) ظلم اور جھوٹ پر اتر آئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہ پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ ﴾ (النحل 24:16) ”اور جب ان (کافروں) سے کہا جاتا ہے کہ تمھارے پروردگار نے کیا اتارا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ تو پہلے لوگوں کی حکایتیں ہیں۔“ دوسرے مفسرین نے اسے: ﴿ اِنْ هٰذَآ اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ ﴾ پڑھا ہے، یعنی خا اور لام دونوں کے ضمہ کے ساتھ۔ اور اس سے ان کی مراد اپنا دین اور اپنے طور اطوار تھے، یعنی ان کا دین وہی ہے جو ان کے اگلے آباء واجداد کا دین تھا اور وہ کہتے تھے کہ ہم اپنے آباء واجداد کے متبع اور انھی کے پیچھے چلنے والے ہیں، ہم بھی اسی طرح زندہ ہیں جس طرح وہ زندہ تھے اور اسی طرح مر جائیں گے جس طرح وہ مر گئے تھے، نہ قبروں سے دوبارہ اٹھنا ہے اور نہ کوئی روز قیامت ہے، اس لیے تو انھوں نے کہا تھا: ﴿ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿۱۳۸﴾ ﴾ ”اور ہم پر کوئی عذاب نہیں آئے گا۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ ﴾ ”تو انھوں نے ہود کو جھٹلایا، سو ہم نے انھیں ہلاک کر ڈالا۔“ انھوں نے اللہ کے نبی ہود علیہ السلام کی تکذیب، مخالفت اور دشمنی کو جاری رکھا تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا، اور انھیں کس طرح ہلاک کیا، اسے بھی اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے کئی مقامات پر بیان فرمایا ہے کہ انھیں تیز آندھی کے ساتھ تباہ وبرباد کر دیا گیا تھا، ایسی آندھی جو بہت شدید تیز رفتار بھی تھی اور بے حد وحساب ٹھنڈی بھی، یعنی ان کی ہلاکت کا سبب ان کی جنس عمل سے مطابقت رکھتا تھا، وہ بڑے سرکش اور جابر لوگ تھے تو اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسی چیز کے ساتھ ہلاک کیا جو ان سے بھی زیادہ طاقتور اور تیز تھی جیسا کہ فرمایا: ﴿ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۝ اِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ ﴾ (الفجر 7,6:89) ”کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے پروردگار نے عاد کے ساتھ کیا کیا۔ جو ارم (کہلاتے) تھے، ستونوں والے۔“ اس سے عاد اولی مراد ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاَنَّهٗٓ اَهْلَكَ عَادَا ۨ الْاُوْلٰى ۝ ﴾ (النجم 50:53) ”اور یہ کہ اسی نے عاد اولی کو ہلاک کر ڈالا۔“ اور یہ لوگ ارم بن سام بن نوح کی نسل سے تھے، ﴿ ذَاتِ الْعِمَادِ ۝ ﴾ (الفجر 7:89) ”ستونوں والے۔“ جو ستونوں میں رہتے تھے، جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ

---

[1] تفسیر الطبری: 120,119/19.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

كَذَّبَتْ ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿141﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿142﴾ اِنِّيْ لَكُمْ

(قوم) ثمود نے رسولوں کو جھٹلایا ﴿141﴾ جب ان کے بھائی صالح نے ان سے کہا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں؟ ﴿142﴾ بلاشبہ میں تمھارے

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿143﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿144﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ

لیے امانت دار رسول ہوں ﴿143﴾ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ﴿144﴾ اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر

اِلَّا عَلٰي رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿145﴾

تو رب العالمین کے ذمے ہے ﴿145﴾

ارم شہر کا نام ہے تو انھوں نے اسے کعب اور وہب کے کلام اور اسرائیلیات سے لیا ہے جبکہ اس بات کی کوئی دلیل نہیں ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ الَّتِيْ لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ﴾ (الفجر 8:89) ''(وہ) جو شہروں میں (کوئی) ان جیسا پیدا نہیں کیا گیا۔'' یعنی قوت، شدت اور طاقت کے اعتبار سے اس قبیلے جیسے لوگ پیدا نہیں ہوئے۔ اگر ارم سے مراد شہر ہوتا تو پھر یوں کہا جاتا: اَلَّتِي لَمْ يُبْنَ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ''(وہ) جو تمام شہروں میں ایسا کوئی (شہر) نہیں بنایا گیا تھا۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاَمَّا عَادٌ فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۭ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَهُمْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴾ (حٰمٓ السجدة 15:41) ''جو عاد تھے انھوں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر قوت میں کون ہے۔ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ بے شک اللہ جس نے انھیں پیدا کیا وہ ان سے قوت میں بہت بڑھ کر ہے اور وہ ہماری آیتوں کا انکار کرتے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاَمَّا عَادٌ فَاُهْلِكُوْا بِرِيْحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ لَيَالٍ وَّثَمٰنِيَةَ اَيَّامٍ ۙ حُسُوْمًا ﴾ (الحآقة 7,6:69) ''اور رہے عاد تو ان کا نہایت تیز آندھی سے ستیاناس کر دیا گیا۔ اللہ نے اس کو ان پر مکمل سات راتیں اور آٹھ دن مسلط کر دیا تھا۔'' ﴿ حُسُوْمًا ﴾ کے معنی ہیں کامل، یعنی کامل سات رات اور آٹھ دن تک تیز آندھی کو ان پر چلائے رکھا۔ ﴿ فَتَرَى الْقَوْمَ فِيْهَا صَرْعٰى ۙ كَاَنَّهُمْ اَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ﴾ (الحآقة 7:69) ''تو (اے مخاطب!) تو لوگوں کو اس میں (اس طرح) گرے پڑے دیکھے گا جیسے کھجوروں کے کھوکھلے تنے ہوں۔'' یعنی ان کے دھڑ تو باقی تھے مگر سر نہ تھے، اس لیے کہ آندھی انھیں اٹھا کر فضا میں لے جاتی اور پھر وہاں سے انھیں سر کے بل پٹخ دیتی جس سے ان کا دماغ پھٹ جاتا اور سر ٹوٹ جاتا تھا اور وہ اس طرح مرے پڑے تھے گویا اکھڑی ہوئی کھجوروں کے تنے ہوں۔ انھوں نے پہاڑوں اور غاروں میں قلعے بنا رکھے تھے اور نصف پنڈلیوں تک زمین میں اپنے بچاؤ کے لیے گڑھے کھود رکھے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے ان کی یہ تدبیریں ان کے کچھ کام نہ آئیں کیونکہ ﴿ اِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ اِذَا جَآءَ لَا يُؤَخَّرُ ﴾ (نوح 4:71) ''یقیناً جب اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آجاتا ہے تو وہ مؤخر نہیں کیا جاتا۔'' اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ...... ﴾ الآیة ''تو انھوں نے ہود کو جھٹلایا، سو ہم نے انھیں ہلاک کر ڈالا......۔''

تفسیر آیات:141-145

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَتُتْرَكُوْنَ فِيْ مَا هٰهُنَآ اٰمِنِيْنَ ﴿146﴾ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿147﴾ وَّزُرُوْعٍ وَّنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿148﴾

کیا تمھیں یہاں کی چیزوں میں پر امن چھوڑ دیا جائے گا﴿146﴾ (یعنی) باغوں اور چشموں میں﴿147﴾ اور کھیتوں اور کھجوروں میں جن کے خوشے نرم و نازک

وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا فٰرِهِيْنَ ﴿149﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿150﴾ وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿151﴾

ہیں﴿148﴾ اور تم اتراتے ہوئے پہاڑوں سے گھر تراشتے ہو﴿149﴾ چنانچہ تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو﴿150﴾ اور تم حد سے بڑھنے والوں کے حکم کی اطاعت

الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿152﴾

نہ کرو﴿151﴾ جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے﴿152﴾

قوم ثمود اور صالح علیہ السلام: اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنے عبد و رسول صالح علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کہ اس نے انھیں ان کی قوم ثمود کی طرف بھیجا۔ ثمود عرب تھے اور شہر حجر کے رہنے والے تھے۔ یہ شہر وادی قُریٰ اور بلاد شام کے درمیان تھا اور بہت مشہور و معروف تھا۔ ہم نے قبل ازیں سورۂ اعراف کی تفسیر میں ان احادیث مبارکہ کو بیان کیا ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جب شام کے غزوے کا ارادہ فرمایا تو ثمود کے علاقے سے گزرے تھے مگر آپ تبوک تک پہنچ کر ہی واپس آگئے تھے تاکہ غزوۂ شام کے لیے تیاری فرما سکیں۔[1] ثمود کا دور قوم عاد کے بعد اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے دور سے پہلے تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نبی صالح علیہ السلام نے انھیں دعوت دی کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کریں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں جو پیغام ملے اس کی اطاعت کریں مگر انھوں نے انکار کر دیا اور ان کی تکذیب و مخالفت شروع کر دی، حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ وہ ان سے دعوت کا کوئی معاوضہ طلب نہیں کرتے بلکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی سے اجر و ثواب کے طلب گار ہیں، پھر انھوں نے انھیں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلاتے ہوئے فرمایا: (دیکھیے آیات: 146-152)

تفسیر آیات: 146-152

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی یاد دہانی: حضرت صالح علیہ السلام نے انھیں وعظ و نصیحت کرتے، اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد دلاتے ہوئے فرمایا کہ اس نے انھیں انواع و اقسام کے رزق سے نوازا، خوفناک چیزوں سے بچا کر امن عطا فرمایا، باغات کو اگایا، نہروں اور چشموں کو چلایا اور ان کے لیے فصلوں اور پھلوں کو پکایا، اسی وجہ سے فرمایا: ﴿وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ ﴿148﴾﴾ ''اور کھجوریں جن کے خوشے لطیف و نازک ہوتے ہیں۔'' عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جو خوشے پک کر کمال کو پہنچے ہوں وہ ھضیم ہوتے ہیں۔[2] اور علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی سرسبز و شاداب کے ہیں۔[3] اسماعیل بن ابوخالد نے عمرو بن ابوعمرو۔ ان کی صحابۂ کرام سے ملاقات ثابت ہے۔ سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ خوشے جب پک کر جھک جائیں تو انھیں ھضیم کہتے ہیں۔ اسے ابن ابوحاتم نے روایت کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ابوصالح سے بھی اسی طرح مروی ہے۔[4] فرمان الٰہی ہے: ﴿وَتَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا

---

[1] دیکھیے الأعراف، تفسیر آیت: 73 کے ذیل میں اور ان کے علاقے کا نقشہ بھی ملاحظہ کیجیے۔ [2] تفسیر الطبری: 122/19.

[3] تفسیر ابن أبی حاتم: 2801/9. [4] تفسیر ابن أبی حاتم: 2801/9.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿153﴾ مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚۖ فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ

انھوں نے کہا: بس تو سحرزدہ لوگوں میں سے ہے﴿153﴾ تو ہماری طرح ایک بشر ہی تو ہے، لہٰذا اگر تو سچوں میں سے ہے تو کوئی نشانی (معجزہ) لے آ﴿154﴾ صالح

الصّٰدِقِيْنَ ﴿154﴾ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۚ﴿155﴾ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

نے کہا: یہ اونٹنی (معجزہ) ہے، (ایک دن) اس کی پینے کی باری ہے اور ایک مقرر دن تمھاری پینے کی باری ہے﴿155﴾ اور اسے بری نیت سے نہ چھونا ورنہ تمھیں

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿156﴾ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ۙ﴿157﴾ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ اِنَّ فِيْ

بہت بڑے دن کا عذاب آ پکڑے گا﴿156﴾ چنانچہ انھوں نے اس کی ٹانگیں کاٹ ڈالیں، پھر وہ نادم ہوئے﴿157﴾ تو انھیں عذاب نے آ پکڑا، بے شک اس میں

ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿158﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿159﴾ ع 8 19 12

عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے﴿158﴾ اور بے شک آپ کا رب وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا﴿159﴾

﴿فٰرِهِيْنَ ﴿149﴾﴾ ''اور تم پہاڑوں سے گھر تراشتے ہوا تراتے ہوئے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے ﴿فٰرِهِيْنَ ﴿149﴾﴾ کے معنی یہ بیان کیے ہیں کہ تم اس کام کے بہت ماہر ہو۔[1] اور آپ سے ایک دوسری روایت میں اس کے معنی ہیں کہ فخر وغرور کے طور پر۔ مجاہد اور مفسرین کی ایک جماعت نے اسی قول کو اختیار کیا ہے۔[2] ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد بھی نہیں کیونکہ وہ فخر وغرور کے ساتھ اور کسی ضرورت وحاجت کے بغیر پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے تھے اور پہاڑوں کے تراشنے اور گھروں میں نقش ونگار بنانے کے وہ بہت ماہر بھی تھے جیسا کہ ان کے گھروں اور مکانوں کو دیکھنے سے معلوم بھی ہوتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿150﴾﴾ ''تم اللہ سے ڈرو اور میرے کہے پر چلو۔'' اور اس بات کو قبول کرلو جس سے تمھیں دنیا وآخرت میں نفع حاصل ہو اور وہ یہ کہ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرو جس نے تمھیں پیدا فرمایا اور طرح طرح کے رزق سے نوازا ہے تاکہ تم اس کی عبادت کرو، اس کی توحید کو اختیار کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔ ﴿وَلَا تُطِيْعُوْٓا اَمْرَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿151﴾ الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿152﴾﴾ ''اور حد سے تجاوز کرنے والوں کی بات نہ مانو جو زمین میں فساد کرتے ہیں اور اصلاح نہیں کرتے۔'' یعنی تم اپنے ان سرداروں اور بڑے لوگوں کی بات نہ مانو جو شرک وکفر اور مخالفت حق کی دعوت دیتے ہیں۔

تفسیر آیات:153-159

ثمود کا جواب، نشانی کا مطالبہ اور عذاب کی آمد: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ صالح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دی تو انھوں نے جواب دیا: ﴿قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿153﴾﴾ ''وہ کہنے لگے کہ تم تو بس جادوزدہ ہو۔'' مجاہد اور قتادہ نے کہا ہے کہ ﴿الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿153﴾﴾ کے معنی مسحور، یعنی سحرزدہ کے ہیں۔[3] پھر انھوں نے کہا: ﴿مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ﴾ ''تم اور کچھ نہیں صرف ہماری طرح کے آدمی ہی تو ہو۔'' یعنی ہمیں چھوڑ کر تمھاری طرف وحی کس طرح بھیجی گئی؟

① تفسیر الطبری: 123/19. ② تفسیر الطبری: 124/19. ③ تفسیر الطبری: 125/19.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

كَذَّبَتْ قَوْمُ لُوْطِ ِۨالْمُرْسَلِيْنَ ﴿160﴾ۚۖ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿161﴾ۚ اِنِّيْ لَكُمْ

قوم لوط نے رسولوں کو جھٹلایا ﴿160﴾ جب ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا: کیا تم (اللہ سے) ڈرتے نہیں؟ ﴿161﴾ بلاشبہ میں تمھارے

رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿162﴾ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿163﴾ۚ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ

لیے امانت دار رسول ہوں ﴿162﴾ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ﴿163﴾ اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر

اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿164﴾ؕ

تو رب العالمین کے ذمے ہے ﴿164﴾

جس طرح کہ دوسری آیت میں ہے: ﴿ ءَاُلْقِيَ الذِّكْرُ عَلَيْهِ مِنْۢ بَيْنِنَا بَلْ هُوَ كَذَّابٌ اَشِرٌ ○ سَيَعْلَمُوْنَ غَدًا مَّنِ الْكَذَّابُ الْاَشِرُ ○ ﴾ (القمر 26,25:54) ”کیا ہم سب میں سے صرف اسی پر یہ نصیحت نازل کی گئی؟ بلکہ یہ جھوٹا، خود پسند ہے۔ عنقریب وہ کل ہی جان لیں گے کہ کون جھوٹا خود پسند ہے۔“

پھر انھوں نے مطالبہ کیا کہ وہ کوئی نشانی لائیں تاکہ انھیں یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو وہ پیغام لائے ہیں وہ سچ ہے، ان سب نے جمع ہو کر مطالبہ کیا کہ وہ پہاڑ کی چٹان سے دس ماہ کی حاملہ اونٹنی نکال کر دکھائیں، انھوں نے ایک چٹان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ اس چٹان سے نکال دو، وہ اونٹنی اس طرح کی صفات کی حامل ہو۔ اللہ تعالیٰ کے نبی صالح علیہ السلام نے اپنی قوم سے پختہ عہد و پیمان لیے کہ اگر انھوں نے ان کا مطالبہ پورا کر دیا تو پھر وہ ضرور ایمان لائیں گے۔ ان کی تصدیق اور اتباع کریں گے۔ انھوں نے عہد و پیمان کر لیے تو اللہ تعالیٰ کے نبی صالح علیہ السلام نے اٹھ کر نماز شروع کر دی اور پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ وہ ان کے مطالبے کو پورا فرما دے، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا کو قبول فرما لیا اور جس چٹان کی طرف انھوں نے اشارہ کیا تھا، وہ پھٹ گئی اور اس سے اسی طرح کی دس ماہ کی حاملہ اونٹنی نکل آئی جس طرح کی اونٹنی انھوں نے طلب کی تھی۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی یہ نشانی دیکھ کر کچھ لوگ تو ایمان لے آئے مگر اکثر اپنے کفر ہی پر قائم رہے۔ ﴿ قَالَ هٰذِهٖ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَّلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿155﴾ۚ ﴾ ”اس (صالح) نے کہا: (دیکھو) یہ اونٹنی ہے ایک دن اس کی پانی پینے کی باری ہے اور ایک معین روز تمھاری باری۔“ یعنی ایک دن وہ پانی پیے گی اور ایک دن تم پانی پیو گے، ﴿ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿156﴾ ﴾ ”اور اس کو کوئی تکلیف نہ دینا کہ تمھیں بہت بڑے دن کا عذاب آ پکڑے۔“ اللہ تعالیٰ کے نبی نے انھیں ڈرایا کہ اگر انھوں نے اونٹنی کو کوئی تکلیف دی تو ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہو جائے گا۔ کچھ عرصے تک اونٹنی پانی پیتی اور چارہ کھاتی رہی اور لوگ اس کا دودھ دوہتے، اسے پیتے اور اس سے سیراب ہوتے رہے، جب طویل عرصہ گزر گیا اور ان کی بدبختی کا وقت آ گیا تو انھوں نے اس اونٹنی کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ ﴿ فَعَقَرُوْهَا فَاَصْبَحُوْا نٰدِمِيْنَ ﴿157﴾ۙ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ ؕ ﴾ ”تو انھوں نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں، پھر نادم ہوئے، سو انھیں عذاب نے آ پکڑا۔“ اور ان کی زمین پر بہت زبردست زلزلہ طاری ہو گیا اور ایک زبردست چیخ پیدا ہوئی جس سے ان کے دل پھٹ گئے اور انھیں ایسی صورت حال پیش آئی جو ان کے وہم و گمان میں

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اَتَاْتُوْنَ الذُّكْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿165﴾ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ ؕ

کیا تم (جنسی تسکین کی خاطر) جہان کے مردوں کے پاس آتے ہو؟﴿165﴾ اور تم اپنی بیویاں چھوڑ دیتے ہو جنھیں تمھارے رب نے تمھارے لیے پیدا کیا ہے،

بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿166﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿167﴾

بلکہ تم لوگ حد سے گزرنے والے ہو﴿166﴾ انھوں نے کہا: اے لوط! اگر تو باز نہ آیا تو یقیناً تو نکالے جانے والوں میں سے ہوگا﴿167﴾ لوط نے کہا: بے شک میں

قَالَ اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿168﴾ رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿169﴾ فَنَجَّيْنٰهُ

تمھارے (خلاف فطرت) عمل سے دشمنی رکھنے والوں میں سے ہوں﴿168﴾ اے میرے رب! تو مجھے اور میرے اہل کو اس عمل (کے وبال) سے نجات دے جو

وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿170﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿171﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿172﴾ وَاَمْطَرْنَا

وہ کرتے ہیں﴿169﴾ چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے سب اہل کو نجات دی﴿170﴾ سوائے ایک بڑھیا کے (جو) پیچھے رہنے والوں میں سے تھی﴿171﴾ پھر ہم نے

عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿173﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

دوسروں کو ہلاک کر دیا﴿172﴾ اور ہم نے ان پر (پتھروں کی) سخت بارش برسائی، چنانچہ ڈرائے گئے لوگوں پر (برسائی گئی) بدترین بارش تھی﴿173﴾ بے شک اس میں

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿174﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿175﴾ ع 9/16/13

عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے﴿174﴾ اور بے شک آپ کا رب وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا﴿175﴾

بھی نہ تھی اور وہ اپنے گھروں میں مرے پڑے رہ گئے۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿158﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿159﴾ ﴾ ''بے شک اس میں نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے۔ اور آپ کا پروردگار نہایت غالب، خوب مہربان ہے۔''

تفسیر آیات: 160-164

لوط علیہ السلام کی دعوت: اللہ تعالیٰ نے اپنے عبد اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے۔ لوط علیہ السلام کا سلسلہ نسب لوط بن ہاران بن آزر ہے، آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کی زندگی میں ایک بہت بڑی امت کی طرف مبعوث فرمایا تھا جو سدوم اور اس کے گرد و پیش رہتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان تمام بستیوں کو تباہ و برباد کر کے ان کی جگہ ایک بدبودار اور آلودہ سمندر (بحیرۂ مردار Dead Sea) جاری کر دیا جو کہ مشہور ہے اور بلاد غور میں بیت المقدس کے پہاڑوں کے پیچھے کی طرف ہے اور بلاد غور اور بلاد کرک و شوبک کے درمیان ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کے لوگوں کو دعوت دی کہ وہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کریں اور اپنے رسول کی اطاعت کریں جسے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں انھوں نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ کرو اور عورتوں کو چھوڑ کر لڑکوں سے لذت حاصل کرنے کی اس بدترین بے حیائی کا ارتکاب نہ کرو جس کا تم سے پہلے اہل عالم میں سے کسی نے ارتکاب نہیں کیا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: (دیکھیے آیات: 165-175)

تفسیر آیات: 165-175

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿176﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿177﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ

اصحاب اَیکہ نے رسولوں کو جھٹلایا ﴿176﴾ جب ان سے شعیب نے کہا: کیا تم ڈرتے نہیں؟ ﴿177﴾ بے شک میں تمھارے لیے

اَمِيْنٌ ﴿178﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿179﴾ وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ

امانت دار رسول ہوں ﴿178﴾ لہٰذا تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو ﴿179﴾ اور میں اس (تبلیغ) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا،

الْعٰلَمِيْنَ ﴿180﴾

میرا اجر تو رب العالمین کے ذمے ہے ﴿180﴾

قوم کی بے حیائی کی تردید، ان کا جواب اور ان پر عذاب: جب اللہ تعالیٰ کے نبی نے انھیں فحاشی، بدکاری و بے حیائی اور امرد پرستی سے منع فرمایا اور ان کی رہنمائی فرمائی کہ وہ عورتوں سے جنھیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے پیدا فرمایا ہے جنسی خواہش کی تکمیل کریں تو ان کا جواب یہ تھا: ﴿لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ﴾ ''اے لوط! اگر تم باز نہ آؤ گے۔'' اس چیز سے جو ہمارے پاس لائے ہو ﴿لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرَجِيْنَ ﴿167﴾﴾ ''تو شہر بدر کر دیے جاؤ گے۔'' یعنی ہم تمھیں اپنے ہاں سے نکال دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا ہے: ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ۝﴾ (النمل 56:27) ''تو ان کی قوم کے لوگوں کا اس کے سوا کچھ جواب نہ تھا کہ لوط کے گھر والوں کو اپنے شہر سے نکال دو۔ یقیناً یہ لوگ تو پاک بننا چاہتے ہیں۔'' آپ نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ اس فحاشی و بے حیائی سے باز نہیں آئیں گے بلکہ اپنی اس گمراہی میں مبتلا رہیں گے تو آپ نے ان سے اظہار براءت کرتے ہوئے فرمایا: ﴿اِنِّيْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿168﴾﴾ ''بے شک میں تو تمھارے کام سے سخت دشمنی رکھنے والوں سے ہوں۔'' کہ میں اسے پسند نہیں کرتا۔ تمھارے کرتوت سے میں خوش نہیں ہوں، اس لیے میں تم سے براءت کا اظہار کرتا ہوں، پھر انھوں نے اللہ تعالیٰ سے ان کے لیے بددعا کی: ﴿رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿169﴾﴾ ''اے میرے پروردگار! مجھ کو اور میرے گھر والوں کو ان کے کاموں (کے وبال) سے نجات دے۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿170﴾ اِلَّا عَجُوْزًا فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿171﴾﴾ ''سو ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو سب کو نجات دی مگر ایک بڑھیا کہ پیچھے رہنے والوں سے تھی۔'' یہ آپ کی بیوی تھی۔ یہ بدترین بڑھیا تھی جو پیچھے رہ گئی اور قوم کے لوگوں کے ساتھ ہلاک ہوگئی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا سورۂ اعراف، سورۂ ہود اور سورۂ حجر[1] میں ذکر کیا ہے کہ اس نے لوط علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کے سوا دیگر تمام گھر والوں کو لے کر رات کو اپنی بستی سے نکل جائیں اور جب اپنی قوم پر نازل ہونے والی چیخ کو سنیں تو پیچھے پلٹ کر نہ دیکھیں، انھوں نے حکم الٰہی کی اطاعت کی، پیچھے مڑ کر نہ دیکھا اور آگے ہی بڑھتے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ساری قوم پر تہ بہ تہ کھنگر کے پتھروں کی بارش کی صورت میں عذاب نازل فرمایا، اسی لیے فرمایا: ﴿ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿172﴾ وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿173﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿174﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ

[1] دیکھیے الأعراف، آیت:83، ہود، آیت:81 اور الحجر، آیات:60-65.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿181﴾ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿182﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

تم ماپ پورا پورا کرو، اور خسارہ دینے والوں سے نہ بنو ﴿181﴾ اور تم بالکل سیدھی ترازو سے تولو ﴿182﴾ اور تم لوگوں کو ان کی اشیاء

اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿183﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿184﴾

کم نہ دو، اور نہ تم زمین میں فساد کرتے ہوئے دوڑو ﴿183﴾ اور اس (اللہ) سے ڈرو جس نے تمھیں اور پہلی مخلوق کو پیدا کیا ﴿184﴾

لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿175﴾ ”پھر ہم نے دوسروں کو ہلاک کر دیا اور ان پر ایک زبردست مینہ برسایا، سو جو مینہ ان لوگوں پر برسا جو ڈرائے گئے تھے وہ برا تھا، بے شک اس میں نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے اور آپ کا پروردگار خوب غالب، نہایت مہربان ہے۔“

تفسیر آیات:176-180

شعیب علیہ السلام کی اصحاب اَیکہ کو نصیحت: صحیح قول کے مطابق اصحاب اَیکہ سے مراد اہل مدین ہیں، شعیب علیہ السلام کا تعلق بھی انھی سے تھا، آپ کے لیے ان کے بھائی کے الفاظ اس لیے استعمال نہیں کیے گئے کیونکہ ان لوگوں کی یہاں بَن کی عبادت کی طرف نسبت کی گئی ہے۔ بَن ایک درخت ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ جھنڈ کی طرح گھنے درخت تھے جن کی وہ عبادت کرتے تھے، اس لیے جب یہ فرمایا: ﴿كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿176﴾﴾ ”بن کے رہنے والوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا۔“ تو یہ نہیں کہا: [إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ شُعَيْبٌ] ”جب ان سے ان کے بھائی شعیب نے کہا۔“ بلکہ صرف یہ فرمایا: ﴿اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ﴾ ”جب ان سے شعیب نے کہا۔“ جس سبب کی وجہ سے ان کی نسبت بَن کی طرف کی گئی ہے، شعیب علیہ السلام سے اس نسبت کو قطع کرنے کی غرض سے یہاں انھیں ان کا بھائی قرار نہیں دیا گیا گو وہ نسبی طور پر ان کے بھائی ہی تھے، کچھ لوگ جو اس نکتے کو نہیں سمجھ سکتے انھوں نے یہ گمان کیا ہے کہ اصحاب ایکہ، اصحاب مدین نہیں ہیں، نیز ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شعیب کو دو امتوں کی طرف بھیجا تھا، اس طرح کچھ لوگوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ آپ کو تین امتوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا تھا۔

ارشاد الٰہی ہے: ﴿اَصْحٰبُ لْـَٔيْكَةِ﴾ ”بَن والے۔“ ان لوگوں سے مراد قوم شعیب ہے، یہ اسحاق بن بشر کا قول ہے۔[1] جو یبر کے علاوہ دیگر لوگوں نے کہا ہے کہ اصحاب ایکہ اور اصحاب مدین دونوں ایک ہی ہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ صحیح بات یہی ہے کہ یہ دونوں ایک ہی قوم کے نام ہیں اور ان دونوں کے ہر جگہ ایک جیسے کام بتائے گئے ہیں، شعیب نے ان سے بھی یہی کہا کہ ناپ تول پورا دیا کرو جیسا کہ آپ نے اصحاب مدین سے بھی یہی فرمایا تھا، اس سے بھی معلوم ہوا کہ یہ ایک ہی امت کے دو نام ہیں۔

تفسیر آیات:181-184

ناپ تول پورا دینے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ ناپ تول پورا دیا کرو اور اس میں کمی نہ کیا کرو، چنانچہ فرمایا: ﴿اَوْفُوا الْكَيْلَ

[1] الدر المنثور: 174/5.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

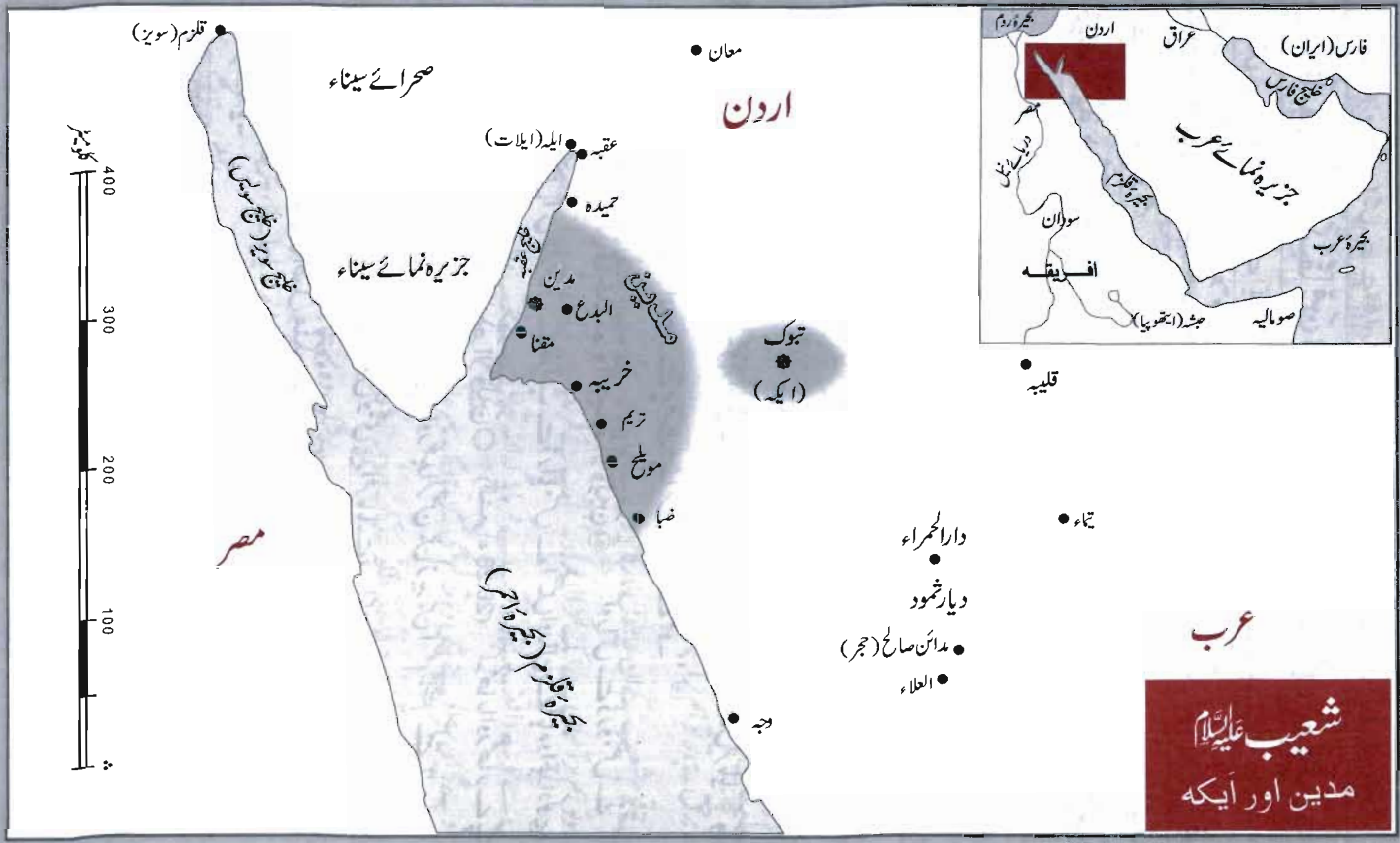

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿185﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ

انھوں نے کہا: بس تو سحر زدہ (لوگوں) میں سے ہے﴿185﴾ اور تو ہماری طرح بشر ہی تو ہے، اور ہم تجھے بلاشبہ جھوٹوں میں خیال کرتے ہیں﴿186﴾

الْكٰذِبِيْنَ ﴿186﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿187﴾ قَالَ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ

لہٰذا اگر تو سچوں میں سے ہے تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا گرا دے﴿187﴾ شعیب نے کہا: میرا رب خوب جانتا ہے جو تم عمل کرتے ہو﴿188﴾ چنانچہ

بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿188﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿189﴾

انھوں نے اسے (شعیب کو) جھٹلایا، تو انھیں سائے والے دن کے عذاب نے آن پکڑا، بے شک وہ بہت بڑے دن کا عذاب تھا﴿189﴾ بلاشبہ

10 ع 16 14 اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿190﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿191﴾

اس میں عظیم نشانی ہے، اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے﴿190﴾ اور بے شک آپ کا رب، وہی ہے غالب، بہت رحم کرنے والا﴿191﴾

﴿وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿181﴾﴾ ''ماپ پورا دو اور کم دینے والوں میں سے نہ بنو۔'' یعنی جب لوگوں کو ماپ دینا ہو تو پورا پورا ماپ دیا کرو اور اس میں کمی نہ کیا کرو جس طرح تم ماپ پورا پورا لیتے ہو اسی طرح دیا بھی پورا پورا کرو ﴿وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿182﴾﴾ ''اور سیدھے ترازو سے تولا کرو۔'' اور قسطاس سے مراد ترازو (کنڈا) ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَآءَهُمْ﴾ ''اور لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دیا کرو۔'' یعنی دیتے ہوئے لوگوں کے اموال میں کمی نہ کیا کرو۔ ﴿وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿183﴾﴾ ''اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔'' یعنی راہزنی نہ کیا کرو جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ﴾ (الأعراف 7:86) ''اور ہر رستے پر مت بیٹھا کرو کہ تم ڈراتے ہو۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿184﴾﴾ ''اور اس سے ڈرو جس نے تمھیں اور پہلی خلقت کو پیدا کیا۔'' آپ نے انھیں اس اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرایا جس نے انھیں اور ان کے آباء و اجداد کو پیدا فرمایا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے بھی فرمایا تھا: ﴿رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ۝﴾ (الشعرآء 26:26) ''کہ تمھارا اور تمھارے پہلے باپ دادا کا رب ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، سدی، سفیان بن عیینہ اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ﴿وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿184﴾﴾ کے معنی یہ ہیں کہ اس نے تم سے پہلے لوگوں کو بھی پیدا فرمایا ہے،[1] ابن زید رحمہ اللہ نے یہاں قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کا بھی حوالہ دیا ہے: ﴿وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ۭ﴾ (یٰسٓ 36:62) ''اور البتہ تحقیق اس نے تم میں سے بہت سی خلقت کو گمراہ کر دیا۔''[2]

تفسیر آیات:185-191

قوم شعیب کا جواب اور ان پر عذاب: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قوم نے شعیب کو اسی طرح جواب دیا جس طرح قوم ثمود نے اپنے رسول کو جواب دیا تھا کیونکہ ان کے دل ایک ہی طرح کے تھے، بہرحال قوم شعیب نے جواب دیا: ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ

[1] تفسير الطبري: 132/19 و تفسير ابن أبي حاتم: 2813/9 نحوه. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 2813/9 عن سفيان.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ۝١٨٥ ﴾ ’’یقیناً تم تو جادو زدہ میں سے لگتے ہو۔‘‘ علاوہ ازیں انھوں نے یہ بھی کہا: ﴿ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝١٨٦ ﴾ ’’اور تم (اور کچھ) نہیں، مگر ہم ہی جیسے آدمی ہو اور ہمارا خیال ہے کہ تم جھوٹوں میں سے ہو۔‘‘ یعنی تم جھوٹ کہتے ہو، اللہ تعالیٰ نے تمھیں رسول بنا کر نہیں بھیجا، ﴿ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝١٨٧ ﴾ ’’پس اگر سچوں سے ہو تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا لا گراؤ۔‘‘ ضحاک کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم پر آسمان کے ایک حصے کو گرادو۔[1] قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی آسمان کے ٹکڑے کے ہیں۔[2] سدی کہتے ہیں: اس کے معنی یہ ہیں کہ آسمان سے عذاب لے آؤ۔[3] ان کی یہ بات قریش کی اس بات جیسی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا ہے: ﴿ وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 17:90-92) ’’اور کہنے لگے کہ ہم تم پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ ہمارے لیے زمین سے چشمہ جاری کر دو یا تمھارا کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو اور اس کے بیچ میں نہریں بہا نکالو یا جیسا تم کہا کرتے ہو ہم پر آسمان کے ٹکڑے لا گراؤ یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ بات بھی بیان فرمائی ہے: ﴿ وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ ...... ﴾ الآية (الأنفال 8:32) ’’اور جب انھوں نے کہا کہ اے اللہ! اگر یہ قرآن تیری طرف سے برحق ہے تو تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے......۔‘‘

اسی طرح قوم شعیب کے ان جاہلوں اور کافروں نے کہا: ﴿ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝١٨٧ ﴾ ’’اگر سچے ہو تو ہم پر آسمان سے ایک ٹکڑا لا گراؤ۔‘‘ آپ نے فرمایا: ﴿ رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝١٨٨ ﴾ ’’جو کام تم کرتے ہو میرا پروردگار اس سے خوب واقف ہے۔‘‘ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم سے خوب واقف ہے، اگر تم اس کے مستحق ہو تو وہ تمھیں ضرور یہ سزا دے گا اور سزا دینے میں وہ ظالم بھی نہیں ہوگا۔ بہر حال جیسا کہ انھوں نے مطالبہ کیا انھیں پوری پوری سزا مل گئی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝١٨٩ ﴾ ’’تو ان لوگوں نے انھیں جھٹلایا، پس سائبان کے عذاب نے انھیں آ پکڑا۔ بے شک وہ بہت بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا۔‘‘ یعنی یہ اس طرح کا عذاب تھا جس طرح کا انھوں نے مطالبہ کیا تھا کہ ان پر آسمان سے ایک ٹکڑا گرا دیا جائے، پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انھیں سزا یہ دی کہ سات دن تک انھیں بے حد شدید گرمی میں مبتلا کر دیا کہ کوئی چیز بھی انھیں اس سے بچا نہیں رہی تھی، پھر ایک بادل آ کر ان کے سروں پر سایہ فگن ہو گیا اور وہ گرمی سے بچنے کے لیے اس بادل کے سائے میں جا کر کھڑے ہو گئے اور جب وہ سب کے سب لوگ وہاں جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کے بہت زبردست شعلوں اور انگاروں کی بارش برسا دی، زمین پر

---

[1] تفسیر الطبری: 133/19 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2814/9. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 2814/9 والدر المنثور: 174/5. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 2814/9.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

زلزلہ طاری ہو گیا اور پھر ایک بہت زوردار چیخ بھی آئی جس کی وجہ سے ان کے جسموں سے روحیں نکل گئیں، اسی لیے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا: ﴿ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٨٩﴾ ﴾ ”بے شک وہ بہت بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا۔“

اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب کی تباہی وہلاکت کا قرآن مجید کے تین مقامات پر ذکر فرمایا ہے اور ہر مقام کے سیاق کے مطابق ان کی تباہی کی کیفیت بیان کی گئی ہے، سورۂ اعراف میں فرمایا ہے کہ ان کو بھونچال نے آ پکڑا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے، اس لیے کہ انھوں نے کہا تھا: ﴿ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ﴾ (الأعراف 88:7) ”اے شعیب! یا تو ہم تمھیں اور جو لوگ تمھارے ساتھ ایمان لائے ہیں انھیں اپنے شہر سے ضرور نکال دیں گے یا تم ضرور بالضرور ہمارے مذہب میں آجاؤ۔“ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی اور ان کے ساتھیوں کو ڈرایا دھمکایا تو انھیں بھونچال نے آ پکڑا اور سورۂ ہود میں فرمایا کہ انھیں چنگھاڑ نے آ دبوچا: ﴿ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ ﴾ (ہود 94:11) ”اور جن لوگوں نے ظلم کیا انھیں چنگھاڑ نے آ دبوچا۔“ یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے نبی کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا تھا: ﴿ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ۝ ﴾ (ہود 87:11) ”کیا تمھاری نماز تمھیں یہ حکم دیتی ہے کہ جنھیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے ہیں ہم انھیں ترک کر دیں یا اپنے مال میں تصرف کرنا چاہیں تو نہ کریں تم تو بڑے نرم دل اور راست باز ہو۔“ یہ انھوں نے مذاق اڑاتے اور شیخی بگھارتے ہوئے کہا تھا، لہٰذا مناسب یہی تھا کہ انھیں ایک ایسی چنگھاڑ آ دبوچے جو انھیں خاموش کر دے، پس ظالموں کو ایک چنگھاڑ نے آ دبوچا اور وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے اور یہاں انھوں نے از راہِ ضد، ہٹ دھرمی اور دشمنی کے یہ کہا: ﴿ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ﴾ ”پس تو ہم پر آسمان سے کچھ ٹکڑے گرا دے۔“ تو اس مناسبت سے ان کو وہی عذاب دیا گیا جس کے وقوع پذیر ہونے کو وہ بعید سمجھتے تھے۔ فرمایا: ﴿ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٨٩﴾ ﴾ ”پس سائبان کے عذاب نے انھیں آ پکڑا۔ بے شک وہ بہت بڑے (سخت) دن کا عذاب تھا۔“

محمد بن جریر نے یزید باہلی سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کریمہ کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں سخت گرمی میں مبتلا کر دیا جس کی وجہ سے وہ بہت بے چین ہو گئے کیونکہ سخت گرمی اور اس کی وجہ سے ان کا دم گھٹنے لگا تھا، وہ گرمی سے بچنے کے لیے گھروں کے اندر گئے مگر گھروں کے اندر بھی وہ بہت شدید گرمی محسوس کرنے لگے اور وہاں بھی ان کا دم گھٹنے لگا تو وہ گھروں سے نکل کر جنگل کی طرف آ گئے، وہاں اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیج دیا جو سورج کی دھوپ کے آگے سائبان کی طرح تھا، اس کے سائے میں انھوں نے جب ٹھنڈک اور فرحت محسوس کی تو ایک دوسرے کو بلایا اور جب وہ سب کے سب اس سائبان کے نیچے جمع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر آگ کی بارش برسا دی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سائبان کے دن کے عذاب سے یہی مراد ہے۔ بلاشبہ یہ بہت بڑے عذاب کا دن تھا۔[1] ﴿ اِنَّ فِيْ

---

[1] تفسیر الطبری: 134/19.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿192﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿193﴾ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿194﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴿195﴾

اور بلاشبہ یہ (قرآن) رب العالمین کا نازل کردہ ہے ﴿192﴾ روح الامین (جبریل) اسے لے کر نازل ہوا ﴿193﴾ آپ کے دل پر، تاکہ آپ ڈرانے والوں میں سے ہوں ﴿194﴾ فصیح عربی زبان میں ﴿195﴾

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ ﴿196﴾ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿197﴾ وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿198﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿199﴾

اور بلاشبہ وہ (قرآن کا ذکر) پہلی کتابوں میں بھی ہے ﴿196﴾ کیا ان کے لیے یہ ایک نشانی (کافی) نہیں کہ بنی اسرائیل کے علماء بھی اس (قرآن یا صاحب قرآن) کو جانتے ہیں ﴿197﴾ اگر ہم اس (قرآن) کو کسی عجمی پر نازل کرتے ﴿198﴾ پھر وہ اسے ان پر پڑھتا، (تو بھی) وہ اس پر ایمان نہ لاتے ﴿199﴾

﴿ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿190﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿191﴾ ﴾ ''اس میں یقیناً نشانی ہے اور ان کے اکثر ایمان لانے والے نہیں تھے اور بے شک آپ کا پروردگار خوب غالب، نہایت مہربان ہے۔'' وہ کافروں سے انتقام لینے پر خوب غالب ہے اور اپنے مومن بندوں پر نہایت مہربان ہے۔

تفسیر آیات:192-195

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے جسے اس نے اپنے عبد اور رسول سیدنا محمد ﷺ پر نازل فرمایا ہے کہ ﴿ اِنَّهٗ ﴾ اور یہ قرآن جس کا اس سورت کے شروع میں ذکر ہو چکا ہے۔ ﴿ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ ...... ﴾ الآية (الشعرآء 26:5) ''اور ان کے پاس (اللہ) رحمان کی طرف سے کوئی نصیحت نہیں آتی جو نئی ہو......۔'' ﴿ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿192﴾ ﴾ ''یقیناً پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔'' اسے اللہ تعالیٰ نے آپ پر بذریعہ وحی نازل فرمایا ہے ﴿ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ﴿193﴾ ﴾ ''جسے امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔'' اس سے مراد جبریل علیہ السلام ہیں جیسا کہ کئی ائمہ سلف، مثلاً: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، محمد بن کعب، قتادہ، عطیہ عوفی، سدی، ضحاک، زہری اور ابن جریج رحمہ اللہ نے کہا ہے۔[1] اور اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں، امام زہری فرماتے ہیں کہ یہ اس آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰى قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ...... ﴾ الآية (البقرة 2:97) ''کہہ دیجیے کہ جو شخص جبرائیل کا دشمن ہو (اس کو غصے میں مرجانا چاہیے) اس نے تو صرف (ایسی کتاب) اللہ کے حکم سے آپ کے دل پر نازل کی ہے جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے......۔''[2] ﴿ عَلٰى قَلْبِكَ ﴾ یعنی اے محمد! (ﷺ اس نے) آپ کے دل پر (القا کیا ہے) اس حال میں کہ یہ ہر عیب اور ہر قسم کی کمی بیشی سے پاک ہے۔ ﴿ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿194﴾ ﴾ ''تاکہ آپ ڈرانے والوں سے ہو جائیں۔'' یعنی اس قرآن کی مخالفت اور تکذیب کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرائیں اور اس پر

[1] تفسير الطبري: 137,136/19 وتفسير ابن أبي حاتم: 2817/9. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 2818/9 نحوه.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ایمان لانے اور اس کی تصدیق کرنے والوں کو بشارت سناؤ۔ ﴿ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ﴾ ''(اور اتارا بھی) فصیح عربی زبان میں (کیا ہے۔)'' یعنی یہ قرآن جو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے اسے آپ ہی کی فصیح و بلیغ، کامل اور جامع زبان عربی میں نازل کیا ہے تا کہ یہ صاف، واضح اور ظاہر ہو، ہر قسم کے عذر کو ختم کر دے، حجت کو تمام اور دلیل کو قائم کر دے۔

تفسیر آیات:196-199

قرآن مجید کا ذکر پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قرآن مجید کا ذکر پہلے لوگوں کی ان کتابوں میں بھی موجود ہے جو ان کے انبیائے کرام سے منقول ہیں اور جنھوں نے قدیم و جدید ہر دور میں اس کتاب کی بشارت دی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام سے عہد و پیمان بھی لیا تھا اور اس عہد و پیمان کے مطابق ہی سابقہ انبیاء میں سے سب سے آخری نبی نے اپنی قوم سے خطاب فرماتے ہوئے انھیں حضرت احمد ﷺ کی بشارت دی تھی: ﴿ وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ﴾ (الصّف 6:61) ''اور وہ وقت بھی یاد کرو جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا کہ اے بنی اسرائیل! میں تمھارے پاس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں (اور) جو (کتاب) مجھ سے پہلے آ چکی ہے (یعنی) تورات اس کی تصدیق کرتا ہوں اور ایک پیغمبر جو میرے بعد آئیں گے، جن کا نام احمد ہو گا ان کی بشارت سناتا ہوں۔''

الزُّبُر کا لفظ زبور کی جمع ہے اور اس کے معنی کتب کے ہیں، زبور اس کتاب کا نام بھی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے سیدنا داود علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَكُلُّ شَيْءٍ فَعَلُوْهُ فِي الزُّبُرِ ۝ ﴾ (القمر 52:54) ''اور جو کچھ انھوں نے کیا (ان کے) اعمال ناموں میں (درج) ہے۔'' یعنی فرشتوں کے صحیفوں میں ان کے ذمے لکھا ہوا ہے، پھر فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ اٰيَةً اَنْ يَّعْلَمَهٗ عُلَمٰٓؤُا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴾ ''کیا ان کے لیے یہ نشانی نہیں کہ علمائے بنی اسرائیل اس (قرآن یا رسول) کو جانتے ہیں۔'' یعنی کیا یہ بات ان کے لیے شاہد صادق کے طور پر کافی نہیں ہے کہ علمائے بنی اسرائیل بھی اس کتاب کا ذکر اپنی ان کتابوں میں موجود پاتے ہیں جنھیں وہ پڑھتے رہتے ہیں اور اس سے مراد بنی اسرائیل کے وہ عادل علماء ہیں جو ان صفات کا اعتراف کرتے ہیں جو ان کی کتابوں میں محمد ﷺ، آپ کی بعثت اور آپ کی امت کے بارے میں موجود پائی ہیں جیسا کہ ان میں سے ایمان لانے والوں نے اس کے بارے میں بتایا ہے، مثلاً: عبداللہ بن سلام اور سلمان فارسی رضی اللہ عنہما وغیرہ۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ …… ﴾ الآية (الأعراف 157:7) ''وہ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہیں جن (کے اوصاف) کو وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں……۔''

قریش کا شدید کفر: اللہ تعالیٰ نے اس قرآن مجید سے قریش کے شدید کفر و عناد کو بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اگر اسے کسی ایسے عجمی پر نازل کر دیا جاتا جو عربی زبان کا ایک لفظ بھی نہ جانتا ہوتا اور اس پر اس کتاب کو اپنی تمام تر فصاحت و بلاغت کے

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

كَذٰلِكَ سَلَكْنٰهُ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿200﴾ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿201﴾

اسی طرح ہم نے اس (تکذیب) کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیا ہے ﴿200﴾ وہ اس پر ایمان نہیں لائیں گے حتی کہ وہ دردناک عذاب دیکھ لیں ﴿201﴾ پس وہ

فَيَاْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿202﴾ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ﴿203﴾ اَفَبِعَذَابِنَا

ان پر اچانک آپڑے گا جبکہ انھیں خبر تک نہ ہوگی ﴿202﴾ پھر وہ کہیں گے: کیا ہمیں (کچھ) مہلت مل سکتی ہے؟ ﴿203﴾ تو کیا وہ لوگ ہمارے عذاب کے لیے جلدی

يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿204﴾ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ﴿205﴾ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ﴿206﴾

مچا رہے ہیں؟ ﴿204﴾ بھلا آپ دیکھیں تو! اگر ہم انھیں کئی برس (دنیا کا) فائدہ دیں ﴿205﴾ پھر وہ (عذاب) ان پر آجائے جس سے انھیں ڈرایا دھمکایا جا رہا

مَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ﴿207﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿208﴾ ذِكْرٰى

ہے ﴿206﴾ تو جس (سامانِ عیش) سے وہ مزے اڑا رہے تھے ان کے کچھ کام نہ آئے گا ﴿207﴾ اور ہم نے جس بستی کو بھی ہلاک کیا، تو (پہلے) اس کے لیے ڈرانے

وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿209﴾

والے (بھیجے) تھے ﴿208﴾ یاد دہانی کے لیے، اور ہم ظالم نہیں ہیں ﴿209﴾

ساتھ نازل کر دیا جاتا تو یہ پھر بھی ایمان نہ لاتے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَلَوْ نَزَّلْنٰهُ عَلٰى بَعْضِ الْاَعْجَمِيْنَ ﴿198﴾ فَقَرَاَهٗ عَلَيْهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿199﴾﴾ ''اور اگر ہم اسے کسی غیر اہل زبان پر نازل کرتے اور وہ اسے ان پر پڑھتا تو یہ اسے کبھی نہ مانتے۔'' جیسا کہ ایک دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِيْهِ يَعْرُجُوْنَ ۝ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُكِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ ۝﴾ (الحجر 15:14,15) ''اور اگر ہم آسمان کا کوئی دروازہ ان پر کھول دیں اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تو بھی یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں مخمور ہو گئی ہیں بلکہ ہم جادو زدہ لوگ ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ۝﴾ (الأنعام 6:111) ''اور اگر ہم ان پر فرشتے بھی اتار دیتے اور مردے بھی ان سے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو ان کے سامنے لاموجود بھی کر دیتے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ اللہ چاہے اور لیکن ان کے اکثر نادان ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝﴾ (یونس 10:96,97) ''جن لوگوں کے بارے میں آپ کے پروردگار کا حکم (عذاب) قرار دیا جا چکا ہے وہ ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ عذاب الیم نہ دیکھ لیں، خواہ ان کے پاس ہر (طرح کی) نشانی آجائے۔''

تفسیر آیات:200-209

جب تک عذاب نہ دیکھ لیں تکذیب کرنے والے ایمان نہیں لائیں گے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اسی طرح ہم نے تکذیب، کفر، انکار اور عناد کو مجرموں کے دلوں میں داخل کر دیا ہے ﴿لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ﴾ ''وہ اس کو نہیں مانیں گے۔'' یعنی اس حق کو، ﴿حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿201﴾﴾ ''جب تک درد دینے والا عذاب نہ دیکھ لیں۔'' لیکن اس وقت کی معذرت

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے ظالموں کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا بلکہ ان پر لعنت برسے گی اور ان کا ٹھکانا بدترین ہوگا، ﴿ فَيَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً ﴾ ”تو وہ ان پر نا گہاں آ واقع ہوگا۔“یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب اچانک آ جائے گا، ﴿ وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ فَيَقُوْلُوْا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُوْنَ ۝ ﴾ ”اور انھیں خبر بھی نہ ہوگی، پس وہ اس وقت کہیں گے: کیا ہمیں مہلت ملے گی؟“یعنی جب عذاب کو دیکھیں گے تو تمنا کرنے لگیں گے: اے کاش! انھیں تھوڑی سی مہلت دے دی جائے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مطابق عمل کر سکیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ۝ ﴾ (إبراهيم 44:14) ”اور لوگوں کو اس دن سے ڈراؤ جب ان پر عذاب آ جائے گا، تب ظالم لوگ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں تھوڑی سی مدت مہلت عطا کرتا کہ ہم تیری دعوت (توحید) قبول کریں اور تیرے پیغمبروں کے پیچھے چلیں (تو جواب ملے گا) کیا تم پہلے قسمیں نہیں کھایا کرتے تھے کہ تمھیں (اس حال سے جس میں تم ہو) کوئی زوال (اور قیامت کو حساب اعمال) نہیں ہوگا۔“ ہر ظالم و فاجر جب اپنی سزا کو دیکھے گا تو شدید ندامت کا اظہار کرے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب فرعون کے بارے میں یہ دعا کی: ﴿ رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓي اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۝ ﴾ (يونس 88:10) ”اے ہمارے پروردگار! یقیناً تو نے فرعون اور اس کے سرداروں کو دنیاوی زندگی میں (بہت سا) ساز و برگ اور مال و زر دے رکھا ہے۔ اے ہمارے پروردگار! تاکہ تیرے رستے سے گمراہ کر دیں، اے ہمارے پروردگار! ان کے مال کو برباد کر دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک عذاب الیم نہ دیکھ لیں۔“ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا ﴾ (يونس 89:10) ”تمھاری دعا قبول کر لی گئی۔“ اس بددعا نے فرعون پر اپنا اثر دکھایا اور وہ اس وقت تک ایمان نہ لایا جب تک اس نے عذاب الیم نہ دیکھ لیا ﴿ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَاۗءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ اٰۗلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ ﴾ (يونس 91,90:10) ”یہاں تک کہ جب اس کو غرق (کے عذاب) نے آ پکڑا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لایا جس (اللہ) پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں فرماں برداروں میں ہوں (جواب ملا کہ) کیا اب ایمان لاتا ہے، حالانکہ تو پہلے یقیناً نافرمانی کرتا رہا اور تو فساد کرنے والوں میں سے تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمن 85,84:40) ”پھر جب انھوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو کہنے لگے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور جس چیز کو اس کے ساتھ شریک بناتے تھے اس کا انکار کرتے ہیں۔ لیکن جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے تو ان کے ایمان نے انھیں کچھ بھی فائدہ نہ دیا، (یہ) اللہ کی عادت (ہے) جو اس کے بندوں کے بارے میں چلی آتی ہے اور وہاں کافر گھاٹے میں پڑ کر رہ گئے۔“

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴾ ''تو کیا یہ ہمارے عذاب کو جلدی طلب کر رہے ہیں؟'' یہ ان کا انکار اور ان کے لیے سرزنش ہے کیونکہ یہ لوگ ازراہ تکذیب وانکار اپنے رسول سے کہا کرتے تھے کہ ہمارے پاس اللہ کا عذاب لے آؤ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ؕ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ○ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴾ (العنکبوت 29:53,54) ''اور یہ لوگ آپ سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں اگر ایک وقت مقرر نہ ہو چکا ہوتا تو ان پر عذاب آ بھی گیا ہوتا اور وہ (کسی وقت میں) ان پر ضرور ناگہاں آ کر رہے گا اور ان کو معلوم بھی نہ ہوگا۔ یہ تم سے عذاب کے لیے جلدی کر رہے ہیں اور بلاشبہ دوزخ تو کافروں کو گھیرنے والا ہے۔'' پھر فرمایا: ﴿ اَفَرَءَيْتَ اِنْ مَّتَّعْنٰهُمْ سِنِيْنَ ۙ ثُمَّ جَآءَهُمْ مَّا كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ۙ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ؕ ﴾ ''بھلا دیکھیں تو اگر ہم انھیں برسوں فائدے دیتے رہیں، پھر ان پر وہ (عذاب) آ واقع ہو جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ تو یہ جو فائدے دیے گئے ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔'' یعنی اگر ہم انھیں کچھ عرصے کے لیے مہلت دے دیں، خواہ وہ عرصہ کتنا ہی طویل کیوں نہ ہو، پھر ان کے پاس اللہ کا عذاب آ جائے تو دنیا کی کون سی نعمت اس وقت ان کے کام آئے گی؟ ﴿ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْۤا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰىهَا ○ ﴾ (النّٰزعٰت 79:46) ''جب وہ اس کو دیکھیں گے تو (ایسا خیال کریں گے کہ) گویا (دنیا میں صرف) ایک شام یا صبح رہے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوَدُّ اَحَدُهُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا هُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ يُّعَمَّرَ ؕ ﴾ (البقرۃ 2:96) ''ان میں سے ہر ایک یہی خواہش کرتا ہے کہ کاش! اسے ہزار برس عمر دی جائے مگر (اتنی لمبی) عمر اس کو مل بھی جائے تو اسے عذاب سے تو نہیں چھڑا سکتی۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا يُغْنِيْ عَنْهُ مَالُهٗۤ اِذَا تَرَدّٰى ؕ ﴾ (الّیل 92:11) ''اور جب وہ (دوزخ کے گڑھے میں) گرے گا تو اس کا مال اس کے کچھ بھی کام نہ آئے گا۔'' اس لیے یہاں فرمایا: ﴿ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يُمَتَّعُوْنَ ؕ ﴾ ''تو جو فائدے یہ اٹھاتے رہے، ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔''

دنیا کی حقیقت: اور صحیح حدیث میں ہے: [يُؤْتٰى بِأَنْعَمِ أَهْلِ الدُّنْيَا، مِنْ أَهْلِ النَّارِ، يَوْمَ الْقِيَامَةِ، فَيُصْبَغُ فِي النَّارِ صَبْغَةً: ثُمَّ يُقَالُ: يَاابْنَ آدَمَ! هَلْ رَأَيْتَ خَيْرًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّبِكَ نَعِيمٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا، وَاللّٰهِ يَارَبِّ! وَيُؤْتٰى بِأَشَدِّ النَّاسِ بُؤْسًا فِي الدُّنْيَا، مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ،فَيُصْبَغُ صَبْغَةً فِي الْجَنَّةِ، فَيُقَالُ لَهُ! يَا ابْنَ آدَمَ!هَلْ رَأَيْتَ بُؤْسًا قَطُّ؟ هَلْ مَرَّ بِكَ شِدَّةٌ قَطُّ؟ فَيَقُولُ: لَا، وَاللّٰهِ! يَارَبِّ! مَامَرَّبِي بُؤْسٌ قَطُّ، وَلَا رَأَيْتُ شِدَّةً قَطُّ] ''قیامت کے دن اہل جہنم میں سے اس شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ خوشحال تھا تو اسے دوزخ میں ایک غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا: اے آدم کے بیٹے! کیا تو نے کبھی خیر و بھلائی کو دیکھا ہے؟ کیا تجھ پر کبھی ناز و نعمت کا دور دورہ رہا ہے؟ تو وہ جواب دے گا: نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے رب! پھر اہل جنت میں سے ایک ایسے شخص کو لایا جائے گا جو دنیا میں سب سے زیادہ پریشان حال تھا، اسے جنت میں ایک دفعہ غوطہ دیا جائے گا، پھر اس سے پوچھا جائے گا: تو نے کبھی کوئی تکلیف دیکھی یا کبھی تجھے کوئی دکھ پہنچا ہے؟ وہ جواب

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿210﴾ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿211﴾ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿212﴾

اور شیاطین اس (قرآن) کو لے کر نازل نہیں ہوئے ﴿210﴾ اور نہ یہ ان کے لائق ہے اور نہ وہ اس کی استطاعت ہی رکھتے ہیں ﴿211﴾ بلاشبہ وہ تو اس کے سننے سے بھی دور رکھے گئے ہیں ﴿212﴾

دے گا: نہیں، اللہ کی قسم! اے میرے پروردگار! مجھے کبھی کوئی تکلیف پہنچی تھی اور نہ ہی میں نے کسی پریشانی کو دیکھا ہے۔''[1]

پھر اللہ تعالیٰ نے مخلوق میں اپنے عدل کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس نے کسی بھی امت کو ہلاک نہیں کیا مگر اس کے عذر ختم کر دینے، اسے ڈرانے، اس کی طرف رسولوں کے بھیجنے اور ان پر حجت تمام کر دینے کے بعد ہلاک کیا ہے، اسی لیے فرمایا ہے: ﴿ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ﴿208﴾ ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿209﴾ ﴾ ''اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر اس کے لیے کئی ڈرانے والے (پہلے بھیج دیے) تھے یاددہانی کے لیے اور ہم ظالم نہیں ہیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴾ (بنيٓ إسراءيل 15:17) ''اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں ہم کبھی عذاب دینے والے نہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴾ (القصص 59:28) ''اور آپ کا پروردگار بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں جب تک ان کے مرکز میں پیغمبر نہ بھیج لے جو انھیں ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے اور ہم کبھی بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر اس حالت میں کہ وہاں کے باشندے ظالم ہوں۔''

تفسیر آیات:210-212

قرآن جبریل لے کر نازل ہوئے ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنی اس عالی رتبہ کتاب کے بارے میں فرمایا ہے کہ جس پر جھوٹ کا دخل نہ آگے سے ہو سکتا ہے اور نہ پیچھے سے اور دانا اور خوبیوں والے اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی ہے، اسے روح الامین لے کر نازل ہوئے ہیں جو مؤید من اللہ ہیں، ﴿ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ﴿210﴾ ﴾ ''اور اس (قرآن) کو شیطان لے کر نازل نہیں ہوئے۔'' پھر ذکر فرمایا کہ شیطانوں کے لیے اسے لے کر نازل ہونا تو تین وجہ سے ممنوع ہے: یہ انھیں لائق ہی نہیں ہے، نہ وہ اس کے اہل ہیں اور نہ انھیں اس کی طلب ہے کیونکہ ان کی سرشت میں تو فتنہ وفساد برپا کرنا اور لوگوں کو گمراہ کرنا ہے جبکہ قرآن مجید میں نیکی کا حکم دیا گیا اور برائی سے منع کیا گیا ہے، پھر قرآن نور، سراپا ہدایت اور برہان عظیم ہے، اس کے اور شیطانوں کے درمیان بہت عظیم فرق ہے، اس لیے فرمایا: ﴿ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ ﴾ ''یہ کام ان کے لائق ہی نہیں۔'' ﴿ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ﴿211﴾ ﴾ ''اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔'' یعنی اگر یہ کام انھیں سونپ بھی دیا جائے تو انھیں اس کی طاقت ہی نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

---

[1] صحيح مسلم، صفات المنافقين......، باب صبغ أنعم أهل الدنيا..........، حديث:2807 و مسند أحمد:203/3 عن أنس بن مالك ﷺ، البتہ امام ابن کثیر کے بیان کردہ الفاظ اس سے مختلف ہیں اور وہ ہمیں نہیں ملے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿213﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ

پس (اے نبی!) آپ اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو مت پکاریں ورنہ آپ عذاب پانے والوں میں ہوں گے ﴿213﴾ اور آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو

الْاَقْرَبِيْنَ ﴿214﴾ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿215﴾ فَاِنْ عَصَوْكَ

ڈرائیں ﴿214﴾ اور جو مومنوں میں سے آپ کی اتباع کریں، ان کے لیے اپنے (مشفقانہ) بازو جھکائے رکھیں ﴿215﴾ پھر اگر وہ آپ کی نافرمانی کریں تو کہہ

فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿216﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿217﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ

دیجیے: بلاشبہ تم جو کچھ کر رہے ہو، میں اس سے بری ہوں ﴿216﴾ اور آپ (اللہ) نہایت غالب، بڑے مہربان پر توکل رکھیں ﴿217﴾ جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ

حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿218﴾ وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿219﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿220﴾

(اکیلے نماز میں) قیام کرتے ہیں ﴿218﴾ اور آپ کی نقل و حرکت کو سجدہ کرنے والوں میں بھی (دیکھتا ہے) ﴿219﴾ بلاشبہ وہی خوب سننے والا، بڑا جاننے والا ہے ﴿220﴾

﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ط﴾ (الحشر 21:59) ''اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو آپ اسے دیکھتے کہ اللہ کے خوف سے (دبا اور) پھٹا جاتا ہے۔''

پھر فرمایا کہ اگر قرآن ان کے لائق بھی ہو اور اس کے اٹھانے اور اسے آگے پہنچانے کی استطاعت بھی رکھتے ہوں تو پھر بھی یہ قرآن تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ نزول قرآن کے وقت قرآن سننے میں انھیں دور کر دیا جاتا ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ پر نزول قرآن کے زمانے میں آسمان کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھر دیا گیا تھا، لہٰذا کوئی شیطان قرآن کے کسی ایک حرف کو بھی نہ سن سکا تھا تاکہ قرآن میں کوئی شبہ پیدا نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سارا انتظام اپنے بندوں پر رحمت، اپنی شریعت کی حفاظت اور اپنی کتاب اور اپنے رسول کی تائید و حمایت کے لیے فرمایا تھا، اس لیے فرمایا: ﴿اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿212﴾﴾ ''بے شک وہ (آسمانی باتوں کے) سننے (کے مقامات) سے الگ کیے ہوئے ہیں۔'' جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے جنوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ انھوں نے اس صورت حال کو دیکھ کر کہا تھا: ﴿وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا ۙ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ط فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۙ وَّاَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۙ﴾ (الجنّ 72:8-10) ''اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اسے مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا اور یہ کہ (پہلے) ہم اس کے بہت سے مقامات میں (خبریں) سننے کے لیے بیٹھا کرتے تھے۔ اب کوئی سننا چاہے تو اپنے لیے انگارا گھات میں لگا ہوا تیار پاتا ہے اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ اس سے اہل زمین کے شر کا ارادہ کیا گیا یا ان کے پروردگار نے ان کی بھلائی کا ارادہ فرمایا ہے۔''

تفسیر آیات:213-220

قریبی رشتے داروں کو ڈرانے کا حکم: اللہ وحدہ لاشریک نے اپنی عبادت کا حکم دیا، شرک کرنے والوں کو عذاب کی وعید سنائی، پھر آپ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا کہ آپ اپنے قریبی رشتے داروں کو ڈرائیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے بغیر ان میں سے کوئی بھی نجات نہ پا سکے گا، نیز اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ مخلوق میں سے جو بھی آپ کی نافرمانی کرے آپ اس سے

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

براءت کا اظہار کردیں، خواہ وہ کوئی بھی ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ﴾ ''پھر اگر لوگ آپ کی نافرمانی کریں تو کہہ دیجیے: میں اس سے بری ہوں جو تم کرتے ہو۔'' یہ آپ کو خصوصیت سے اپنے رشتے داروں کو ڈرانے کا حکم عمومی طور پر ڈرانے اور متنبہ کرنے کے حکم کے منافی نہیں ہے بلکہ اسی کا ایک حصہ ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ﴾ (یٰس 6:36) ''تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے باپ دادا کو نہیں ڈرایا گیا تھا، لہٰذا وہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰی وَمَنْ حَوْلَهَا﴾ (الأنعام 92:6) ''کہ آپ مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو آگاہ کردیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰی رَبِّهِمْ ......﴾ (الأنعام 51:6) ''اور اس کے ساتھ ان لوگوں کو ڈراجو خوف رکھتے ہیں کہ اپنے پروردگار کے روبرو اکٹھے کیے جائیں۔'' اور فرمایا: ﴿لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا﴾ (مریم 97:19) ''تاکہ آپ اس سے پرہیزگاروں کو خوش خبری پہنچادیں اور سخت جھگڑالوؤں کو ڈرائیں۔'' اور فرمایا: ﴿لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ (الانعام 19:6) ''تاکہ اس کے ذریعے سے تمھیں اور جس شخص تک وہ پہنچ سکے ڈراؤں۔'' اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ﴾ (ھود 17:11) ''اور جو کوئی ان فرقوں میں سے اس سے منکر ہو تو اس کا ٹھکانا آگ ہی ہے۔''

اور صحیح مسلم میں حدیث ہے: [وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ! لَا يَسْمَعُ بِي أَحَدٌ مِّنْ هٰذِهِ الْأُمَّةِ يَهُودِيٌّ وَّلَا نَصْرَانِيٌّ، ثُمَّ يَمُوتُ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، إِلَّا كَانَ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ] ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے! اس امت میں سے جو یہودی اور عیسائی میرے بارے میں سنے، پھر اس حال میں مرے کہ مجھ پر ایمان نہ لایا ہو تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔''[1] اس آیت کریمہ کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں، ہم ان میں سے بعض کو ذکر کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے آیت کریمہ: ﴿وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ ''اور اپنے قریب کے رشتے داروں کو ڈرائیں۔'' نازل فرمائی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوہِ صفا کے پاس تشریف لے آئے اور پہاڑ پر چڑھ کر آواز دی: [يَاصَبَاحَاهُ!] تو لوگ آپ کے آس پاس جمع ہوگئے، کچھ لوگ تو خود آئے اور کچھ نے اپنے قاصد بھیج دیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [يَابَنِي عَبْدِالْمُطَّلِبِ! يَا بَنِي فِهْرٍ! يَا بَنِي لُؤَيٍّ! أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِسَفْحِ هٰذَا الْجَبَلِ، تُرِيدُ أَنْ تُغِيرَ عَلَيْكُمْ، صَدَّقْتُمُونِي؟ قَالُوا: نَعَمْ، قَالَ: فَإِنِّي نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيدٍ] ''اے بنی عبدالمطلب! اے بنی فہر! اے بنی لؤی! دیکھو اگر میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچھے سے ایک لشکر آرہا ہے جو تم پر حملہ آور ہونا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کو سچ مانو گے؟ سب نے کہا: ہاں، تو آپ نے فرمایا: میں تمھیں عذاب شدید سے ڈراتا ہوں۔'' یہ سن کر ابولہب نے کہا: تم ہمیشہ کے لیے برباد ہو جاؤ، کیا تم نے ہمیں صرف اس لیے جمع کیا

[1] صحيح مسلم، الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا.........، حديث: 153 عن أبي هريرة رضي الله عنه.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تھا؟اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ تبت نازل فرمائی تھی: ﴿ تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ ۝ ﴾ (اللھب 1:111) ''ابولہب کے ہاتھ ٹوٹیں اور وہ ہلاک ہو۔''[1] اور اس کو امام بخاری، مسلم، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔[2]

اور امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ جب آیت کریمہ: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے اور آپ نے فرمایا: [يَافَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ! يَا صَفِيَّةُ بِنْتُ عَبْدِالْمُطَّلِبِ! يَابَنِي عَبْدِالْمُطَّلِبِ! لَاأَمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْئًا، سَلُونِي مِنْ مَّالِي مَا شِئْتُمْ] ''اے فاطمہ بنت محمد! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے بنی عبدالمطلب! میں تمھارے لیے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں، میرے مال میں سے جو چاہو مجھ سے مانگ لو۔''[3] اس کو امام مسلم ہی نے روایت کیا ہے بخاری نے نہیں۔[4]

اور امام احمد رحمہ اللہ ہی نے قبیصہ بن مخارق اور زہیر بن عمرو سے روایت کیا ہے، دونوں نے کہا کہ جب آیت: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ ﴾ نازل ہوئی تو آپ پہاڑ کی ایک چٹان پر سب سے اونچے پتھر پر کھڑے ہوگئے اور آپ نے اعلان کرنا شروع فرمایا: [يَابَنِي عَبْدِ مَنَافٍ، إِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ، إِنَّمَا مَثَلِي وَمَثَلُكُمْ! كَرَجُلٍ رَّأَى الْعَدُوَّ فَذَهَبَ يَرْبَأُ أَهْلَهُ فَخَشِيَ أَنْ يَّسْبِقُوهُ، فَجَعَلَ يُنَادِي وَيَهْتِفُ: يَا صَبَاحَاهُ] ''اے بنی عبد مناف! میں صرف ڈرانے والا ہوں، میری اور تمھاری مثال اس شخص کے مانند ہے جس نے دشمن کو دیکھ لیا ہو تو اس نے جا کر اپنے گھر والوں کو خبردار کرنا شروع کر دیا کیونکہ اسے خدشہ تھا کہیں دشمن اس سے پہلے ہی نہ پہنچ جائے، اس لیے اس نے پکار پکار کر یہ اعلان کرنا شروع کر دیا: یا صباحاہ!''[5] اسے امام مسلم اور نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔[6]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝ ﴾ ''اور (اللہ) سب پر غالب، نہایت مہربان پر بھروسا کریں۔'' اپنے تمام امور میں کیونکہ وہی آپ کا موید، حافظ، ناصر، کامیابی عطا فرمانے والا اور آپ کے کلمے کو بلند کرنے والا ہے۔ ﴿ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ ﴾ ''جو آپ کو جب آپ (تہجد کے وقت) اٹھتے ہیں دیکھتا ہے۔'' یعنی آپ کے ساتھ خصوصی اعتنا برتتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا ﴾ (الطور 48:52) ''اور آپ اپنے پروردگار کے حکم کے انتظار میں صبر کیے رہیں آپ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝ ﴾ سے مراد یہ ہے

---

[1] مسند أحمد: 307/1. [2] صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ ...... ﴾ (سبا 46:34)، حديث: 4801 وصحيح مسلم، الإيمان، باب في قوله تعالى: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ ﴾، حديث: 208 وجامع الترمذي، تفسير القرآن، باب ومن سورة تبت يدا، حديث: 3363 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب سورة المسد: 526/6، حديث: 11714. [3] مسند أحمد: 187/6. [4] صحيح مسلم، الإيمان، باب في قوله تعالى: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ ﴾، حديث: 205. [5] مسند أحمد: 60/5. [6] صحيح مسلم، الإيمان، باب في قوله تعالى: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ ﴾، حديث: 207 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ۝ ﴾: 423/6، حديث: 11379.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

هَلْ اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿221﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿222﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ

کیا میں تمھیں بتاؤں کس پر شیاطین نازل ہوتے ہیں؟﴿221﴾ وہ ہر جھوٹ گھڑنے والے، گناہ گار پر نازل ہوتے ہیں﴿222﴾ جو (شیطانوں کی طرف) کان لگاتے

وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿223﴾ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿224﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿225﴾

ہیں اور ان کے اکثر جھوٹے ہیں﴿223﴾ اور شاعروں کی پیروی گمراہ (لوگ) ہی کرتے ہیں﴿224﴾ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ بلاشبہ وہ (خیال کی) ہر وادی میں

وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿226﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا

بھٹکتے پھرتے ہیں﴿225﴾ اور بلاشبہ وہ (ایسی باتیں) کہتے ہیں، جو کرتے نہیں﴿226﴾ سوائے ان کے جو ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، اور اللہ کا

11 ع 36 15 وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿227﴾

بکثرت ذکر کیا، اور جب ان پر ظلم ہوا تو اس کے بعد انھوں نے بدلہ لیا، اور ظالم لوگ جلد جان لیں گے کہ کون سی پلٹنے کی (خوفناک) جگہ وہ پلٹیں گے﴿227﴾

کہ جب آپ نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ [1] عکرمہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آپ کے قیام، رکوع اور سجود کو دیکھتا ہے۔ [2] حسن کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب آپ تنہائی میں نماز پڑھتے ہیں تو وہ آپ کو دیکھتا ہے۔ [3] ضحاک کہتے ہیں کہ ﴿الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿218﴾﴾ کے معنی یہ ہیں کہ جب آپ اپنے بستر یا اپنی مجلس سے اٹھتے ہیں تو وہ آپ کو دیکھتا ہے۔ [4] اور قتادہ کہتے ہیں کہ ﴿الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿218﴾﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ آپ کو کھڑے، بیٹھے اور ہر حال میں دیکھتا ہے۔ [5] اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿219﴾﴾ ''اور نمازیوں میں آپ کے پھرنے کو بھی۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آپ کو اکیلے نماز پڑھتے ہوئے بھی دیکھتا ہے اور نمازیوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے بھی۔ [6] عکرمہ، عطاء خراسانی اور حسن بصری کا بھی یہی قول ہے۔ [7] اور فرمایا: ﴿اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿220﴾﴾ ''بے شک وہ بہت سننے والا، خوب جاننے والا ہے۔'' یعنی وہ اپنے بندوں کے اقوال کو سننے والا اور ان کی تمام حرکات و سکنات کو جاننے والا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ...... ﴾ الآیۃ (یونس 61:10) ''اور آپ جس حال میں بھی ہوتے ہیں یا قرآن میں سے کچھ بھی پڑھتے ہیں یا تم لوگ کوئی اور کام کرتے ہو جب اس میں مصروف ہوتے ہو، ہم تم پر شاہد ہوتے ہیں......''

تفسیر آیات :221-227

مشرکین کی افترا پردازی کی تردید: اللہ تعالیٰ نے ان مشرکین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا جنھوں نے یہ گمان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ جس قرآن کو لے کر آئے ہیں وہ حق نہیں ہے بلکہ اسے آپ نے از خود اپنی طرف سے بنایا ہے یا کسی جن نے آپ کو سکھایا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان آیات کریمہ میں اپنے رسول ﷺ کو ان کی باتوں اور افترا پردازیوں سے پاک قرار دیا

[1] تفسیر القرطبی:144/13. [2] تفسیر الطبری:151/19. [3] تفسیر ابن أبی حاتم:2828/9. [4] تفسیر ابن أبی حاتم:2828/9. [5] تفسیر ابن أبی حاتم:2828/9. [6] تفسیر ابن أبی حاتم: 2829/9. [7] تفسیر الطبری: 152,151/19.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا کہ آپ جس قرآن کو لے کر آئے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے ہے اور یہ اس کی وحی وتنزیل ہے، اسے ایک کریم، امین اور عظیم فرشتہ لے کر نازل ہوا ہے، یہ شیاطین کی طرف سے نازل کردہ نہیں ہے کیونکہ انھیں تو قرآن عظیم جیسی کتاب سے کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے وہ تو اپنے جیسے جھوٹے لوگوں اور کاہنوں وغیرہ پر نازل ہوتے ہیں، اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا: ﴿هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَن تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ﴿221﴾ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ﴿222﴾﴾ ”اچھا میں تمھیں بتاؤں کہ شیطان کس پر اترتے ہیں؟ ہر جھوٹے گناہ گار پر اترتے ہیں۔“ ﴿أَفَّاكٍ﴾ کے معنی ہیں جو بات کرنے میں بے حد جھوٹا ہو اور ﴿أَثِيمٍ ﴿222﴾﴾ اسے کہتے ہیں جو اپنے افعال میں فاجر وفاسق ہو تو اس طرح کے فاجر وفاسق اور جھوٹے کاہنوں پر شیطان نازل ہوتے ہیں کیونکہ شیطان بھی انھیں کی طرح کاذب وفاسق ہیں۔

﴿يُلْقُونَ السَّمْعَ﴾ ”وہ سنی ہوئی بات (اس کے کان میں) لا ڈالتے ہیں۔“ یعنی آسمان سے بات کو چرا لیتے ہیں، علم غیب کی کوئی بات سنتے ہیں اور اس کے ساتھ سو جھوٹ اپنی طرف سے ملا لیتے ہیں، پھر انھیں اپنے انسان دوستوں (کاہنوں) کے کانوں میں ڈال دیتے ہیں، وہ کاہن لوگوں سے ان باتوں کو بیان کرتے تو وہ آسمان سے سنی ہوئی اس ایک سچی بات کی وجہ سے انھیں سچا سمجھتے ہیں جیسا کہ اس صحیح حدیث میں ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، انھوں نے بیان کیا کہ کچھ لوگوں نے نبی ﷺ سے کاہنوں کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: [إِنَّهُمْ لَيْسُوا بِشَيْءٍ] ”وہ کچھ نہیں ہیں۔“ لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! بسا اوقات وہ بات کرتے ہیں اور وہ بات صحیح ہوتی ہے؟ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيُقَرْقِرُهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ كَقَرْقَرَةِ الدَّجَاجَةِ، فَيَخْلِطُونَ فِيهِ أَكْثَرَ مِنْ مِّائَةِ كَذْبَةٍ] ”یہ سچی بات وہ ہوتی ہے جو جن نے آسمان سے سنی ہوتی ہے اور وہ اسے اپنے دوست (کاہن) کے کان میں اس طرح ڈال دیتا ہے جس طرح مرغی کڑ کڑاتی ہے اور وہ اس کے ساتھ سو سے بھی زیادہ جھوٹ ملا لیتے ہیں۔“ ①

اور امام بخاری رحمہ اللہ ہی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِذَا قَضَى اللّٰهُ الْأَمْرَ فِي السَّمَاءِ، ضَرَبَتِ الْمَلَائِكَةُ بِأَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِّقَوْلِهِ، كَأَنَّهُ سِلْسِلَةٌ عَلٰى صَفْوَانٍ، فَإِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوبِهِمْ قَالُوا: مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟۔ قَالُوا لِلَّذِي، قَالَ۔: اَلْحَقَّ، وَهُوَالْعَلِيُّ الْكَبِيرُ، فَيَسْمَعُهَا مُسْتَرِقُ السَّمْعِ وَمُسْتَرِقُوالسَّمْعِ هٰكَذَابَعْضُهُ فَوْقَ بَعْضٍ۔ وَّصَفَهُ سُفْيَانُ بِكَفِّهٖ فَحَرَفَهَا وَبَدَّدَ بَيْنَ أَصَابِعِهٖ۔ فَيَسْمَعُ الْكَلِمَةَ فَيُلْقِيهَا إِلٰى مَنْ تَحْتَهُ، ثُمَّ يُلْقِيهَا الْآخَرُ إِلٰى مَنْ تَحْتَهُ، حَتّٰى يُلْقِيَهَاعَلٰى لِسَانِ السَّاحِرِأَوِالْكَاهِنِ، فَرُبَّمَا أَدْرَكَ الشِّهَابُ قَبْلَ أَنْ يُّلْقِيَهَا، وَرُبَّمَا أَلْقَاهَا قَبْلَ أَنْ يُّدْرِكَهُ، فَيَكْذِبُ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ، فَيُقَالُ: أَلَيْسَ قَدْ قَالَ

① صحيح البخاري، التوحيد، باب قراءة الفاجر والمنافق......، حديث: 7561 و صحيح مسلم، السلام، باب تحريم الكهانة وإتيان الكهان، حديث: (123)-2228.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

لَنَا يَوْمَ كَذَا وَ كَذَا: كَذَا وَ كَذَا؟ فَيُصَدَّقُ بِتِلْكَ الْكَلِمَةِ الَّتِي سُمِعَتْ مِنَ السَّمَاءِ]

''جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کسی کام کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے اللہ تعالیٰ کے فرمان کی اطاعت میں اپنے پروں کو اس طرح پھڑ پھڑاتے ہیں جس طرح پتھر پر زنجیر لگ رہی ہو، جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوتی ہے تو وہ کہتے ہیں کہ تمھارے رب نے کیا فرمایا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ حق فرمایا ہے اور وہ عالی رتبہ اور گرامی قدر ہے۔ بات چوری کرنے والا اس (بات) کو سن لیتا ہے اور بات چرانے والے شیاطین ایک دوسرے کے اوپر اس طرح ہوتے ہیں۔ سفیان نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اسے اس طرح بیان کیا کہ انھوں نے ہاتھ کو موڑا (مائل کیا) اور اپنی انگلیوں کے درمیان فاصلہ رکھا۔ وہ سنی ہوئی بات کو نیچے والے تک پہنچا دیتا ہے اور وہ اسے اپنے سے نیچے والے تک پہنچا دیتا ہے حتی کہ وہ اسے جادوگر یا کاہن کی زبان پر ڈال دیتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ نیچے کے شیطان تک بات پہنچانے سے قبل شہاب ثاقب اسے دبوچ لیتا ہے اور کبھی شہاب ثاقب کی گرفت میں آنے سے پہلے وہ اسے کاہن تک پہنچا دیتا ہے اور وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا لیتا ہے، پس کہا جاتا ہے اس نے فلاں فلاں دن وہ بات نہیں کہی تھی، یعنی اس ایک کلمے کی وجہ سے جو آسمان سے سنا گیا ہوتا ہے اسے سچا سمجھا جاتا ہے۔''[1] اس روایت کو صرف امام بخاری نے بیان فرمایا ہے امام مسلم نے اسے روایت نہیں کیا۔

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [اَلْمَلَائِكَةُ تَحَدَّثُ فِي الْعَنَانِ۔ وَالْعَنَانُ: الْغَمَامُ۔ بِالْأَمْرِ يَكُونُ فِي الْأَرْضِ فَتَسْمَعُ الشَّيَاطِينُ الْكَلِمَةَ فَتَقُرُّهَا فِي آذَانِ الْكَاهِنِ كَمَا تُقَرُّ الْقَارُورَةُ فَيَزِيدُونَ مَعَهَا مِائَةَ كَذْبَةٍ] ''بے شک فرشتے بادل میں اس امر کے بارے میں باتیں کرتے ہیں جو زمین میں رونما ہونے والا ہوتا ہے، شیاطین فرشتوں کی ان باتوں کو سن لیتے ہیں اور انھیں کاہن کے کان میں ڈال دیتے ہیں جس طرح کہ شیشی میں کوئی چیز ڈال دی جاتی ہے اور وہ اس میں سو جھوٹ کا اضافہ کر دیتے ہیں۔''[2]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شاعر کہنے کی تردید: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴾ ''اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ کفار گمراہ انسانوں اور جنوں کی پیروی کرتے ہیں۔[3] مجاہد اور عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم اور دیگر ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔[4] عکرمہ کہتے ہیں کہ دو شاعر تھے جو ایک دوسرے کی ہجو کیا کرتے تھے، کچھ لوگ ایک کی مدد کرتے اور کچھ لوگ دوسرے کی مدد کیا کرتے تھے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴾ ''اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں۔''[5] اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴾ ''کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب: ﴿ حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ ...... ﴾ (سبا 34:23)، حديث: 4800. ② صحيح البخاري، بدء الخلق، باب صفة إبليس وجنوده......، حديث: 3288. ③ تفسير الطبري: 156/19. ④ تفسير الطبري: 156,155/19. ⑤ تفسير ابن أبي حاتم: 2832/9.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

میں سر مارتے پھرتے ہیں۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ ہر لغو کام میں مبتلا رہتے ہیں۔[1] ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ وہ ہر طرح کی باتوں میں مصروف رہتے ہیں۔[2] مجاہد وغیرہ کا بھی یہی قول ہے۔[3]

﴿ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴾ ''اور بلاشبہ وہ (ایسی باتیں) کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں۔'' عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دو شخص تھے ان میں سے ایک انصار میں سے تھا اور دوسرا کسی اور قوم سے تھا، دونوں ایک دوسرے کی ہجو کر رہے تھے، ہر ایک کے ساتھ اس کی قوم کے گمراہ لوگ بھی تھے، اُنھیں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیات کریمہ نازل فرمادیں۔ ﴿ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿224﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِيْ كُلِّ وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿225﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿226﴾ ﴾ ''اور شاعروں کی پیروی گمراہ لوگ کیا کرتے ہیں، کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر وادی میں سر مارتے پھرتے ہیں اور بلاشبہ وہ (ایسی باتیں) کہتے ہیں جو وہ کرتے نہیں۔''[4] مراد یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن پر یہ قرآن نازل کیا گیا ہے کاہن اور شاعر نہیں ہیں کیونکہ کئی وجوہ سے آپ ان سے بالکل مختلف ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴾ (یٰس 69:36) ''اور ہم نے اس (پیغمبر) کو شعر گوئی نہیں سکھائی اور نہ وہ اسے شایاں ہے۔ یہ تو محض نصیحت اور صاف صاف قرآن ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ﴿ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ﴿ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (الحآقۃ 69:40-43) ''کہ یہ (قرآن) فرشتہ عالی مقام کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں مگر تم لوگ بہت ہی کم ایمان لاتے ہو اور نہ کسی کاہن کا قول ہے لیکن تم لوگ بہت ہی کم نصیحت پکڑتے ہو، یہ پروردگار عالم کا اتارا ہوا ہے۔''

شعرائے اسلام اس سے مستثنیٰ ہیں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔'' محمد بن اسحاق نے یزید بن عبداللہ بن قسیط سے اور انھوں نے تمیم داری کے آزاد کردہ غلام ابوالحسن سالم براد سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: ﴿ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿224﴾ ﴾ تو حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن مالک روتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ آیت نازل فرمائی تو اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ ہم شاعر ہیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اگلی آیت تلاوت فرمائی: ﴿ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ﴾ ''مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے۔'' آپ نے فرمایا: [أَنْتُمْ] ''یہ لوگ تم ہو۔'' ﴿ وَذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا ﴾ ''اور اللہ کو بہت یاد کرتے رہے۔'' فرمایا: [أَنْتُمْ] ''یہ لوگ تم ہو۔'' ﴿ وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ۭ ﴾ ''اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انتقام لیا۔'' فرمایا: [أَنْتُمْ] ''یہ لوگ تم ہو۔'' اسے ابن ابوحاتم اور ابن جریر نے بروایت ابن اسحاق

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 2833/9. [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 2833/9. [3] تفسیر الطبری: 156/19 وتفسیر ابن أبي حاتم: 2833/9. [4] تفسیر الطبری: 155/19.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بیان کیا ہے۔[1] لیکن یہ سورت مکی ہے تو ان آیات کے نزول کا سبب انصار کے شعراء کس طرح ہو سکتے ہیں؟ لہٰذا بات محل نظر ہے اور اس سلسلے میں جو روایات پیش کی گئی ہیں وہ مرسل اور نا قابل اعتماد ہیں۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

اس استثناء میں شعرائے انصار اور دیگر شعراء شامل ہیں حتی کہ زمانہ جاہلیت کے وہ شعراء بھی اس میں داخل ہیں جو پہلے اسلام اور مسلمانوں کی مذمت کیا کرتے تھے مگر بعد میں انھوں نے توبہ کر کے اس سے رجوع کر لیا اور نیک عمل شروع کر دیے اور اپنی پچھلی بری باتوں کے مقابلے میں انھوں نے اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا، اس لیے کہ نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ پہلی باتوں کی تلافی کے طور پر اب انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کی تعریف شروع کر دی تھی جیسا کہ عبداللہ بن زبعری نے مشرف بہ اسلام ہوتے وقت کہا تھا:

يَارَسُولَ الْمَلِيكِ إِنَّ لِسَانِي　　　رَاتِقٌ مَّا فَتَقْتُ إِذْ أَنَا بُورٌ
إِذْ أُبَارِي الشَّيْطَانَ فِي سَنَنِ　　　الْغَيِّ وَمَنْ مَّالَ مَيْلَهُ مَثْبُورٌ

”اے مالک (اللہ) کے رسول! بلاشبہ میری زبان اس نقصان کی تلافی کر رہی ہے جو میں نے خود کیا تھا (جس ردائے پاکیزہ کو میں نے رخنہ رخنہ کیا تھا میری زبان ہی اسے پیوند لگا رہی ہے) میں سرکشی کے راستے پر شیطان کے پہلو بہ پہلو تھا اور جو اس کے جھکاؤ کے ساتھ جھک گیا وہ ہلاک ہو گیا۔“[2]

اسی طرح ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب بھی نبی اکرم ﷺ کا سخت دشمن تھا یہ آپ کا برادر عم زاد ہونے کے باوجود آپ کی بہت ہجو کیا کرتا تھا لیکن یہ مسلمان ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ سے بڑھ کر کوئی اس کی نظر میں محبوب نہ تھا، پہلے یہ آپ کی ہجو کیا کرتا تھا اب اس نے آپ کی مدح میں شعر کہنا شروع کر دیے تھے، پہلے سخت دشمن تھا اور اب دلی دوست بن گیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿ وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ﴾ ”اور اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد انتقام لیا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اب انھوں نے ان کافروں کی تردید شروع کر دی ہے جو مومنوں کی ہجو کیا کرتے تھے۔[3] مجاہد، قتادہ اور دیگر ائمۂ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[4] صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ حسان سے فرماتے: [اُهْجُهُمْ أَوْقَالَ: هَاجِهِمْ وَجِبْرِيلُ مَعَكَ] ”کافروں کی ہجو کرو۔ یا آپ نے یہ فرمایا: ان کی ہجو کرو، جبریل تمھارے ساتھ ہیں۔“[5]

امام احمد نے کعب بن مالک سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے شعراء کے بارے میں نازل فرمایا ہے جو نازل فرمایا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهِ وَلِسَانِهِ، وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ! لَكَأَنَّ مَا تَرْمُونَهُمْ بِهِ نَضْحُ النَّبْلِ] ”بے شک مومن اپنی تلوار اور اپنی زبان کے ساتھ جہاد کرتا

[1] تفسير الطبري: 157/19 و تفسير ابن أبي حاتم: 2836,2835/9. [2] السيرة النبوية لابن هشام، ذكر الأسباب الموجبة المسير إلى مكة......: 61/4. [3] تفسير الطبري: 158/19. [4] تفسير الطبري: 159,158/19. [5] صحيح البخاري، الأدب، باب هجاء المشركين، حديث: 6153 و صحيح مسلم، فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضي الله عنه، حديث: 2486 عن البراء بن عازب رضي الله عنه.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

ہے، اس ذات گرامی کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ان کی جو ہجو کرتے ہو تو یہ ایسے ہے جیسے ان پر تیر اندازی کی جارہی ہو۔''[1]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴾ ''اور ظالم عنقریب جان لیں گے کہ وہ کون سی جگہ لوٹ کر جائیں گے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ ...... ﴾ الآیة (المؤمن 52:40) ''جس دن ظالموں کو ان کی معذرت کچھ فائدہ نہ دے گی ......'' اور صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [إِيَّاكُمْ وَالظُّلْمَ، فَإِنَّ الظُّلْمَ ظُلُمَاتٌ يَّوْمَ الْقِيَامَةِ] ''اپنے آپ کو ظلم کرنے سے بچاؤ کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرا بن جائے گا۔''[2] قتادہ بن دعامہ اس مذکورہ آیت کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ اس میں ظالم سے شعراء اور غیر شعراء سبھی مراد ہیں۔

سورۂ شعراء کی تفسیر مکمل ہوئی۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ.

[1] مسند أحمد:387/6. [2] صحيح البخاري، المظالم، باب: الظلم ظلمات يوم القيامة، حديث:2447 وصحيح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحريم الظلم، حديث: 2578 ومسند أحمد:106/2 واللفظ له عن ابن عمر ﷺ.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سورۂ نمل

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ① هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ② الَّذِيْنَ

طٰسٓ، یہ قرآن اور واضح کتاب کی آیات ہیں ① (یہ) ہدایت اور بشارت ہے (ان) مومنوں کے لیے ② جو نماز قائم کرتے ہیں،

يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ③ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

اور زکاۃ دیتے ہیں، اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں ③ بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، ہم نے ان کے لیے ان کے اعمال

بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ④ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ

پرکشش بنا دیے ہیں، لہٰذا وہ بھٹکتے پھرتے ہیں ④ وہی لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے اور آخرت میں بھی وہی زیادہ خسارے

وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ⑤ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ⑥

میں ہوں گے ⑤ اور (اے نبی!) بلاشبہ آپ کو تو ایک کمال حکمت والے، خوب جاننے والے کی طرف سے یہ قرآن سکھایا جاتا ہے ⑥

تفسیر آیات:1-6

قرآن مجید مومنوں کے لیے ہدایت و بشارت ہے: بعض سورتوں کے آغاز میں جو حروف مقطعات ہیں ان کے بارے میں بحث سورۂ بقرہ کی تفسیر میں ہو چکی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ① هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ② ﴾ ”یہ قرآن اور کتاب روشن کی آیتیں ہیں، مومنوں کے لیے ہدایت اور بشارت ہیں۔“ یعنی قرآن سے ہدایت اور بشارت اسے حاصل ہوتی ہے جو اس پر ایمان لائے، اس کی اتباع اور تصدیق کرے، اس کے مطابق عمل کرے، فرض نماز کا اہتمام کرے اور زکاۃ ادا کرے، آخرت، بعث بعد الموت، اچھے اور برے اعمال کی جزا و سزا اور جنت اور دوزخ پر ایمان رکھے جیسا کہ فرمایا: ﴿ قُلْ هُوَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هُدًى وَّشِفَآءٌ ۭ وَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ فِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرٌ وَّهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۭ اُولٰٓئِكَ يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ ﴾ (حٰمٓ السجدة 41:44) ”کہہ دیجیے: جو ایمان لاتے ہیں ان کے لیے (یہ) ہدایت اور شفا ہے اور جو ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں گرانی (بہرا پن) ہے اور ان کے حق میں (موجب) نابینائی ہے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ

(وہ وقت یاد کریں) جب موسیٰ نے اپنی اہلیہ سے کہا: بے شک میں نے آگ دیکھی ہے، میں ابھی تمھارے پاس وہاں سے کوئی خبر یا سلگتا انگارا لاؤں گا، تاکہ تم

تَصْطَلُوْنَ ⑦ فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ

تاپو⑦ چنانچہ جب موسیٰ اس (آگ) کے پاس پہنچا تو اسے آواز دی گئی کہ مبارک ہے وہ جو اس آگ (نور) میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے، اور اللہ

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ⑧ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۙ⑨ وَاَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ

رب العالمین پاک ہے⑧ اے موسیٰ! بلاشبہ وہ میں ہی اللہ ہوں، نہایت غالب، خوب حکمت والا⑨ اور اپنا عصا ڈال دے، چنانچہ جب (موسیٰ نے عصا ڈالا

كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ ۣ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ

اور) اسے دیکھا کہ وہ حرکت کر رہا ہے گویا کہ وہ سانپ ہے تو پیٹھ پھیر کر پلٹا اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا، (اللہ نے فرمایا:) اے موسیٰ! مت ڈر، بلاشبہ میرے

الْمُرْسَلُوْنَ ⑩ۖ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ⑪ وَاَدْخِلْ

حضور میں رسول ڈرا نہیں کرتے⑩ مگر جس نے ظلم کیا، پھر اس نے برائی کے بعد (برے اعمال کو) بدل کر نیکی کی، تو بلاشبہ میں بڑا بخشن ہار، نہایت مہربان

يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ۣ فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ

ہوں⑪ اور اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں داخل کر، وہ سفید (چمکتا ہوا) بے عیب نکلے گا، یہ ان نو نشانیوں (معجزات) میں سے ہے (جن کے ساتھ تمھیں) فرعون

كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ⑫ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۚ⑬ وَجَحَدُوْا

اور اس کی قوم کی طرف (بھیجا گیا ہے۔) بے شک وہ نافرمان لوگ ہیں⑫ پھر جب ان کے پاس ہمارے واضح روشن معجزات پہنچے تو انھوں نے کہا: یہ تو کھلا

بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ⑭ع ع 1/14/16

جادو ہے⑬ اور انھوں نے ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کا انکار کر دیا، جبکہ ان کے دلوں نے ان کا یقین کر لیا تھا۔ پھر دیکھیے فسادیوں کا انجام کیسا ہوا؟⑭

(گرانی کے سبب) ان کو دور جگہ سے آواز دی جاتی ہے۔''

اور فرمایا: ﴿لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَتُنْذِرَ بِهٖ قَوْمًا لُّدًّا ۝﴾ (مریم 97:19) ''تاکہ آپ اس سے پرہیزگاروں کو خوش خبری پہنچا دیں اور جھگڑالو قوم کو ڈرائیں۔'' اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ﴾ ''بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔'' یعنی اس کی تکذیب کرتے اور اس کے وقوع کو بعید سمجھتے ہیں۔ ﴿زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُوْنَ ۝④﴾ ''ہم نے ان کے اعمال ان کے لیے آراستہ کر دیے ہیں تو وہ سرگرداں ہو رہے ہیں۔'' یعنی جس حالت میں وہ ہیں اسے ہم نے ان کی نگاہ میں اچھا بنا دیا ہے، ان کی سرکشی کو بڑھا دیا ہے اور وہ اپنی گمراہی میں حیران و پریشان ہیں اور یہ سزا ہے اس بات کی کہ انھوں نے آخرت کی تکذیب کی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝﴾ (الأنعام 110:6) ''اور ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے تو جیسے یہ اس (قرآن) پر پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے (ویسے پھر نہ لائیں گے) اور ہم ان کو چھوڑ دیں گے کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔'' ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ﴾ ''یہی لوگ ہیں جن کے لیے برا عذاب ہے۔'' دنیا و آخرت میں۔ ﴿وَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ۝⑤﴾

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''اور آخرت میں بھی وہی سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہیں۔'' یعنی اہل محشر میں اپنے آپ کو اور اپنے مالوں کو گھاٹے میں ڈالنے والے ان کے سوا اور کوئی نہیں ہوں گے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ۝ ﴾ ''اور بے شک آپ کو قرآن (اللہ) بڑی حکمت والے، خوب جاننے والے کی طرف سے عطا کیا جاتا ہے۔'' جو اپنے امر و نہی میں بڑا حکیم اور چھوٹے بڑے تمام امور کو خوب جاننے والا ہے، اس کی خبر سراپا صدق اور اس کا حکم مکمل عدل ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ﴾ (الأنعام 115:6) ''اور آپ کے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں۔''

تفسیر آیات:7-14

موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور فرعون کا انجام: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ سے فرمایا اور آپ کو موسیٰ علیہ السلام کا قصہ یاد دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح انھیں منتخب فرمایا، ہم کلامی کے شرف سے نوازا، ان سے سرگوشیاں کیں، انھیں فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف مبعوث فرمایا مگر ان لوگوں نے انکار کر دیا، کفر کیا اور از راہِ تکبر و غرور ان کی اطاعت و اتباع سے انکار کر دیا تھا۔ فرمایا: ﴿ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ ﴾ ''جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا۔'' یعنی اس وقت کو یاد کرو جب موسیٰ اپنے گھر والوں کے ساتھ جا رہے تھے مگر راستہ بھول گئے کیونکہ رات کا وقت تھا اور رات بھی اندھیری تھی، پھر انھوں نے طور کی طرف آگ دیکھی جو بھڑک رہی اور شعلے مار رہی تھی تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے گھر والوں سے کہا: ﴿ اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ۭ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ۝ ﴾ ''بے شک میں نے آگ دیکھی ہے میں وہاں سے (رستے کا) پتا لاتا ہوں یا سلگتا ہوا انگارا تمھارے پاس لاتا ہوں تاکہ تم تاپو۔'' اور اس سے گرمی حاصل کرو اور معاملہ ایسے ہی ہوا جیسے انھوں نے کہا تھا، آپ واپس آئے تو آپ کے پاس ایک عظیم الشان خبر تھی اور وہاں سے آپ زبردست نور بھی لے کر آئے تھے، چنانچہ فرمایا: ﴿ فَلَمَّا جَاۗءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ﴾ ''تو جب موسیٰ (علیہ السلام) اس کے پاس آئے تو ندا دی گئی کہ اسے جو آگ میں ہے اور اسے جو آگ کے اردگرد ہے برکت دی گئی ہے۔''

موسیٰ جب وہاں پہنچے تو انھوں نے بہت زبردست اور عظیم الشان منظر دیکھا کہ آگ سبز درخت سے بھڑک رہی اور شعلے مار رہی ہے، آگ کے بھڑکنے اور شعلے مارنے میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور اس سے اس درخت کی سرسبزی و شادابی میں بھی اضافہ ہوتا جا رہا ہے، پھر انھوں نے سر اوپر اٹھایا تو دیکھا کہ اس آگ کی روشنی آسمان کی بلندیوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ نے فرمایا کہ حقیقت میں یہ آگ نہیں تھی بلکہ نور برس رہا تھا۔[1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ یہ اللہ رب العالمین کا نور تھا۔[2] موسیٰ علیہ السلام اس عظیم الشان منظر کو دیکھ کر تعجب کا اظہار کر رہے تھے کہ دریں اثنا ﴿ نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ ﴾ ''ندا دی گئی کہ وہ جو آگ میں ہے اسے برکت دی گئی ہے۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما

[1] تفسیر الطبری:163/19. [2] تفسیر الطبری:163/19.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بہت مقدس ہے۔[1] ﴿ وَ مَنْ حَوْلَهَا ﴾ ''اور وہ جو آگ کے اردگرد ہے۔'' یعنی فرشتوں میں سے جو وہاں موجود ہے۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، عکرمہ، سعید بن جبیر، حسن اور قتادہ رحمہم اللہ کا قول ہے۔[2] ﴿ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ ''اور اللہ جو تمام عالم کا پروردگار ہے پاک ہے۔'' وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، مخلوق میں سے کوئی اس کے مشابہ نہیں ہے، کوئی چیز اس کی مصنوعات کا احاطہ نہیں کر سکتی، وہ عالی مرتبہ اور جلیل القدر اپنی تمام مخلوقات سے جدا ہے، زمین وآسمان اس کا گھیراؤ نہیں کر سکتے، وہ احد وصمد اور مخلوقات کی مماثلت سے پاک ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يٰمُوْسٰۤى اِنَّهٗۤ اَنَا اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ ﴾ ''اے موسیٰ! میں ہی اللہ ہوں نہایت غالب، بڑا دانا۔'' اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بتلا دیا کہ وہ ذات جو ان سے مخاطب اور ہم کلام ہے وہ اللہ رب العالمین ہے جو ہر چیز پر غالب اور اپنے تمام اقوال وافعال میں حکیم ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے انھیں حکم دیا کہ ہاتھ میں پکڑی ہوئی لاٹھی ڈال دیں تاکہ آپ کے سامنے واضح دلیل ظاہر ہو جائے کہ وہ فاعل مختار اور ہر چیز پر قادر ہے۔ موسیٰ نے اپنے ہاتھ سے جب اس لاٹھی کو ڈالا تو وہ فوراً ایک بہت بڑے اور خوفناک اژدہا کی صورت میں بدل گئی جو بہت بڑا اور انتہائی تیز رفتار تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ ﴾ ''پھر جب اسے دیکھا تو اس طرح ہل رہی تھی گویا سانپ ہے۔'' جانّ سانپوں کی ایک ایسی قسم ہے جو سانپوں میں سے سب سے سریع الحرکت ہوتی ہے۔ موسیٰ نے جب اسے دیکھا تو ﴿ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّ لَمْ يُعَقِّبْ ﴾ ''وہ پیٹھ پھیر کر بھاگے اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔'' شدید خوف کی وجہ سے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ يٰمُوْسٰى لَا تَخَفْ اِنِّيْ لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُوْنَ ۝ ﴾ ''اے موسیٰ! ڈرو مت، ہمارے پاس پیغمبر ڈرا نہیں کرتے۔'' یعنی تم نے جو دیکھا ہے اس سے ڈرو مت، میں تو تمھیں رسول کے طور پر منتخب کرنا اور ایک معزز نبی بنانا چاہتا ہوں۔

﴿ اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ ﴾ ''ہاں، جس نے ظلم کیا، پھر برائی کے بعد اسے نیکی سے بدل دیا تو یقیناً میں بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہوں۔'' یہ استثنا منقطع ہے۔ اس میں انسانوں کے لیے عظیم بشارت ہے کہ جو کوئی برا کام کرے، پھر اس سے باز آ جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے، توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَ اِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَ اٰمَنَ وَ عَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ 20:82) ''اور جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے، پھر سیدھے رستے پر چلے، اس کو میں بخش دینے والا ہوں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ ﴾ (النسآء 4:110) ''اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کرے، پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان پائے گا۔'' اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

بعد ازاں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ وَ اَدْخِلْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ﴾ ''اور

[1] تفسير الطبرى: 163/19 . [2] تفسير الطبرى: 165,164/19 وتفسير ابن أبى حاتم: 2847,2846/9 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ

اور بلاشبہ ہم نے داود اور سلیمان کو (خاص) علم دیا تھا، اور ان دونوں نے کہا: تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے جس نے ہمیں اپنے

عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑮ وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ وَقَالَ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ

بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی ⑮ اور داود کا وارث سلیمان بنا اور اس نے کہا: اے لوگو! ہمیں پرندوں کی بولی سکھائی گئی

الطَّيْرِ وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ؕ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ⑯ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ

ہے، اور ہمیں ہر چیز دی گئی ہے، بلاشبہ یہ تو صاف صاف (اللہ کا) فضل ہے ⑯ اور سلیمان کے پاس اس کے سارے لشکر، جنوں،

جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ⑰ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ

انسانوں اور پرندوں میں سے جمع کیے گئے، پھر وہ الگ الگ تقسیم کیے جاتے تھے ⑰ حتی کہ جب وہ چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے،

قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ وَهُمْ

تو ایک چیونٹی نے کہا: اے چیونٹیو! تم اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ، کہیں سلیمان اور اس کے لشکر تمھیں کچل نہ ڈالیں، جبکہ وہ (اس کا)

لَا يَشْعُرُوْنَ ⑱ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ

شعور بھی نہ رکھتے ہوں ⑱ چنانچہ سلیمان اس (چیونٹی) کی بات پر مسکرا کر ہنس دیے اور کہا: اے میرے رب! مجھے توفیق دے کہ میں

الَّتِيْۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ

تیری اس نعمت کا شکر کروں جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر انعام کی ہے، اور اس بات کی بھی کہ میں ایسے نیک کام کروں جو تو

فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ⑲

پسند کرے، اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل کر ⑲

اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈالو، بے عیب سفید نکلے گا۔'' یہ دوسری نشانی اور واضح دلیل ہے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کے فاعل مختار ہونے کی اور اس کی صداقت کی جس کے لیے یہ معجزہ بنایا گیا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ اپنے ہاتھ کو اپنی قمیص کے گریبان میں داخل کریں جب وہ اسے اس میں داخل کر کے باہر نکالیں گے تو وہ اس طرح سفید چمکدار ہوگا گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے اور بجلی کی طرح جگمگا رہا ہوگا۔ ﴿فِيْ تِسْعِ اٰيٰتٍ﴾ ''نو معجزوں میں۔'' یعنی یہ دو معجزے ان نو معجزوں میں داخل ہیں جن کے ساتھ میں تمھاری تائید کروں گا اور جنھیں تمھاری نبوت کی دلیل بنا دوں گا، ﴿اِلٰى فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ⑫﴾ '' فرعون اور اس کی قوم کی طرف، بے شک وہ بدکردار لوگ ہیں۔'' یہ وہی نو نشانیاں ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ﴾ (بنیٓ إسرآءیل 101:17) ''اور البتہ تحقیق ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو نو کھلی نشانیاں دیں۔'' اور ان نو نشانیوں کی تفصیل اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں بیان کی جا چکی ہے۔[1]

[1] دیکھیے عنوان: ''موسیٰ علیہ السلام کی نو نشانیاں''

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ اٰيٰتُنَا مُبْصِرَةً﴾ ''پھر جب ان کے پاس ہماری روشن نشانیاں پہنچیں۔'' ﴿مُبْصِرَةً﴾ کے معنی روشن، واضح اور ظاہر کے ہیں۔ ﴿قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿13﴾﴾ ''وہ کہنے لگے: یہ تو صریح جادو ہے۔'' اور اپنے جادو کے ساتھ انھوں نے اس کا مقابلہ کرنا چاہا مگر وہ مغلوب اور ذلیل و رسوا ہو گئے، ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا﴾ ''اور ان سے انکار کیا۔'' بظاہر انکار کیا لیکن ﴿وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ﴾ ''ان کے دل مان چکے تھے۔'' یعنی دلوں میں انھوں نے مان لیا تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے لیکن انھوں نے انکار کیا اور عناد اور دشمنی کی روش کو اختیار کیا ﴿ظُلْمًا وَّعُلُوًّا ؕ﴾ ''بے انصافی اور غرور کی وجہ سے۔'' کیونکہ ظلم کی ملعون عادت ان کی طبیعت ثانیہ بن چکی تھی اور تکبر و غرور کی وجہ سے انھوں نے حق کی اتباع نہ کی۔

﴿فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿14﴾﴾ ''سو دیکھیے کہ فساد کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا!'' یعنی اے محمد (ﷺ!) دیکھیں کہ ان لوگوں کا انجام کیسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ہلاک کر دیا۔ تمام کے تمام لوگوں کو ایک صبح غرق کر دیا اور اس قصے کے بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ محمد ﷺ کی تکذیب کرنے والو! اور آپ کے لائے ہوئے دین و شریعت کا انکار کرنے والو! ڈر جاؤ، کہیں تمھارا بھی وہ انجام نہ ہو جو ان لوگوں کا ہوا تھا کیونکہ تم تو اس انجام کے زیادہ مستحق ہو، اس لیے کہ محمد ﷺ موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ اشرف و اعظم ہیں اور آپ کے دلائل و براہین موسیٰ علیہ السلام کے دلائل سے زیادہ واضح اور قوی ہیں، پھر ان دلائل و براہین کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اخلاق کریمانہ عطا فرمائے، سابقہ انبیاء علیہم السلام نے آپ کے بارے میں بشارتیں دیں اور آپ کے بارے میں ان سے عہد و پیمان بھی لیے تھے۔ عَلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَامِ.

تفسیر آیات: 15-19

داود و سلیمان علیہما السلام کا ذکر: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے بندوں اور نبیوں داود اور ان کے بیٹے سلیمان علیہما السلام کو زبردست نعمتوں، عظیم الشان نوازشوں اور خوب صورت صفات سے نوازا تھا، انھیں دنیا کی حکومت و بادشاہت اور دین میں نبوت و رسالت عطا فرمائی اور اس طرح انھیں دنیا و آخرت کی سعادتوں اور کامرانیوں سے سرفراز فرما دیا تھا، اسی لیے فرمایا:

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿15﴾﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے داود اور سلیمان کو علم بخشا اور انھوں نے کہا کہ اللہ کا شکر ہے جس نے ہمیں اپنے بہت سے مومن بندوں پر فضیلت دی۔'' اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَوَرِثَ سُلَيْمٰنُ دَاوٗدَ﴾ ''اور سلیمان داود کے وارث بنے۔'' بادشاہت اور نبوت میں، یہاں مال کی وراثت مراد نہیں ہے کیونکہ اگر مقصود مالی وراثت ہوتی تو پھر داود علیہ السلام کی تمام اولاد میں سے صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کا بطور خاص ذکر نہ کیا جاتا، ان کی باقی اولاد کا بھی ذکر کیا جاتا۔ یاد رہے! حضرت داود کی تو ایک سو بیویاں تھیں، بہرحال یہاں مراد ملک و نبوت کی وراثت ہے کیونکہ انبیاء کا مال ان کے وارثوں میں تقسیم نہیں ہوتا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: [(نَحْنُ مَعَاشِرُ الْأَنْبِيَاءِ) لَا نُوْرَثُ مَاتَرَكْنَا(هُ) فَهُوَ صَدَقَةٌ] ''ہم گروہ انبیاء کا مال بطورِ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

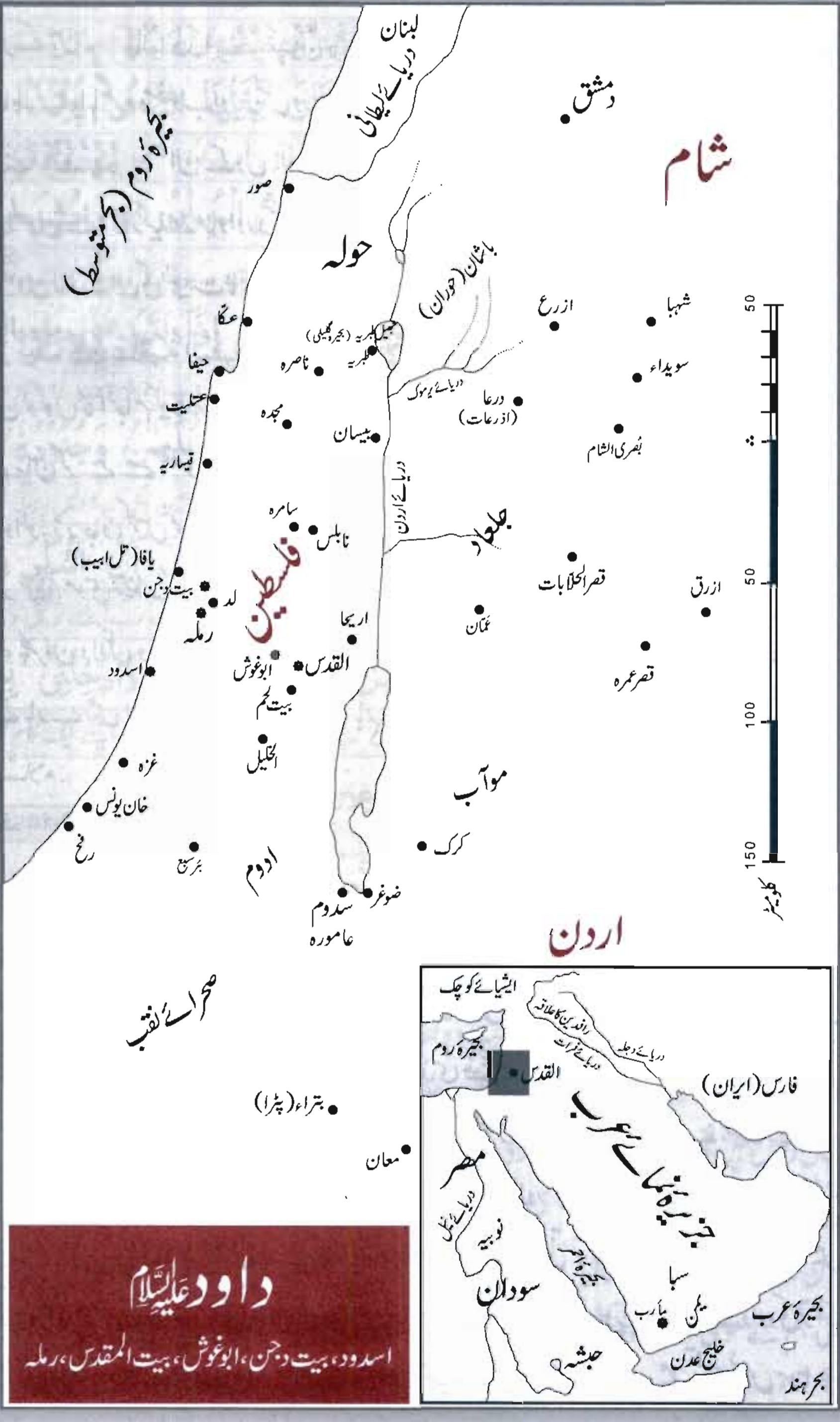

داود علیہ السلام
اسدود، بیت دجن، ابوغوش، بیت المقدس، رملہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

وراثت تقسیم نہیں ہوتا بلکہ ہم نے جو مال چھوڑا ہوتا ہے وہ صدقہ ہوتا ہے۔''[1]

حضرت سلیمان نے فرمایا: ﴿ يَاَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ ''اے لوگو! ہمیں (اللہ کی طرف سے) جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہر چیز ہمیں عنایت فرمائی گئی ہے۔'' یعنی جنوں اور پرندوں کو ان کے تابع فرمان کر دیا گیا ہے، آپ پرندوں اور حیوانوں کی بولی بھی جانتے تھے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ارشادات کی روشنی میں ہمارے محدود علم کے مطابق آپ کے علاوہ اور کسی انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ چیز عطا نہیں فرمائی تھی، پس اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ سکھا دیا تھا کہ فضا میں اڑتے ہوئے پرندے اور مختلف قسم کے حیوانات کیا باتیں کرتے ہیں، اسی لیے آپ نے فرمایا: ﴿ عُلِّمْنَا مَنْطِقَ الطَّيْرِ وَ اُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ ''ہمیں اللہ کی طرف سے جانوروں کی بولی سکھائی گئی ہے اور ہر چیز ہمیں عنایت فرمائی گئی ہے۔'' یعنی ہر وہ چیز جس کی حکومت کے لیے ضرورت ہوتی ہے۔ ﴿ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِيْنُ ⑯ ﴾ ''بے شک یہ اس کا صریح فضل ہے۔'' یہ اس کا ہم پر بہت نمایاں اور ظاہر فضل وکرم ہے۔

﴿ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ⑰ ﴾ ''اور سلیمان کے لیے جنوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے۔ پھر وہ قسم وار تقسیم کیے جاتے تھے۔'' حضرت سلیمان کے لیے جنوں اور انسانوں اور پرندوں کے لشکر جمع کیے گئے اور آپ ان کے جلو میں بڑی شان وشوکت سے نکلے، انسانوں کے لشکر آپ کے سب سے زیادہ قریب تھے، پھر ان کے بعد جنوں کا مرتبہ تھا اور پرندوں کا مقام آپ کے سر کے اوپر ہوتا تھا اور اگر گرمی کا موسم ہوتا تو وہ اپنے پروں کو آپ کے سر کے اوپر سائبان بنا دیتے تھے۔ ﴿ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ⑰ ﴾ ''پھر وہ قسم وار تقسیم کیے جاتے تھے۔'' تاکہ ہر کوئی اپنے مقام و مرتبہ پر رہے اور اس سے تجاوز نہ کرے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ آپ نے ہر صف پر نگہبان بھی مقرر کر رکھے تھے جو اول سے آخر تک کی ترتیب کی پابندی کراتے تھے اور اس طرح چلتے ہوئے کوئی ایک دوسرے سے پیش قدمی نہیں کر سکتا تھا جیسا کہ آج کل بھی بادشاہ کرتے ہیں۔[2]

اور فرمایا: ﴿ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَتَوْا عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ﴾ ''یہاں تک کہ جب چیونٹیوں کی وادی میں پہنچے۔'' یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے لشکروں کے ساتھ جب چیونٹیوں کی وادی میں سے گزرے ﴿ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑱ ﴾ ''تو ایک چیونٹی نے کہا کہ چیونٹیو! اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ

① صحيح البخاري، فضائل أصحاب النبي ﷺ، باب مناقب قرابة رسول الله ﷺ، حديث: 3712 عن أبي بكر رضی اللہ عنہ وصحيح مسلم، الجهاد، باب قول النبي ﷺ: [لا نورث......]، حديث: 1758 عن عائشة رضی اللہ عنہا جبکہ قوسین والے الفاظ مسند أحمد: 463/2 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ میں ہیں اور [ه] مسند أحمد: 262/2 میں ہے۔ لیکن اس میں [نحن] کے بجائے [إنا] ہے۔ اور حافظ ابن حجر فتح الباري، حديث: 6730 کے تحت [نحن] کے بارے میں لکھتے ہیں: اور جو اصولیوں اور دیگر مؤلفین کی کتابوں میں الفاظ: [نحن معاشر الأنبياء] عام ہو گئے ہیں تو ان کا ائمہ کے ایک گروہ نے انکار کیا ہے اور وہ انکار خاص طور پر [نحن] سے متعلق ہے۔

② تفسير الطبري: 173/19 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ⑳ لَاُعَذِّبَنَّهٗ

اور اس نے پرندوں کا جائزہ لیا تو کہا: کیا بات ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھ رہا ہوں (کیا وہ موجود ہے) یا وہ غیر حاضروں میں ہے ⑳ (یہی بات ہے تو) میں

عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ㉑

اسے ضرور سخت سزا دوں گا، یا اسے ذبح ہی کر دوں گا یا وہ میرے پاس کوئی واضح دلیل لائے ㉑

ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور اس کے لشکر تمھیں کچل ڈالیں اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔'' حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی اس بات کو سن اور سمجھ لیا۔ ﴿ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ ﴾ ''تو وہ (سلیمان) اس کی بات سے خوش ہو کر مسکرائے اور کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! مجھے توفیق عنایت کر کہ جو احسان تو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیے ہیں ان کا شکر کروں اور ایسے نیک کام کروں کہ تو ان سے خوش ہو جائے۔'' یعنی تو مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری ان نعمتوں کا شکر بجا لاؤں جن سے تو نے مجھے سرفراز فرمایا اور مجھے پرندوں اور حیوانوں کی بولیاں بھی سکھا دیں اور میرے والدین کو جو تو نے اسلام اور ایمان کی نعمتوں سے نوازا ہے، ان کا شکر ادا کرنے کی بھی توفیق عطا فرما، پھر ایسے اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما جن سے تو خوش ہو جائے۔ ﴿ وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ⑲ ﴾ ''اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل فرما۔'' یعنی جب تو مجھے فوت کرے تو اپنے نیک بندوں اور اپنے دوستوں میں داخل فرما دینا۔

تفسیر آیات: 21,20

ہدہد کی غیر حاضری: مجاہد اور سعید بن جبیر وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر ائمہ تفسیر سے روایت کیا ہے کہ یہ ہدہد انجینئر تھا، سلیمان علیہ السلام جب جنگلوں اور صحراؤں میں ہوتے تو یہ پانی کی نشاندہی کرتا تھا۔[1] یہ زمین کی گہرائیوں میں پانی کو اسی طرح دیکھ لیا کرتا تھا جیسے انسان زمین کے باہر کی چیزوں کو دیکھتا ہے۔ ہدہد یہ بھی بتا دیا کرتا تھا کہ پانی زمین کے اندر کتنی گہرائی میں ہے، جب یہ نشان دہی کر دیتا تو حضرت سلیمان علیہ السلام جنوں کو حکم دیتے کہ وہ زمین کھودیں اور اس طرح ان کے کھودنے سے پانی نکل آیا کرتا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک دن ایک جنگل میں پڑاؤ ڈالا تو انھوں نے پرندوں کا جائزہ لیا تاکہ ہدہد کو دیکھیں مگر وہ نظر نہ آیا، ﴿ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ⑳ ﴾ ''تو کہا: کیا بات ہے کہ مجھے ہدہد نظر نہیں آ رہا ہے (کیا وہ موجود ہے) یا کہیں غائب ہو گیا ہے۔''[2] حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ایک دن یہ بات بیان فرمائی، اس وقت حاضرین میں نافع بن ازرق نامی ایک خارجی بھی تھا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما پر بہت اعتراضات کرتا رہتا تھا۔ یہ سن کر کہنے لگا: ابن عباس! رک جائیں، آج آپ مغلوب ہو گئے ہیں، آج میرے سوال کا آپ سے جواب نہ بن پڑے گا، آپ نے فرمایا:

---

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 2860/9. [2] تفسیر الطبری: 176/19 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2860/9.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ ﴿22﴾

ابھی کوئی زیادہ دیر نہیں ٹھہرا تھا کہ (ہدہد آ گیا اور) اس نے کہا: میں نے (وہ کچھ) جان لیا ہے جس کے بارے میں آپ نہیں جانتے، اور میں آپ کے پاس

اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ﴿23﴾ وَجَدْتُّهَا

سبا سے ایک سچی خبر لایا ہوں﴿22﴾ بلاشبہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت ان پر حکومت کرتی ہے، اور اسے (ضرورت کی) ہر چیز عطا کی گئی ہے، اور اس کا تخت

وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ

عظیم الشان ہے﴿23﴾ میں نے اسے اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ اللہ کے سوا سورج کو سجدہ کرتے ہیں، اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے پرکشش

عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿24﴾ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ

بنا دیے ہیں، پھر انھیں راہ (حق) سے روک دیا ہے، چنانچہ وہ ہدایت نہیں پاتے﴿24﴾ یہ کہ وہ اس اللہ کو سجدہ کریں جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزیں

وَالْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿25﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿26﴾ السجدة السجدة 8

نکالتا ہے، اور وہ (سب کچھ) جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو﴿25﴾ اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہی بہت بڑے عرش کا مالک ہے﴿26﴾

کیا سوال ہے؟ اس نے کہا کہ آپ بیان کر رہے ہیں کہ ہد ہد زمین کی گہرائیوں میں پانی دیکھ لیتا ہے، مگر بچہ جال میں دانہ رکھ کر اس جال پر مٹی ڈال دیتا ہے، ہد ہد دانہ پکڑنے کے لیے آتا ہے تو اس جال میں پھنس جاتا ہے اور بچہ اسے شکار کر لیتا ہے (اگر اسے جال نظر نہیں آتا تو زمین کی گہرائیوں میں پانی کیسے نظر آئے گا؟) آپ نے فرمایا کہ اس کا یہ سوال اس قابل نہیں کہ اس کا جواب دیا جائے، اگر یہ بات نہ ہوتی کہ یہ کہے گا کہ میں نے سوال کیا مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا جواب نہ دے سکے تو میں اس کے سوال کا جواب نہ دیتا، پھر آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم پر افسوس ہے کہ تمھیں یہ معلوم نہیں کہ جب تقدیر غالب آ جائے تو آنکھ اندھی ہو جاتی ہے اور کوئی تدبیر کام نہیں آتی، یہ جواب سن کر نافع نے آپ سے کہا: اللہ کی قسم! قرآن کی کسی بات کے بارے میں، میں آپ سے کبھی بھی جھگڑا نہیں کروں گا۔[1]

اور فرمایا: ﴿لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا﴾ ''میں ضرور اس (ہدہد) کو سخت سزا دوں گا۔'' اعمش نے منہال بن عمرو سے انھوں نے سعید سے اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس سخت سزا سے مراد پروں کو اکھاڑ دینا ہے۔[2] عبداللہ بن شداد کا قول ہے کہ اس سے مراد پروں کو اکھاڑ کر اسے دھوپ میں ڈال دینا ہے۔[3] دیگر کئی ایک ائمۂ سلف سے بھی یہی منقول ہے کہ اس سے مراد پروں کو اکھاڑ کر پھینک دینا ہے تاکہ اسے کیڑے اور چیونٹیاں کھا جائیں۔[4] ﴿اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ﴾ ''یا ضرور اسے ذبح کر ڈالوں گا۔'' یعنی قتل کر دوں گا ﴿اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿21﴾﴾ ''یا وہ میرے سامنے (اپنی بے قصوری کی) صریح دلیل پیش کرے۔'' یعنی واضح عذر پیش کرے۔ سفیان بن عیینہ اور عبداللہ بن شداد نے بیان کیا ہے کہ جب ہد ہد آیا تو پرندوں نے اس سے پوچھا: تم پیچھے کیوں رہ گئے۔ سلیمان علیہ السلام نے تو تمھارے خون کی نذر مان لی ہے؟ اس

[1] تفسیر القرطبی:13/177,178 و تفسیر ابن أبی حاتم:9/2859,2860. [2] تفسیر الطبری:19/177. [3] تفسیر ابن أبی حاتم:9/2862. [4] تفسیر ابن أبی حاتم:9/2862.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نے کہا: کیا کوئی استثنا کی صورت بھی انھوں نے رکھی ہے؟ پرندوں نے بتایا: ہاں، انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ میں اسے سخت سزا دوں گا یا ذبح کر ڈالوں گا یا میرے سامنے (اپنی بے قصوری کی) صریح دلیل پیش کرے، یہ سن کر ہدہد کہنے لگا: تب تو میں نجات پا گیا۔[1]

تفسیر آیات: 22-26

ہدہد سلیمان علیہ السلام کے دربار میں: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ﴾ یعنی ابھی کوئی زیادہ مدت نہیں گزری تھی، پھر ہدہد آموجود ہوا اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے کہنے لگا: ﴿اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ﴾ ''مجھے ایک ایسی چیز معلوم ہوئی ہے جس کی آپ کو خبر نہیں۔'' یعنی مجھے ایک ایسی بات معلوم ہوئی ہے جو آپ کو اور آپ کے لشکروں کو بھی معلوم نہیں ہو سکی۔ ﴿وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ﴾ ''اور میں آپ کے پاس شہر سبا سے ایک یقینی خبر لے کر آیا ہوں۔'' یعنی ایسی خبر جو یقین کی حد تک سچی ہے۔ سبا کے لوگ حِمْیَری تھے اور ہی یمن کے بادشاہ تھے۔

پھر ہدہد نے بتایا: ﴿اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ﴾ ''میں نے ایک عورت کو پایا کہ ان لوگوں پر بادشاہت کرتی ہے۔'' حسن بصری فرماتے ہیں کہ اس عورت سے مراد بلقیس بنت شراحیل ہے جو سبا کی ملکہ تھی۔[2] ﴿وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ﴾ ''اور اسے (ضرورت کی) ہر چیز دی گئی ہے۔'' یعنی اسے دنیا کا ہر وہ ساز و سامان میسر ہے جس کی کسی بھی حکمران کو ضرورت ہوتی ہے۔ ﴿وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ﴾ ''اور اس کا ایک بڑا تخت ہے۔'' یعنی اس کا وہ تخت جس پر وہ بیٹھی ہے بہت عظیم الشان اور سونے اور انواع و اقسام کے موتیوں اور جواہر سے مرصع ہے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ یہ تخت ایک بہت عظیم الشان، بلند و بالا اور مضبوط و مستحکم محل میں رکھا ہوا تھا اور اس محل میں تین سو ساٹھ روشن دان مشرق کی طرف اور تین سو ساٹھ مغرب کی طرف تھے۔ اسے اس انداز سے تعمیر کیا گیا تھا کہ ہر روز دھوپ ایک روشن دان سے داخل ہوتی اور پھر اس کے بالمقابل روشن دان سے (غروب کے وقت) دھوپ ختم ہو جاتی، جبکہ سبا کے لوگ صبح و شام سورج کو سجدہ کیا کرتے تھے، اسی لیے ہدہد نے کہا:

﴿وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ﴾ ''میں نے پایا کہ وہ اور اس کی قوم اللہ کو چھوڑ کر آفتاب کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور شیطان نے ان کے اعمال انھیں آراستہ کر دکھائے ہیں، سو ان کو رستے سے روک رکھا ہے۔'' یعنی حق کے رستے سے، ﴿فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ﴾ ''پس وہ ہدایت یافتہ نہیں ہوتے۔''

اور فرمایا: ﴿اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ﴾ ''کہ اللہ کو کیوں سجدہ نہ کریں۔'' اس کے معنی یہ ہیں کہ ﴿وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ﴾ ''اور شیطان نے ان کے اعمال ان کے لیے پرکشش بنا دیے ہیں، پھر انھیں راہ (حق) سے روک دیا ہے، چنانچہ وہ ہدایت نہیں پاتے، یہ کہ وہ اس اللہ کو سجدہ کریں۔'' یعنی وہ راہ حق کو

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 2863/9. [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 2865/9.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿27﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ

سلیمان نے کہا: ہم جلد ہی دیکھیں گے آیا تو نے سچ کہا یا تو جھوٹوں میں سے ہے﴿27﴾ میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کی طرف ڈال دے، پھر ان سے ہٹ

اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ﴿28﴾ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ

(کر بیٹھ) جا، سو دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں﴿28﴾ ملکہ سبا نے کہا: اے سردارو! بلاشبہ میری طرف ایک گرامی نامہ ڈالا گیا ہے﴿29﴾ بے شک وہ سلیمان کی

اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ﴿29﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿30﴾

طرف سے ہے، اور بے شک اس کا آغاز اللہ کے نام سے ہے جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے﴿30﴾ یہ کہ تم میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو،

2 ع 17 17 اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿31﴾ ع

اور فرماں بردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ﴿31﴾

نہیں جانتے اور راہ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ نجوم وکواکب کے بجائے، اخلاص کے ساتھ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو سجدہ کیا جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝﴾ (حٰمٓ السجدة 41:37) ''اور اسی کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند بھی ہیں، تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو اگر واقعی تم اسی کی عبادت کرتے ہو تو تم اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان چیزوں کو پیدا کیا ہے۔'' اس کا فرمان ہے: ﴿ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ﴾ ''جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔'' علی بن ابوطلحہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آسمان اور زمین کی چھپی چیز کو جانتا ہے۔[1] عکرمہ، مجاہد، سعید بن جبیر، قتادہ اور کئی ایک ائمہ تفسیر کا بھی یہی قول ہے۔[2]

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿25﴾ ﴾ ''اور وہ تمھارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے۔'' یعنی بندے اپنے جن اقوال وافعال کو پوشیدہ رکھتے یا ظاہر کرتے ہیں وہ سب کو جانتا ہے، جیسا کہ فرمایا: ﴿ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝﴾ (الرعد 10:13) ''کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یا رات کو کہیں چھپ جائے یا دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلے پھرے (اس کے نزدیک) برابر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿26﴾ ﴾ ''اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔'' یعنی اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے کہ مخلوقات میں سے اس کے عرش عظیم سے بڑھ کر کوئی بڑی چیز نہیں ہے۔ ہدہد جب خیر کا اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت اور اس کی ذات پاک کے لیے سجدے کا داعی ثابت ہوا تو سلیمان علیہ السلام نے اسے قتل کرنے سے منع کر دیا جیسا کہ امام احمد، ابوداود اور ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ [أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهٰى عَنْ قَتْلِ أَرْبَعٍ مِّنَ الدَّوَابِّ: اَلنَّمْلَةِ، وَالنَّحْلَةِ، وَالْهُدْهُدِ وَالصُّرَدِ] ''بے شک

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 2868/9. [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 2869,2868/9 وتفسیر الطبري: 183,182/19. [3] مذکورہ ائمہ نے یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے بجائے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نبی ﷺ نے چار جانوروں کے قتل سے منع فرمایا ہے: (1) چیونٹی (2) شہد کی مکھی (3) ہدہد اور (4) لٹورا۔''[1] اور اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

تفسیر آیات: 27-31

سلیمان علیہ السلام کا نامۂ گرامی بلقیس کے نام: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ہدہد نے جب اہل سبا اور ان کی ملکہ کی سلیمان علیہ السلام کو خبر دی تو انھوں نے فرمایا: ﴿سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ﴾ ''ہم دیکھیں گے کہ تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹوں میں سے ہے۔'' یعنی تو اپنی اس خبر میں سچا ہے یا تو نے یہ جھوٹی بات بنالی ہے تاکہ اس وعید سے بچ سکے جس کا میں نے تیرے بارے میں اعلان کیا ہے۔ ﴿اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ﴾ ''میرا یہ خط لے جا اور اسے ان کی طرف ڈال دے، پھر ان سے ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔'' حضرت سلیمان علیہ السلام نے بلقیس اور اس کی قوم کے نام ایک خط لکھا اور وہ ہدہد کو دے دیا، ہدہد نے اس خط کو لے لیا، ایک قول کے مطابق ہدہد نے پرندوں کی عادت کے مطابق اسے اپنے پروں میں لے لیا اور دوسرے قول کے مطابق اسے اپنی چونچ کے ساتھ پکڑ لیا، ان کے علاقے میں چلا گیا اور بلقیس کے محل میں اس کے خلوت کدے کے روشن دان سے اس کے سامنے خط گرا دیا اور ادب سے ایک طرف ہٹ گیا، بلقیس یہ دیکھ کر حیران و پریشان ہوگئی، پھر اس نے خط پکڑا، اسے کھولا اور پڑھا، اس میں یہ مضمون لکھا ہوا تھا: ﴿اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ﴾ ''بے شک یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک یہ اللہ کے نام سے ہے جو بڑا مہربان، نہایت رحم والا ہے۔ (بعد اس کے) یہ کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مطیع و منقاد ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔'' یہ خط پڑھ کر اس نے اپنی حکومت و مملکت کے امراء، وزراء اور تمام بڑے لوگوں کو جمع کیا اور ان سے کہا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ﴾ ''سردارو! میری طرف ایک نامۂ گرامی ڈالا گیا ہے۔'' اس نامے کو گرامی اس نے اس لیے قرار دیا کہ اس نے یہ عجیب معاملہ دیکھا تھا کہ اسے ایک پرندہ لے کر آیا تھا جس نے اسے اس کے سامنے ڈال دیا تھا، پھر ادب سے ایک طرف ہٹ گیا اور یہ بات دنیا کے بادشاہوں میں سے کسی کے بس میں نہیں۔

اور ملکہ نے تمام درباریوں کو خط پڑھ کر سنایا: ﴿اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ﴾ ''بے شک یہ سلیمان کی طرف سے ہے اور بے شک یہ اللہ کے نام سے ہے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ (بعد اس کے) یہ کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مطیع و منقاد ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔'' درباریوں کو معلوم ہو گیا کہ یہ نامۂ گرامی اللہ کے نبی حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف سے ہے اور ان میں ان کے مقابلے کی تاب نہیں ہے۔ یہ مکتوب

[1] مسند أحمد: 332/1 و سنن أبي داود، الأدب، باب في قتل الذرّ، حديث: 5267 و سنن ابن ماجه، الصيد، باب ماينهى عن قتله، حديث: 3224 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قَالَتۡ یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَؤُا اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ ۚ مَا كُنۡتُ قَاطِعَةً اَمۡرًا حَتّٰی تَشۡهَدُوۡنِ ﴿32﴾ قَالُوۡا نَحۡنُ

ملکہ سبا نے کہا: اے سردارو! میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو، کسی معاملے کا قطعی فیصلہ میں اس وقت تک نہیں کرتی جب تک تم میرے پاس موجود

اُولُوۡا قُوَّةٍ وَّاُولُوۡا بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ ۙ۬ وَّالۡاَمۡرُ اِلَیۡكِ فَانۡظُرِیۡ مَاذَا تَاۡمُرِیۡنَ ﴿33﴾ قَالَتۡ اِنَّ

نہ ہو (اور مجھے مشورہ نہ دو) ﴿32﴾ انھوں نے کہا: ہم قوت والے اور سخت جنگجو ہیں، اور (فیصلے کا) تمام اختیار آپ کے پاس ہے، آپ خود دیکھ لیں کہ آپ کیا حکم

الۡمُلُوۡكَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡیَةً اَفۡسَدُوۡهَا وَجَعَلُوۡۤا اَعِزَّةَ اَهۡلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ وَكَذٰلِكَ یَفۡعَلُوۡنَ ﴿34﴾

دیتی ہیں ﴿33﴾ اس نے کہا: بلاشبہ بادشاہ جب کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اسے خراب کرتے اور اس کے باعزت لوگوں کو ذلیل کرتے ہیں، اور یہ بھی

وَاِنِّیۡ مُرۡسِلَةٌ اِلَیۡهِمۡ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرۡجِعُ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿35﴾

اسی طرح کریں گے ﴿34﴾ اور بے شک میں ان کی طرف کوئی ہدیہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں قاصد کیا (جواب) لے کر لوٹتے ہیں؟ ﴿35﴾

گرامی حد درجہ مختصر اور فصیح و بلیغ تھا۔ بہت ہی آسان اور احسن عبارت میں مفہوم ادا کیا گیا تھا۔ ﴿ اَلَّا تَعۡلُوۡا عَلَیَّ ﴾ کے قتادہ نے یہ معنی کیے ہیں کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو۔[1] ﴿ وَاۡتُوۡنِیۡ مُسۡلِمِیۡنَ ﴿31﴾ ﴾ ''اور مطیع و فرماں بردار ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔'' عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ آنے سے انکار نہ کرو اور نہ تکبر کرو بلکہ فرماں بردار ہو کر فوراً چلے آؤ۔[2]

تفسیر آیات: 32-35

بلقیس کا درباریوں سے مشورہ: بلقیس نے جب انھیں حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط پڑھ کر سنایا تو ان سے اس پیش آمدہ معاملے میں مشورہ کیا اور کہا: ﴿ یٰۤاَیُّهَا الۡمَلَؤُا اَفۡتُوۡنِیۡ فِیۡۤ اَمۡرِیۡ ۚ مَا كُنۡتُ قَاطِعَةً اَمۡرًا حَتّٰی تَشۡهَدُوۡنِ ﴿32﴾ ﴾ ''اے سردارو! میرے اس معاملے میں مجھے مشورہ دو، جب تک تم میرے پاس حاضر نہ ہو میں کسی کام کا فیصلہ کرنے والی نہیں۔'' یعنی جب تک تم حاضر ہو کر مشورہ نہ دو اس وقت تک میں کوئی فیصلہ نہیں کیا کرتی۔ ﴿ قَالُوۡا نَحۡنُ اُولُوۡا قُوَّةٍ وَّاُولُوۡا بَاۡسٍ شَدِیۡدٍ ۙ۬ ﴾ ''وہ بولے کہ ہم بڑے زور آور اور سخت جنگجو ہیں۔'' یعنی اگر تم ان سے جنگ کرنا چاہتی ہو تو ہم بھی منہ موڑنے والے نہیں ہیں، اس کے باوجود سارا معاملہ آپ کے اختیار میں ہے، آپ جو حکم دیں ہم اطاعت بجا لائیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بلقیس نے کہا: ﴿ اِنَّ الۡمُلُوۡكَ اِذَا دَخَلُوۡا قَرۡیَةً اَفۡسَدُوۡهَا وَجَعَلُوۡۤا اَعِزَّةَ اَهۡلِهَاۤ اَذِلَّةً ۚ ﴾ ''بے شک بادشاہ جب کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو تباہ کر دیتے ہیں اور وہاں کے عزت والوں کو ذلیل کر دیا کرتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ وَكَذٰلِكَ یَفۡعَلُوۡنَ ﴿34﴾ ﴾ ''اور اسی طرح یہ بھی کریں گے۔''[3] پھر اس نے صلح جوئی، امن و سلامتی، دھوکے اور تصنع کے پہلو کو اختیار کرنے کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ﴿ وَاِنِّیۡ مُرۡسِلَةٌ اِلَیۡهِمۡ بِهَدِیَّةٍ فَنٰظِرَةٌۢ بِمَ یَرۡجِعُ الۡمُرۡسَلُوۡنَ ﴿35﴾ ﴾ ''بلاشبہ میں ان کی طرف کچھ تحفہ بھیجتی ہوں، پھر دیکھتی ہوں کہ قاصد کیا جواب لاتے ہیں۔'' یعنی میں اس

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 2874/9. [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 2874/9. [3] تفسیر ابن أبي حاتم: 2877/9 وتفسیر الطبري: 188/19.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ

چنانچہ جب قاصد سلیمان کے پاس پہنچا، تو سلیمان نے کہا: کیا تم مال کے ساتھ میری مدد کرنا چاہتے ہو، مجھے اللہ نے جو دیا ہے وہ اس سے بہت بہتر ہے

بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿36﴾ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا

جو اس نے تمھیں دیا ہے، بلکہ تم خود ہی اپنے ہدیے کے ساتھ خوش رہو ﴿36﴾ تو ان کی طرف لوٹ جا، اب ہم ضرور ان پر ایسے لشکروں سے چڑھائی کریں

وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿37﴾

گے کہ ان (تمھارے لوگوں) میں ان کے خلاف لڑنے کی طاقت نہ ہوگی، اور ہم ضرور انھیں ذلیل کرکے وہاں سے نکال دیں گے، اور وہ خوار ہوں گے ﴿37﴾

کے شایان شان کوئی تحفہ بھیجتی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ اس کے بعد اس کا کیا جواب ہوگا، ہوسکتا ہے کہ وہ تحفہ قبول کرکے ہمارے بارے میں اپنا ارادہ بدل لے یا ہم پر کوئی خراج مقرر کردے جسے ہم ہر سال ادا کردیا کریں گے تاکہ وہ ہم سے جنگ وجدال نہ کرے۔ قتادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے اور اس سے راضی ہو، یہ حالت اسلام اور حالت شرک میں کس قدر عقل مند تھی! اسے علم تھا کہ تحفے کا لوگوں پر خوش گوار اثر پڑتا ہے۔[1] ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر کئی ائمہ تفسیر نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس نے کہا تھا کہ اگر وہ تحفہ قبول کرلے تو وہ ایک بادشاہ ہوگا، لہٰذا اس سے جنگ کرو اور اگر وہ تحفہ قبول نہ کرے تو وہ ایک نبی ہوگا، پس ان کی اطاعت کرو۔[2]

تفسیر آیات: 37,36

بلقیس کا تحفہ اور سلیمان علیہ السلام کا جواب: سلف میں سے کئی مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اس نے سونے، ہیرے اور جواہرات کی صورت میں بہت عظیم الشان تحفہ ارسال کیا تھا مگر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے کوئی اہمیت نہ دی بلکہ اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، آپ نے اعراض فرمایا اور ان سے خفا ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ ﴾ ”کیا تم مجھے مال سے مدد دینا چاہتے ہو؟“ یعنی تم مجھے مال کا لالچ دینا چاہتے ہو تاکہ میں تمھیں حالت شرک میں رہنے دوں اور تمھارے ملک کو بھی کچھ نہ کہوں! ﴿ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ ﴾ ”تو جو کچھ اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے، وہ اس سے بہت بہتر ہے جو تمھیں دیا ہے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ نے جو بادشاہت، مال و دولت اور لشکر ہائے جرار مجھے عطا فرمائے ہیں، وہ تمھاری حکومت و دولت سے بدرجہا بہتر ہیں۔ ﴿ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿36﴾ ﴾ ”بلکہ اپنے تحفے سے تم ہی خوش ہوتے ہوگے۔“ تم تحفے تحائف لے کر مطیع و منقاد ہوجاتے ہو مگر میں تو صرف تمھاری طرف سے اسلام ہی قبول کروں گا یا پھر تلوار سے تمھارے خلاف جہاد کروں گا۔ ﴿ اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ ﴾ ”ان کے پاس واپس جاؤ۔“ اور ان کا تحفہ انھیں واپس کردو۔ ﴿ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا ﴾ ”پس ہم ان پر ایسے لشکر لے کر حملہ کریں گے جن کے مقابلے کی ان میں طاقت نہ ہوگی۔“ وہ ان لشکروں سے ہرگز نہ لڑسکیں گے۔ ﴿ وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿37﴾ ﴾ ”اور ہم ان کو وہاں سے بے عزت کرکے ضرور نکال

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم:2879/9. [2] تفسیر الطبری:190/19 و تفسیر ابن أبي حاتم:2877/9-2879.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿38﴾ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ

اس (سلیمان) نے کہا: اے سردارو! تم میں سے کون ہے جو ان کے میرے پاس مطیع ہو کر آنے سے پہلے اس (ملکہ سبا) کا تخت میرے پاس لے

الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ﴿39﴾ قَالَ

آئے﴿38﴾ جنوں میں سے ایک دیو (طاقت ور جن) نے کہا: وہ میں آپ کو لا دیتا ہوں، اس سے پہلے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں، اور بلا شبہ میں اس کی طاقت

الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهُ

رکھتا ہوں، امانت دار بھی ہوں﴿39﴾ اس نے کہا جس کے پاس کتاب کا علم تھا کہ آپ کی پلک جھپکنے سے بھی پہلے وہ تخت میں آپ کو لا دیتا ہوں، پھر جب

مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۫ لِيَبْلُوَنِيْۤ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ

سلیمان نے وہ تخت اپنے پاس رکھا ہوا دیکھا تو کہا: یہ میرے رب کا فضل ہے، تا کہ وہ مجھے آزمائے کہ کیا میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری، اور جو کوئی شکر

فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿40﴾

کرے تو بس وہ اپنے ہی لیے شکر کرتا ہے، اور جو کوئی ناشکری کرے تو بلا شبہ میرا رب بڑا بے پروا، نہایت فیاض ہے﴿40﴾

دیں گے اور وہ ذلیل ہوں گے۔‘‘ یعنی انھیں ذلیل ورسوا کر کے ہم انھیں ان کے ملک سے نکال دیں گے۔ جب بلقیس کے قاصد اس کے تحفے کو لے کر واپس آ گئے اور انھوں نے سلیمان علیہ السلام کا پیغام بھی پہنچا دیا تو بلقیس اور اس کی قوم نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی اطاعت کو اختیار کر لیا اور ذلیل ورسوا ہو کر اپنے تمام لاؤ لشکر سمیت حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف چل دی تا کہ ان کی تعظیم بجا لائے اور اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دے، حضرت سلیمان علیہ السلام کو جب ان کی آمد کا علم ہوا تو آپ بہت خوش ہوئے۔

تفسیر آیات: 38-40

ایک لحظہ میں بلقیس کے تخت کی حاضری: محمد بن اسحاق نے یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا جواب لے کر جب قاصد بلقیس کے پاس واپس گئے تو اس نے آپ کا جواب سن کر کہا: اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ یہ بادشاہ نہیں ہیں۔ ہم میں ان کے مقابلے کی طاقت نہیں ہے۔ ہم اپنی تدبیروں اور چالوں سے بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتے تو اس نے دوبارہ حضرت سلیمان کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ میں اپنی قوم کے حکمرانوں کے ساتھ آپ کے پاس آ رہی ہوں تا کہ دیکھوں کہ آپ کا کیا معاملہ ہے اور آپ کس دین کی دعوت دیتے ہیں، پھر اس نے اپنے شاہی تخت کے متعلق حکم دیا جس پر وہ بیٹھتی تھی اور وہ سونے کا بنا ہوا اور یاقوت، زبرجد اور موتیوں سے سجا ہوا تھا، چنانچہ اس کو سات کمروں میں چھپا دیا گیا جبکہ ایک کمرہ دوسرے کے اندر تھا، پھر ان کے دروازوں پر تالے لگا دیے گئے اور اس نے جن لوگوں کو اپنے پیچھے چھوڑا تھا ان سے کہا کہ میری حکومت کے اس تخت کی حفاظت کرنا، کسی انسان کو اس کے پاس نہ جانے دینا اور میری واپسی تک کسی کو نہ دکھانا، پھر وہ شاہان یمن کے بارہ سرداروں کی معیت میں حضرت سلیمان کی طرف روانہ ہوئی، ہر سردار کے ماتحت کئی ہزار لوگ تھے۔

اُدھر حضرت سلیمان جن روانہ کر دیتے تھے جو ہر دن اور رات کی رپورٹ دے دیا کرتے تھے کہ وہ کہاں تک پہنچ گئی ہے حتی

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کہ جب وہ بالکل قریب پہنچ گئی تو حضرت سلیمان نے اپنے ماتحت جنوں اور انسانوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝ ﴾ ''اے سردارو! کوئی تم میں سے ایسا ہے کہ قبل اس کے کہ وہ لوگ فرماں بردار ہو کر میرے پاس آئیں، اس (ملکہ) کا تخت میرے پاس لے آئے۔''[1] ﴿ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ ﴾ ''جنات میں سے ایک قوی ہیکل جن نے کہا۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ یہ ایک دیو پیکر جن تھا۔[2] ابو صالح کہتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا تھا گویا پہاڑ ہو۔[3] ﴿ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ ﴾ ''قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں میں اس کو آپ کے پاس لے آؤں گا۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ قبل اس کے کہ آپ اپنی اس مجلس سے اٹھیں، میں اسے آپ کے پاس لے آؤں گا۔[4] سدی اور دیگر ائمہ نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام فیصلے فرمانے، امور حکومت چلانے اور خوراک وغیرہ کے لیے دن کے آغاز سے لے کر زوال آفتاب تک لوگوں کے لیے دربار لگایا کرتے تھے۔[5]

﴿ وَاِنِّيْ عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ اَمِيْنٌ ۝ ﴾ ''اور بلاشبہ میں اس پر یقیناً پوری قوت رکھنے والا، امانت دار ہوں۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے اس کے اٹھانے کی طاقت بھی ہے اور میں اس کے موتیوں اور جواہرات کے بارے میں امانت کا بھی ثبوت دوں گا۔ حضرت سلیمان نے فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے پاس اس سے بھی جلدی لایا جائے۔[6] اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کیسی عظیم الشان سلطنت بخشی تھی! اور اس طرح کے لشکر ہائے جرار آپ کے تابع فرمان کر دیے تھے جو کسی اور کو عطا نہیں کیے گئے اور نہ آپ کے بعد کسی اور کو عطا کیے جائیں گے۔ آپ اس بات کو بلقیس اور اس کی قوم کے سامنے اپنی نبوت کی دلیل کے طور پر واضح کرنا چاہتے تھے۔ کیونکہ یہ بہت زبردست خرقِ عادت بات تھی کہ بلقیس اور اس کے وفد کی آمد سے قبل اس کے ملک سے اس کے تخت کو لایا جائے جبکہ اس نے اسے کئی کمروں کے اندر، تالے لگوا کر رکھا اور اس کی حفاظت کے لیے بہت سے چوکیداروں کو مقرر کر دیا تھا، بہر حال سلیمان علیہ السلام نے جب یہ فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ تخت اس سے بھی جلدی لایا جائے تو ﴿ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ ﴾ ''ایک شخص جس کو کتاب (الٰہی) کا علم تھا کہنے لگا۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا کاتب آصف تھا۔[7] محمد بن اسحاق نے بھی یزید بن رومان سے روایت کیا ہے کہ یہ آصف بن برخیا تھا جو ایک سچا شخص تھا اور اسم اعظم جانتا تھا۔[8] قتادہ کہتے ہیں کہ یہ انسانوں میں سے ایک مومن تھا اور اس کا نام آصف تھا۔[9] ﴿ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۭ ﴾ ''میں آپ کی آنکھ کے جھپکنے سے پہلے پہلے

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2883/9 و تفسیر الطبری: 195,194/19. ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2884/9 و تفسیر الطبری: 197/19. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2884/9. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 2884/9. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 2884/9 عن زهیر بن محمد. ⑥ تفسیر البغوی: 505/3 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2885/9. ⑦ تفسیر ابن أبی حاتم: 2885/9 و تفسیر البغوی: 505/3. ⑧ تفسیر ابن أبی حاتم: 2886/9 و تفسیر البغوی: 505/3. ⑨ تفسیر ابن أبی حاتم: 2886/9.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قَالَ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْٓ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ﴿41﴾ فَلَمَّا

سلیمان نے کہا: تم اس کے لیے اس کے تخت کی شکل بدل دو، ہم دیکھتے ہیں آیا وہ راہ پاتی ہے یا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو راہ نہیں پاتے ﴿41﴾ پھر جب

جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ قَالَتْ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ وَاُوْتِيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا

وہ آئی تو کہا گیا: کیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ وہ بولی: گویا کہ یہ وہی ہے، اور ہمیں اس سے پہلے ہی علم ہو چکا تھا اور ہم تابعدار بن گئے تھے ﴿42﴾ اور اسے

مُسْلِمِيْنَ ﴿42﴾ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ

(عبادت الٰہی سے) اس چیز نے روک رکھا تھا جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتی تھی، کیونکہ وہ کافر قوم میں سے تھی ﴿43﴾ اس سے کہا گیا: تو محل میں داخل

كٰفِرِيْنَ ﴿43﴾ قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ

ہو جا، پھر جب اس نے اس کو دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھا، اور اپنی دونوں پنڈلیوں سے (کپڑا) اٹھا لیا، سلیمان نے کہا: بلاشبہ یہ تو شیشوں سے جڑا ہوا

سَاقَيْهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ ؕ۬ قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ

محل ہے، اس نے کہا: اے میرے رب! بے شک (اب تک سورج کی عبادت کر کے) میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا، اور (اب) میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب

3 ع 13 18 وَاَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿44﴾ ع

العالمین کی فرماں بردار ہو گئی ہوں ﴿44﴾

اسے آپ کے پاس لے آتا ہوں۔'' یعنی بس آنکھ اٹھائیں اور اسے دیکھ لیں، یعنی جونہی آپ آنکھ جھپکیں گے وہ آپ کے سامنے موجود ہوگا، پھر اس نے کھڑے ہو کر وضو کیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اس نے یہ کہا: یَا ذَالْجَلَالِ وَالْإِکْرَامِ![1] جب سلیمان علیہ السلام اور آپ کے اہل دربار نے اسے دیکھا تو ﴿قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ ۫﴾ ''کہا کہ یہ میرے پروردگار کا فضل ہے۔'' یعنی یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے جن سے اس نے مجھے سرفراز فرمایا ہے، ﴿لِيَبْلُوَنِيْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ؕ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ﴾ ''تاکہ مجھے آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا کفرانِ نعمت کرتا ہوں اور جو شکر کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لیے شکر کرتا ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ﴾ (حٰمٓ السجدة 46:41) ''جو نیک کام کرے گا تو اپنے لیے اور جو برے کرے گا تو ان کا ضرر اسی کو ہوگا۔'' اور اسی طرح فرمایا: ﴿وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِاَنْفُسِهِمْ يَمْهَدُوْنَ ۝﴾ (الروم 44:30) ''اور جس نے نیک عمل کیے تو ایسے لوگ اپنے ہی لیے راہ سنوارتے ہیں۔''

اور فرمایا: ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّيْ غَنِيٌّ كَرِيْمٌ ﴿40﴾﴾ ''اور جو ناشکری کرتا ہے تو میرا پروردگار بڑا بے پروا، نہایت کرم والا ہے۔'' خواہ کوئی اس کی عبادت نہ بھی کرے کیونکہ اس کی عظمت کسی کی محتاج نہیں ہے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا: ﴿اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝﴾ (إبراهيم 8:14) ''اگر تم اور جتنے اور لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ناشکری کرو تو بلاشبہ اللہ بڑا بے نیاز، خوب قابل تعریف ہے۔'' اور صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[1] تفسير الطبري:198/19 و تفسير ابن أبي حاتم:2886/9.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

[يَاعِبَادِي! لَوْأَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلٰى أَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَّا زَادَ ذٰلِكَ فِي مُلْكِي شَيْئًا، يَاعِبَادِي! لَوْ أَنَّ أَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ، وَإِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوا عَلٰى أَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَّاحِدٍ مِّنْكُمْ مَّانَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُّلْكِي شَيْئًا،......يَاعِبَادِي! إِنَّمَا هِيَ أَعْمَالُكُمْ أُحْصِيهَا لَكُمْ، ثُمَّ أُوَفِّيكُمْ إِيَّاهَا، فَمَنْ وَّجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ، وَمَنْ وَّجَدَ غَيْرَ ذٰلِكَ فَلَا يَلُومَنَّ إِلَّا نَفْسَهٗ]

’’اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے اور پچھلے، انسان اور جن تم میں سب سے زیادہ متقی انسان کے دل کی طرح ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کچھ بھی اضافہ نہ ہوگا، اے میرے بندو! اگر تمھارے پہلے اور پچھلے، انسان اور جن تم میں سب سے بدکار انسان کے دل جیسے ہو جائیں تو اس سے میری بادشاہت میں کچھ بھی کمی نہ ہوگی......اے میرے بندو! یہ تمھارے اعمال ہیں جنھیں میں تمھارے لیے شمار کر کے رکھتا ہوں، پھر تمھیں ان کی پوری پوری جزا دوں گا، پس جو شخص کوئی خیر و بھلائی پائے تو وہ اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے اور اگر کوئی اس کے علاوہ کچھ اور پائے تو وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔‘‘ ①

تفسیر آیات: 41-44

بلقیس کا امتحان: جب بلقیس کی آمد سے پہلے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس اس کا تخت لایا گیا تو آپ نے حکم دیا اس میں کچھ تبدیلی کر دی جائے تا کہ آپ اس کا امتحان لے سکیں کہ اس تخت کو دیکھ کر اس کے بارے میں کیا کہتی ہے، کیا یہ اس کا تخت ہے یا اس کا تخت نہیں ہے، چنانچہ آپ نے فرمایا: ﴿ نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرْ اَتَهْتَدِيْۤ اَمْ تَكُوْنُ مِنَ الَّذِيْنَ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝۴۱ ﴾ ’’تم اس کے لیے اس کے تخت (کی شکل) کو بدل دو، ہم دیکھیں کہ کیا وہ (پہچاننے کی) راہ پاتی ہے یا وہ ان لوگوں میں سے ہے جو راہ نہیں پاتے۔‘‘ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ تخت کے موتی اور پائے اتار دیے گئے۔ ② مجاہد کہتے ہیں کہ آپ نے حکم دیا کہ جہاں سرخ رنگ ہے، وہاں زرد رنگ کر دیا جائے اور جہاں زرد ہے، اسے سرخ رنگ سے بدل دیا جائے اور جہاں سبز رنگ ہے، اسے بھی سرخ کر دیا جائے، الغرض! اس کی ہر چیز میں تبدیلی کر دی گئی۔ ③

عکرمہ کہتے ہیں کہ تخت میں انھوں نے کمی بیشی کر دی۔ ④ قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے نیچے کے حصے کو اوپر اور اگلے حصے کو پیچھے کر دیا گیا اور اس میں کمی بیشی کر دی گئی۔ ⑤ ﴿ فَلَمَّا جَآءَتْ قِيْلَ اَهٰكَذَا عَرْشُكِ ؕ ﴾ ’’پھر جب وہ آ پہنچی تو پوچھا گیا کہ کیا آپ کا تخت بھی اس طرح کا ہے۔‘‘ یعنی تخت کو اس کے سامنے پیش کیا گیا جبکہ اس کی صورت بدل دی گئی اور اس میں کمی بیشی کر دی گئی تھی مگر بلقیس میں پختگی اور عقل تھی، اس میں دانش اور احتیاط تھی، لہٰذا اس نے فوراً یہ نہیں کہا کہ یہ اس کا تخت ہے کیونکہ اس کا تخت وہاں سے بہت بعید مسافت پر تھا اور نہ اس نے یہ کہا کہ اس کا تخت نہیں ہے کیونکہ گو اس میں بہت تبدیلی کر دی گئی تھی لیکن اس کے تخت کے آثار وصفات اور نشانات اس میں موجود تھے، اس لیے اس نے جواب دیا: ﴿ كَاَنَّهٗ هُوَ ۚ ﴾

① صحیح مسلم، البر والصلة والأدب، باب تحریم الظلم، حدیث: 2577 عن أبی ذر رضی اللہ عنہ۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2890/9 وتفسیر الطبری: 202/19 بالفاظ دیگر۔ ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2890/9. ④ تفسیر ابن أبی حاتم: 2890/9. ⑤ تفسیر ابن أبی حاتم: 2890/9.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

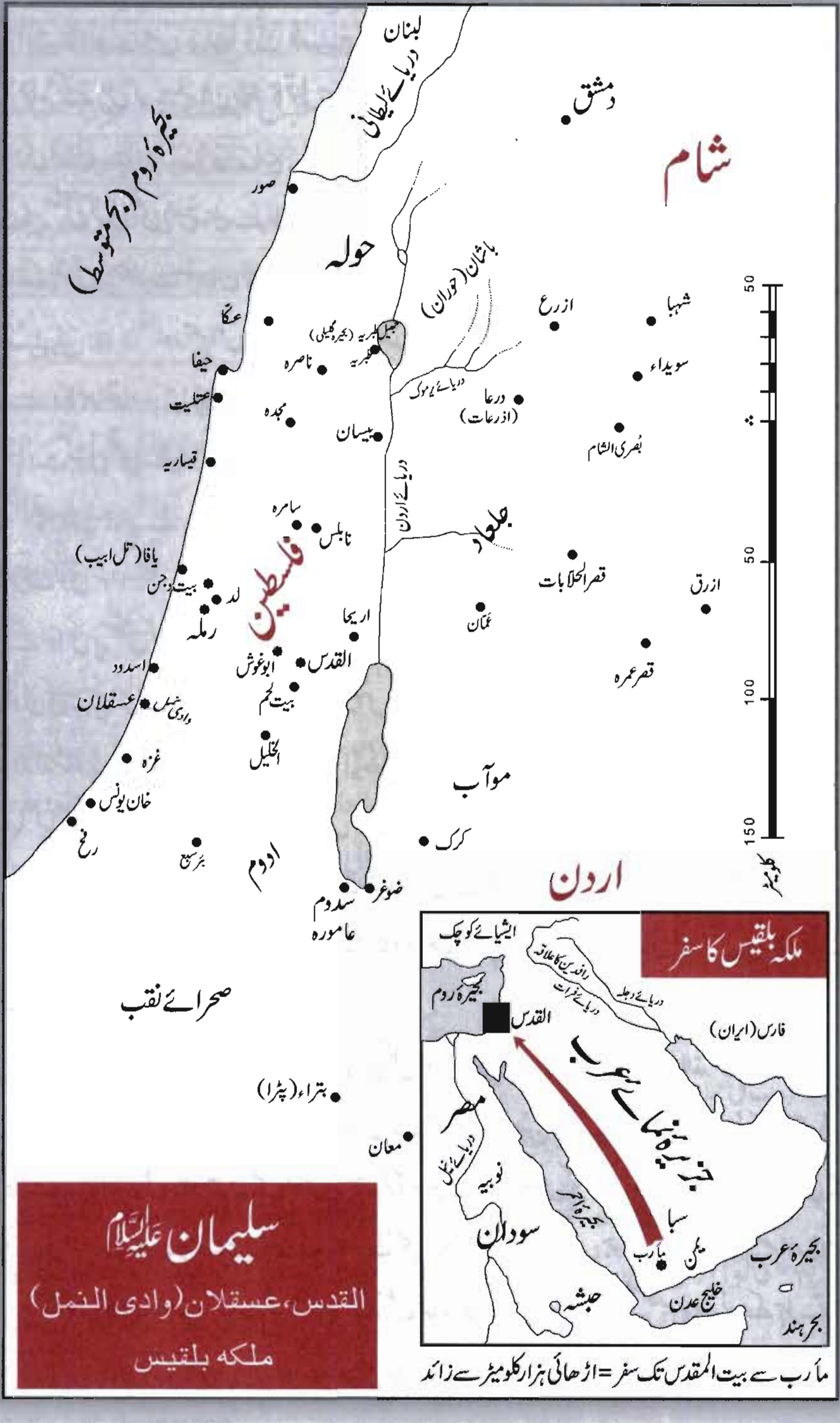

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

”یہ تو گویا (ہو بہو) وہی ہے۔“ یعنی اس طرح کا ہے اور اس سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس کا یہ جواب حد درجہ ذہانت و فطانت پر مبنی تھا۔ ﴿وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِیْنَ﴾ ”اور ہم اس سے پہلے ہی علم دے دیے گئے تھے اور ہم فرماں بردار تھے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ سلیمان علیہ السلام کا قول ہے۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ﴾ ”اور وہ جو اللہ کے سوا (اور کی) پرستش کرتی تھی (سلیمان نے) اس کو اس سے منع کیا (اس سے پہلے تو) وہ کافروں کی قوم میں سے تھی۔“ مجاہد اور سعید بن جبیر رحمہ اللہ کے بقول یہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہی کے کلام کا باقی حصہ ہے۔[2] یعنی سلیمان علیہ السلام نے فرمایا: ﴿وَاُوْتِیْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِیْنَ﴾ ”اور ہم اس سے پہلے ہی علم دے دیے گئے تھے اور ہم فرماں بردار تھے۔“ یعنی اس ملکہ کو اکیلے اللہ کی عبادت سے روکا ہوا تھا، ﴿مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كٰفِرِیْنَ﴾ ”اس چیز نے جس کی وہ اللہ کے سوا عبادت کرتی تھی، یقیناً وہ کافروں کی قوم میں سے تھی۔“ یہ مجاہد، سعید اور حسن کا قول ہے۔[3] اور ابن جریر کا بھی یہی قول ہے۔[4] پھر ابن جریر نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ ﴿وَصَدَّهَا﴾ کی ضمیر سلیمان کی طرف یا اللہ عزوجل کی طرف لوٹتی ہو اور مقدر عبارت اس طرح ہوگی کہ سلیمان علیہ السلام نے اس کو روکا ﴿مَا كَانَتْ تَّعْبُدُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ﴾ ”وہ جو اللہ کے سوا کی پرستش کرتی تھی۔“ یعنی اسے غیر اللہ کی عبادت سے منع کیا کیونکہ وہ کافروں میں سے تھی۔ میں کہتا ہوں کہ مجاہد کے قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ اس نے محل میں داخل ہونے کے بعد اسلام کا اظہار کیا تھا جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قِیْلَ لَهَا ادْخُلِی الصَّرْحَ ۚ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَیْهَا ؕ﴾ ”اس سے کہا گیا کہ محل میں چلیے جب اس نے اس (کے فرش) کو دیکھا تو اسے گہرا پانی سمجھا اور اس نے (کپڑا اٹھا کر) اپنی دونوں پنڈلیاں کھول دیں۔“ سلیمان علیہ السلام کے حکم سے شیطانوں نے شیشے کا ایک بہت عظیم الشان محل بنایا اور فرش کے نیچے پانی جاری کر دیا تھا اور جسے اس کے بارے میں علم نہ ہوتا وہ سمجھتا کہ پانی ہے، حالانکہ پانی اور فرش پر چلنے والے کے مابین شیشہ ہوتا تھا۔

ملکہ بلقیس کا شیش محل: عربی زبان میں صرح کے معنی محل اور ہر اونچی عمارت کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون ملعون کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ اس نے اپنے وزیر ہامان سے کہا تھا: ﴿ابْنِ لِیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْۤ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ﴾ (المؤمن 36:40) ”میرے لیے ایک محل بناؤ تاکہ میں (اس پر چڑھ کر آسمان کے) راستوں کو پہنچ جاؤں۔“ ”صرح“ یمن میں ایک محل کا نام بھی ہے جس کی عمارت بہت بلند ہے۔ اور مُمَرَّد کے معنی ایسی عمارت کے ہیں جو بہت مضبوط و مستحکم اور ملائم ہو۔ ﴿مِّنْ قَوَارِیْرَ ؕ﴾ ”شیشوں کا (بنا ہوا۔)“ تَمرِیدُ الْبِنَاءِ کے معنی عمارت کو ملائم مگر مضبوط و مستحکم بنانے کے ہوتے ہیں۔ مارد

---

[1] تفسیر الطبری: 203/19 . [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 2892/9 . [3] تفسیر الطبری: 204/19 . [4] تفسیر الطبری: 204/19 وتفسیر القرطبی: 208/13 .

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدۡ اَرۡسَلۡنَاۤ اِلٰی ثَمُوۡدَ اَخَاهُمۡ صٰلِحًا اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ فَاِذَا هُمۡ فَرِيۡقٰنِ

اور بلاشبہ ہم نے ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو، تو اسی وقت وہ لوگ دو فریق (مومن اور کافر) ہو کر جھگڑنے لگے ⑮ صالح

يَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿45﴾ قَالَ يٰقَوۡمِ لِمَ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبۡلَ الۡحَسَنَةِ ۚ لَوۡلَا تَسۡتَغۡفِرُوۡنَ

نے کہا: اے میری قوم! تم بھلائی (رحمت) سے پہلے برائی (عذاب) کیوں جلدی طلب کرتے ہو؟ تم اللہ سے مغفرت کیوں نہیں طلب کرتے تاکہ تم پر رحم

اللّٰهَ لَعَلَّكُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿46﴾ قَالُوا اطَّيَّرۡنَا بِكَ وَبِمَنۡ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمۡ عِنۡدَ اللّٰهِ

کیا جائے؟ ⑯ انھوں نے کہا: ہم تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں، صالح نے کہا: تمھاری نحوست و مصیبت تو اللہ کے پاس (اس کے اختیار

بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تُفۡتَنُوۡنَ ﴿47﴾

میں) ہے بلکہ تم لوگ تو آزمائے جا رہے ہو ⑰

دُومۃ الجَندَل میں ایک قلعے کا نام ہے۔ الغرض! حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس ملکہ کے لیے شیشے کا ایک بہت عظیم الشان اور نفیس محل بنوایا تھا تاکہ اسے اپنی عظمت و شوکت دکھائیں، جب اس نے ان محیر العقول نعمتوں کو دیکھا جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سرفراز فرما رکھا تھا پھر آپ کی عظمت و شان کو ملاحظہ کیا تو اس کے سامنے آپ کی حقیقت واضح ہو گئی کہ آپ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر اور ایک عظیم المرتبت بادشاہ ہیں۔ اس نے اس حقیقت کے واضح ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے سر اطاعت جھکا دیا اور اسلام قبول کر لیا اور کہا: ﴿ رَبِّ اِنِّيۡ ظَلَمۡتُ نَفۡسِيۡ ﴾ ''میرے پروردگار! بلاشبہ میں اپنے آپ پر ظلم کرتی رہی'' کہ میں کفر و شرک میں مبتلا رہی اور میں اور میری قوم اللہ تعالیٰ کے سوا سورج کی عبادت کرتی رہی۔ ﴿ وَاَسۡلَمۡتُ مَعَ سُلَيۡمٰنَ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ ﴿44﴾ ﴾ ''اور (اب) میں سلیمان کے ساتھ اللہ رب العالمین پر ایمان لاتی ہوں۔'' اور اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرنے میں سلیمان علیہ السلام کے دین کی پیروی کرتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہی نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر اس کا ٹھیک اندازہ مقرر فرمایا ہے۔

تفسیر آیات:45-47

صالح علیہ السلام اور آپ کی قوم ثمود: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی طرف بھیجا تو انھوں نے اپنی قوم کو اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دی ﴿ فَاِذَا هُمۡ فَرِيۡقٰنِ يَخۡتَصِمُوۡنَ ﴿45﴾ ﴾ ''تو وہ دو فریق ہو کر آپس میں جھگڑنے لگے۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ ان دو فریقوں سے مراد مومن اور کافر ہیں۔[1] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر فرمایا ہے:

﴿ قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ لِلَّذِيۡنَ اسۡتُضۡعِفُوۡا لِمَنۡ اٰمَنَ مِنۡهُمۡ اَتَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرۡسَلٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّا بِمَاۤ اُرۡسِلَ بِهٖ مُؤۡمِنُوۡنَ ○ قَالَ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡۤا اِنَّا بِالَّذِيۡۤ اٰمَنۡتُمۡ بِهٖ كٰفِرُوۡنَ ○ ﴾ (الأعراف 7:75,76) ''تو ان کی قوم میں سے سردار جو متکبر تھے غریب لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لے آئے تھے کہنے لگے: بھلا تم یقین کرتے ہو کہ صالح اپنے پروردگار کی طرف سے بھیجے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا: جو چیز دے کر وہ بھیجے گئے ہیں

[1] تفسیر الطبری: 208/19 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2898/9 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہم اس پر بلاشبہ ایمان رکھتے ہیں تو سرداران مغرور کہنے لگے کہ جس چیز پر تم ایمان لائے ہو ہم تو اسے نہیں مانتے۔''

﴿قَالَ يٰقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُوْنَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ﴾ ''(صالح نے) کہا کہ اے میری قوم! تم بھلائی سے پہلے برائی کے لیے کیوں جلدی کرتے ہو۔'' یعنی عذاب کے آنے کی کیوں دعا کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت کیوں طلب نہیں کرتے؟ اسی لیے فرمایا: ﴿لَوْ لَا تَسْتَغْفِرُوْنَ اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۞ قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ﴾ ''اللہ سے بخشش کیوں نہیں مانگتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے؟ وہ کہنے لگے کہ ہم تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو منحوس سمجھتے ہیں۔'' یعنی ہم نے آپ کے اور آپ کی پیروی کرنے والوں کے چہروں پر کوئی خیر و بھلائی نہیں دیکھی۔ ان بدبختوں کا یہ حال تھا کہ ان میں سے کسی کو جب بھی کوئی تکلیف پہنچتی تو کہتے کہ یہ صالح اور ان کے ساتھیوں کی وجہ سے ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ وہ ان کی وجہ سے بدشگونی لیتے تھے۔[1] جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قوم فرعون کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝﴾ (الأعراف 7:131) ''تو جب ان کو آسائش حاصل ہوتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس کے مستحق ہیں اور اگر سختی پہنچتی تو موسیٰ اور ان کے رفیقوں کی بدشگونی بتاتے۔ دیکھو! ان کی بدشگونی اللہ کے ہاں ہے اور لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔''

اور فرمایا: ﴿وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ﴾ (النسآء 4:78) ''اور ان لوگوں کو اگر کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر کوئی گزند پہنچتا ہے تو (اے محمد ﷺ! آپ سے) کہتے ہیں کہ یہ (گزند) آپ کی وجہ سے (ہمیں پہنچا) ہے۔ کہہ دیجیے: (رنج وراحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔'' یعنی اسی کی قضاء وقدر کے تابع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بستی والوں کے بارے میں خبر دی ہے کہ جب ان کے پاس رسول آئے، ﴿قَالُوْٓا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَلَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ۝﴾ (یٰسٓ 36:18,19) ''وہ بولے کہ ہم تم کو نامبارک دیکھتے ہیں۔ اگر تم باز نہ آؤ گے تو ہم تمھیں سنگسار کر دیں گے اور تم کو ہم سے دکھ دینے والا عذاب پہنچے گا، انھوں نے کہا کہ تمھاری نحوست تمھارے ساتھ ہے۔ کیا اگر تم نصیحت کیے جاؤ (تو یہ نحوست ہے؟) بلکہ تم ایسے لوگ ہو جو حد سے تجاوز کر گئے ہو۔'' اور ان لوگوں نے صالح علیہ السلام سے کہا: ﴿اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ ؕ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ ''ہم آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کی وجہ سے شگونِ بد لیتے ہیں، (صالح نے) کہا کہ تمھاری بدشگونی اللہ کی طرف سے ہے۔'' اور اللہ تعالیٰ ہی تمھیں اس کی سزا دے گا۔ ﴿بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُوْنَ ۝﴾ ''بلکہ تم ایسے لوگ ہو جن کی آزمائش کی جا رہی ہے۔'' قتادہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ تمھاری آزمائش کی جا رہی ہے کہ تم اطاعت کرتے ہو یا نافرمانی۔[2] لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ تم گمراہی میں مبتلا ہو اور آزمائش کے طور پر تم کو مہلت دی گئی ہے۔

---

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 2899/9. [2] تفسیر ابن أبي حاتم: 2899/9.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿48﴾ قَالُوْا

اور اس شہر میں نو سرغنے تھے، وہ زمین میں فساد پھیلاتے رہتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے ﴿48﴾ انھوں نے کہا: تم آپس میں اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم ضرور

تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا

صالح اور اس کے اہل خانہ پر شب خون ماریں گے، پھر ہم اس کے وارث سے کہیں گے کہ ہم اس کے گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے،

لَصٰدِقُوْنَ ﴿49﴾ وَمَكَرُوْا مَكْرًا وَّمَكَرْنَا مَكْرًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿50﴾ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

اور بلاشبہ ہم سچے ہیں ﴿49﴾ اور انھوں نے ایک چال چلی، اور ہم نے بھی تدبیر کی، اور وہ شعور بھی نہ رکھتے تھے ﴿50﴾ پھر آپ دیکھیں! ان کی چال کا انجام کیا ہوا،

مَكْرِهِمْ ۙ اَنَّا دَمَّرْنٰهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿51﴾ فَتِلْكَ بُيُوْتُهُمْ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوْا ؕ

بلاشبہ ہم نے ان (نو سرغنوں) کو اور ان کی سب قوم کو تباہ و برباد کر دیا ﴿51﴾ چنانچہ یہ ہیں ان کے گھر خالی (اجڑے اور ویران) پڑے ہوئے، اس لیے کہ انھوں نے

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿52﴾ وَاَنْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿53﴾

ظلم کیا، بلاشبہ اس میں نشان (عبرت) ہے ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں ﴿52﴾ اور ہم نے انھیں نجات دی جو ایمان لائے اور وہ (اللہ سے) ڈرتے تھے ﴿53﴾

تفسیر آیات: 48-53

فساد کرنے والے گروہ کی چال اور قوم ثمود کا انجام: اللہ تعالیٰ نے قوم ثمود کے سرکشوں اور ان سرداروں کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ وہ اپنی قوم کو ضلالت، کفر اور صالح علیہ السلام کی تکذیب کی دعوت دیتے تھے اور ان کا کفر اور ظلم یہاں تک پہنچ گیا کہ انھوں نے اونٹنی کو تو مار دیا اور یہ بھی ارادہ کیا کہ رات کو صالح علیہ السلام پر شب خون ماریں اور انھیں اچانک قتل کر دیں، پھر ان کے دوستوں اور رشتے داروں سے کہیں کہ انھیں تو اس واقعے کے بارے میں قطعاً علم نہیں اور وہ بالکل سچ کہہ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ ﴾ ''اور شہر میں تھے'' یعنی شہر ثمود میں۔ ﴿ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿48﴾ ﴾ ''نو شخص جو ملک میں فساد کیا کرتے تھے اور اصلاح سے کام نہیں لیتے تھے۔'' اور یہ نو آدمی قوم ثمود پر غالب تھے کیونکہ یہ ان کے سردار اور بڑے لوگ تھے۔ عوفی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھی لوگوں نے اونٹنی کو قتل کیا تھا۔[1] یعنی اونٹنی کا قتل ان لوگوں کی رائے اور مشورے سے ہوا تھا، اللہ تعالیٰ ان پر لعنت فرمائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَنَادَوْا صَاحِبَهُمْ فَتَعَاطٰى فَعَقَرَ ۝ ﴾ (القمر 29:54) ''تو ان لوگوں نے اپنے رفیق کو بلایا، پس اس نے دست درازی کی، پھر اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں۔'' اور فرمایا: ﴿ اِذِ انْۢبَعَثَ اَشْقٰىهَا ۝ ﴾ (الشمس 12:91) ''جب اُن میں سے ایک نہایت بد بخت اُٹھا۔''

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ہمیں یحییٰ بن ربیعہ صنعانی نے یہ خبر دی کہ میں نے عطاء بن ابو رباح کو یہ بیان کرتے ہوئے سنا: ﴿ وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ ﴿48﴾ ﴾ ''اور شہر میں نو شخص تھے جو ملک میں فساد کیا کرتے تھے اور اصلاح سے کام نہیں لیتے تھے۔'' اس آیت میں مذکور لوگوں کا فساد یہ تھا کہ وہ درہموں کو کاٹ

[1] تفسیر ابن أبي حاتم: 2900/9 و تفسیر الطبري: 210/19.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

لیتے تھے۔[1] یعنی ان میں سے کچھ لے لیتے تھے، گویا کہ ان کے ہاں بھی عربوں کی طرح لین دین میں درہموں کی تعداد کا نظام رائج تھا۔ امام مالک رحمہ اللہ نے یحییٰ بن سعید سے اور انھوں نے سعید بن مسیّب سے روایت کیا ہے کہ سونے اور چاندی (درہم ودینار) کو کاٹ لینا بھی فساد فی الأرض ہے۔[2] الغرض! ان کافروں اور فاسقوں میں خرابی کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ یہ زمین میں فتنہ وفساد برپا کرتے تھے۔ ان کے فتنہ وفساد کی کچھ صورتیں یہ تھیں جو ان ائمۂ کرام نے بیان فرمائی ہیں اور کچھ اور صورتیں بھی تھیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ﴾ ''کہنے لگے کہ اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم رات کو اس پر اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے۔'' یعنی قسم کھا کر اس بات کا عہد و پیمان کرو کہ ہم میں سے جس شخص کی بھی آج رات صالح علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو وہ انھیں قتل کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے خلاف ایک تدبیر کی اور سارا وبال انھی پر ڈال دیا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ انھوں نے بہت زور شور سے قسمیں کھائیں کہ وہ آپ کو ہلاک کر دیں گے مگر وہ آپ تک نہ پہنچ سکے، اللہ تعالیٰ نے انھیں اور ان کی ساری قوم کو ہلاک اور تباہ و برباد کر دیا۔[3]

امام عبدالرحمٰن بن زید نے کہا ہے کہ جب انھوں نے اونٹنی کی کونچیں کاٹ دیں تو حضرت صالح علیہ السلام نے ان سے فرمایا: ﴿ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ۝ ﴾ (ھود 11:65) ''اپنے گھروں میں تین دن (مزید) فائدے اُٹھالو، یہ ایسا وعدہ ہے کہ جھوٹا نہ ہوگا۔'' انھوں نے کہا کہ صالح کا گمان یہ ہے کہ وہ تین دن کے بعد ہمارا کام تمام کر دے گا ہم اس کا اور اس کے گھر والوں کا تین دن سے پہلے ہی کام تمام کر دیتے ہیں۔

صالح علیہ السلام کی حجر میں گھاٹی کے پاس ایک مسجد تھی جس میں آپ نماز ادا فرمایا کرتے تھے، وہ لوگ رات کو غار میں چلے گئے اور کہنے لگے کہ وہ رات کو جب نماز پڑھنے کے لیے آئیں گے تو ہم انھیں قتل کر دیں گے اور ان کے قتل کے بعد واپس آ کر ان کے گھر والوں کو بھی قتل کر دیں گے مگر اللہ تعالیٰ نے پہاڑ سے ان پر ایک چٹان بھیج دی، وہ ڈرے کہ یہ چٹان کہیں انھیں کچل ہی نہ ڈالے، انھوں نے جلدی سے بچاؤ کی صورت اختیار کرنا چاہی مگر چٹان گری تو اس سے غار کا منہ بند ہو گیا اور اب ان کی قوم کو ان کے بارے میں کوئی علم نہ تھا کہ وہ کہاں ہیں اور نہ انھیں یہ معلوم تھا کہ ان کی قوم کا کیا حشر ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان نو اشخاص کو یہاں غار میں عذاب میں مبتلا کر دیا اور قوم کے باقی لوگوں پر ان کے گھروں میں عذاب بھیج دیا اور حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کے رفقاء کو نجات عطا فرمائی، یہ تفصیل بیان کرنے کے بعد امام عبدالرحمٰن بن زید نے یہ آیات پڑھیں: ﴿ قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ ثُمَّ لَنَقُوْلَنَّ لِوَلِيِّهٖ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ اَهْلِهٖ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝﴾ ''کہنے لگے کہ اللہ کی قسم کھاؤ کہ ہم ضرور رات کو اس پر اور اس کے گھر والوں پر شب خون ماریں گے، پھر ہم اس کے وارث سے کہیں گے کہ ہم اس کے

[1] تفسیر عبدالرزاق :480/2، رقم:2171. [2] الموطأ للإمام مالك، البیوع، باب بیع الذهب بالفضة......، حدیث : 1368. [3] تفسیر ابن أبی حاتم :2901/9.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَلُوۡطًا اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ وَاَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ﴿54﴾ اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ

اور (یاد کریں) لوط کو جب اس نے اپنی قوم سے کہا: کیا تم بے حیائی (بدکاری) کرتے ہو جبکہ تم دیکھتے ہو (کہ یہ بے حیائی ہے)﴿54﴾ کیا تم شہوت رانی کے

الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تَجۡهَلُوۡنَ ﴿55﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ

لیے (اپنی) عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو؟ بلکہ تم تو نادان لوگ ہو﴿55﴾ پھر اس کی قوم کا اس کے سوا کوئی جواب نہ تھا کہ انھوں نے کہا:

قَوۡمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَخۡرِجُوۡۤا اٰلَ لُوۡطٍ مِّنۡ قَرۡيَتِكُمۡ ۚ اِنَّهُمۡ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوۡنَ ﴿56﴾ فَاَنۡجَيۡنٰهُ

آل لوط کو اپنی بستی سے نکال دو، کیونکہ یہ لوگ تو بڑے پاک صاف بنتے ہیں﴿56﴾ پھر ہم نے اسے اور اس کے اہل خانہ کو نجات دی، سوائے اس کی

وَاَهۡلَهٗۤ اِلَّا امۡرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرۡنٰهَا مِنَ الۡغٰبِرِيۡنَ ﴿57﴾ وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا ۚ فَسَآءَ مَطَرُ

بیوی کے، ہم نے فیصلہ کر دیا تھا کہ وہ پیچھے رہنے والوں میں سے ہوگی﴿57﴾ اور ہم نے ان پر (پتھروں کی) سخت بارش برسائی، تو ڈرائے گئے لوگوں

4 ع 14 19 الۡمُنۡذَرِيۡنَ ﴿58﴾ ع

پر (پتھروں کی) بدترین بارش برسائی گئی تھی﴿58﴾

گھر والوں کی ہلاکت کے وقت موجود نہ تھے اور بلاشبہ ہم سچے ہیں۔'' (اور ابن ابی حاتم میں حسب ذیل آیات کی تلاوت کا بھی ذکر ہے:)

﴿ وَمَكَرُوۡا مَكۡرًا وَّمَكَرۡنَا مَكۡرًا وَّهُمۡ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿50﴾ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ مَكۡرِهِمۡ ۙ اَنَّا دَمَّرۡنٰهُمۡ وَقَوۡمَهُمۡ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿51﴾ فَتِلۡكَ بُيُوۡتُهُمۡ خَاوِيَةًۢ بِمَا ظَلَمُوۡا ؕ اِنَّ فِيۡ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوۡمٍ يَّعۡلَمُوۡنَ ﴿52﴾ وَاَنۡجَيۡنَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ ﴿53﴾ ﴾ ''اور وہ ایک چال چلے اور ہم بھی ایک چال چلے اور ان کو کچھ خبر نہ ہوئی، چنانچہ دیکھیے کہ ان کی چال کا انجام کیا ہوا، ہم نے انھیں اور ان کی قوم سب کو ہلاک کر ڈالا، سو یہ ان کے گھر ان کے ظلم کے سبب خالی پڑے ہیں، جو لوگ دانش رکھتے ہیں ان کے لیے اس میں نشانی ہے اور جو لوگ ایمان لائے اور ڈرتے رہے، ہم نے ان کو نجات دی۔''[1]

تفسیر آیات: 54-58

لوط علیہ السلام اور آپ کی قوم کا ذکر: ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر فرمایا ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کو ایسی فحاشی کی وجہ سے جس کا ان سے پہلے کسی انسان نے ارتکاب نہیں کیا تھا، عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ آپ کی قوم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے لذت حاصل کرتی تھی۔ اور یہ زبردست فحاشی ہے کہ مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے اپنی جنسی ضرورت پوری کریں۔ آپ نے قوم سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَتَاۡتُوۡنَ الۡفَاحِشَةَ وَاَنۡتُمۡ تُبۡصِرُوۡنَ ﴿54﴾ ﴾ ''کیا تم بے حیائی کرتے ہو جبکہ تم دیکھتے ہو؟'' یعنی تم ایک دوسرے کے سامنے اپنی مجلسوں میں بدکاری کا ارتکاب کرتے ہو۔ ﴿ اَئِنَّكُمۡ لَتَاۡتُوۡنَ الرِّجَالَ شَهۡوَةً مِّنۡ دُوۡنِ النِّسَآءِ ؕ بَلۡ اَنۡتُمۡ قَوۡمٌ تَجۡهَلُوۡنَ ﴿55﴾ ﴾ ''کیا تم عورتوں کو چھوڑ کر لذت (حاصل کرنے) کے لیے مردوں کے پاس آتے ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ تم ایسے لوگ ہو کہ جہالت برتتے ہو۔'' تم طبعاً اور شرعاً کچھ نہیں جانتے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ اَتَاۡتُوۡنَ الذُّكۡرَانَ مِنَ الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ وَتَذَرُوۡنَ مَا خَلَقَ لَكُمۡ رَبُّكُمۡ مِّنۡ

[1] تفسير الطبري: 212/19 وتفسير ابن أبي حاتم: 2903/9. ملحوظہ: تفسیر ابن کثیر کے تمام نسخوں میں عبدالرحمٰن بن ابی حاتم ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿59﴾

(اے نبی!) کہہ دیجیے: تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے، اور اس کے ان بندوں پر سلام ہے جنھیں اس نے چن لیا، کیا اللہ بہتر ہے یا وہ جنھیں لوگ شریک ٹھہراتے ہیں؟﴿59﴾

اَزْوَاجِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ﴾ (الشعرآء 26:165,166) ''کیا تم اہلِ عالم میں سے لڑکوں کے پاس آتے ہو اور تمھارے پروردگار نے تمھارے لیے تمھاری بیویاں پیدا کی ہیں ان کو چھوڑ دیتے ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ تم حد سے نکل جانے والے لوگ ہو۔'' ﴿فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ قَالُوْۤا اَخْرِجُوْۤا اٰلَ لُوْطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿56﴾﴾ ''تو اس کی قوم کا اس کے سوا کچھ جواب نہ تھا کہ انھوں نے کہا: لوط کے گھر والوں کو اپنے شہر سے نکال دو، یقیناً یہ لوگ پاک بننا چاہتے ہیں۔'' یعنی تم جو کام کرتے ہو یہ اس سے بڑے اہتمام سے بچتے ہیں اور اس کارگزاری پر تمھارے برقرار رہنے کو بھی درست نہیں سمجھتے، لہٰذا انھیں اپنے ہاں سے نکال دو، وہ تمھارے علاقوں میں تمھارے ساتھ رہنے کے قابل نہیں ہیں، بنا بریں انھوں نے ان کو نکال دینے کا پختہ ارادہ کر لیا مگر اللہ تعالیٰ نے ان کو تباہ و برباد کر دیا اور ان کفار کے لیے بھی اس جیسی (سزائیں) ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ۫ قَدَّرْنٰهَا مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿57﴾﴾ ''تو ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو نجات دی سوائے ان کی بیوی کے ہم نے اس کے بارے میں فیصلہ کیا تھا (کہ وہ) پیچھے رہنے والوں میں سے ہو گی۔'' یعنی اپنی قوم کے ساتھ وہ بھی ہلاک ہو جائے گی کیونکہ وہ ان کے دین اور ان کے طریقے کی مؤید تھی اور ان کے قبیح افعال کو پسند کرتی تھی۔ وہ اپنی قوم کے لوگوں کو لوط علیہ السلام کے مہمانوں کے بارے میں بتا دیتی تھی تاکہ وہ ان کے پاس آ جائیں۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ ان فواحش کا ارتکاب کرتی تھی (بلکہ وہ ان سے بچی ہوئی تھی) اللہ کے نبی کے اکرام کی بنا پر نہ کہ اپنی کرامت و عزت کی بنا پر۔ ﴿وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا ۚ﴾ ''اور ہم نے ان پر (پتھروں کا) مینہ برسایا۔'' جو پتھر کی پے در پے ایسی کنکریوں کی صورت میں تھا جن پر تمھارے پروردگار کے ہاں سے نشان لگے ہوئے تھے اور وہ بستی ان ظالموں سے کچھ دور نہیں۔ اسی لیے فرمایا: ﴿فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿58﴾﴾ یعنی ان لوگوں پر مینہ برسا تھا جن پر حجت قائم ہو گئی تھی اور انھیں عذاب الٰہی سے ڈرا دیا گیا تھا مگر انھوں نے اللہ تعالیٰ کے رسول کی مخالفت اور تکذیب کی اور اللہ تعالیٰ کے رسول کو اپنے ہاں سے نکال دینے کا ارادہ کیا تھا۔

تفسیر آیت:59

اللہ تعالیٰ کی حمد اور رسولوں پر سلام بھیجنے کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ آپ کہیں: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ﴾ یعنی سب طرح کی تعریف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہے کہ اس نے اپنے بندوں کو ان گنت اور بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے اور اس لیے بھی کہ اس کی ذات پاک صفات عُلیا اور اسمائے حسنیٰ سے متصف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے ان بندوں پر سلام بھیجیں جنھیں اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہے، ان بندوں سے مرسلین و انبیائے کرام علیہم السلام مراد ہیں۔ عبدالرحمٰن

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بن زید بن اسلم وغیرہ کا بھی یہی قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں سے انبیائے کرام علیہم السلام مراد ہیں۔ ① اور یہ آیت کریمہ اس طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:180-182) ''یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں آپ کا پروردگار جو عزت والا ہے اس سے پاک ہے اور پیغمبروں پر سلام، سب طرح کی تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔''

ثوری اور سدی کہتے ہیں کہ اس سے مراد اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ② اللہ ان تمام سے راضی ہو۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ ③ اور ان دونوں اقوال میں کوئی تضاد نہیں کیونکہ اگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہیں تو حضرات انبیائے کرام علیہم السلام بالاولیٰ ان بندوں میں سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا ہوا ہے۔ ﴿ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴾ ''بھلا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو یہ (اس کا) شریک بناتے ہیں۔'' یہ مشرکین کے اللہ کے ساتھ دیگر معبودانِ باطلہ کی عبادت کرنے کے بارے میں استفہامِ انکار ہے۔

---

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2906/9. ② تفسیر الطبری: 4/20 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2906/9. ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2906/9 و تفسیر الطبری: 4/20.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآىِٕقَ

(کیا یہ معبودانِ باطلہ بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمھارے لیے آسمان سے پانی اتارا؟ پھر ہم نے اس سے ایسے

ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ

پررونق باغ اگائے جن کے درخت اگانے کی تمھیں قدرت نہ تھی، کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ بلکہ (یہ) وہ لوگ ہیں جو (غیر اللہ کو اللہ کے)

يَّعْدِلُوْنَ ؕ 60

برابر ٹھہراتے ہیں 60

تفسیر آیت:60

توحید کے چند ایک دلائل: اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بیان شروع فرمایا ہے کہ صرف اور صرف وہی خالق، رازق اور مدبر ہے، اس کے سوا اور کسی کے اختیار میں یہ امور نہیں ہیں، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ﴾ ''بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا؟'' یعنی کس نے ان بلند و بالا اور صاف و شفاف آسمانوں کو پیدا فرمایا اور انھیں روشن اور چمکدار ستاروں اور گردش کرنے والے افلاک سے مزین کیا، پھر اس نے زمین کو پیدا فرما کر اس کی موٹی تہ بچھا دی اور اس میں اس نے پہاڑوں، ٹیلوں، میدانوں، غاروں، جنگلوں، صحراؤں، فصلوں، درختوں، پھلوں، دریاؤں، سمندروں، اور مختلف قسموں، شکلوں اور رنگوں کے جانوروں وغیرہ کو پیدا فرمایا؟

﴿وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً﴾ ''اور (کس نے) تمھارے لیے آسمان سے پانی برسایا؟'' اور اسے بندوں کے لیے رزق بنایا؟ ﴿فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآىِٕقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ﴾ ''پھر ہم نے اس سے سرسبز باغ اُگائے۔'' جن کے منظر بہت حسین اور جن کی شکلیں بہت خوب صورت ہیں۔ ﴿مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا﴾ ''تمھارا کام تو نہ تھا کہ تم اس کے درختوں کو اُگاتے۔'' تم تو درختوں کے اگانے پر قادر نہ تھے، قادر تو وہ خالق و رازق ہے جو مستقل طور پر خالق و رازق ہے اور ان صفات میں منفرد ہے۔ اس کے سوا کوئی بت یا کوئی شریک اس پر قادر نہیں ہے۔ اور خود مشرکین کو بھی اس کا اعتراف تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ﴾ (الزخرف 87:43) ''اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے۔'' اور فرمایا: ﴿وَلَىِٕنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ﴾ (العنکبوت 63:29) ''اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ آسمان سے پانی کس نے برسایا، پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد (کس نے) زندہ کیا؟ تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے۔'' یعنی وہ اس بات کے معترف ہیں کہ یہ سارے کام اللہ وحدہ لاشریک ہی کے ہیں لیکن اس کے باوجود یہ لوگ اللہ کے سوا ان کی بھی پوجا کرتے ہیں جن کے بارے میں انھیں اعتراف ہے کہ وہ نہ پیدا کر سکتے ہیں اور نہ کسی کو رزق دے سکتے ہیں، لہٰذا جس نے اس ساری کائنات کو پیدا فرمایا اور جو ساری مخلوقات کا رازق ہے، وہی اس بات کا مستحق ہے کہ عبادت بھی صرف اسی ذات پاک کی کی جائے، اسی لیے فرمایا: ﴿ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ﴾ ''تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟'' یعنی کیا اللہ کے ساتھ کوئی

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ

(کیا یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جس نے زمین ٹھہرنے کے لائق بنائی، اور اس کے درمیان نہریں بنائیں اور اس کے لیے اس نے پہاڑ بنائے، اور دو

الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿61﴾ؕ

سمندروں کے درمیان آڑ رکھی؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) الہ ہے؟ (نہیں!) بلکہ ان کے اکثر علم نہیں رکھتے ﴿61﴾

اور معبود بھی ہے کہ جس کی عبادت کی جائے جبکہ تمھارے سامنے بلکہ ہر عقل مند کے سامنے یہ واضح ہو چکا ہے اور تم خود اس کا اعتراف بھی کرتے ہو کہ صرف وہی خالق اور رازق ہے، پھر فرمایا: ﴿ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ﴿60﴾ ﴾ ''بلکہ یہ ایسے لوگ ہیں جو (اللہ کے) ہمسر ٹھہراتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے برابر اور مثل قرار دیتے ہیں۔

تفسیر آیت:61

زمین بہترین قرار گاہ: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا ﴾ ''بھلا کس نے زمین کو ٹھہرنے کے لائق بنایا؟'' کس نے زمین کو قرار بخشا اور اسے ساکن وثابت بنا دیا ہے کہ اب وہ حرکت کرتی ہے نہ ڈگمگاتی ہے؟ کیونکہ اگر اس میں حرکت اور جنبش ہوتی تو زندگی خوش گوار نہ ہوتی، اسی لیے اس نے اسے اپنے فضل ورحمت سے بستر اور بچھونے کی طرح بنا دیا کہ ساکت وساکن ہے اور اس میں حرکت وجنبش نہیں جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ﴾ (المؤمن 64:40) ''اللہ ہی تو ہے جس نے زمین کو تمھارے لیے ٹھہرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا۔''

زمین میں دریاؤں کا جال: ﴿ وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا ﴾ ''اور اس کے بیچ میں دریا بنائے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے زمین میں شیریں اور پاکیزہ پانی کے دریا جاری وساری کر دیے، انھیں زمین کے بیچ ہی سے نکالا اور زمین ہی میں رواں دواں کر دیا، پھر ان میں سے کچھ دریا بڑے، کچھ چھوٹے اور کچھ درمیانے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان دریاؤں کو اپنے بندوں اور ان کے ملکوں اور علاقوں کی مصلحتوں کے مطابق مشرق سے مغرب کو یا جنوب سے شمال کو جاری کر دیا ہے جیسا کہ اپنے بندوں کو بھی اللہ تعالیٰ نے زمین کے اطراف واکناف میں پھیلا دیا اور ان کی ضرورتوں کے مطابق اس نے رزق کا بھی اہتمام فرما دیا ہے۔ ﴿ وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ ﴾ ''اور اس کے لیے پہاڑ بنائے۔'' اسی نے زمین میں بلند وبالا پہاڑ پیدا فرما دیے ہیں جو زمین کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں تاکہ یہ ڈگمگا نہ سکے۔ ﴿ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ﴾ ''اور دو سمندروں کے بیچ میں اوٹ بنائی۔'' یعنی اس نے میٹھے اور نمکین پانیوں کے درمیان اوٹ بنا دی جس کی وجہ سے پانی ایک دوسرے میں مل کر خراب نہیں ہوتے کیونکہ حکمت الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ ہر قسم کے پانی کو اس کی مخصوص صفت کے ساتھ باقی رکھا جائے تاکہ مقصود حاصل ہو سکے۔

شیریں دریا سے مراد وہ ہیں جو لوگوں کے مابین رواں دواں ہیں اور ان سے مقصود یہ ہے کہ ان کا آبِ رواں شیریں ہوتا ہے کہ انسانوں اور حیوانوں کے پینے کے کام آئے اور اس سے فصلوں اور پھلوں کی آبپاشی کا کام بھی کیا جا سکے اور نمکین دریاؤں سے مراد وہ سمندر ہیں جو ہر طرف سے زمین کو گھیرے ہوئے ہیں اور ان سے مقصود یہ ہے کہ ان کا پانی کھاری اور کڑوا ہوتا کہ ان کی ہوا کی وجہ سے فضا خراب نہ ہو جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ

(کیا یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جو مجبور ولاچار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارتا ہے، اور وہ اس کی تکلیف دور کر دیتا ہے، اور وہ تمھیں زمین میں

اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ ﴿62﴾

جانشین بناتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ تم کم ہی نصیحت حاصل کرتے ہو ﴿62﴾

وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا ﴿ (الفرقان 53:25) ''اور وہی تو ہے جس نے دو سمندروں کو ملا دیا، یہ (ایک کا پانی) شیریں ہے بہت میٹھا اور یہ (دوسرے کا) کھارا ہے نہایت کڑوا اور اس نے (ہی) ان دونوں کے درمیان ایک پردہ اور مضبوط اوٹ بنادی۔''

اسی لیے فرمایا: ﴿ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟'' جس نے یہ کام کیا ہو یا دوسرے قول کے مطابق جس کی عبادت کی جائے، یہ دونوں معنی ہی لازم وملزوم اور صحیح ہیں۔ ﴿ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿61﴾ ﴾ ''(ہرگز نہیں) بلکہ ان کے اکثر علم نہیں رکھتے۔'' یعنی اس کے علاوہ ان بتوں کی پوجا پاٹ میں۔

تفسیر آیت: 62

مشکل کشا اور حاجت روا: اللہ تعالیٰ نے متنبہ فرمایا ہے کہ شدائد کے وقت اسی سے دعا کی جائے اور مشکلات کے ازالے کی اسی سے اُمید رکھی جائے جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّآ اِيَّاهُ ۚ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 67:17) ''اور جب تمھیں سمندر میں تکلیف پہنچتی ہے (ڈوبنے کا خوف ہوتا ہے) تو جنھیں تم پکارا کرتے ہو سب اُس (پروردگار) کے سوا گم ہو جاتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْـَٔرُوْنَ ۚ ﴾ (النحل 53:16) ''پھر جب تمھیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اسی کے سامنے گڑگڑاتے ہو۔''

اسی طرح یہاں فرمایا: ﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ ﴾ ''بھلا کون بے قرار کی (التجا) قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے۔'' یعنی کون ہے کہ مجبور ومضطر اور لاچار وبے قرار جس کی طرف رجوع کرتا ہے اور کون ہے جو تکلیف میں مبتلا لوگوں کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے بَلْهُجَيم کے ایک شخص سے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کس کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

[أَدْعُو إِلَى اللّٰهِ وَحْدَهُ، الَّذِي إِنْ مَّسَّكَ ضُرٌّ فَدَعَوْتَهُ، كَشَفَ عَنْكَ، وَالَّذِي إِنْ ضَلَلْتَ بِأَرْضٍ قَفْرٍ فَدَعَوْتَهُ، رَدَّ عَلَيْكَ، وَالَّذِي إِنْ أَصَابَتْكَ سَنَةٌ فَدَعَوْتَهُ، أَنْبَتَ عَلَيْكَ، قَالَ: قُلْتُ: فَأَوْصِنِي، قَالَ: لَا تَسُبَّنَّ أَحَدًا، وَّلَا تَزْهَدَنَّ فِي الْمَعْرُوفِ، وَلَوْأَنْ تَلْقٰى أَخَاكَ وَأَنْتَ مُنْبَسِطٌ إِلَيْهِ وَجْهُكَ، وَلَوْأَنْ تُفْرِغَ مِنْ دَلْوِكَ فِي إِنَاءِ الْمُسْتَسْقِي، وَاتَّزِرْ إِلٰى نِصْفِ السَّاقِ، فَإِنْ أَبَيْتَ فَإِلَى الْكَعْبَيْنِ، وَإِيَّاكَ وَإِسْبَالَ الْإِزَارِ، فَإِنَّ إِسْبَالَ الْإِزَارِ مِنَ الْمَخِيلَةِ، وَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمَخِيلَةَ]

''میں اس اللہ وحدہ کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ آپ کو اگر کوئی تکلیف پہنچے اور آپ اس سے دعا کریں تو وہ آپ کی تکلیف

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کو دور فرما دے اور اگر آپ کسی جنگل میں اپنی سواری گم کر بیٹھیں اور اس سے دعا کریں تو وہ آپ کی سواری آپ کو ملا دے اور وہ کہ اگر آپ قحط سالی میں مبتلا ہوں اور اس سے دعا کریں تو وہ ہریالی و شادابی پیدا فرما دے، راوی کا بیان ہے کہ میں نے عرض کی کہ مجھے وصیت فرمائیے، آپ نے فرمایا: کسی کو گالی نہ دو، نیکی میں کوتاہی نہ کرو، خواہ یہ نیکی اپنے بھائی سے خندہ پیشانی سے ملنا ہی کیوں نہ ہو یا پانی پینے والے کے برتن میں اپنے ڈول سے پانی ڈالنا ہی کیوں نہ ہو، اپنے تہبند کو نصف پنڈلی تک رکھو، اگر یہ نہ کر سکو تو ٹخنوں کے اوپر تک رکھو، تہبند کو ٹخنوں کے نیچے لٹکانے سے اجتناب کرو کیونکہ تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانا تکبر ہے اور اللہ تعالیٰ تکبر کو پسند نہیں فرماتا۔''[1]

ایک مجاہد فی سبیل اللہ کا قصہ: حافظ ابن عساکر نے فاطمہ بنت حسن ام احمد عجلیہ کے حالات میں ذکر فرمایا ہے کہ ایک جنگ میں کافروں نے مسلمانوں کو شکست دے دی تو ایک مسلمان کا گھوڑا جو بہت تیز رفتار تھا، میدان میں اڑ گیا، وہ مسلمان شخص سخی اور بہت نیک تھا، اس نے گھوڑے سے کہا: کیا بات ہے؟ میں نے تو تجھے اسی طرح کے دن کے لیے تیار کیا تھا۔ گھوڑے کو اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی عطا فرمائی اور اس نے کہا: میں کوتاہی کیوں نہ کروں آپ میرا چارا سائیسوں (جانوروں کے نگرانوں) کے سپرد کر دیتے تھے اور وہ مجھ پر ظلم کرتے اور مجھے کھانے کو بہت کم دیتے تھے؟ اس نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر عہد کرتا ہوں کہ آج کے بعد میں تجھے اپنی نگرانی میں کھلایا کروں گا، یہ سن کر گھوڑا چل پڑا اور گھوڑے کا مالک دشمنوں سے نجات پا گیا اور اس کے بعد وہ ہمیشہ گھوڑے کو اپنی نگرانی ہی میں کھلایا کرتا تھا اور اس کا یہ معاملہ لوگوں میں خاصا مشہور ہو گیا اور لوگ اس کے پاس آنے لگے تاکہ یہ بات خود اس کی زبانی سنیں حتی کہ رومی بادشاہ تک یہ خبر پہنچی، اس نے کوشش کی کہ کسی طرح اس شخص کو اپنے ملک میں بلا لے، اس نے ایک مرتد شخص کو اس کے پاس بھیجا، جب وہ اس کے پاس آیا تو اس نے بظاہر تأثر یہ دیا کہ اب اس کی اور اس کی قوم کی اسلام کے بارے میں نیت بہت اچھی ہے حتی کہ اسے اپنے اعتماد میں لے لیا اور دونوں ایک دن باہر نکلے اور دریا کے ساحل پر چلنے لگے۔ شاہِ روم کے بھیجے ہوئے آدمی نے خفیہ طور پر ایک شخص سے پروگرام طے کر رکھا تھا کہ وہ بھی وہاں پہنچ جائے تاکہ دونوں مل کر اسے گرفتار کر لیں۔ جب دونوں نے اسے گھیرے میں لے لیا تاکہ اسے پکڑ کر گرفتار کر لیں تو اس نے آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور دعا کی: اے اللہ! اس شخص نے مجھے تیرے نام پر دھوکا دیا ہے، لہٰذا تو جس طرح چاہے مجھے ان دونوں سے بچا لے۔ اس شخص کا بیان ہے کہ اس کی اس دعا کے بعد دو درندے نمودار ہوئے، انھوں نے ان دونوں آدمیوں کو پکڑ لیا اور یہ شخص صحیح سلامت اپنے گھر واپس آ گیا۔[2]

زمین میں خلافت: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ﴾ ''اور وہ تمھیں زمین میں جانشین بناتا ہے۔'' یعنی وہ پہلی صدی کے لوگوں کا بعد کی صدی کے لوگوں کو اور سلف کا خلف کو جانشین بناتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ اِنْ

---

[1] مسند أحمد: 64/5 عن جابر بن سليم الهجيمي اس سے پہلی روایت میں یہی نام مذکور ہے، اس لیے اس روایت میں بھی عن رجل سے یہی مراد ہیں۔ [2] تاريخ دمشق الكبير لابن عساكر، ترجمة فاطمة بنت الحسن أم أحمد العجلية: 9,8/74.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ

(کیا یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جو تمھیں خشکی اور تری کے اندھیروں میں راہ دکھاتا ہے اور جو اپنی رحمت (بارش) سے پہلے بشارت والی ہوائیں بھیجتا ہے؟

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿63﴾

کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود ہے؟ اللہ ان سے بلند و بالا ہے جنھیں وہ شریک ٹھہراتے ہیں ﴿63﴾

يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿ (الأنعام 133:6) ”اگر چاہے تو تمھیں لے جائے اور تمھارے بعد جسے چاہے (تمھارا) جانشین بنا دے جیسا کہ اس نے تمھیں بھی دوسرے لوگوں کی نسل سے پیدا کیا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ ﴾ (الأنعام 165:6) ”اور وہی تو ہے جس نے زمین میں تمھیں (اپنا) نائب بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر درجوں میں بلند کیا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ ﴾ (البقرة 30:2) ”اور (وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے) جب تیرے پروردگار نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔“

یعنی زمین میں ایک ایسی قوم پیدا کرنے والا ہوں جو ایک دوسرے کی جانشین ہوگی جیسا کہ ہم نے قبل ازیں اس کی تفصیل بیان کی ہے، اسی طرح اس آیت کریمہ میں فرمایا: ﴿ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ﴾ ”اور وہ تمھیں زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے۔“ یعنی کون ہے جو ایک امت کے بعد دوسری امت، ایک نسل کے بعد دوسری نسل اور ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو جانشین بناتا ہے، اگر وہ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی وقت میں پیدا فرما دیتا اور بعض کو بعض کی اولاد میں سے نہ بناتا بلکہ سب کو اسی طرح پیدا فرما دیتا جس طرح اس نے حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا فرمایا اور اگر وہ چاہتا تو بعض کو بعض کی اولاد میں سے تو بنا دیتا لیکن کسی کو فوت نہ کرتا اور بالآخر سب کو ایک ہی دفعہ فوت کر لیتا، اگر ایسی صورت ہوتی تو زمین تنگ ہو جاتی، لوگوں کی معیشت تنگ ہو جاتی، بعض، بعض سے نقصان اٹھاتے لیکن حکمت الٰہی کا تقاضا یہ ہوا کہ وہ سب انسانوں کو ایک ہی جان سے پیدا فرمائے، پھر ان کی تعداد کو کثیر کر کے انھیں زمین میں پھیلا دے اور انھیں صدیوں کے بعد صدیوں اور امتوں کے بعد امتوں میں تقسیم فرما دے حتی کہ مدت پوری ہو جائے جیسا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کا اندازہ مقرر فرما رکھا ہے اور جیسے اس نے ایک ایک بندے کا شمار کر رکھا ہے، پھر ایک دن وہ قیامت برپا کرے گا اور ہر عمل کرنے والے کو اس کے عمل کے مطابق اچھا یا برا بدلہ عطا فرمائے گا، اسی لیے اس نے فرمایا ہے: ﴿ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ ﴾ ”بھلا کون بے قرار کی (التجا) قبول کرتا ہے، جب وہ اسے پکارتا ہے اور (کون اس کی) تکلیف کو دور کرتا ہے اور (کون) تمھیں زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟“ یعنی کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے جس کو ان باتوں کی قدرت ہو یا کیا اس کے بعد اللہ کے سوا کوئی اور معبود ہے جس کی عبادت کی جا سکے جبکہ یہ معلوم ہے کہ ان تمام امور کو سرانجام دینے والا صرف اللہ وحدہ لاشریک

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ

(کیا یہ بت بہتر ہیں) یا وہ (اللہ) جو مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا، اور وہ جو تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿64﴾

کوئی (اور) الٰہ ہے؟ کہہ دیجیے: اگر تم سچے ہو تو اپنی کوئی دلیل لے آؤ ﴿64﴾

ہی ہے! ﴿ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿62﴾ ﴾ ''مگر بہت ہی کم تم نصیحت حاصل کرتے ہو۔'' یعنی لوگ ایسا بہت کم غور کرتے ہیں جو ان کی حق کی طرف رہنمائی کرے اور انھیں صراط مستقیم کی نشان دہی کرے۔

تفسیر آیت:63

ستاروں کے فوائد: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ﴾ ''بھلا کون تمھیں خشکی اور تری کے اندھیروں میں رستہ بتاتا ہے۔'' اور آسمانوں اور زمین میں پیدا کیے ہوئے نشانات کے ساتھ تمھاری رہنمائی فرماتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ ﴾ (النحل 16:16) ''اور (رستوں میں) نشانات بنا دیے اور لوگ ستاروں سے بھی رستے معلوم کرتے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ ﴾ (الأنعام 97:6) ''اور وہی تو ہے جس نے تمھارے لیے ستارے بنائے تاکہ تم خشکی اور تری کے اندھیروں میں ان سے رستے معلوم کرو۔'' ﴿ وَمَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ﴾ ''اور کون ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے (بارش سے پہلے) خوش خبری دینے والیاں بنا کر بھیجتا ہے۔'' یعنی اس بادل سے پہلے جس میں بارش ہوتی ہے اور جسے اللہ تعالیٰ اپنے قحط زدہ اور مایوس بندوں پر برسا دیتا ہے ﴿ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿63﴾ ﴾ ''تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟ یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں اللہ (کی شان) اس سے بلند ہے۔''

تفسیر آیت:64

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے دلائل: یعنی اللہ تعالیٰ اپنی قدرت وحکمت کے ساتھ مخلوق کو پہلی بار پیدا کرتا، پھر اسے دوبارہ پیدا کرے گا جیسا کہ دوسرے مقام پر فرمایا: ﴿ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ﴿۱۲﴾ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ﴿۱۳﴾ ﴾ (البروج 13,12:85) ''بے شک آپ کے پروردگار کی پکڑ بہت سخت ہے، وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے اور وہی لوٹائے گا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَهُوَ الَّذِيْ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَيْهِ ؕ ﴾ (الروم 27:30) ''اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے، پھر اسے لوٹائے گا اور یہ اس کے لیے بہت آسان ہے۔''

﴿ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ﴾ ''اور کون تمھیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے؟'' (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) کہ آسمان سے بارش نازل کرتا اور زمین سے برکتوں کو پیدا فرماتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ ﴿۱۱﴾ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ ﴿۱۲﴾ ﴾ (الطارق 12,11:86) ''آسمان کی قسم! جو بار بار بارش برسانے والا ہے اور زمین کی قسم! جو پھٹنے والی ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ؕ ﴾ (الحديد 4:57)

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿65﴾ بَلِ ادّٰرَكَ

کہہ دیجیے: آسمانوں اور زمین میں اللہ کے سوا کوئی بھی غیب (کی بات) نہیں جانتا، اور وہ (خودساختہ معبود) تو یہ بھی نہیں جانتے کہ وہ (قبروں سے) کب

عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿66﴾ ع

اٹھائے جائیں گے ﴿65﴾ بلکہ آخرت کے بارے میں ان کا علم ختم ہو چکا، بلکہ وہ آخرت کے متعلق شک میں ہیں، بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں ﴿66﴾

''جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی اور جو اس کی طرف چڑھتی ہے، سب اسے معلوم ہے۔''

اللہ تعالیٰ آسمان سے بارش کے بابرکت پانی کو نازل فرماتا ہے، پھر اسے چشمے بنا کر زمین میں جاری کر دیتا ہے اور اس سے مختلف قسم کی فصلیں، پھل اور گلہائے رنگا رنگ پیدا فرماتا ہے، ﴿ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ۝ ﴾ (طٰهٰ 20:54) ''(کہ خود بھی) کھاؤ اور اپنے چار پایوں کو بھی چراؤ، بے شک ان (باتوں) میں عقل والوں کے لیے (بہت سی) نشانیاں ہیں۔'' اسی لیے فرمایا: ﴿ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ ﴾ ''تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی (اور) معبود بھی ہے؟'' یعنی کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے جس نے یہ کام کیا ہو اور دوسرے قول کے مطابق اس کے معنی یہ ہیں، کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہو سکتا ہے جس کی عبادت کی جائے؟ ﴿ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿64﴾ ﴾ ''کہہ دیجیے: (مشرکو!) اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل پیش کرو۔'' یعنی اگر تم دیگر معبودوں کی عبادت کے دعوے میں سچے ہو تو اپنے اس دعوے کی دلیل پیش کرو اور معلوم ہے کہ ان کے پاس کوئی دلیل و برہان نہیں ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون 23:117) ''اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو پکارتا ہے جس کی اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اللہ ہی کے ہاں ہوگا، کچھ شک نہیں کہ کافر فلاح نہیں پائیں گے۔''

تفسیر آیات: 66,65

عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات گرامی ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو یہ حکم دیا ہے کہ آپ تمام مخلوق کو یہ بات بتا دیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا آسمانوں اور زمین میں اور کوئی غیب نہیں جانتا۔ اور ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ اِلَّا اللّٰهُ ؕ ﴾ میں استثنا منقطع ہے، یعنی اللہ عزوجل کے سوا اور کوئی اسے نہیں جانتا، غیب جاننا صرف اسی ذات وحدہ لاشریک کا خاصہ ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ ﴾ (الأنعام 6:59) ''اور اسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جنھیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌۢ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ۝ ﴾ (لقمٰن 31:34) ''یقیناً اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے اور وہی مینہ برساتا ہے اور وہی رحموں کی چیزوں کو جانتا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کام کرے گا اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سرزمین میں اسے موت آئے گی، بے شک اللہ ہی خوب جاننے والا، بڑا

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا لَمُخْرَجُوْنَ ﴿67﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ

اور کافروں نے کہا: کیا جب ہم اور ہمارے آباء واجداد مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہمیں (پھر قبروں سے) نکالا جائے گا؟﴿67﴾ بلاشبہ ہمیں اور اس سے پہلے

وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿68﴾ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ

ہمارے آباء واجداد کو بھی یہ وعدے دیے جاتے رہے ہیں، لیکن یہ تو محض پہلے لوگوں کے افسانے ہیں﴿68﴾ کہہ دیجیے: تم زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو

عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿69﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿70﴾

مجرموں کا انجام کیسا ہوا؟﴿69﴾ اور (اے نبی!) آپ ان پر غم نہ کریں اور نہ ہی جو وہ مکر وفریب کر رہے ہیں (اس پر) تنگ دل ہوں﴿70﴾

خبردار ہے۔'' اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

﴿ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿65﴾ ﴾ ''اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کب (زندہ کرکے) اُٹھائے جائیں گے۔'' یعنی آسمانوں اور زمین میں بسنے والی مخلوق میں سے کوئی بھی قیامت کے وقت کو نہیں جانتا جیسا کہ فرمایا: ﴿ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ ﴾ (الأعراف 187:7) ''وہ آسمانوں اور زمین میں بہت بھاری ہے اور اچانک تم پر آجائے گی۔'' یعنی اس کا علم آسمان اور زمین والوں کے لیے بہت بھاری ہے، ﴿ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ۣ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۣ ﴾ ''بلکہ آخرت (کے بارے) میں ان کا علم منتہی ہو چکا ہے بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں۔'' یعنی ان کا علم ختم ہو گیا ہے اور وہ اس کے وقت کے جاننے سے عاجز وقاصر ہیں۔ بعض نے اس کے یہ معنی بیان کیے ہیں کہ قیامت کے بارے میں ان کا علم ایک جیسا ہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ جب جبریل نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے وقت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: [مَا الْمَسْؤُلُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ] ''اس بارے میں مسئول کو سائل سے زیادہ علم نہیں ہے۔''[1] یعنی اس کے بارے میں مسئول اور سائل کا علم ایک جیسا ہے کہ دونوں ہی اسے جاننے سے عاجز وقاصر ہیں۔

اور اس کا فرمان ہے: ﴿ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۣ ﴾ ''بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں۔'' هُمْ ضمیر کا مرجع جنس ہے اور مراد اس سے کافر ہیں جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَعُرِضُوْا عَلٰي رَبِّكَ صَفًّا ۭ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۡ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴾ (الكهف 48:18) ''اور وہ سب آپ کے پروردگار کے سامنے صف باندھے ہوئے پیش کیے جائیں گے (تو ہم ان سے کہیں گے کہ) جس طرح ہم نے تمھیں پہلی بار پیدا کیا تھا (اسی طرح آج) تم ہمارے پاس آئے لیکن تم نے تو یہ خیال کر رکھا تھا کہ ہم نے تمھارے لیے (قیامت کا) کوئی وقت مقرر ہی نہیں کیا۔'' یعنی تم میں سے کافروں نے یہ گمان کر رکھا تھا، اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۣ ﴾ ''بلکہ وہ اس سے شک میں ہیں۔'' اس کے وجود اور وقوع پذیر ہونے کے بارے میں شک میں مبتلا ہیں، ﴿ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿66﴾ ﴾ ''بلکہ وہ اس سے اندھے (ہو رہے) ہیں۔'' یعنی قیامت کے بارے میں وہ بہت بڑی جہالت اور بہت بڑے اندھے پن میں مبتلا ہیں۔

---

[1] صحيح البخاري، الإيمان، باب سؤال جبريل النبيﷺ عن الإيمان......، حديث : 50 و صحيح مسلم، الإيمان، باب بيان الإيمان والإسلام......، حديث: 9,8 عن أبي هريرةؓ .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿71﴾ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ

اور وہ کہتے ہیں: اگر تم سچے ہو تو یہ (عذاب کا) وعدہ کب پورا ہوگا؟ ﴿71﴾ آپ کہہ دیجیے: جو عذاب تم جلدی طلب کرتے، ہوسکتا ہے (اس میں سے) کچھ

الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿72﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿73﴾

تمھارے قریب آلگا ہو ﴿72﴾ اور بے شک آپ کا رب لوگوں پر بہت فضل (فرمانے) والا ہے، اور لیکن ان کے اکثر شکر نہیں کرتے ﴿73﴾ اور بلاشبہ آپ

وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿74﴾ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ

کا رب (وہ باتیں) جانتا ہے جو ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں ﴿74﴾ اور آسمان و زمین میں غائب کوئی چیز ایسی نہیں جو

وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿75﴾

کھلی کتاب (لوح محفوظ) میں (لکھی ہوئی) نہ ہو ﴿75﴾

تفسیر آیات: 67-70

کفار کا بعث بعد الموت کو بعید سمجھنا اور اس کی تردید: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مشرکین اور منکرین بعثت نے جسموں کے بوسیدہ ہڈیاں بلکہ مٹی ہو جانے کے بعد دوبارہ اُٹھائے جانے کو بہت بعید سمجھا ہے اور وہ کہا کرتے تھے: ﴿لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ﴾ ''البتہ تحقیق اس سے پہلے ہم اور ہمارے باپ دادا بھی یہ وعدہ دیے گئے تھے۔'' یعنی ہم اور ہمارے باپ دادا اس طرح کی باتیں سنتے چلے آئے ہیں لیکن ان کی کوئی حقیقت نہیں کیونکہ ایسا کبھی نہیں ہوگا ﴿اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿68﴾﴾ ''(کہاں کا اُٹھنا اور کیسی قیامت) یہ تو صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔'' یعنی یہ جسموں کے دوبارہ زندہ کیے جانے کا وعدہ صرف پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں، لوگوں نے اسے اپنے سے پہلے لوگوں کی کتابوں سے اخذ کیا ہے جبکہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور قیامت کے برپا نہ ہونے کے بارے میں ان کے گمان کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿قُلْ﴾ ''کہہ دیجیے!'' ﴿سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿69﴾﴾ ''زمین میں چلو پھرو، پھر دیکھو کہ مجرموں کا انجام کیسا ہوا!'' یعنی جنھوں نے رسولوں کی اور قیامت کے بارے میں ان کے بیان کیے ہوئے ارشادات کی تکذیب کی، ان پر کس طرح اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اور ان کے درمیان میں سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں اور ان پر ایمان لانے والوں کو کس طرح نجات عطا فرمائی؟ یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرات انبیائے کرام بھی سچے تھے اور انھوں نے جس پیغام کو پیش فرمایا وہ بھی سچا تھا، پھر اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: ﴿وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ﴾ ''اور آپ اُن (کے حال) پر غم نہ کریں۔'' جو آپ کے لائے ہوئے دین کی تکذیب کر رہے ہیں، ان پر غم کرنا اور نہ اس قدر افسوس کرنا کہ آپ کا دم ہی نکل جائے۔ ﴿وَلَا تَكُنْ فِيْ ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿70﴾﴾ ''اور نہ ان چالوں سے جو یہ کر رہے ہیں تنگ دل ہونا۔'' آپ کو نقصان پہنچانے اور آپ کے لائے ہوئے دین کی تردید کرنے میں جو یہ چالیں چل رہے ہیں، ان سے اپنے دل میں تنگی محسوس نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی تائید اور نصرت سے سرفراز فرمائے گا اور ان کی مخالفت اور دشمنی کے باوجود اللہ تعالیٰ آپ کے دین کو مشرق و مغرب میں سربلندی عطا فرمائے گا۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات:71-75

منکرینِ قیامت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ مشرکین قیامت کے وقوع پذیر ہونے کو بعید سمجھتے ہوئے یہ سوال کیا کرتے تھے: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴾ ''اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔'' اللہ تعالیٰ نے انھیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ قُلْ ﴾ ''(اے محمد ﷺ! ان سے) کہہ دیجیے!'' ﴿ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴾ ''کہ جس (عذاب) کے لیے تم جلدی کر رہے ہو شاید اس میں سے کچھ تمھارے نزدیک آ پہنچا ہو۔''

ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جس عذاب کے لیے تم جلدی کر رہے ہو شاید اس میں سے کچھ تمھارے نزدیک آ ہی گیا ہو یا وہ عنقریب تمھارے نزدیک آ ہی جائے گا۔[1] مجاہد، ضحاک، عطاء خراسانی، قتادہ اور سدی رحمہم اللہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔[2] اور یہی مراد ہے اس ارشاد باری تعالیٰ سے: ﴿ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ۭ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴾ (بنی إسراء یل 51:17) ''اور وہ پوچھیں گے کہ ایسا کب ہوگا۔ آپ کہہ دیں: شاید کہ وہ قریب ہی ہو۔'' اور فرمایا: ﴿ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ۭ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴾ (العنکبوت 54:29) ''وہ آپ سے جلدی عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں اور بلاشبہ دوزخ تو کافروں کو گھیر لینے والا ہے۔'' ﴿ رَدِفَ لَكُمْ ﴾ پر لام اس لیے داخل کیا گیا ہے کہ یہ عَجَّلَ لَكُمْ کے معنی میں ہے جیسا کہ امام مجاہد نے اس ﴿ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ ﴾ کے بارے میں یہی کہا ہے۔[3]

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ ﴾ ''اور بلاشبہ آپ کا پروردگار تو لوگوں پر بڑے فضل والا ہے'' کہ وہ ان پر اپنی نعمتوں کو پورا فرماتا ہے، حالانکہ وہ اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں اور ان میں سے کم ہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوں۔ ﴿ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴾ ''اور جو باتیں ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو وہ ظاہر کرتے ہیں بلاشبہ آپ کا پروردگار ان (سب) کو یقیناً جانتا ہے۔'' وہ پوشیدہ باتوں اور دلوں کے رازوں کو بھی اسی طرح جانتا ہے جس طرح ظاہر باتوں کو جانتا ہے جیسا کہ اس نے فرمایا ہے: ﴿ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴾ (الرعد 10:13) ''کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا اسے پکار کر کہے یا رات (کے اندھیرے) میں چھپنے والا ہو یا دن (کی روشنی) میں (کھلم کھلا) چلے پھرے (اس کے نزدیک) برابر ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ﴾ (طٰہٰ 7:20) ''وہ تو چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴾ (ھود 5:11) ''آگاہ رہو! جس وقت یہ اپنے کپڑے اوڑھتے ہیں (تب بھی) وہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے اور ظاہر کرتے ہیں۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کے غیب کو جاننے والا ہے اور یقیناً وہی غیب اور حاضر کو جاننے والا

---

[1] تفسیر الطبری:13/20 و تفسیر ابن أبی حاتم:2917/9 . [2] تفسیر ابن أبی حاتم:2917/9 و تفسیر الطبری:13/20 .
[3] تفسیر الطبری:13/20 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿76﴾ وَاِنَّهٗ لَهُدًى

بے شک یہ قرآن بنی اسرائیل پر اکثر وہ باتیں بیان کرتا ہے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں﴿76﴾اور بلاشبہ یہ (قرآن) مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت

وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿77﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿78﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى

ہے﴿77﴾بے شک آپ کا رب ان کے درمیان اپنے حکم سے فیصلہ کرے گا، اور وہ نہایت غالب ہے، بہت علم والا ہے﴿78﴾پس (اے نبی!) آپ اللہ پر توکل

اللّٰهِ ۭ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿79﴾ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿80﴾

کریں، بلاشبہ آپ واضح حق پر ہیں﴿79﴾بلاشبہ آپ مُردوں کو نہیں سنا سکتے، اور نہ آپ بہروں کو (اپنی) پکار سنا سکتے ہیں، جبکہ وہ پیٹھ کے بل پھر جائیں﴿80﴾اور نہ

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِي الْعُمْيِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۭ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿81﴾

آپ اندھوں کو ان کی گمراہی سے راہِ ہدایت پر لا سکتے ہیں، آپ تو بس انھیں ہی سنا سکتے ہیں جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں، تو وہی فرماں بردار ہیں﴿81﴾

ہے جبکہ غیب وہ ہے جو بندوں سے پوشیدہ ہو اور ظاہر وہ ہے جس کا بندوں نے مشاہدہ کیا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ارشاد باری تعالیٰ: ﴿وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿75﴾﴾ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں کہ زمین و آسمان میں کوئی مخفی یا ظاہری شے نہیں ہے جسے وہ نہ جانتا ہو۔[1] اور یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ (الحج 70:22) ''کیا آپ نہیں جانتے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اللہ اسے جانتا ہے، یقیناً یہ (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے، بے شک یہ سب اللہ کے لیے بالکل آسان ہے۔'' کی طرح ہے۔

تفسیر آیات: 76-81

قرآن بنی اسرائیل کے اختلاف کو بیان کرتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کے بارے میں بیان فرمایا ہے جو ہدایت، بیان اور فرقان پر مشتمل ہے کہ یہ حاملین تورات و انجیل بنی اسرائیل کے سامنے اکثر باتیں جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں، بیان کر دیتی ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ان میں اختلاف ہے کہ یہودیوں نے تو ان کے بارے میں شرم ناک افترا پردازی سے کام لیا جبکہ عیسائیوں نے ان کے بارے میں بے حد غلو کیا جبکہ قرآن مجید نے ان کے بارے میں ایک ایسے درمیانے موقف کو اختیار کیا ہے جو حق و عدل پر مبنی ہے کہ وہ اللہ کے بندے ہیں اور اس کے مرسلین و انبیائے کرام میں سے ایک پیغمبر علیہ الصلاۃ والسلام بھی جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ذٰلِكَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ﴾ (مریم 34:19) ''یہ مریم کے بیٹے عیسیٰ ہیں (اور یہ) سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔''

اور فرمایا: ﴿وَاِنَّهٗ لَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿77﴾﴾ ''اور بے شک یہ مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔'' یعنی اس پر ایمان لانے والوں کے دلوں کے لیے ہدایت ہے اور اس کے مطابق عمل کرنا ان کے لیے باعث رحمت ہے، پھر فرمایا: ﴿اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ﴿78﴾﴾ ''یقیناً آپ کا پروردگار (قیامت کے روز) اُن میں اپنے حکم سے

[1] تفسیر الطبری: 15/20 و تفسیر ابن أبي حاتم: 2919/9.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا

اور جب ان پر (قربِ قیامت کے وعدے کی) بات پوری ہو جائے گی تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک جانور نکالیں گے، وہ ان سے کلام کرے گا کہ

بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴿82﴾ ع

بے شک یہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے ﴿82﴾

فیصلہ کر دے گا اور وہ نہایت غالب، خوب علم والا ہے۔'' یعنی اپنے انتقام لینے میں وہ غالب ہے اور اپنے بندوں کے افعال اور اقوال کو خوب جانتا ہے۔

توکل کا حکم: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ ﴾ ''پس آپ اللہ پر بھروسا کریں۔'' اپنے تمام امور میں۔ اور اپنے رب کے پیغام کو پہنچا دیں، ﴿ اِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِيْنِ ﴿79﴾ ﴾ ''بے شک آپ تو حق صریح پر ہیں۔'' یعنی آپ حق صریح پر ہیں، خواہ وہ لوگ آپ کی مخالفت ہی کیوں نہ کریں جن پر بدبختی لکھ دی گئی ہے۔ اور جن کے بارے میں آپ کے رب کا حکم قرار دیا جا چکا ہے کہ وہ ایمان نہیں لائیں گے، خواہ ان کے پاس ہر طرح کی نشانی آ جائے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى ﴾ ''کچھ شک نہیں کہ آپ مردوں کو (بات) نہیں سنا سکتے۔'' یعنی انھیں کوئی بات نہیں سنا سکتے جو انھیں نفع دے سکے، اسی طرح ان لوگوں کے دلوں پر پردے ہیں اور ان کے کانوں میں کفر کا بوجھ ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ اِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿80﴾ وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِى الْعُمْىِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ؕ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ يُّؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿81﴾ ﴾ ''اور نہ آپ بہروں کو جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر پھر جائیں آواز سنا سکتے ہیں اور نہ اندھوں کو گمراہی سے (آپ) رستہ دکھا سکتے ہیں آپ تو انھی کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں سو وہ فرماں بردار ہیں۔'' آپ کی بات کو تو وہ سنے گا جو بڑا سمیع و بصیر ہو۔ اور نافع سمع و بصر وہ ہوتی ہے جو دل اور بصیرت میں ہو، اللہ کے آگے جھکنے والا ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کی زبانی جو پیغام نازل فرمایا ہے اس کی اطاعت کرنے والا ہو۔

تفسیر آیت:82

زمین سے ایک جانور کا نکلنا: آخر زمانے میں زمین سے یہ جانور اس وقت نکلے گا جب لوگ خراب ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ کے احکام کو بدل دیں گے اور دین حق میں تبدیلی کر دیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ زمین سے ان کے لیے ایک جانور نکالے گا۔ ایک قول کے مطابق یہ جانور مکہ سے اور دوسرے قول کے مطابق کسی دوسری جگہ سے نکلے گا جیسا کہ اس کی تفصیل، ان شاء اللہ تعالیٰ، آگے آ رہی ہے، یہ جانور لوگوں سے کلام کرے گا، ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن اور قتادہ کا قول ہے، نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے کہ یہ لوگوں سے مخاطب ہو کر کلام کرے گا۔[1] اس جانور کے بارے میں بہت سی احادیث و آثار وارد ہیں جن میں سے چند حسبِ ذیل ہیں۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ:

(1) امام احمد رحمہ اللہ نے حذیفہ بن اَسید غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہم پر ایک بالا خانے سے متوجہ

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 2926/9.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہوئے جبکہ ہم قیامت کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے، آپ نے فرمایا:[لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَرَوْنَ عَشْرَ آيَاتٍ: طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا، وَالدُّخَانُ، وَالدَّابَّةُ، وَخُرُوجُ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَخُرُوجُ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ، وَالدَّجَّالُ، وَثَلَاثَةُ خُسُوفٍ: خَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَنَارٌ تَخْرُجُ مِنْ قَعْرِ عَدَنٍ تَسُوقُ، أَوْ تَحْشُرُ النَّاسَ، تَبِيتُ مَعَهُمْ حَيْثُ بَاتُوا، وَتَقِيلُ مَعَهُمْ حَيْثُ قَالُوا]''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک تم دس نشانیاں نہ دیکھ لو:(1) مغرب سے سورج کا طلوع ہونا (2) دھواں (3) زمین کا جانور (4) یاجوج و ماجوج کا خروج (5) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کا خروج (6) دجال اور زمین میں دھنسنے کے تین واقعات:(7) مغرب میں زمین میں دھنسنے کا واقعہ (8) مشرق میں زمین میں دھنسنے کا واقعہ (9) جزیرۃ العرب میں زمین میں دھنسنے کا واقعہ اور (10) ایک آگ جو عدن کے زیریں علاقے سے نکلے گی اور لوگوں کو ہانک کر لے جائے گی۔ یا آپ نے یہ فرمایا کہ وہ لوگوں کو جمع کرے گی اور انھی کے ساتھ رات گزارے گی جہاں وہ رات گزاریں گے اور انھی کے ساتھ دوپہر کرے گی جہاں وہ دوپہر کریں گے۔''[1] اور اسی طرح امام مسلم اور اہل سنن نے اسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے، امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔[2] امام مسلم نے اسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی روایت کیا ہے۔[3] فَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

(2) امام مسلم رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر ایک حدیث کو یاد رکھا ہے جسے ابھی تک نہیں بھولا اور وہ یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:[إِنَّ أَوَّلَ الْآيَاتِ خُرُوجًا، طُلُوعُ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا، وَخُرُوجُ الدَّابَّةِ عَلَى النَّاسِ ضُحًى، وَأَيُّهُمَا مَا كَانَتْ قَبْلَ صَاحِبَتِهَا فَالْأُخْرٰى عَلٰى إِثْرِهَا قَرِيبٌ]''قیامت کی اولین نشانیاں یہ ہیں: سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، چاشت کے وقت جانور کا لوگوں کے سامنے نکلنا، ان میں سے جو نشانی پہلے ظاہر ہوئی تو دوسری بھی اس کے فوراً بعد ظاہر ہو جائے گی۔''[4]

(3) امام مسلم رحمہ اللہ نے اسے اپنی صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:[بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ سِتًّا:طُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَّغْرِبِهَا،أَوِالدُّخَانَ، أَوِالدَّجَّالَ، أَوِالدَّابَّةَ أَوْخَاصَّةَ أَحَدِكُمْ، أَوْ أَمْرَ الْعَامَّةِ] ''چھ باتوں کے ظاہر ہونے سے پہلے پہلے جلدی سے نیک اعمال کرلو! (اور وہ چھ باتیں یہ ہیں):(1) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا اور (2) دھواں (3) دجال (4) جانور (5) موت (6) قیامت۔''[5] امام مسلم ہی نے اسے بیان کیا ہے (امام بخاری نے نہیں۔)

---

[1] مسند أحمد: 7/4 . [2] صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، باب في الآيات التي تكون قبل الساعة، حديث: 2901 و جامع الترمذي، الفتن، باب ماجاء في الخسف، حديث: 2183 و سنن أبي داود، الملاحم، باب أمارات الساعة، حديث: 4311 و سنن ابن ماجه، الفتن، باب الآيات، حديث: 4055 و السنن الكبرى للنسائي: 456/6، حديث: 11482. [3] صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، باب في الآيات التي تكون قبل الساعة، حديث: 2901.

[4] صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، باب في خروج الدجال...... ، حديث : 2941 . [5] صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، باب في بقية من أحاديث الدجال، حديث: 2947.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴿83﴾ حَتّٰٓى

اور جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گروہ اکٹھا کریں گے، جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے، پھر ان کی درجہ بندی کی جائے گی﴿83﴾ حتی کہ جب وہ

اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ

سب (میدان محشر میں) آپہنچیں گے تو اللہ فرمائے گا: کیا تم نے میری آیات کو جھٹلایا تھا، جبکہ تم نے علم سے ان کا احاطہ نہ کیا تھا، یا تم کیا کرتے رہے

تَعْمَلُوْنَ ﴿84﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿85﴾ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا

تھے؟﴿84﴾ اور ان کے ظلم کی وجہ سے ان پر (وعدۂ عذاب کی) بات پوری ہو جائے گی، تو وہ (کچھ بھی) نہیں بول سکیں گے﴿85﴾ کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ

جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿86﴾

ہم نے رات بنائی، تاکہ وہ اس میں آرام و سکون کریں اور دن کو روشن (بنایا۔) بلاشبہ اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں﴿86﴾

(4) امام ابوداود طیالسی رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [تَخْرُجُ دَابَّةُ الْأَرْضِ مَعَهَا عَصَا مُوسٰى وَخَاتَمُ سُلَيْمَانَ، تَخْطِمُ أَنْفَ الْكَافِرِ بِالْعَصَا، وَتُجَلِّي وَجْهَ الْمُؤْمِنِ بِالْخَاتَمِ، حَتّٰى يَجْتَمِعَ النَّاسُ عَلَى الْخِوَانِ يُعْرَفُ الْمُؤْمِنُ مِنَ الْكَافِرِ] ”زمین کا جانور نکلے گا تو اس کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی ہوگی، وہ کافر کی ناک پر عصا مارے گا اور مومن کے چہرے کو انگوٹھی سے روشن کر دے گا حتی کہ لوگ ایک دسترخوان پر جمع ہوں گے، مومن اور کافر پہچانے جائیں گے۔“[1]

ابن جریج نے ابن زبیر سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے جانور کا حلیہ اس طرح بیان کیا کہ اس کا سر بیل کے سر جیسا، اس کی آنکھیں خنزیر کی آنکھوں جیسی، اس کے کان ہاتھی کے کانوں جیسے، اس کے سینگ بارہ سنگے کے سینگوں جیسے، اس کی گردن شترمرغ کی گردن جیسی، اس کا سینہ شیر کے سینے جیسا، اس کا رنگ چیتے کے رنگ جیسا، اس کا پہلو بلے کے پہلو جیسا، اس کی دم مینڈھے کی دم جیسی اور اس کی ٹانگیں اونٹ کی ٹانگوں جیسی ہوں گی، اس کے ہر دو جوڑوں کے درمیان بارہ ہاتھ کا فاصلہ ہوگا، جب وہ جانور نکلے گا تو اس کے پاس موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی بھی ہوگی، وہ ہر مومن کے چہرے پر موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے ساتھ سفید نکتہ لگا دے گا، یہ نکتہ پھیل جائے گا حتی کہ اس کی وجہ سے مومن کا چہرہ چمک اُٹھے گا اور ہر کافر کے چہرے پر وہ سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کے ساتھ سیاہ نکتہ لگا دے گا اور وہ نکتہ اس قدر پھیل جائے گا کہ اس سے کافر کا چہرہ کالا سیاہ ہو جائے گا حتی کہ لوگ بازاروں میں خرید و فروخت کرتے ہوئے کہیں گے کہ اے مومن! یہ چیز کتنے کی ہے، اے کافر! اس چیز کی کتنی قیمت ہے؟ حتی کہ گھر والے دسترخوان پر بیٹھیں گے تو وہ پہچانتے ہوں گے کہ ان کے گھر کا کون سا فرد مومن ہے اور کون سا فرد کافر ہے، پھر یہ جانور ان سے یہ بھی کہے گا کہ اے فلاں شخص! تجھے بشارت ہو کہ تو اہل جنت میں سے ہے اور اے فلاں! تو اہلِ دوزخ میں سے ہے، اسی جانور کی طرف اس ارشاد باری تعالیٰ میں اشارہ ہے: ﴿وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً

[1] مسند أبي داود الطيالسي: 293,292/4، في ترجمة أوس بن خالد، حديث: 2687 ومسند أحمد: 295/2 والسلسلة الضعيفة: 233/3، حديث: 1108، اس حدیث کو علامہ البانی رحمہ اللہ نے منکر کہا ہے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

﴿ مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۙ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ ﴾ ''اور جب ان پر (عذاب کی) بات واقع ہوگی تو ہم ان کے لیے زمین میں سے ایک جانور نکالیں گے جو اُن سے کلام کرے گا کہ بے شک یہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں رکھتے تھے۔''[1]

تفسیر آیات:83-86

قیامت کے دن ظالموں کا جمع کیا جانا: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ظالموں کو اور اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رسول کی تکذیب کرنے والوں کو اس کے سامنے جمع کیا جائے گا تاکہ وہ سرزنش، ڈانٹ ڈپٹ اور ذلیل و رسوا کرتے ہوئے ان سے یہ پوچھے کہ انھوں نے دنیا میں کیا اعمال کیے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا ﴾ ''اور جس روز ہم ہر امت میں سے ایک گروہ جمع کریں گے۔'' یعنی ہر قوم اور ہر قرن میں سے ایک جماعت کو جمع کریں گے ﴿ مِّمَّنْ يُّكَذِّبُ بِاٰيٰتِنَا ﴾ ''جو ہماری آیات کو جھٹلاتے تھے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ۝ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:22) ''جو لوگ ظلم کرتے تھے اُن کو اور ان کے جوڑوں کو اور جنھیں وہ پوجا کرتے تھے (سب کو) جمع کرلو۔'' اور فرمایا: ﴿ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ۝ ﴾ (التکویر 81:7) ''اور جب روحیں (بدنوں سے) ملا دی جائیں گی۔'' اور فرمایا: ﴿ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ روک دیے جائیں گے،[2] عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم کا قول ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ انھیں ہانکا جائے گا۔[3] ﴿ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْ ﴾ ''یہاں تک کہ جب وہ (سب) آجائیں گے۔'' اور انھیں سوال و جواب کے لیے اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا۔ ﴿ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِيْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴾ ''تو (اللہ) فرمائے گا کہ کیا تم نے میری آیتوں کو جھٹلا دیا تھا، حالانکہ تم نے (اپنے) علم سے اُن پر احاطہ تو کیا ہی نہ تھا، بھلا تم کیا کرتے تھے؟'' یعنی اللہ تعالیٰ ان سے ان کے اعتقاد اور اعمال کے بارے میں پوچھے گا لیکن وہ اہل سعادت میں سے نہیں ہوں گے بلکہ ایسے ہوں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿ فَلَا صَدَّقَ وَلَا صَلّٰى ۝ وَلٰكِنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ۝ ﴾ (القیٰمۃ 75:31،32) ''تو اس (عاقبت نااندیش) نے نہ تو (اللہ کے کلام کی) تصدیق کی، نہ نماز پڑھی بلکہ جھٹلایا اور منہ پھیر لیا۔''

اس دن ان پر حجت تمام ہو چکی ہوگی اور ان کے پاس کوئی عذر بھی نہ ہوگا کہ بارگاہ الٰہی میں معذرت کرسکیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ هٰذَا يَوْمُ لَا يَنْطِقُوْنَ ۝ وَلَا يُؤْذَنُ لَهُمْ فَيَعْتَذِرُوْنَ ۝ ﴾ (المرسلٰت 77:35،36) ''یہ (وہ) دن ہے کہ (لوگ) بول نہیں سکیں گے اور نہ ان کو اجازت دی جائے گی کہ معذرت کرسکیں۔'' اسی طرح یہاں بھی فرمایا ہے: ﴿ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴾ ''اور ان کے ظلم کے سبب ان پر قول (عذاب) واقع ہو جائے گا تو وہ بول بھی نہ سکیں گے۔'' یعنی وہ حیران و پریشان ہو جائیں گے اور ان سے کوئی جواب نہ بن پڑے گا کیونکہ دنیاوی زندگی میں

---

[1] تفسیر القرطبی: 236/13 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2924/9. [2] تفسیر الطبری: 21/20 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2927/9. [3] تفسیر ابن أبی حاتم: 2927/9.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ

اور جس دن صور میں پھونکا جائے گا تو جو کوئی آسمانوں میں ہے اور جو کوئی زمین میں ہے (سب) گھبرا جائیں گے، سوائے اس کے جسے اللہ چاہے، اور

وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿87﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ

(یہ) سب عاجز ہو کر اللہ کے حضور جائیں گے ﴿87﴾ اور آپ پہاڑوں کو دیکھیں گے تو ان کو جامد (اپنی جگہ جمے ہوئے) سمجھیں گے، جبکہ وہ بادلوں کے چلنے کی

صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ؕ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿88﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ

طرح چل رہے ہوں گے، یہ اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو پختہ اور مضبوط بنایا، بے شک وہ باخبر ہے اس سے جو تم کرتے ہو ﴿88﴾ جو شخص نیکی لائے

فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿89﴾ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ

گا، تو اس کے لیے اس سے زیادہ بہتر (بدلہ) ہوگا، اور وہ اس دن ہر گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے ﴿89﴾ اور جو شخص برائی لائے گا تو ان کے چہرے

وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ؕ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿90﴾

آگ میں اوندھے ڈالے جائیں گے (اور کہا جائے گا:) تم بس اسی کا بدلہ پاؤ گے جو تم عمل کرتے تھے ﴿90﴾

انھوں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تھا اور اب انھیں اس ذات گرامی کے پاس پہنچا دیا گیا ہے جو عالم الغیب والشھادہ ہے اور جس سے کوئی چیز بھی مخفی نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل قدرت، اپنی عظیم بادشاہت، اپنی بلند شان اور اپنی ذات پاک کی طرف توجہ مبذول کراتے ہوئے فرمایا ہے کہ جس کی اطاعت واجب جس کے احکام کے سامنے سر اطاعت جھکا دینا فرض اور جس کے رسولوں کی اطاعت کرنا لازم ہے کہ وہ ایسے حق کو لے کر دنیا میں تشریف لائے جسے قبول کیے بغیر چارہ کار ہی نہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ ﴾ ''کیا انھوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو (اس لیے) بنایا ہے کہ اس میں آرام کریں۔'' یعنی رات کے اندھیرے میں آرام کریں جس کے سبب ان کی حرکات اور ان کے سانس پُرسکون ہو جاتے اور وہ دن کے وقت کے کاموں کی تھکاوٹ سے راحت حاصل کر لیتے ہیں۔ ﴿ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ ﴾ ''اور دن کو روشن (بنایا ہے۔)'' ﴿ مُبْصِرًا ؕ ﴾ کے معنی روشن اور چمک دار کے ہیں اور اس کے سبب وہ امور معیشت، معاملات کسب، سفروں اور تجارتوں اور اپنی دیگر ضروریات میں تصرف کرتے ہیں۔ ﴿ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿86﴾ ﴾ ''بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے البتہ نشانیاں ہیں جو ایمان لاتے ہیں۔''

تفسیر آیات: 87-90

قیامت کے دن کی ہولناکیاں اور نیکی و برائی کا بدلہ: اللہ تعالیٰ نے صور میں پھونکے جانے کے دن کی ہولناکیوں کو بیان فرمایا ہے اور جیسا کہ حدیث میں آیا ہے: [قَرْنٌ يُنْفَخُ فِيهِ] ''وہ ایک سینگ ہے جس میں پھونکا جائے گا۔''[1] اور حدیث صور میں ہے کہ اس میں حضرت اسرافیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے پھونکیں گے، پہلے اس میں ایسی پھونک ماری جائے گی جس سے

[1] جامع الترمذی، صفة القيامة......، باب ماجاء فی شأن الصور، حدیث: 2430 عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ .

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

گھبراہٹ طاری ہو جائے گی، پھونک بہت طویل ہوگی اور دنیا کی عمر کے اس آخری حصے میں ہوگی [1] جب بدترین لوگوں پر قیامت قائم ہوگی۔ [2] اس پھونک کی آواز سے آسمانوں اور زمین کے سب لوگ گھبرا اُٹھیں گے۔ ﴿ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ط ﴾ ''سوائے اس کے جسے اللہ چاہے۔'' اور وہ شہدا ہوں گے، وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور رزق دیے جاتے ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ یہ کیا حدیث ہے جو آپ بیان کرتے ہیں کہ قیامت فلاں وقت برپا ہوگی۔ انھوں نے جواب دیتے ہوئے کہا: سبحان اللہ یا یہ کہا: لا الہ الا اللہ یا اسی طرح کا کوئی اور کلمہ کہا، پھر کہا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ آئندہ کسی سے کچھ بھی بیان نہیں کروں گا۔ میں نے تو یہ بیان کیا تھا کہ تم عنقریب تھوڑے عرصے بعد ایک عظیم امر دیکھو گے اور وہ یہ کہ بیت اللہ کو خراب کر دیا جائے گا اور یہ یہ واقعات رونما ہوں گے، پھر کہا کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا ہے:

[يَخْرُجُ الدَّجَّالُ فِي أُمَّتِي فَيَمْكُثُ أَرْبَعِينَ، لَا أَدْرِي: أَرْبَعِينَ يَوْمًا، أَوْ أَرْبَعِينَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِينَ عَامًا، فَيَبْعَثُ اللّٰهُ عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ كَأَنَّهُ عُرْوَةُ بْنُ مَسْعُودٍ، فَيَطْلُبُهُ فَيُهْلِكُهُ، ثُمَّ يَمْكُثُ النَّاسُ سَبْعَ سِنِينَ لَيْسَ بَيْنَ اثْنَيْنِ عَدَاوَةٌ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ رِيحًا بَارِدَةً مِّنْ قِبَلِ الشَّامِ، فَلَا يَبْقَى عَلَى وَجْهِ الْأَرْضِ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ أَوْ إِيمَانٍ إِلَّا قَبَضَتْهُ، حَتَّى لَوْأَنَّ أَحَدَكُمْ دَخَلَ فِي كَبِدِ جَبَلٍ لَّدَخَلَتْهُ عَلَيْهِ، حَتَّى تَقْبِضَهُ، قَالَ: سَمِعْتُهَا مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ ﷺ قَالَ: فَيَبْقَى شِرَارُالنَّاسِ فِي خِفَّةِ الطَّيْرِ وَأَحْلَامِ السِّبَاعِ، لَا يَعْرِفُونَ مَعْرُوفًا وَّلَا يُنْكِرُونَ مُنْكَرًا فَيَتَمَثَّلُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ فَيَقُولُ: أَلَا تَسْتَجِيبُونَ؟ فَيَقُولُونَ: فَمَا تَأْمُرُنَا؟ فَيَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ الْأَوْثَانِ، وَهُمْ فِي ذٰلِكَ دَارٌ رِزْقُهُمْ، حَسَنٌ عَيْشُهُمْ، ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ، فَلَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا أَصْغَى لِيتًا وَّرَفَعَ لِيتًا، قَالَ:وَأَوَّلُ مَنْ يَّسْمَعُهُ رَجُلٌ يَّلُوطُ حَوْضَ إِبِلِهِ، قَالَ: فَيَصْعَقُ، وَيَصْعَقُ النَّاسُ، ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ أَوْ قَالَ: يُنْزِلُ اللّٰهُ۔ مَطَرًا كَأَنَّهُ الطَّلُّ أَوِالظِّلُّ۔ نُعْمَانُ الشَّاكُّ۔ فَتَنْبُتُ مِنْهُ أَجْسَادُ النَّاسِ ثُمَّ يُنْفَخُ فِيهِ أُخْرَى فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُونَ، ثُمَّ يُقَالُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! هَلُمُّوا إِلَى رَبِّكُمْ ﴿ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْـُٔوْلُوْنَ ﴾ (الصّٰفّٰت 37:24) قَالَ: ثُمَّ يُقَالُ: أَخْرِجُوا بَعْثَ النَّارِ، فَيُقَالُ: مِنْ كَمْ؟ فَيُقَالُ: مِنْ كُلِّ أَلْفٍ، تِسْعَمِائَةٍ وَّتِسْعَةً وَّتِسْعِينَ، قَالَ: فَذٰلِكَ يَوْمَ ﴿ يَّجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبَا ۝ ﴾ (المزمل 73:17) وَذٰلِكَ ﴿ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ ﴾ (القلم 68:42)]

''میری امت میں دجال نکلے گا اور وہ چالیس تک رہے گا لیکن مجھے نہیں معلوم کہ آپ نے چالیس دن فرمایا یا چالیس مہینے

---

[1] المعجم الكبير للطبراني: 9/355، حديث: 9761 و كتاب العظمة لأبي الشيخ الأصفهاني، صفة إسرافيل عليه السلام...... : 3/820-851 . [2] صحيح البخاري، الفتن، باب ظهور الفتن، حديث: 7067 عن ابن مسعود رضي الله عنه و صحيح مسلم، الإمارة، باب قوله تعالى: [لا تزال طائفة من أمتي......]، حديث: 1924 عن عبدالله بن عمرو بن العاص رضي الله عنهما .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

یا چالیس سال۔ پس اللہ تعالیٰ عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کو بھیج دیں گے، ان کی شکل وصورت ایسی ہوگی گویا وہ عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہوں، وہ دجال کو تلاش کر کے ہلاک کر دیں گے، پھر لوگ سات سال اس طرح بسر کریں گے کہ کوئی دو آدمی ایسے نہیں ہوں گے جن میں عداوت ہو، پھر اللہ تعالیٰ شام کی طرف سے ٹھنڈی ہوا بھیجے گا جس کی وجہ سے روئے زمین پر کوئی ایک شخص بھی ایسا باقی نہیں بچے گا جس کے دل میں ذرہ بھر خیر یا ایمان ہو حتی کہ اگر کوئی شخص پہاڑ کے اندر داخل ہوا تو وہ ہوا بھی پہاڑ کے اندر داخل ہو کر اس کی روح قبض کر لے گی، راوی نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بھی بیان فرماتے ہوئے سنا کہ ایسے بدترین لوگ رہ جائیں گے، جو شرارتوں کی طرف پرندوں کی سی تیزی کے ساتھ چلیں گے اور ایک دوسرے سے دشمنی اور ظلم کرنے کے اعتبار سے درندوں کی طرح ہوں گے۔ جو نہ نیکی کو پہچانتے ہوں گے اور نہ برائی کو برا جانتے ہوں گے، شیطان ان کے پاس آئے گا اور کہے گا: کیا تم میری بات مانو گے؟

وہ جواب دیں گے: کیا حکم ہے؟ تو شیطان انھیں بتوں کی پوجا کا حکم دے گا، اس حالت میں ان کے پاس رزق پہنچ رہا ہوگا اور ان کی معیشت اچھی ہوگی، پھر صور میں پھونکا جائے گا تو اسے جو بھی سنے گا وہ اپنی گردن کو ایک طرف جھکا دے گا اور اسے اوپر اٹھا دے گا۔ اور سب سے پہلے جو اس کی آواز سنے گا، وہ ایک ایسا شخص ہوگا جو اپنے اونٹ کے حوض کو درست کر رہا ہوگا، وہ آواز سن کر بے ہوش ہو جائے گا۔ دوسرے لوگ بھی بے ہوش ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ بارش نازل فرمائے گا جو طل یا ظل کی طرح ہوگی۔ اس حدیث کی سند کے ایک راوی نعمان بن سالم کو شک ہے کہ آپ نے یہاں کیا لفظ ارشاد فرمایا تھا۔[1] اس سے لوگوں کے جسم اُگنے لگیں گے، پھر صور میں ایک بار اور پھونکا جائے گا اور لوگ کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے، پھر کہا جائے گا: اے لوگو! اپنے رب کے پاس چلو: ''اور اُن کو ٹھہرائے رکھو کہ اُن سے (کچھ) پوچھنا ہے۔'' پھر کہا جائے گا کہ جہنم کا حصہ نکالو، پوچھا جائے گا: کتنا؟ تو جواب دیا جائے گا کہ ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے، آپ نے فرمایا: یہی وہ دن ہے: ''جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا۔'' اور یہی وہ دن ہے: ''جس دن پنڈلی سے (کپڑا) کھولا جائے گا۔''[2]

اس حدیث میں جو یہ الفاظ آئے ہیں: [ثُمَّ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَلَا يَسْمَعُهُ أَحَدٌ إِلَّا أَصْغٰى لِيتًا وَّرَفَعَ لِيتًا] ''پھر صور میں پھونکا جائے گا تو اسے جو بھی سنے گا، وہ اپنی گردن کو ایک طرف جھکا دے گا اور اسے اوپر اٹھا دے گا۔'' ان میں لفظ لیت کے معنی سطح گردن کے ہیں، یعنی وہ گردن کو جھکا دے گا تا کہ آسمان سے آنے والی اس آواز کو اچھی طرح سے سن لے، یہ نفخۂ فزع ہوگا، پھر اس کے بعد نفخۂ موت ہوگا، پھر اس کے بعد اللہ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہونے کا نفخہ ہوگا، یعنی قبروں

---

[1] قاضی عیاض نے اپنی کتاب إکمال المعلم بفوائد. مسلم میں لکھا ہے کہ ان دو لفظوں الطل اور الظل جن میں راوی کو اشتباہ ہوا ہے ان میں سے الطل، طا مہملہ کے ساتھ زیادہ صحیح ہے۔ اور یہ ایک دوسری حدیث کے مطابق ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: ثُمَّ يُرْسِلُ اللّٰهُ مَاءً مِّنْ تَحْتِ الْعَرْشِ كَمَنِيِّ الرِّجَالِ ''پھر اللہ تعالیٰ عرش کے نیچے سے مردوں کی منی کی طرح بارش برسائے گا۔'' المستدرك للحاكم:4/598,599، حديث: 8772 والضعفاء للعقيلي: 2/314 عن ابن مسعود رضي الله عنه . [2] صحيح مسلم، الفتن وأشراط الساعة، باب في خروج الدجال......، حديث: 2940 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے تمام مخلوق کے اُٹھنے کا نفخہ، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَكُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴾ ''اور سب اس کے پاس عاجز ہو کر چلے آئیں گے۔'' اسے فعل پر مد اور بغیر مد کے دونوں طرح پڑھا گیا ہے اور دونوں کے معنی ایک ہی ہیں۔[1] ﴿ دٰخِرِيْنَ ﴾ کے معنی عاجز اور مطیع کے ہیں، کوئی بھی اللہ تعالیٰ کے حکم کی نافرمانی نہ کر سکے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ ﴾ (بنیٓ إسرآء یل 52:17) ''جس دن وہ تمھیں پکارے گا تو تم اس کی تعریف کے ساتھ جواب دو گے۔'' اور فرمایا: ﴿ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَآ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ﴾ (الروم 25:30) ''پھر جب وہ تمھیں زمین میں سے (نکلنے کے لیے) ایک ہی بار آواز دے گا تو تم جھٹ نکل آؤ گے۔''

اور حدیث صور میں ہے کہ تیسرے نفخے کے وقت اللہ تعالیٰ حکم دے گا اور روحوں کو صور کے سوراخ میں رکھ دیا جائے گا، پھر اسرافیل اس میں پھونک ماریں گے جبکہ جسم اپنی قبروں اور اپنی جگہوں میں اُگ پڑیں گے، پھر جب صور میں پھونکا جائے گا تو روحیں اڑنے لگیں گی، مومنوں کی روحیں منور ہوں گی اور کافروں کی روحیں کالی سیاہ تو اس وقت اللہ عزوجل ارشاد فرمائے گا: مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! ہر روح اپنے جسم میں چلی جائے تو تمام روحیں اپنے اپنے جسموں میں چلی جائیں گی اور روحیں جسموں میں اس طرح سرایت کریں گی جس طرح ڈسے ہوئے کے جسم میں زہر سرایت کر جاتا ہے، پھر مٹی جھاڑتے ہوئے وہ اپنی قبروں سے اُٹھیں گے۔[2] ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ﴾ (المعارج 43:70) ''اس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا کہ وہ کسی گاڑے ہوئے نشان کی طرف دوڑے جارہے ہیں۔''

اور فرمایا: ﴿ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ﴾ ''اور آپ پہاڑوں کو دیکھیں گے تو انھیں جمے ہوئے گمان کریں گے، حالانکہ وہ بادلوں کے چلنے کی طرح چل رہے ہوں گے۔'' یعنی تم دیکھو گے کہ وہ گویا اسی طرح ثابت اور باقی ہیں جیسے پہلے تھے جبکہ یہ بادل کی طرح اُڑ رہے ہوں گے، یعنی اپنی جگہ سے زائل ہو جائیں گے جیسا کہ فرمایا: ﴿ يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا ۙ وَّ تَسِيْرُ الْجِبَالُ سَيْرًا ۭ ﴾ (الطور 10,9:52) ''جس دن آسمان کپکپا کر لرزنے لگے اور پہاڑ بہت چلنے لگیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۙ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۙ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ۭ ﴾ (طٰهٰ 107-105:20) ''اور وہ آپ سے پہاڑوں کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دیجیے: اللہ انھیں اڑا کر بکھیر دے گا، پھر وہ اس (زمین) کو ہموار میدان کر چھوڑے گا جس میں نہ آپ کجی دیکھیں گے نہ ٹیلا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ ﴾ (الکهف 47:18) ''اور جس دن ہم پہاڑوں کو چلائیں گے اور آپ زمین کو صاف کھلی دیکھیں گے۔''

اور فرمایا: ﴿ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ﴾ ''(یہ) اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔'' یعنی وہ اپنی

[1] تفسير الطبري: 26/20. [2] كتاب العظمة لأبي الشيخ الأصفهاني، باب صفة إسرافيل ﷺ:......3/841,842.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

إِنَّمَآ أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ رَبَّ هَٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَأُمِرْتُ

(آپ کہہ دیجیے:) بس مجھے تو حکم ہوا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت بخشی ہے، اور ہر شے اسی کے لیے ہے، اور

أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿91﴾ وَأَنْ أَتْلُوَ الْقُرْآنَ ۖ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ

مجھے حکم ہوا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہو جاؤں ﴿91﴾ اور یہ کہ میں قرآن پڑھوں، پھر جس نے ہدایت پائی تو بس وہ اپنی ہی ذات کے لیے ہدایت

وَمَن ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَآ أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿92﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ

پاتا ہے، اور جو گمراہ ہوا تو آپ کہہ دیجیے: میں تو صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں ﴿92﴾ اور کہہ دیجیے: تمام حمد اللہ ہی کے لیے ہے، وہ جلد ہی تمھیں اپنی

7 ع 11 3 فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿93﴾ ع

نشانیاں دکھائے گا، پھر تم انھیں پہچان لو گے، اور جو کچھ تم عمل کرتے رہے ہو آپ کا رب اس سے غافل نہیں ﴿93﴾

عظیم قدرت کے ساتھ یہ کام سرانجام دے گا ﴿الَّذِي أَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ ''جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔'' یعنی اس نے جو بھی پیدا فرمایا اسے مضبوط بنایا ہے اور اس میں جن حکمتوں کو چاہا ودیعت فرما دیا۔ ﴿إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَفْعَلُونَ ﴿88﴾﴾ ''بے شک وہ اس سے خوب خبردار ہے جو تم کرتے ہو۔'' یعنی وہ اپنے بندوں کے اچھے اور برے تمام اعمال کو جانتا ہے، پھر وہ عنقریب انھیں ان کے اعمال کا پورا پورا بدلہ بھی عطا فرمائے گا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اس دن سعادت مندوں اور بدبختوں کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا﴾ ''جو شخص نیکی لے کر آئے گا تو اس کے لیے اس سے بہت بہتر (بدلہ تیار) ہے۔'' قتادہ بیان کرتے ہیں کہ یہاں نیکی سے اخلاص مراد ہے۔[1] دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو نیکی لے کر آئے گا اسے دس گنا اجر و ثواب عطا کیا جائے گا۔[2] ﴿وَهُم مِّن فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ﴿89﴾﴾ ''اور وہ اس روز گھبراہٹ سے بے خوف ہوں گے۔'' جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا: ﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ﴾ (الأنبياء 21:103) ''اُنھیں (اس دن کا) بڑا بھاری خوف غمگین نہیں کرے گا۔'' اور فرمایا: ﴿أَفَمَن يُلْقَىٰ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَم مَّن يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ﴾ (حٰم السجدة 41:40) ''سو بھلا جو شخص دوزخ میں ڈالا جائے وہ بہتر ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن و امان سے آئے؟'' اور فرمایا: ﴿وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ﴾ (سبا 34:37) ''اور وہ بالا خانوں میں امن سے ہوں گے۔''

اور اس کا فرمان ہے: ﴿وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ﴾ ''اور جو برائی لے کر آئے گا تو ایسے لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے۔'' یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس برائیوں کے ساتھ آئے اور اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہو یا اس کی برائیاں اس کی نیکیوں سے زیادہ ہوں تو اسے اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیا جائے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿90﴾﴾ ''تم کو تو انھی اعمال کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے رہے ہو۔''

تفسیر آیات: 91-93

[1] تفسير الطبري: 29/20. [2] دیکھیے الأنعام، آیت: 106.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ آپ کہہ دیں: ﴿ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ﴾ ''مجھ کو یہی ارشاد ہوا ہے کہ میں اس شہر (مکہ) کے رب کی عبادت کروں جس نے اسے حرمت دی اور ہر چیز اسی کی ہے۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ﴾ (یونس 104:10) ''(اے پیغمبر!) کہہ دیں کہ لوگو اگر تمھیں میرے دین میں (کسی طرح کا) شک ہو تو (یادرکھو کہ) جن لوگوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو میں ان کی عبادت نہیں کرتا بلکہ میں اس اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمھیں فوت کرتا ہے۔'' اس آیت کریمہ میں ربوبیت کی شہر مکہ کی طرف اضافت برسبیل تشریف واعتنا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ ﴾ (قریش 106:3,4) ''(لوگوں کو) چاہیے کہ اس گھر کے رب کی عبادت کریں جس نے ان کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔''

﴿ الَّذِيْ حَرَّمَهَا ﴾ ''جس نے اسے حرمت دی۔'' یعنی جو اللہ تعالیٰ کے محترم قرار دینے کی وجہ سے شرعاً اور قدرًا محترم بن گیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن فرمایا: [إِنَّ هٰذَا الْبَلَدَ حَرَّمَهُ اللّٰهُ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ، فَهُوَ حَرَامٌ بِحُرْمَةِ اللّٰهِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ...... لَا يُعْضَدُ شَوْكُهُ، وَلَا يُنَفَّرُ صَيْدُهُ، وَلَا يَلْتَقِطُ لُقَطَتَهُ إِلَّا مَنْ عَرَّفَهَا، وَلَا يُخْتَلٰى خَلَاهَا] ''اس شہر کو اللہ تعالیٰ نے اسی دن سے محترم قرار دیا ہے جس دن اس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا فرمایا تھا پس وہ اللہ تعالیٰ کے محترم قرار دینے کی وجہ سے قیامت کے دن تک محترم ہے...... اس کے کانٹے کو نہ کاٹا جائے، اس کے شکار کو نہ بھگایا جائے اور نہ اس کے لقطے کو اٹھایا جائے۔ البتہ جو اس کے بارے میں اعلان کرنا چاہے (وہ اسے اٹھا سکتا ہے) اور نہ اس کی گھاس کو کاٹا جائے۔''[1] یہ حدیث صحاح، حسان اور مسانید میں بہت سے طرق سے مروی ہے[2] جن کی وجہ سے یہ حدیث قطعی الثبوت بن گئی ہے جیسا کہ کتاب الأحکام میں اپنے مقام پر بیان کیا گیا ہے۔ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ.

اور اس کا فرمان ہے: ﴿ وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ﴾ ''اور ہر چیز اسی کی ہے۔'' یہ خاص پر عام کے عطف کے قبیل سے ہے، یعنی وہ اس شہر کا مالک ہے اور ہر چیز کا رب اور مالک بھی وہی ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ﴿ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ ﴾ ''اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہو جاؤں۔'' یعنی موحدین، مخلصین، اس کے حکم کے فرماں برداروں

---

[1] صحيح البخاري، الجزية والموادعة، باب إثم الغادر للبر والفاجر، حديث: 3189 و صحيح مسلم، الحج، باب تحريم مكة و تحريم صيدها......، حديث: 1353 . [2] صحيح ابن حبان، الحج، باب ذكر الزجر عن اختلاء شوك حرم الله جل وعلا......: 28/9 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ و صحيح ابن خزيمة، أبواب الفريضة في السفر، باب ذكر خبر احتج به......: 77,76/2، حديث: 958 عن أنس رضی اللہ عنہ و مسند أحمد: 316,315/1 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما و مسند أبي عوانة، الأحكام، باب الخبر الناهي عن لقطة الحاج: 187/4، حديث: 6462,6461 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اوراس کے اطاعت گزاروں میں سے بن جاؤں ﴿ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ ﴾ ”اور یہ بھی کہ میں قرآن کی تلاوت کروں۔“ یعنی لوگوں کو قرآن پڑھ کر سنادوں اوران تک اسے پہنچادوں جیسا کہ فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ۝ ﴾ (آل عمران 3:58) ”(اے محمد!) یہ ہم آپ پر (اللہ کی) آیتیں اور حکمت بھری نصیحتیں تلاوت کرتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ ﴾ (القصص 28:3) ”(اے محمد!) ہم آپ پر موسیٰ اور فرعون کی کچھ خبریں ٹھیک ٹھیک پڑھتے ہیں۔“ یعنی میں تو قرآن مجید کا پہنچانے والا اور اس کے ساتھ لوگوں کو ڈرانے والا ہوں۔ ﴿ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿92﴾ ﴾ ”پس جو شخص راہ راست اختیار کرتا ہے تو اپنی ہی ذات کے لیے اختیار کرتا ہے اور جو گمراہ ہوا تو آپ کہہ دیں کہ میں تو صرف ڈرانے والوں میں سے ہوں۔“ اور اللہ تعالیٰ کے وہ رسول میرے لیے اسوہ ہیں جنھوں نے اپنی قوموں کو ڈرایا تھا اور وہ اسی فرض کو ادا کرنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے تھے جو پیغام حق کے پہنچانے کے لیے ان پر عائد تھا، انھوں نے اپنے عہد کو وفا کر دیا تھا اور ان کی امتوں کا حساب اللہ کے سپرد ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ۝ ﴾ (الرعد 13:40) ”تو آپ کے ذمے (ہمارے احکام کو) صرف پہنچا دینا ہے اور ہمارے ذمے حساب لینا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ ﴾ (ھود 11:12) ”(اے محمد!) آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور اللہ ہر چیز پر نگہبان ہے۔“

﴿ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ ﴾ ”آپ کہہ دیں کہ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں، وہ تمھیں عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انھیں پہچان لو گے۔“ یعنی سب تعریف اس اللہ کے لیے ہے جو اس وقت تک کسی کو عذاب نہیں دیتا جب تک اس پر حجت تمام نہ کردے اور اسے ڈرا نہ دے، اسی لیے فرمایا: ﴿ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ ﴾ ”وہ تمھیں عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم انھیں پہچان لو گے۔“ جیسا کہ فرمایا: ﴿ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۭ ﴾ (حٰم السجدۃ 41:53) ”ہم عنقریب انھیں اطراف (عالم) میں بھی اور خود ان کی ذات میں بھی اپنی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے گا کہ یقیناً وہ (قرآن) حق ہے۔“

﴿ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿93﴾ ﴾ ”اور جو کام تم کرتے ہو آپ کا پروردگار ان سے ہرگز بے خبر نہیں۔“ بلکہ وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ ذکر کیا گیا ہے کہ امام احمد رحمہ اللہ ان دو شعروں کو پڑھا کرتے تھے جو ان کے اپنے یا کسی دوسرے شاعر کے ہیں:

إِذَا مَا خَلَوْتَ الدَّهْرَ يَوْمًا فَلَا تَقُلْ   خَلَوْتُ وَلٰكِنْ قُلْ عَلَيَّ رَقِيبٌ

”جب تم کبھی خلوت میں ہو تو یہ نہ کہو کہ میں خلوت میں ہوں بلکہ یہ کہو کہ مجھ پر ایک نگہبان بھی ہے۔“

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ يَغْفُلُ سَاعَةً   وَّلَا أَنَّ مَا يُخْفٰى عَلَيْهِ يَغِيبُ

”اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ گمان نہ کرو کہ وہ ایک لمحے کے لیے بھی غافل ہے، اللہ تعالیٰ سے جس چیز کو مخفی رکھا جائے وہ اس سے کبھی بھی چھپ نہیں سکتی۔“

سورۂ نمل کی تفسیر مکمل ہوگئی۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سورۂ قصص

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

طٰسٓمّٓ ① تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ② نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ

طٰسٓمّٓ ① یہ واضح کتاب کی آیات ہیں ② ہم آپ کو موسیٰ اور فرعون کا کچھ حال ٹھیک ٹھیک سناتے ہیں، ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں ③

لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ③ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً

بے شک فرعون نے زمین (مصر) میں سرکشی کی، اور اس نے اہل مصر کے کئی گروہ بنا دیے، ان میں سے ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو ضعیف جان کر اس نے

مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ④ وَنُرِيْدُ اَنْ

دبا رکھا تھا، وہ ان کے بیٹے ذبح کرتا اور ان کی بیٹیاں زندہ رکھتا، بلاشبہ وہ فسادیوں میں سے تھا ④ اور ہم چاہتے تھے کہ ان لوگوں پر احسان کریں جنھیں

نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ⑤ وَنُمَكِّنَ

زمین میں ضعیف جان (کر دبا) لیا گیا تھا، اور انھیں پیشوا بنائیں، اور انھیں (ملک مصر کے) وارث بنائیں ⑤ اور (یہ کہ) ہم انھیں زمین (شام و فلسطین) میں

لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ⑥

اقتدار بخشیں، اور ہم فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ان (کمزور لوگوں کے ہاتھوں) سے وہ چیز دکھائیں جس سے وہ ڈرتے تھے ⑥

امام احمد رحمہ اللہ نے معدیکرب سے روایت کیا ہے کہ ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ ہمیں تقریباً دوصد آیات پر مبنی ﴿طٰسٓمّٓ ①﴾ سنائیں، انھوں نے فرمایا: یہ مجھے یاد نہیں ہے، لہٰذا تم اس شخصیت کی طرف رجوع کرو جنھوں نے اسے رسول اللہ ﷺ سے سیکھ کر یاد کیا ہے، یعنی خبّاب بن ارت رضی اللہ عنہ سے اسے سنو، ہم خبّاب بن ارت رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انھوں نے ہمیں یہ سورۂ مبارکہ سنائی۔[1]

① مسند أحمد: 419/1 جبکہ المعجم الکبیر للطبرانی: 55/4، حدیث: 3614، میں ﴿طٰسٓمّٓ ①﴾ الشعراء کے الفاظ ہیں، نیز سورۂ شعراء کی آیات دوسو سے متجاوز ہیں جبکہ سورۂ قصص کی آیات اٹھاسی (88) ہیں۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہاں ﴿طٰسٓمّٓ ①﴾ سے مراد سورۂ شعراء ہے، بہرحال یہ روایت ضعیف ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات:1-6

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے حالات: حروف مقطعات کے بارے میں قبل ازیں بحث ہو چکی ہے۔ ﴿ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ ﴾ ''یہ کتاب روشن کی آیتیں ہیں۔'' یعنی ایسی کتاب کی جو واضح اور روشن ہے، امور و معاملات کے حقائق اور علم ما کان و مایکون کو کھلم کھلا بیان کرنے والی ہے۔ اور اس کا فرمان ہے: ﴿ نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَ فِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ ﴾ ''(اے محمد!) ہم آپ پر موسیٰ اور فرعون کے صحیح صحیح حالات تلاوت کرتے ہیں۔'' جیسا کہ فرمایا: ﴿ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ ﴾ (یوسف 12:3) ''(اے پیغمبر!) ہم آپ سے ایک نہایت اچھا قصہ بیان کرتے ہیں۔'' اور تمام واقعے کو اس طرح بیان کریں گے کہ گویا آپ وہاں موجود تھے اور یہ واقعہ آپ کا گویا چشم دید ہے، پھر فرمایا: ﴿ اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْاَرْضِ ﴾ ''بے شک فرعون نے زمین میں سرکشی کی۔'' یعنی اس نے تکبر، غرور اور سرکشی کو اختیار کر رکھا تھا۔ ﴿ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا ﴾ ''اور اس نے وہاں کے باشندوں کو گروہ گروہ بنا رکھا تھا۔'' یعنی وہ لوگوں کو مختلف قسموں میں تقسیم کر کے ہر ایک قسم سے اپنی مرضی و مشیت کے مطابق کام لیتا تھا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ يَّسْتَضْعِفُ طَآىِٕفَةً مِّنْهُمْ ﴾ ''اس نے ان میں سے ایک گروہ کو (یہاں تک) کمزور کر دیا تھا۔'' یعنی بنی اسرائیل کو جبکہ وہ اپنے زمانے کے بہترین لوگ تھے مگر اللہ تعالیٰ نے ان پر اس جابر اور سرکش بادشاہ کو مسلط کر دیا تھا جو انھیں بہت گھٹیا کاموں کے لیے استعمال کرتا تھا اور اپنے اور اپنی رعیت کے کاموں میں انھیں رات دن مشغول رکھتا تھا اور اس کے باوجود وہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر ڈالتا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ رہنے دیتا تھا اور یہ سب کچھ وہ ان کی توہین و تذلیل کے پیش نظر اور اس خدشے کی وجہ سے کرتا تھا تاکہ ان میں وہ لڑکا زندہ نہ بچے جس سے وہ اور اس کے کارکنانِ حکومت ڈرتے تھے کہ وہ ان کی ہلاکت کا سبب ہوگا اور اس کے ہاتھوں ان کی حکومت کا خاتمہ ہو جائے گا۔

اور فرعون نے اس سے بچنے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی کہ اس نے حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل کے پیدا ہونے والے تمام لڑکوں کو قتل کر دیا جائے مگر تقدیر کے مقابلے میں کوئی تدبیر کام نہیں آتی اور جب اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا ہوا وقت آ جاتا ہے تو تاخیر نہیں ہوتی اور ہر چیز کے وقت کے بارے میں لکھا ہوا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَىِٕمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝ ﴾ ''اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دیے گئے ہیں ہم اُن پر احسان کریں اور انھیں ہم پیشوا بنائیں اور ہم انھیں (ملک کا) وارث بنا دیں اور انھیں زمین میں قدرت دیں اور فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکروں کو ہم وہ چیز دکھا دیں جس سے وہ ڈرتے تھے۔'' اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اسی طرح کیا جیسا کہ فرمایا ہے: ﴿ وَاَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِيْنَ كَانُوْا يُسْتَضْعَفُوْنَ مَشَارِقَ الْاَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِيْ بٰرَكْنَا فِيْهَا ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ بِمَا صَبَرُوْا ؕ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ ۝ ﴾ (الأعراف 7:137) ''اور ہم نے ان لوگوں کو

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ ۚ

اور ہم نے موسیٰ کی ماں کو الہام کیا کہ تو اسے دودھ پلا، پھر جب تو اس کے بارے میں ڈرے تو اسے دریا میں ڈال دینا، اور نہ ڈرنا اور نہ غم کھانا،

اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ⑦ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا

بے شک ہم اسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں، اور اسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں⑦ چنانچہ فرعون کے گھر والوں نے اسے (دریا سے)

وَّحَزَنًا ؕ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕيْنَ ⑧ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ

اٹھالیا، تاکہ وہ ان کے لیے دشمن اور باعث غم بنے، بلاشبہ فرعون اور ہامان اور ان دونوں کے لشکر خطا کار تھے⑧ اور فرعون کی بیوی نے کہا: (یہ تو)

عَيْنٍ لِّيْ وَلَكَ ؕ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑨

میرے لیے اور تیرے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، اسے قتل نہ کرو، شاید یہ ہمیں نفع دے یا ہم اسے بیٹا بنالیں، اور وہ (انجام سے) بے خبر تھے⑨

جو لوگ کمزور سمجھے جاتے تھے، اس زمین (شام) کے مشرق و مغرب کا جس میں ہم نے برکت دی تھی وارث بنادیا اور بنی اسرائیل کے بارے میں ان کے صبر کی وجہ سے آپ کے پروردگار کا وعدۂ نیک پورا ہوا اور فرعون اور قوم فرعون جو (محل) بناتے اور (انگور کے باغ) جو چھتریوں پر چڑھاتے تھے سب کو ہم نے تباہ کر دیا۔'' اور فرمایا: ﴿ كَذٰلِكَ ؕ وَاَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ؕ﴾ ''اسی طرح ہوا اور ہم نے ان (چیزوں) کا وارث بنی اسرائیل کو بنا دیا۔'' (الشعرآء 59:26)

فرعون نے اپنی طاقت وقوت کے ساتھ موسیٰ علیہ السلام سے نجات پانے کا ارادہ کیا تھا مگر اُس عظیم بادشاہ کی قدرت کے مقابلے میں وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہوسکا جس کے قدری حکم کی مخالفت نہیں کی جاسکتی اور نہ کوئی اس پر غالب آسکتا ہے بلکہ اسی کا حکم اور اس کی مقرر کردہ تقدیر غالب آ کر رہی کہ فرعون موسیٰ علیہ السلام ہی کے ہاتھوں سے ہلاک ہوگا۔

تفسیر آیات:7-9

موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف تدبیر کے بارے میں وحی: مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ فرعون نے جب بہت کثیر تعداد میں بنی اسرائیل کے لڑکے قتل کرا دیے تو قبطیوں کو یہ خدشہ لاحق ہوا کہ اس طرح بنی اسرائیل تو ختم ہو جائیں گے اور ان کے بجائے محنت ومشقت کے سارے کام انھیں خود کرنا پڑیں گے، اس بات کا انھوں نے فرعون سے ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہی صورت حال برقرار رہی کہ بوڑھے مر جائیں اور بچے قتل کر دیے جائیں تو ان کی عورتوں کے لیے تو ان اعمال شاقہ کو سرانجام دینا ممکن نہ ہوگا جوان کے مرد کیا کرتے تھے تو یہ سارے کام ہمیں خود کرنا پڑیں گے، یہ بات سن کر فرعون نے حکم دے دیا کہ بنی اسرائیل کے لڑکے ایک سال قتل کر دیے جائیں اور ایک سال قتل نہ کیے جائیں، پس ہارون علیہ السلام کی ولادت اس سال ہوئی جس میں بچوں کو قتل نہیں کیا جاتا تھا اور موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اس سال ہوئی جس میں بچوں کو قتل کیا جاتا تھا۔ فرعون نے اس کام کے لیے کچھ آدمی مقرر کر رکھے تھے اور دائیوں کی ڈیوٹی لگا رکھی تھی کہ وہ عورتوں کی نگرانی کریں اور جسے حاملہ دیکھیں اس کا نام لکھ لیں، ولادت کے وقت قبطی عورتیں بھی موجود ہوتی تھیں، بنی اسرائیل کی کوئی عورت اگر لڑکی کو جنم دیتی تو وہ چلی جاتیں اور اگر اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوتا تو وہ اطلاع دے دیتیں، پھر جلاد ہاتھوں میں تیز چھریاں پکڑے ہوئے آجاتے اور وہ بچے کو ذبح

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کر دیتے تھے، اللہ تعالیٰ ان کو ہر قسم کی بھلائی اور اچھائی سے دور رکھے۔

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو جب حمل قرار پایا تو ان کے حمل کے آثار اس طرح نمایاں نہ تھے جس طرح دیگر حاملہ عورتوں کے آثار نمایاں ہوتے ہیں حتی کہ ان کے حاملہ ہونے کے بارے میں دائیوں کو بھی علم نہ ہو سکا لیکن جب انھوں نے لڑکے کو جنم دیا تو انھیں بے حد تشویش اور شدید خوف لاحق ہوا جبکہ اس لڑکے سے انھیں بہت زیادہ محبت بھی تھی، موسیٰ علیہ السلام کو جو بھی دیکھتا وہ آپ سے شدید محبت کرنے لگتا اور آپ سے محبت کرنے والا طبعاً اور شرعاً بے پناہ سعادت مند تھا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّيْ ۚ ﴾ (طٰہٰ 39:20) ''اور میں نے آپ پر اپنی طرف سے محبت ڈال دی۔''

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے گھر میں: موسیٰ کی والدہ کو جب شدید گھبراہٹ اور خوف لاحق ہوا تو ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات ڈال دی جیسا کہ اسی نے ارشاد فرمایا ہے: ﴿ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ⑦ ﴾ ''اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف وحی بھیجی کہ تو اس کو دودھ پلا جب تجھے اس کے بارے میں کچھ خوف پیدا ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور نہ تو خوف کرنا اور نہ رنج کرنا، بلاشبہ ہم اس کو تیرے پاس لوٹانے والے ہیں اور (پھر) اسے رسولوں میں سے بنانے والے ہیں۔''

موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا گھر دریائے نیل کے کنارے پر تھا، انھوں نے ایک تابوت لیا، اس میں ایک پنگوڑا بنا دیا، بچے کو دودھ پلانا شروع کیا اور اگر کوئی ایسا شخص ان کے گھر میں آتا جس سے ڈر ہوتا تو آپ فوراً اسے تابوت میں رکھ دیتیں، اسے دریا میں چلا دیتیں اور اسے انھوں نے ایک رسی سے باندھ رکھا ہوتا تھا۔ ایک دن ان کے گھر میں ایک ایسا شخص آیا جس سے ڈر تھا، انھوں نے اسے تابوت میں رکھ دیا اور تابوت کو دریا میں چھوڑ دیا مگر اسے رسی سے باندھنا بھول گئیں جس کی وجہ سے تابوت نے پانی پر تیرنا شروع کر دیا حتی کہ تابوت فرعون کے محل کے پاس سے گزرا جسے لڑکیوں نے اٹھا لیا اور وہ اسے فرعون کی بیوی کے پاس لے گئیں اور جانتی نہیں تھیں کہ اس میں کیا ہے اور وہ ڈر گئی تھیں کہ اگر انھوں نے فرعون کی بیوی کی اجازت کے بغیر اسے از خود کھول لیا تو کہیں کسی آزمائش میں مبتلا نہ ہو جائیں، بہر حال جب اس تابوت کو کھولا گیا تو اس میں ایک ایسا بچہ نظر آیا جو اس وقت کی ساری مخلوق سے زیادہ حسین وجمیل اور رعنا وزیبا تھا، فرعون کی بیوی نے جب اس بچے کو دیکھا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے دل میں اس کی محبت ڈال دی اور یہ اس کی خوش بختی کی بات تھی اور یہ بھی اللہ تعالیٰ نے چاہا تھا کہ اس عورت کو خوش بخت اور اس کے خاوند کو بد بخت بنا دیا جائے، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۭ ﴾ ''تو فرعون کے گھر والوں نے اس کو اٹھا لیا اس لیے کہ (نتیجہ یہ ہونا تھا کہ) وہ ان کا دشمن اور (ان کے لیے موجب) غم ہو۔''

محمد بن اسحاق وغیرہ نے لکھا ہے کہ لام یہاں لامِ عاقبت ہے۔[1] لامِ تعلیل نہیں ہے کیونکہ بچے کو اٹھانے سے ان کا یہ ارادہ

[1] تفسیر الطبری: 40/20 و تفسیر القرطبی: 252/13 اور لامِ عاقبت کا مفہوم سمجھنے کے لیے ترجمے میں پہلی قوسین والے الفاظ ملاحظہ کیجیے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ؕ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِیْ بِهٖ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا

اور موسیٰ کی ماں کا دل (صبر و قرار سے) خالی ہو گیا، بے شک قریب تھا کہ وہ اسے ظاہر کر دیتی، اگر ہم نے اس کا دل مضبوط نہ کر دیا ہوتا، تاکہ وہ (ہمارے

لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ⑩ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّیْهِ ؗ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ وَّهُمْ

وعدے پر) یقین کرنے والوں میں سے ہو ⑩ اور موسیٰ کی ماں نے اس کی بہن سے کہا: تو اس کے پیچھے پیچھے جا، پھر وہ (گئی تو) اسے دور سے دیکھتی رہی،

لَا یَشْعُرُوْنَ ۙ⑪ وَحَرَّمْنَا عَلَیْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ

جبکہ وہ (فرعونی) بے خبر تھے ⑪ اور ہم نے موسیٰ پر دائیوں (کے دودھ) کو پہلے ہی سے حرام کر دیا تھا، پھر موسیٰ کی بہن نے کہا: کیا میں تمھیں ایک گھر والے

بَیْتٍ یَّكْفُلُوْنَهٗ لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ⑫ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ

کا بتاؤں جو تمھارے لیے اس کی پرورش کریں اور وہ اس کے خیر خواہ بھی ہوں؟ ⑫ چنانچہ ہم نے اسے اس کی ماں کے پاس لوٹا دیا، تاکہ اس کی آنکھیں

وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ⑬ ع ركوع 1/13/4

ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائے اور تاکہ وہ جان لے کہ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ⑬

نہ تھا اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انھوں نے جو یہ بات کہی ہے، ظاہر الفاظ کا یہی تقاضا ہے لیکن جب سیاق و سباق کے معنی کی طرف دیکھا جائے تو پھر معلوم ہوتا ہے کہ یہ لامِ تعلیل ہی ہے کیونکہ معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس بچے کو اٹھانے کے لیے انھیں مقرر کر دیا تھا تاکہ اسے ان کے لیے دشمن اور (موجب) غم بنا دے اور اس طرح موسیٰ علیہ السلام سے ان کے بچاؤ اور احتیاط کو باطل کرنے کے لیے یہ صورت زیادہ مؤثر ثابت ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِـِٕیْنَ ⑧﴾ ”بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے لشکر خطا کار تھے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَالَتِ امْرَاَتُ فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَكَ ؕ﴾ ”اور فرعون کی بیوی نے کہا کہ (یہ) میری اور تمھاری (دونوں کی) آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔“ یعنی فرعون نے جب اسے دیکھا تو اس خوف کی وجہ سے اس کے قتل کا ارادہ کر لیا کہ کہیں یہ بنی اسرائیل کا بچہ نہ ہو تو فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم نے اس سے جھگڑنا اور بچے کا دفاع کرنا اور بچے کو پیار کر کے دکھانا شروع کر دیا، اس نے کہا: ﴿ قُرَّتُ عَیْنٍ لِّیْ وَلَكَ ؕ﴾ ”یہ میری اور تمھاری (دونوں کی) آنکھ کی ٹھنڈک ہے۔“ فرعون نے کہا کہ یہ تمھاری آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگا، میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہرگز نہیں ہے اور امر واقع میں بھی ایسا ہی ہوا کہ آگے چل کر اس بچے کے سبب اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی کو تو ہدایت نصیب فرما دی جبکہ فرعون کو اس کے ہاتھوں ہلاک کر دیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ عَسٰۤى اَنْ یَّنْفَعَنَاۤ ﴾ ”شاید کہ یہ ہمیں فائدہ پہنچائے۔“ اور اسے اس سے واقعی فائدہ پہنچا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اس کے سبب دنیا میں ہدایت عطا فرما دی اور آخرت میں جنت میں بسا دیا، ﴿ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ﴾ ”یا ہم اسے بیٹا بنا لیں۔“ فرعون کی بیوی نے اسے متبنّٰی بنانے کا ارادہ کیا کیونکہ اس کی اپنی کوئی اولاد نہ تھی، ﴿ وَّهُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ ⑨﴾ ”اور وہ شعور نہیں رکھتے تھے۔“ یعنی وہ نہیں جانتے تھے کہ انھوں نے جو اس بچے کو اٹھا لیا ہے تو اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس قدر عظیم الشان حکمت بالغہ اور حجتِ قاطعہ ہے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

تفسیر آیات:10-13

موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا شدید غم اور بچے کی واپسی: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے بارے میں بیان فرمایا ہے کہ جب ان کا بچہ دریا میں چلا گیا تو ان کا دل بے قرار ہو گیا۔ ﴿ فٰرِغًا ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ دل موسیٰ علیہ السلام کے سوا دنیا کی ہر چیز سے خالی ہو گیا، یہ قول ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد، عکرمہ، سعید بن جبیر، ابوعبیدہ، ضحاک، حسن بصری، قتادہ اور دیگر ائمہ تفسیر رحمہم اللہ کا ہے۔[1] ﴿ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ ﴾ ''قریب تھا کہ وہ اس (بات) کو ظاہر کر دیتیں۔'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ انھیں صبر و قرار عطا نہ فرماتا تو قریب تھا کہ وہ شدید غم و حزن اور افسوس کے باعث اسی بات کو ظاہر کر دیتیں کہ ان کا بیٹا دریا میں بہ گیا ہے اور وہ ساری صورت حال بیان کر دیتیں۔ ﴿ لَوْلَاۤ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَقَالَتْ لِاُخْتِهٖ قُصِّيْهِ ﴾ ''اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ہم ان کے دل کو مضبوط کر دیتے (تو وہ بیان کر دیتیں) تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو اور اس نے اس کی بہن سے کہا کہ اس کے پیچھے پیچھے جا۔'' موسیٰ کی ماں نے اپنی بیٹی کو حکم دیا جو بڑی عمر کی تھی اور اس قابل تھی کہ جو اس سے کہا جائے اسے یاد رکھے، بہرحال اس سے کہا: ﴿ قُصِّيْهِ ﴾ ''اس کے پیچھے پیچھے جا۔'' اس کے حالات سے باخبر رہنا اور شہر کے مختلف علاقوں میں اس کے بارے میں پھیلنے والی خبروں کو معلوم کرنا، پس وہ اس مقصد کی خاطر گھر سے باہر نکل آئی، ﴿ فَبَصُرَتْ بِهٖ عَنْ جُنُبٍ ﴾ ''تو وہ اسے دور سے دیکھتی رہی۔'' ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ وہ ایک طرف سے دیکھتی رہی۔[2] مجاہد فرماتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ دور سے دیکھتی رہی۔[3] اور قتادہ کہتے ہیں کہ وہ تجاہلِ عارفانہ سے اس کی طرف دیکھتی رہی۔[4]

موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے محل میں پہنچ گئے، فرعون کی بیوی نے (موسیٰ علیہ السلام سے) محبت کی اور فرعون سے جان بخشی کروالی تو محل میں موجود دودھ پلانے والی تمام عورتوں کو بلایا گیا مگر موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہ پیا اور سب کا دودھ پینے سے انکار کر دیا تو وہ بازار میں چلے گئے تاکہ کسی ایسی عورت کو تلاش کر لیں جس کا یہ بچہ دودھ پی لے، موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے جب لوگوں کے ہاتھوں میں اس بچے کو دیکھا تو اسے پہچان لیا، البتہ اس بات کا اظہار نہ کیا اور نہ وہ لوگ خود ہی سمجھ سکے کہ یہ لڑکی اس لڑکے کی بہن ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ ﴾ ''اور ہم نے پہلے ہی سے اس پر دائیوں (کے دودھ) کو حرام کر دیا تھا۔'' اس سے مراد حرمتِ قدری ہے اور یہ اس لیے تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں آپ کو عزت و کرامت حاصل تھی اور اس میں دوسری حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا تھا کہ آپ اپنی ماں کے سوا کسی اور عورت کا دودھ پئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کو آپ کی ماں کے پاس آپ کی واپسی کا سبب بنانا چاہتا تھا تاکہ آپ کی ماں ہی آپ کو دودھ پلائے اور اللہ تعالیٰ آپ کی ماں کے ہر قسم کے خوف کو دور کر کے انھیں امن و چین بھی عطا فرمانا چاہتا تھا۔ بہرحال موسیٰ علیہ السلام کی بہن نے جب یہ دیکھا کہ یہ لوگ اس بارے میں حیران و پریشان ہیں کہ بچہ کس عورت کا دودھ پیے گا، ﴿ فَقَالَتْ هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰۤى اَهْلِ بَيْتٍ يَّكْفُلُوْنَهٗ

---

① تفسیر الطبری:45,44/20 وتفسیر ابن أبی حاتم :2946/9۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم :2948/9 وتفسیر الطبری: 49/20۔ ③ تفسیر الطبری:48/20 وتفسیر ابن أبی حاتم :2948/9۔ ④ تفسیر ابن أبی حاتم:2949/9 وتفسیر الطبری : 49/20۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

لَكُمْ وَهُمْ لَهٗ نٰصِحُوْنَ ﴿12﴾ ’’تو اس (موسیٰ علیہ السلام کی بہن) نے کہا: کیا میں تمھیں ایسے گھر والے بتاؤں جو تمھارے لیے اس (بچے) کو پالیں اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں۔‘‘

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اس نے یہ بات کہی تو انھوں نے لڑکی کو پکڑ لیا اور اس کے بارے میں شک میں پڑ گئے اور کہنے لگے کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ وہ اس کے بارے میں خیر خواہی وشفقت سے کام لیں گے۔ اس نے جواب دیا کہ اس لیے کہ وہ بادشاہ کی خوشی اور منفعت کے خواہش مند ہیں، یہ جواب سن کر انھوں نے لڑکی کو چھوڑ دیا،[1] بہر حال اس جواب سے وہ ان کی گرفت اور ایذا سے بچ گئی اور یہ لوگ اس کے ساتھ اس کے گھر کی طرف چل دیے اور جب اس کی ماں کے پاس پہنچے تو ماں نے بچے کے منہ میں اپنا پستان داخل کیا تو بچے نے اسے قبول کر لیا، اس سے ان سب لوگوں کو بے حد خوشی ہوئی، ان میں سے ایک شخص نے جا کر فرعون کی بیوی کو یہ خوش خبری سنا دی تو فرعون کی بیوی نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف پیغام بھیج کر انھیں اپنے پاس بلایا، ان سے حسن سلوک کا معاملہ کیا اور بہت سا مال بھی دے دیا جبکہ اسے علم نہ تھا کہ یہی خاتون اس بچے کی حقیقی ماں ہیں، انھوں نے حسن سلوک کا یہ معاملہ اس لیے کیا تھا کہ بچے نے ان کے دودھ کو پینا قبول کر لیا تھا، آسیہ نے ان سے کہا کہ تم ہمارے پاس ہی قیام کرو اور بچے کو دودھ پلاؤ مگر انھوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ میرا شوہر بھی ہے اور دوسرے بچے بھی، لہٰذا میرے لیے آپ کے ہاں قیام کرنا ممکن نہیں ہے، البتہ اگر آپ پسند کریں تو میں اپنے گھر میں بچے کو دودھ پلاتی رہوں گی، فرعون کی بیوی نے اس بات سے اتفاق کر لیا اور اس نے تحفہ، تحائف، لباس اور احسان جزیل کا سلسلہ شروع کر دیا، موسیٰ علیہ السلام کی والدہ اپنے بچے کو لے کر خوشی خوشی واپس آئیں، اللہ تعالیٰ نے ان کے خوف کو امن میں بدل دیا تھا اور عزت وجاہ اور بے پناہ مال جو عطا فرمایا وہ اس پر مستزاد تھا۔ اس غم اور خوشی کا وقفہ بہت قلیل، یعنی صرف ایک دن اور رات کے بقدر تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

پس پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں سارا نظام ہے، وہ جو چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا۔ جو اس سے ڈر جائے وہ اس کے ہر غم وفکر کو دور کر کے تنگی کے بعد اسے کشادگی عطا فرما دیتا ہے، اسی لیے اس نے فرمایا: ﴿ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا ﴾ ’’تو ہم نے (اس طریق سے) ان کو ان کی ماں کے پاس لوٹا دیا تاکہ ان کی آنکھ ٹھنڈی ہو۔‘‘ یعنی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ، ﴿ وَلَا تَحْزَنَ ﴾ ’’اور وہ غم نہ کھائیں۔‘‘ موسیٰ علیہ السلام کی وجہ سے۔ ﴿ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ﴾ ’’اور تاکہ وہ جان لیں کہ یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے۔‘‘ جو اس نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا تھا کہ وہ انھیں واپس پہنچا دے گا اور بعد میں رسول بھی بنا دے گا۔ جب موسیٰ علیہ السلام واپس مل گئے تو اس سے انھیں یقین ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول بھی بنیں گے پس انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کی تربیت میں طبعاً اور شرعاً کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ ﴿ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿13﴾ ﴾ ’’اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے‘‘ کہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں کیا حکمتیں اور دنیا وآخرت میں ان کے انجام کتنے اچھے ہیں، بسا اوقات ایک کام ناپسندیدہ معلوم ہوتا ہے لیکن اس کا انجام بہت ہی بہتر اور قابلِ ستائش ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا

[1] تفسير الطبري: 51,50/20 عن السدي و ابن جريج رحمهما الله.

’’محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰۤى اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ⑭

اور جب وہ (موسیٰ) اپنی جوانی کو پہنچا اور (عقل و شعور میں کامل اور) پورا طاقتور ہوگیا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم دیا، اور ہم نیکی کرنے والوں کو اسی

وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۫

طرح جزا دیتے ہیں⑭ اور وہ شہر میں ایسے وقت داخل ہوا جبکہ اہل شہر غفلت میں تھے، پھر اس نے شہر میں دو آدمیوں کو باہم لڑتے پایا، یہ (ایک تو) اس

هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِىْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى

کے اپنے گروہ میں سے تھا اور یہ (دوسرا) اس کے دشمنوں میں سے تھا، پھر جو اس کے اپنے گروہ میں سے تھا اس نے موسیٰ سے اس شخص کے خلاف مدد

الَّذِىْ مِنْ عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۫ قَالَ هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ

مانگی جو اس کے دشمنوں میں سے تھا، چنانچہ موسیٰ نے اسے گھونسا مارا تو اس کا کام تمام کر دیا (پھر) کہا: یہ (قتل) شیطان کا عمل ہے، بلاشبہ وہ گمراہ کرنے

اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ⑮ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ ظَلَمْتُ نَفْسِىْ فَاغْفِرْ لِىْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ

والا کھلم کھلا دشمن ہے⑮ موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! بے شک میں نے اپنی جان پر ظلم کیا ہے، لہٰذا تو میری مغفرت فرما، چنانچہ اللہ نے اسے بخش

اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ⑯ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا

دیا، بلاشبہ وہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے⑯ موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! چونکہ تو نے مجھ پر انعام کیا ہے، لہٰذا میں مجرموں کا مددگار ہرگز

لِّلْمُجْرِمِيْنَ ⑰

نہیں بنوں گا⑰

شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ (البقرۃ 2:216) ''اور عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو ناپسند کرو اور وہ تمھارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں کہ تم ایک چیز کو پسند کرو اور وہ تمھارے لیے بری ہو۔'' اور فرمایا: فَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ○ (النسآء 4:19) ''سو عجب نہیں کہ تم کسی چیز کو ناپسند کرو اور اللہ اس میں بہت سی بھلائیاں (پیدا) کر دے۔''

تفسیر آیات: 14-17

موسیٰ علیہ السلام کا ایک قبطی کو مار دینا: اللہ تعالیٰ نے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی ولادت اور بچپن کا ذکر کیا اور اب آپ کے امورِ جوانی کا ذکر فرمایا ہے کہ جب آپ بھرپور جوان ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکمت و علم سے سرفراز فرمایا، امام مجاہد کا قول ہے کہ یہاں حکمت و علم سے مراد نبوت ہے۔[1] وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ⑭ ''اور ہم نیکوکاروں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔'' پھر اللہ تعالیٰ نے اس سبب کا ذکر فرمایا ہے جس سے وہ نبوت اور اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی کے شرف تک پہنچ گئے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے مقدر میں لکھ رکھا تھا اور وہ یہ کہ انھوں نے جب ایک قبطی کو مار دیا تو یہ واقعہ مصر سے نکل کر مدین جانے کا سبب بن گیا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَدَخَلَ الْمَدِيْنَةَ عَلٰى حِيْنِ غَفْلَةٍ مِّنْ اَهْلِهَا ''اور وہ ایسے وقت شہر میں داخل ہوئے کہ وہاں کے باشندے

[1] تفسیر ابن أبی حاتم: 2952/9 عن السدی رحمہ اللہ۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ

پھر موسیٰ نے شہر میں ڈرتے ڈرتے (ہر طرف سے خطرے کے) انتظار میں صبح کی، تو اچانک (دیکھا کہ) وہ شخص جس نے کل اس سے مدد مانگی تھی، اسے مدد

لَهٗ مُوْسٰۤى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ⑱ فَلَمَّاۤ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ قَالَ

کے لیے پکار رہا ہے، موسیٰ نے اس سے کہا: بلاشبہ تو تو صاف گمراہ شخص ہے ⑱ پھر جب موسیٰ نے ارادہ کیا کہ اس شخص کو پکڑے جو ان دونوں کا دشمن تھا

يٰمُوْسٰۤى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًۢا بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ

تو وہ (اسرائیلی) بول اٹھا: اے موسیٰ! کیا تو مجھے بھی قتل کرنا چاہتا ہے جیسے تو نے کل ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، تو یہی چاہتا ہے کہ زمین میں بڑا متکبر و سرکش

جَبَّارًا فِي الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ⑲

ہے، اور تو نہیں چاہتا کہ تو اصلاح کرنے والوں میں سے ہو ⑲

غفلت میں تھے۔'' ابن جریج نے عطاء خراسانی سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ مغرب و عشاء کے درمیان کا وقت تھا۔[1] ابن مُنکدِر نے عطاء بن یسار سے اور انھوں نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ یہ نصف النہار کا وقت تھا۔[2] سعید بن جبیر، عکرمہ، سدی اور قتادہ رحمہم اللہ کا بھی یہی قول ہے۔

﴿فَوَجَدَ فِيْهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلٰنِ ۫﴾ ''تو اس نے پایا کہ وہاں دو شخص لڑ رہے تھے۔'' آپس میں جھگڑا کر رہے اور ایک دوسرے کو مار رہے تھے۔ ﴿هٰذَا مِنْ شِيْعَتِهٖ﴾ ''یہ تو اس (موسیٰ) کی قوم کا ہے۔'' یعنی اسرائیلی ہے۔ ﴿وَهٰذَا مِنْ عَدُوِّهٖ ۚ﴾ ''اور یہ (دوسرا) ان کے دشمنوں میں سے ہے۔'' یعنی قبطی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما، قتادہ، سدی اور محمد بن اسحاق کا یہی قول ہے۔[3] اسرائیلی نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی، موسیٰ نے فرصت، یعنی لوگوں کی بے خبری کو غنیمت جانا، ﴿فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۫﴾ ''سو انھوں نے اس کو مُکّا (گھونسا) مارا اور اس کا کام تمام کر دیا۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿فَوَكَزَهٗ﴾ کے معنی ہیں کہ انھوں نے اسے مُکّا (گھونسا) مارا۔[4] ﴿فَقَضٰى عَلَيْهِ ۫﴾ ''تو اس کا کام تمام کر دیا۔'' یعنی وہ فوراً مر گیا۔ ﴿قَالَ﴾ ''(تو) کہنے لگے'' یعنی موسیٰ علیہ السلام، ﴿هٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ⑮ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ⑯ قَالَ رَبِّ بِمَاۤ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ﴾ ''یہ تو شیطان کا کام ہے، بے شک وہ (انسان کا) دشمن، صریح بہکانے والا ہے، بولے کہ اے میرے پروردگار! میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا تو تو مجھے بخش دے، پس اللہ نے اسے بخش دیا، بے شک وہ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے، کہنے لگے کہ اے میرے پروردگار! تو نے جو مجھ پر مہربانی فرمائی ہے۔'' اور مجھے عزت و جاہ اور نعمت سے نوازا ہے ﴿فَلَنْ اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ⑰﴾ ''تو میں (آئندہ) کبھی گناہ گاروں کا مددگار نہ بنوں گا۔'' یعنی ان کا جو تیری ذات پاک کا کفر کرتے اور تیرے احکام کی مخالفت کرتے ہیں۔

تفسیر آیات: 19,18

① تفسیر ابن أبی حاتم: 2953/9 و تفسیر الطبری: 55,54/20۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم: 2953/9 و تفسیر الطبری: 55,54/20۔ ③ تفسیر ابن أبی حاتم: 2954/9 و تفسیر الطبری: 56,55/20۔ ④ تفسیر الطبری: 57/20۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ز قَالَ يٰمُوْسٰى اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ

اور شہر کے پرلے کنارے سے ایک شخص دوڑتا آیا (اور) اس نے کہا: اے موسیٰ! بلاشبہ سردار تیرے خلاف مشورہ کر رہے ہیں کہ تجھے قتل کر ڈالیں، لہٰذا تو

فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿20﴾

نکل جا، بے شک میں تیرے خیرخواہوں میں سے ہوں ﴿20﴾

2 ع 8 5 فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ز قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿21﴾ ع وَلَمَّا تَوَجَّهَ

تو موسیٰ اس شہر سے ڈرتے ہوئے، (پکڑے جانے کے) انتظار میں نکلا، (اور) اس نے کہا: اے میرے رب! تو مجھے ظالم قوم سے نجات دے ﴿21﴾ اور جب اس

تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿22﴾ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ

نے مدین کا رخ کیا تو کہا: امید ہے کہ میرا رب مجھے سیدھی راہ کی ہدایت دے گا ﴿22﴾ اور جب وہ مدین کے پانی (کنویں) پر پہنچا تو اس پر اس نے لوگوں کا ایک

وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۵ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ج

گروہ پایا، وہ (اپنے مویشیوں کو) پانی پلا رہے تھے، اور ان کے علاوہ دو عورتوں کو دیکھا جو (اپنے جانور) روک رہی ہیں، موسیٰ نے کہا: تمھارا کیا معاملہ ہے؟ ان

قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ط قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ سکتة وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿23﴾

دونوں نے کہا: ہم پانی نہیں پلاتیں، حتی کہ چرواہے (پانی پلا کر اپنے مویشی) واپس لے جائیں، جبکہ ہمارا باپ بڑا بوڑھا ہے ﴿23﴾ چنانچہ اس نے ان دونوں کی

فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿24﴾

خاطر پانی پلایا، پھر وہ (پیچھے) سائے کی طرف ہٹ آیا، پھر کہا: اے میرے رب! بے شک تو میری طرف جو بھی خیر نازل کرے، میں اس کا محتاج ہوں ﴿24﴾

قتل کے راز کا افشاء: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے اس قبطی کو قتل کر دیا ﴿فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَآئِفًا﴾ ”تو اس نے شہر میں ڈرتے ڈرتے صبح کی۔“ یعنی اس فعل سے ڈرتے ہوئے جو آپ سے سرزد ہو گیا تھا۔ ﴿يَتَرَقَّبُ﴾ ”انتظار کرتے ہوئے۔“ آپ اس فعل کے ردعمل کا جائزہ لے رہے تھے، آپ ایک راستے پر گزر رہے تھے کہ آپ نے دیکھا کہ وہی شخص جو کل ایک قبطی سے لڑ رہا تھا اور اس نے موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی تھی، آج ایک دوسرے شخص سے لڑ رہا ہے، موسیٰ علیہ السلام جب اس شخص کے پاس سے گزرے تو اس نے اس دوسرے شخص کے خلاف بھی موسیٰ علیہ السلام سے مدد طلب کی تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ﴿18﴾﴾ ”یقیناً تو تو صریح گمراہ ہے۔“ یعنی تیری گمراہی ظاہر اور تیرا شر بہت زیادہ ہے، پھر موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو پکڑنے کا ارادہ فرمایا مگر اسرائیلی نے اپنی کمزوری و ناتوانی اور ذلت و درماندگی کے باعث یہ سمجھا کہ موسیٰ علیہ السلام اسے پکڑنے کا قصد کر رہے ہیں، اس لیے اس نے اپنا دفاع کرتے ہوئے کہا: ﴿يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا بِالْاَمْسِ ق﴾ ”اے موسیٰ! کیا تو چاہتا ہے کہ جس طرح تو نے کل ایک شخص کو مار ڈالا تھا اس طرح تو مجھے بھی مار ڈالے۔“ کیونکہ اس واقعے کو موسیٰ علیہ السلام اور اس اسرائیلی کے سوا اور کوئی نہیں جانتا تھا، قبطی نے جب اس بات کو سنا تو اس کے منہ سے اسے اچک لیا، پھر بھاگ کر فرعون کے گھر پہنچ گیا اور اسے یہ بات پہنچا دی، فرعون کو جب یہ معلوم ہوا تو شدید ناراض ہوا اور اس نے موسیٰ علیہ السلام کے قتل کا ارادہ کر لیا، موسیٰ علیہ السلام کی تلاش میں اس نے آدمی روانہ کر دیے تاکہ وہ آپ کو پکڑ کر فرعون کے

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

پاس پیش کر دیں۔

تفسیر آیت:20

موسیٰ علیہ السلام کے قتل کے صلاح مشورے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَجَآءَ رَجُلٌ ﴾ ''اور ایک شخص آیا۔'' اللہ تعالیٰ نے وصف رجولیت کے ساتھ اس کا ذکر فرمایا ہے، اس لیے کہ اس نے فرعون کے بھیجے ہوئے لوگوں کے مخالف ایک ایسا راستہ اختیار کیا تھا جو مختصر تھا، لہٰذا وہ ان سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا اور اس نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: ﴿ اِنَّ الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ ﴾ ''بلاشبہ (شہر کے) رئیس تیرے بارے میں صلاح مشورہ کر رہے ہیں تاکہ وہ تجھے مار ڈالیں سو تو (یہاں سے) نکل جا، بے شک میں تیرے خیر خواہوں میں سے ہوں۔''

تفسیر آیات:21-24

موسیٰ علیہ السلام مدین میں: جب اس شخص نے موسیٰ علیہ السلام کو یہ بتایا کہ فرعون اور اس کے اعیان سلطنت آپ کے بارے میں ارادہ کر رہے ہیں تو آپ تن تنہا مصر سے نکل گئے، آپ کو اس طرح کی غریب الوطنی کا پہلے سے کوئی تجربہ نہ تھا کیونکہ آپ نے تو خوش حالی کی زندگی بسر کی تھی اور ناز و نعم میں پلے بڑھے تھے۔ ﴿ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ؗ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ ﴾ ''پس وہ (موسیٰ) وہاں سے ڈرتے سہمتے، انتظار کرتے ہوئے نکل کھڑے ہوئے اور (دعا کرتے ہوئے) کہنے لگے: اے میرے پروردگار! مجھے ظالم لوگوں سے نجات دے۔'' یعنی فرعون اور اس کے سرداروں سے۔ مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے گھوڑے پر سوار ایک فرشتے کو بھیج دیا جس نے راستے کے بارے میں آپ کی رہنمائی کی۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

﴿ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ ﴾ ''اور جب اس نے مدین کی طرف رخ کیا۔'' یعنی مدین کی طرف جانے والے رستے کو اختیار کر لیا تو خوش ہوئے اور ﴿ قَالَ عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ ﴾ ''کہنے لگے: ہو سکتا ہے کہ میرا پروردگار میری سیدھے رستے کی طرف رہنمائی کرے۔'' یعنی ایسا رستہ جو سب سے زیادہ سیدھا ہو، اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس اُمید کو پورا کر دیا اور واقعی ایسا رستہ بتایا جو دنیا و آخرت کے اعتبار سے سب سے زیادہ سیدھا بلکہ صراط مستقیم تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہادی اور مہدی بنا دیا۔ ﴿ وَلَمَّا وَرَدَ مَآءَ مَدْيَنَ ﴾ ''اور جب مدین کے پانی (کے کنویں) پر پہنچے۔'' یعنی جب مدین میں وہاں کے پانی کے پاس پہنچ گئے اور وہ ایک کنواں تھا جس سے بکریوں کے چرواہے اپنی بکریوں کو پانی پلایا کرتے تھے۔

﴿ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۠ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ ﴾ ''اس نے اس پر لوگوں کے ایک گروہ کو پایا جو پانی پلا رہے ہیں اور اس نے ان سے الگ دو عورتوں کو پایا جو (اپنی بکریوں کو) روکے کھڑی تھیں۔'' یعنی وہ اپنی بکریوں کو روکے ہوئے ہیں تاکہ چرواہوں کی بکریوں کے ساتھ مل کر ان کے لیے تکلیف کا باعث نہ ہوں، موسیٰ علیہ السلام نے جب انھیں دیکھا تو اُنھیں ان پر بہت ترس آیا تو ﴿ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ ﴾ ''موسیٰ نے (ان سے) کہا: تمھارا کیا معاملہ ہے؟'' یعنی کیا بات ہے تم ان لوگوں کے ساتھ اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتی ہو؟ ﴿ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ ﴾ ''وہ دونوں بولیں:

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ؗ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ

پھر ان دونوں میں سے ایک (لڑکی) شرم وحیا سے چلتی اس کے پاس آئی، اس نے کہا: بے شک میرے والد تجھے بلاتے ہیں تاکہ وہ تجھے اس کی مزدوری

لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۫ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ

دیں جو تو نے ہماری خاطر پانی پلایا ہے، پھر جب موسیٰ اس کے پاس آیا اور اسے سارا قصہ سنایا تو اس نے کہا: تو مت ڈر، تو نے اس ظالم قوم سے نجات

الظّٰلِمِيْنَ ﴿25﴾ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ؗ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿26﴾

پالی ہے ﴿25﴾ ان دونوں میں سے ایک (لڑکی) نے کہا: میرے ابا جان! اسے نوکر رکھ لیجیے، بلاشبہ بہترین شخص، جسے آپ ملازم رکھیں، وہی ہو سکتا ہے جو

قَالَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ

طاقتور ہو، امانت دار ہو ﴿26﴾ اس نے (موسیٰ سے) کہا: میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں بیٹیوں میں سے ایک کا نکاح تجھ سے اس شرط پر کر دوں کہ تو آٹھ

اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ؕ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ

سال میری نوکری کرے، پھر اگر تو دس سال پورے کرے تو تیری طرف سے ہوگا، اور میں نہیں چاہتا کہ تجھ پر سختی کروں، ان شاء اللہ یقیناً تو مجھے نیک

الصّٰلِحِيْنَ ﴿27﴾ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ؕ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ؕ وَاللّٰهُ

لوگوں میں سے پائے گا ﴿27﴾ موسیٰ نے کہا: یہ میرے اور آپ کے درمیان (معاہدہ) ہے، میں دو مدتوں میں سے جو بھی پوری کر لوں تو (اس کے بعد) مجھ پر

ع 3/7/6 عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿28﴾ ع

کوئی زیادتی نہ ہو، اور جو کچھ ہم کہہ رہے ہیں اس پر اللہ نگہبان ہے ﴿28﴾

جب تک چرواہے (اپنے چوپاؤں کو) واپس نہ لے جائیں ہم پانی نہیں پلاتیں۔'' یعنی ہم چرواہوں کے فارغ ہونے کے بعد ہی اپنی بکریوں کو پانی پلاتی ہیں، ﴿ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ ﴿23﴾ ﴾ ''اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں۔'' اور ہم اس مجبوری کی وجہ سے خود بکریوں کو پانی پلاتی ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَسَقٰى لَهُمَا ﴾ ''تو اس (موسیٰ) نے ان دونوں کے لیے (بکریوں کو) پانی پلایا۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿24﴾ ﴾ ''پھر سائے کی طرف پلٹ کر آیا اور کہنے لگا: اے میرے پروردگار! میں اس کا محتاج ہوں جو تو میری طرف بھلائی سے نازل فرمائے۔'' حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم اور سدی رحمہ اللہ کا قول ہے کہ آپ درخت کے نیچے جا کر بیٹھ گئے۔[1] عطاء بن سائب کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب یہ دعا: ﴿ رَبِّ اِنِّيْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿24﴾ ﴾ مانگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی یہ دعا ان میں سے ایک عورت کو بھی سنا دی تھی۔[2]

تفسیر آیات:25-28

موسیٰ علیہ السلام ان دو عورتوں کے والد کے پاس: اس دن دونوں عورتیں جب بکریوں کو جلد واپس لا کر اپنے والد کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو ان کے جلد واپس آنے پر تعجب ہوا اور اس نے ان سے پوچھا تو انھوں نے موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بیان کر دیا، تب اس

① تفسیر الطبری: 72/20 · ② تفسیر الطبری: 73/20.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نے ان میں سے ایک کو بھیجا تاکہ اسے اپنے باپ کے پاس بلا لائے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ﴾ ''پھر اس کے پاس ان دونوں میں سے ایک حیا سے چلتی ہوئی آئی'' جس طرح شریف خواتین چلتی ہیں جیسا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے اپنی چادر کے پلو کے ساتھ پردہ کر رکھا تھا۔[1] اور ابن ابو حاتم نے عمرو بن میمون سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ وہ شرماتی اور لجاتی ہوئی آئی اور چہرے کو کپڑے سے چھپا رکھا تھا، وہ کوئی جری عورت اور اندر باہر زیادہ آنے جانے والی نہ تھی۔ اس روایت کی سند صحیح ہے۔[2] اس روایت میں سَلْفَعُ کا جو لفظ آیا ہے اس کے معنی بیان کرتے ہوئے امام لغت علامہ جوہری نے لکھا ہے کہ مردوں میں سَلْفَعُ اس کو کہتے ہیں جو بہت جسارت والا ہو اور عورتوں میں سے اسے کہتے ہیں جو جری اور بہادر ہو اور اونٹوں میں سے اسے کہتے ہیں جو بہت توانا و طاقتور ہو۔[3]

﴿ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ﴾ ''کہنے لگی: تجھے میرے والد بلاتے ہیں کہ تو نے جو ہمارے لیے پانی پلایا تھا اس کی یقیناً تجھے اجرت دیں۔'' اس نے بات کرتے ہوئے یہ مؤدبانہ اسلوب اختیار کیا، اس نے قطعاً یہ نہیں کہا کہ میرے والد تجھے بلاتے ہیں تاکہ بات شک وشبہ والی نہ ہو بلکہ یہ کہا کہ میرے والد تجھے بلاتے ہیں کہ تو نے جو ہمارے لیے پانی پلایا تھا اس کی تجھے اجرت دیں۔ ﴿ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ﴾ ''پھر جب وہ اس کے پاس آیا اور اس سے (اپنا) ماجرا بیان کیا۔'' جس کی وجہ سے وہ اپنے شہر سے نکلنے پر مجبور ہو گیا تھا، ﴿ قَالَ لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿25﴾ ﴾ ''اس نے کہا: کچھ خوف نہ کر تو ظالم لوگوں سے بچ گیا ہے۔'' اب اطمینان اختیار کر اور اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا رکھ تو ان لوگوں کے ملک سے باہر آ گیا ہے اور ہمارا یہ علاقہ ان کی قلمرو سے باہر ہے، لہٰذا یہاں ان کا حکم نہیں چلتا، اس لیے انھوں نے کہا: ﴿ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿25﴾ ﴾ ''تو ظالم لوگوں سے بچ گیا ہے۔''

طاقت ور اور امانت دار ملازم :ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿26﴾ ﴾ ''ایک (لڑکی) نے دونوں میں سے کہا: اے میرے ابا جان! اسے نوکر رکھ لیجیے بلاشبہ بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے (جو) توانا، امانت دار (ہو۔)'' یعنی اس شخص کی دونوں بیٹیوں میں سے ایک نے یہ کہا تھا، کہا گیا ہے کہ یہ وہی لڑکی تھی جو موسیٰ علیہ السلام کے پیچھے گئی تھی، اس نے اپنے باپ سے کہا کہ اسے بکریاں چرانے کے لیے نوکر رکھ لیں۔ حضرت عمر، ابن عباس رضی اللہ عنہم، قاضی شریح، ابو مالک، قتادہ، محمد بن اسحاق اور دیگر کئی مفسرین رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ جب اس نے یہ کہا: ﴿ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿26﴾ ﴾ ''یقیناً بہتر نوکر جو آپ رکھیں وہ ہے (جو) توانا، امانت دار (ہو۔)'' تو اس نے کہا کہ تجھے کیسے معلوم ہوا کہ یہ طاقتور اور امانت دار ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ اس کی طاقت کا یہ عالم ہے کہ کنویں کا وہ پتھر جسے دس

---

① تفسیر الطبری:74/20 وتفسیر ابن أبی حاتم : 2964/9۔ ② تفسیر ابن أبی حاتم : 2965/9۔ ③ الصحاح، مادۃ: سلفع ۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

آدمی مل کر اٹھاتے ہیں وہ اس اکیلے ہی نے اٹھالیا تھا اور امانت کا یہ حال ہے کہ میں جب اس کے ساتھ واپس آئی تو اس کے آگے آگے چل رہی تھی، اس نے کہا کہ تو میرے پیچھے ہو جا اور اگر میں رستہ بھول جاؤں تو کنکری مار کر مجھے مطلع کر دینا تو مجھے معلوم ہو جائے گا کہ صحیح رستہ کون سا ہے۔[1]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین شخص بڑے صاحب فراست گزرے ہیں: (1) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جنھوں نے فراست اور بصیرت سے کام لے کر اپنے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کر دیا تھا۔ (2) وہ عزیز مصر جس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں اپنی بیوی سے کہا تھا: ﴿ اَكْرِمِىْ مَثْوٰىهُ ﴾ (یوسف 21:12) ''اس کو عزت و اکرام سے رکھو۔'' اور (3) یہ لڑکی جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اپنے باپ سے کہا: ﴿ يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۫ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ۝﴾ ''اے میرے ابا جان! اس کو اجرت پر رکھ لیجیے کیونکہ بہترین شخص جسے آپ اجرت پر رکھیں وہ ہے (جو) توانا، امانت دار (ہو۔)''[2]

مشروط نکاح: ﴿ قَالَ اِنِّىْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَىَّ هٰتَيْنِ ﴾ ''اس نے (موسیٰ سے) کہا: بے شک میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو تجھ سے بیاہ دوں۔'' یعنی اس بزرگ اور معمر شخص نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ تو میری بکریاں چرا اور میں اپنی ان دو بیٹیوں میں سے ایک کو تیرے نکاح میں دے دوں گا۔ اور فرمایا: ﴿ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِىْ ثَمٰنِىَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ ﴾ ''اس (عہد) پر کہ تو آٹھ برس میری ملازمت کر، پس اگر دس سال پورے کر دے تو وہ تیری طرف سے (احسان) ہے۔'' یعنی بشرطیکہ تو آٹھ برس میری بکریاں چرا اور اگر تو دو سال مزید چرا دے تو یہ تیری طرف سے احسان ہوگا ورنہ آٹھ سال ہی کافی ہیں، ﴿ وَمَاۤ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِىْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝﴾ ''اور میں تجھ پر تکلیف ڈالنی نہیں چاہتا، تو مجھے ان شاء اللہ نیک لوگوں میں پائے گا۔'' میں تجھے مشقت میں نہیں ڈالنا چاہتا، نہ کوئی تکلیف دینا چاہتا ہوں اور نہ تجھ سے کوئی لڑائی جھگڑا کرنا چاہتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کا یہ جواب دیا: ﴿ قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِىْ وَبَيْنَكَ ۭ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَىَّ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ۝﴾ ''موسیٰ نے کہا کہ مجھ میں اور تجھ میں یہ (پختہ عہد) ہوا، میں جونسی مدت (چاہوں) پوری کر دوں، پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو اور ہم جو کہتے ہیں اللہ اس کا گواہ ہے۔'' موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خسر سے کہا کہ معاملہ اسی طرح ہے جیسے آپ نے فرمایا کہ آپ مجھ سے آٹھ سال خدمت لیں گے اور اگر میں دس سال پورے کر دوں تو یہ میری طرف سے ہوگا۔ یعنی جب ان میں سے کم مدت کو میں پورا کر دوں تو میں بریٔ الذمہ ہو جاؤں گا اور شرط کو پورا کر دوں گا، ﴿ اَيَّمَا الْاَجَلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَىَّ ۭ ﴾ ''میں جونسی مدت (چاہوں) پوری کروں، پھر مجھ پر کوئی زیادتی نہ ہو۔'' مجھے

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم:2967/9 و تفسير الطبرى:78/20. [2] المستدرك للحاكم، التفسير، تفسير سورة يوسف عليه السلام: 345/2، حديث: 3320 و المصنف لابن أبي شيبة، المغازى، باب ماجاء فى خلافة عمربن الخطاب رضي الله عنه: 435/7، حديث: 37047.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فَلَمَّا قَضٰی مُوۡسَی الۡاَجَلَ وَ سَارَ بِاَهۡلِهٖۤ اٰنَسَ مِنۡ جَانِبِ الطُّوۡرِ نَارًا ۚ قَالَ لِاَهۡلِهِ امۡكُثُوۡۤا اِنِّیۡۤ

پھر جب موسیٰ نے وہ مدت پوری کر لی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلا تو اس نے کوہِ طور کی ایک جانب سے آگ دیکھی، اس نے اپنے گھر والوں سے

اٰنَسۡتُ نَارًا لَّعَلِّیۡۤ اٰتِیۡكُمۡ مِّنۡهَا بِخَبَرٍ اَوۡ جَذۡوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمۡ تَصۡطَلُوۡنَ ﴿29﴾ فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا

کہا: تم (یہیں) ٹھہرو، بے شک میں نے آگ دیکھی ہے، شاید میں وہاں سے تمھارے پاس کوئی خبر یا آگ کا انگارا لے آؤں تاکہ تم تاپ سکو﴿29﴾ پھر

نُوۡدِیَ مِنۡ شَاطِیٴِ الۡوَادِ الۡاَیۡمَنِ فِی الۡبُقۡعَةِ الۡمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنۡ یّٰمُوۡسٰۤی اِنِّیۡۤ

جب وہ اس کے پاس پہنچا تو اسے وادی کے دائیں کنارے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت سے آواز دی گئی کہ اے موسیٰ! یقیناً میں ہی اللہ، سب

اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿30﴾ وَ اَنۡ اَلۡقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهۡتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰی مُدۡبِرًا وَّ لَمۡ

جہانوں کا رب ہوں﴿30﴾ اور یہ (بھی کہا گیا:) کہ تو اپنا عصا ڈال دے، پھر جب موسیٰ نے عصا کو دیکھا کہ وہ سانپ کی طرح حرکت کر رہا ہے تو وہ پیٹھ پھیر

یُعَقِّبۡ ؕ یٰمُوۡسٰۤی اَقۡبِلۡ وَ لَا تَخَفۡ ۟ اِنَّكَ مِنَ الۡاٰمِنِیۡنَ ﴿31﴾ اُسۡلُكۡ یَدَكَ فِیۡ جَیۡبِكَ تَخۡرُجۡ

کر پلٹا اور اس نے مڑ کر بھی نہ دیکھا، (اللہ نے فرمایا:) اے موسیٰ! تو آگے بڑھ اور نہ ڈر، بلاشبہ تو امن والوں میں سے ہے﴿31﴾ اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں

بَیۡضَآءَ مِنۡ غَیۡرِ سُوۡٓءٍ ۫ وَّ اضۡمُمۡ اِلَیۡكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهۡبِ فَذٰنِكَ بُرۡهَانٰنِ مِنۡ رَّبِّكَ اِلٰی

ڈال، (پھر نکال تو) وہ (سفید) چمکتا ہوا بے عیب نکلے گا، اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنا بازو اپنی طرف ملا لے، چنانچہ تیرے رب کی طرف سے یہ دونوں

فِرۡعَوۡنَ وَ مَلَا۠ئِهٖ ؕ اِنَّهُمۡ كَانُوۡا قَوۡمًا فٰسِقِیۡنَ ﴿32﴾

معجزے فرعون اور اس کے سرداروں کی طرف (بھیجنے کے لیے) ہیں، بلاشبہ وہ نافرمان لوگ ہیں﴿32﴾

کسی تنگی میں مبتلا نہ کیا جائے، کامل مدت کو پورا کرنا گو مباح تھا لیکن دوسری طرف سے اس میں زیادہ فضیلت تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَمَنۡ تَعَجَّلَ فِیۡ یَوۡمَیۡنِ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡهِ ۚ وَ مَنۡ تَاَخَّرَ فَلَاۤ اِثۡمَ عَلَیۡهِ ۙ﴾ (البقرة 203:2) ''اگر کوئی جلدی کرے (اور) دو دنوں میں (چل دے) تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں اور جو بعد تک ٹھہرا رہے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ نے حمزہ بن عمرو اسلمی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا جو بہت کثرت سے روزہ رکھا کرتے تھے اور انھوں نے آپ سے سفر میں روزے کے بارے میں پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا: [إِنْ شِئْتَ فَصُمْ، وَإِنْ شِئْتَ فَأَفْطِرْ] ''اگر تم چاہو تو روزہ رکھو اور اگر چاہو تو توڑ دو۔''[1] جبکہ دوسری دلیل سے ثابت ہے کہ روزہ رکھنا راجح ہے، اسی طرح دوسری دلیل سے ثابت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کامل مدت، یعنی دس سال تک بکریاں چرانے کا فریضہ انجام دیا تھا۔[2]

امام بخاری رحمہ اللہ نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ مجھ سے حیرہ کے ایک یہودی نے پوچھا کہ موسیٰ علیہ السلام نے کس مدت تک بکریاں چرائی تھیں۔ میں نے کہا مجھے تو معلوم نہیں، البتہ میں جب عربوں کے بڑے عالم کے پاس جاؤں گا تو ان

[1] صحیح البخاري، الصوم، باب الصوم في السفر والإفطار، حدیث: 1943 و صحیح مسلم، الصیام، باب التخییر في الصوم والفطر في السفر، حدیث: 1121. [2] صحیح البخاري، الشهادات، باب، حدیث: 2684 عن ابن عباس رضي الله عنهما معنًى.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے پوچھوں گا، چنانچہ میں جب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ سے یہ سوال پوچھا، آپ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس مدت کو پورا کیا تھا جو دونوں میں سے زیادہ تھی کیونکہ اللہ کے رسول جب کوئی بات کرتے ہیں تو اسے احسن و اکمل انداز میں پورا فرماتے ہیں۔ ①

تفسیر آیات:29-32

موسیٰ علیہ السلام کی مصر واپسی اور رستے میں نبوت و معجزات کا ملنا: اس سے پہلی آیت کریمہ کی تفسیر میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس مدت کو پورا فرمایا جس میں زیادہ وفا اور نیکی تھی، یعنی جو دونوں میں سے زیادہ کامل و اکمل تھی اور یہ بات اس آیت کریمہ کے ان الفاظ سے بھی معلوم ہو رہی ہے: ﴿فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْاَجَلَ﴾ ''پھر جب موسیٰ نے مدت پوری کر دی۔'' یعنی وہ مدت جو ان دونوں میں سے اکمل تھی، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

﴿وَسَارَ بِاَهْلِهٖۤ﴾ ''اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلے۔'' ائمہ تفسیر نے بیان کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو اپنے شہر اور اپنے لوگوں کے پاس جانے کا بہت شوق پیدا ہو گیا تھا اور آپ نے ارادہ کیا کہ فرعون اور اس کی قوم سے خفیہ طور پر اپنے شہر اور اپنے لوگوں کی زیارت کر آئیں، آپ نے اپنی بیوی اور ان بکریوں کو ساتھ لیا جو آپ کے خسر نے آپ کو دی تھیں، آپ ان کے ساتھ ایک ایسی رات میں سفر کر رہے تھے جس میں بارش بھی ہو رہی تھی اور جو بہت اندھیری اور ٹھنڈی بھی تھی، آپ نے رستے میں ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور جب بھی اپنے چقماق کو رگڑتے تو اس سے کوئی روشنی پیدا نہ ہوتی، آپ کو اس سے بہت تعجب ہوا اور اسی کیفیت میں: ﴿اٰنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا﴾ ''اس نے طور کی طرف سے آگ کو دیکھا۔'' یعنی دور سے آگ چمکتی ہوئی نظر آئی تو ﴿قَالَ لِاَهْلِهِ امْكُثُوْۤا اِنِّیْۤ اٰنَسْتُ نَارًا﴾ ''وہ اپنی بیوی سے کہنے لگے کہ تم (یہاں) ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے۔'' اور میں اس کے پاس جاتا ہوں ﴿لَّعَلِّیْۤ اٰتِیْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ﴾ ''شاید میں وہاں سے تمھارے پاس (رستے کا) کچھ خبر لاؤں۔'' اس لیے کہ آپ رستہ بھول گئے تھے، ﴿اَوْ جَذْوَةٍ مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ۝۲۹﴾ ''یا آگ کا انگارہ (لے کر آؤں) تاکہ تم تاپو۔'' اور سردی سے بچ جاؤ۔

آگ لینے گئے تو اپنے رب سے ہم کلام ہو گئے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿فَلَمَّاۤ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ﴾ ''پھر جب وہ اس کے پاس آیا تو وادی کے دائیں کنارے سے آواز دی گئی۔'' یعنی میدان کی اس جانب سے جوان کے دائیں طرف اور مغرب کی طرف سے پہاڑ کے ساتھ ملی ہوئی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِیِّ اِذْ قَضَیْنَاۤ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ﴾ (القصص 44:28) ''اور جب ہم نے موسیٰ کی طرف (خاص) معاملے کی وحی کی تو آپ (طور کی) مغربی جانب نہیں تھے۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آگ لینے کا قصد قبلے کی طرف کیا تھا اور جبل غربی اس کی دائیں طرف تھا اور اس نے دیکھا کہ آگ ایک سبز درخت میں پہاڑ کی جڑوں میں اس طرف بھڑک رہی ہے جو وادی کے ساتھ

① صحیح البخاری، الشهادات، باب، حدیث :2684 عن ابن عباس رضی اللہ عنہما .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ملی ہوئی ہے، وہ اس معاملے کو کھڑا حیرت زدہ ہو کر دیکھ رہا تھا کہ رب تعالیٰ نے اسے آواز دی: ﴿ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ ﴾ ''وادی کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ میں ایک درخت میں سے۔'' اور وہ آواز یہ تھی: ﴿ اَنْ يّٰمُوْسٰۤى اِنِّيْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۟ۙ ﴾ ''کہ اے موسیٰ! بلاشبہ میں تو اللہ رب العالمین ہوں۔'' یعنی تجھ سے مخاطب ہو کر جو ہم کلام ہے وہ اللہ رب العالمین ہے، وہ جو چاہتا ہے اسے کر گزرتا ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ کوئی پروردگار ہے، وہ اپنی ذات وصفات اور اپنے اقوال وافعال میں اپنی مخلوقات کی مشابہت سے مقدس، منزہ اور پاک ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ﴾ ''اور یہ کہ تو اپنی لاٹھی ڈال دے۔'' جو تیرے ہاتھ میں ہے جیسا کہ ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ لاٹھی اس وقت آپ کے ہاتھ میں تھی: ﴿ وَمَا تِلْكَ بِيَمِيْنِكَ يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ هِيَ عَصَايَ اَتَوَكَّؤُا عَلَيْهَا وَاَهُشُّ بِهَا عَلٰى غَنَمِيْ وَلِيَ فِيْهَا مَاٰرِبُ اُخْرٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ 20:17،18) ''اور اے موسیٰ! یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟ اس نے کہا: یہ میری لاٹھی ہے، اس پر میں سہارا لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور اس میں میرے اور بھی مقاصد ہیں۔'' معنی یہ ہیں کہ یہ لاٹھی جسے تو اچھی طرح جانتا ہے اسے ڈال دے۔ ﴿ فَاَلْقٰىهَا فَاِذَا هِيَ حَيَّةٌ تَسْعٰى ۝ ﴾ (طٰہٰ 20:20) ''پس جب اس نے اس کو ڈال دیا تو وہ ناگہاں سانپ بن کر دوڑنے لگا۔''

اس سے موسیٰ علیہ السلام کو خوب اچھی طرح معلوم ہو گیا کہ اس سے وہی ذات پاک مخاطب اور ہم کلام ہے جو جب کسی چیز سے فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں اس کا بیان قبل ازیں گزر چکا ہے۔[1] اور یہاں فرمایا ہے: ﴿ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى مُدْبِرًا ﴾ ''پھر جب اس نے اس (لاٹھی) کو دیکھا کہ وہ حرکت کر رہی ہے، گویا سانپ ہے تو وہ پیٹھ پھیر کر چل دیا۔'' موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ اس کی حرکت بہت تیز ہے، جسم اور پاؤں بہت بڑے بڑے ہیں، منہ کھلا ہوا ہے، بڑی بڑی داڑھیں باہر نکلی ہوئی ہیں اور معلوم یوں ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی پہاڑ کی چٹان کے پاس سے گزرے تو اسے نگل جائے اور اگر کوئی چٹان گرے تو اس کے منہ میں پڑ جائے اور وہ اس طرح مضطرب ومتحرک تھا، گویا وادی میں اٹکھیلیاں کر رہا ہو، موسیٰ علیہ السلام نے یہ منظر دیکھا ﴿ وَّلّٰى مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ﴾ ''(تو) پیٹھ پھیر کر چل دیے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا۔'' آپ پیچھے مڑ کر اس لیے نہیں دیکھ رہے تھے کیونکہ انسان اس طرح کے خوفناک سانپ کو دیکھ کر بھاگتے ہیں مگر جب اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے یہ فرمایا: ﴿ يٰمُوْسٰۤى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ۟ ﴾ ''اے موسیٰ! آگے آ اور ڈر مت تم امن پانے والوں میں سے ہو۔'' تو موسیٰ علیہ السلام واپس آ کر اپنی پہلی جگہ پر کھڑے ہو گئے، پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ﴾ ''تو اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں ڈال تو وہ بغیر کسی عیب کے سفید نکل آئے گا۔'' یعنی جب تم اپنا ہاتھ اپنے دامن کے گریبان میں ڈال کر باہر نکالو گے تو وہ اس طرح چمک دمک رہا ہو گا جس طرح چودھویں رات کا چاند ہو، اسی لیے فرمایا: ﴿ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ﴾ ''بغیر کسی عیب کے۔'' یعنی وہ برص وغیرہ کی وجہ سے سفید نہیں ہو گا۔

[1] دیکھیے طٰہٰ، آیات: 17-21 کے تحت عنوان: ''موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی کا سانپ بننا''

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿33﴾ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ

موسیٰ نے کہا: اے میرے رب! بے شک میں نے ان میں سے ایک شخص قتل کر دیا تھا، لہٰذا میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے ﴿33﴾ اور میرا بھائی

اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ ؗ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ﴿34﴾

ہارون زبان کے لحاظ سے مجھ سے زیادہ فصیح ہے، لہٰذا تو اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج دے کہ وہ میری تصدیق کرے، بلاشبہ میں ڈرتا ہوں کہ وہ

قَالَ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِيْكَ وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ

مجھے جھٹلائیں گے ﴿34﴾ اللہ نے فرمایا: ہم تیرے بھائی کے ذریعے سے تیرا بازو مضبوط کر دیں گے اور تم دونوں کو غلبہ عطا کریں گے، پھر وہ تم دونوں تک

بِاٰيٰتِنَآ ۚ اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿35﴾

نہیں پہنچ سکیں گے، ہماری نشانیوں کے ساتھ (جاؤ)، تم دونوں اور جنھوں نے تمھاری پیروی کی، غالب رہیں گے ﴿35﴾

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ ﴾ ”اور خوف سے (بچنے کے لیے) اپنے بازو کو اپنی طرف ملا لے۔“ مجاہد کہتے ہیں کہ ﴿ الرَّهْبِ ﴾ کے معنی گھبراہٹ کے ہیں۔[1] قتادہ نے اس کے معنی ”رعب“ کے بیان کیے ہیں۔[2] موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ جب انھیں کسی چیز سے ڈر محسوس ہو تو وہ خوف دور کرنے کے لیے اپنے بازو کو سکیڑ لیں، اس سے ان کا سارا خوف دور ہو جائے گا۔ اگر کوئی شخص موسیٰ علیہ السلام کی اقتدا کرتے ہوئے اپنے ہاتھ کو اپنے دل پر رکھے گا تو اس کا خوف دور ہو جائے گا یا کم ہو جائے گا۔ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَبِهِ الثِّقَةُ۔

اور فرمایا: ﴿ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ ﴾ ”پس یہ دو دلیلیں تیرے پروردگار کی طرف سے ہیں۔“ یعنی لاٹھی کے ڈالنے سے اس کا تیز حرکت کرنے والا سانپ بن جانا اور ہاتھ گریبان میں ڈالنے کے بعد نکالنے سے اس کا کسی عیب کے بغیر چمکنے لگ جانا۔ یہ دو قطعی اور واضح دلیلیں ہیں اللہ تعالیٰ فاعل مختار کی قدرت کی اور اس شخص کی نبوت کے صحیح ہونے کی جس کے ہاتھ پر اس نے ان خرق عادت امور کو جاری فرما دیا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ ؕ ﴾ ”فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف“ یعنی فرعون اور اس کے پیروکاروں اور رؤساء و کبراء کی طرف ﴿ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿32﴾ ﴾ ”بے شک وہ نافرمان لوگ ہیں“ جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے دور ہو چکے اور اس کے حکم اور اس کے دین کی مخالفت کر رہے ہیں۔

تفسیر آیات: 33-35

موسیٰ علیہ السلام کا اپنے بھائی ہارون کے بارے میں سوال: اللہ تعالیٰ نے جب موسیٰ علیہ السلام کو یہ حکم دیا کہ آپ اس فرعون کے پاس جائیں جس کے خوف اور سطوت کی وجہ سے آپ دیار مصر سے نکل بھاگے تھے تو ﴿ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا ﴾ ”اس (موسیٰ) نے کہا: اے میرے پروردگار! بلاشبہ میں نے ان میں سے ایک شخص کو مار دیا تھا۔“ یعنی وہ قبطی جس کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے، ﴿ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿33﴾ ﴾ ”سو میں ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے مار (نہ) ڈالیں۔“ یعنی مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ جب مجھے

[1] تفسیر الطبری: 90/20 وتفسیر ابن أبی حاتم: 2975/9. [2] تفسیر ابن أبی حاتم: 2975/9 وتفسیر الطبری: 91/20.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

دیکھیں گے تو مار ڈالیں گے۔ ﴿ وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا ﴾ ''اور ہارون (جو) میرا بھائی (ہے) وہ باعتبار زبان کے مجھ سے زیادہ فصیح ہے۔''

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبان میں لکنت تھی، اس لیے کہ انھوں نے آگ کے انگارے کو منہ میں ڈال لیا تھا، جب انھیں آگ کے انگارے اور کھجور یا موتی میں سے کسی ایک کے انتخاب کا اختیار دیا گیا تھا، اس لیے انھیں زبان سے الفاظ ادا کرنے میں دشواری محسوس ہوتی تھی[1] اور اسی وجہ سے انھوں نے کہا: ﴿ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِّنْ لِّسَانِیْ ۝ یَفْقَهُوْا قَوْلِیْ ۝ وَاجْعَلْ لِّیْ وَزِیْرًا مِّنْ اَهْلِیْ ۝ هٰرُوْنَ اَخِی ۝ اشْدُدْ بِهٖۤ اَزْرِیْ ۝ وَاَشْرِكْهُ فِیْۤ اَمْرِیْ ۝ ﴾ (طٰہٰ 20:27-32) ''اور میری زبان کی گرہ کھول دے تاکہ وہ میری بات سمجھ لیں اور میرے لیے میرے گھر والوں میں سے (ایک کو) میرا وزیر (مددگار) مقرر فرما (یعنی) میرے بھائی ہارون کو، اس سے میری پشت مضبوط کر اور اسے میرے کام میں شریک کر۔'' جو اس عظیم ذمہ داری میں، جس کا تو نے مجھے حکم دیا ہے، میرا مونس ہو۔ ذمہ داری سے مراد اس متکبر، جبار اور سرکش بادشاہ کے سامنے نبوت و رسالت کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی: ﴿ وَاَخِیْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً ﴾ ''اور ہارون (جو) میرا بھائی (ہے) وہ باعتبار زبان کے مجھ سے زیادہ فصیح ہے، پس تو اسے میرے ساتھ مددگار بنا کر بھیج۔''

﴿ رِدْاً ﴾ کے معنی وزیر، مددگار کے ہیں۔ اور میرے کام کو تقویت پہنچانے والا ہو اور میں اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو بات کروں وہ اس میں میری تصدیق کرے کیونکہ ایک انسان کی بات کی نسبت دو انسانوں کی بات انسانی نفوس پر زیادہ اثر انداز ہوتی ہے، انھوں نے مزید کہا: ﴿ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ۝۳۴ ﴾ ''بے شک مجھے خوف ہے کہ وہ لوگ میری تکذیب کریں گے۔''

موسیٰ علیہ السلام کے وزیر: محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ ﴿ رِدْاً یُّصَدِّقُنِیْۤ ز ﴾ ''(تو اس کو میرے ساتھ) مددگار بنا (کر بھیج) کہ وہ میری تصدیق کرے'' کا مطلب ہے کہ جو میں ان سے بات کروں، وہ اسے ان کے سامنے کھول کر بیان کر دے کیونکہ جو بات وہ سمجھتا ہے وہ لوگ نہیں سمجھتے۔[2] جب موسیٰ علیہ السلام نے یہ درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ ﴾ ''ہم تیرے بھائی کے ساتھ تیرا بازو مضبوط کریں گے۔'' یعنی تمھارے معاملے کو طاقت پہنچائیں گے اور تمھارے پہلو کو تمھارے اس بھائی کے ساتھ قوی کر دیں گے جس کے بارے میں تم نے سوال کیا ہے کہ اسے بھی تمھارے ساتھ نبی بنا دیا جائے جیسا کہ دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ قَدْ اُوْتِیْتَ سُؤْلَكَ یٰمُوْسٰی ۝ ﴾ (طٰہٰ 20:36) ''اے موسیٰ! تحقیق تجھے تیرا سوال دے دیا گیا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَوَهَبْنَا لَهٗ مِنْ رَّحْمَتِنَاۤ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِیًّا ۝ ﴾ (مریم 19:53) ''اور ہم نے اسے اپنی مہربانی سے اس کا بھائی ہارون پیغمبر عطا کیا۔''

بعض سلف نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام پر جو احسان کیا اس سے بڑھ کر کسی بھائی نے اپنے بھائی پر

[1] موسیٰ علیہ السلام کے متعلق یہی بات مشہور ہے لیکن یہ بلا دلیل ہے۔ [2] تفسیر الطبری: 92/20 و تفسیر ابن أبي حاتم: 2977/9.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَا بَيِّنٰتٍ قَالُوْا مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى وَّمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا

پھر جب موسیٰ ہماری کھلی نشانیوں کے ساتھ ان کے پاس پہنچا تو وہ بولے: یہ تو بس گھڑا ہوا جادو ہے اور ہم نے اپنے پہلے آباء واجداد میں تو یہ

فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿36﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبِّيْٓ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ وَمَنْ

(باتیں کبھی) نہیں سنیں ﴿36﴾ اور موسیٰ نے کہا: میرا رب اسے خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا اور جس کا آخرت کا انجام بہتر

تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿37﴾

ہوگا، بے شک ظالم فلاح نہیں پاتے ﴿37﴾

احسان نہ کیا ہوگا، انھوں نے سفارش کی جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہارون کو بھی ان کے ساتھ نبوت ورسالت سے سرفراز فرما دیا اور انھیں بھی حکم دیا کہ وہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مل کر فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جائیں، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے: ﴿وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا ؕ﴾ (الأحزاب 69:33) ”اور وہ (موسیٰ) اللہ کے نزدیک بہت آبرو والے تھے۔“

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَنَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا يَصِلُوْنَ اِلَيْكُمَا ۚ بِاٰيٰتِنَآ ۚ﴾ ”اور ہم تم دونوں کے لیے غلبہ کر دیں گے، پھر ہماری نشانیوں کے سبب وہ تم دونوں تک پہنچ نہ سکیں گے۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کے پہنچانے کے سبب وہ تم دونوں کو کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ؕ﴾ (المآئدة 67:5) ”اے پیغمبر! جو کچھ آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے اسے (سب لوگوں کو) پہنچا دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو آپ اللہ کا پیغام پہنچانے سے قاصر رہے (پیغمبری کا فرض ادا نہ کیا) اور اللہ آپ کو لوگوں سے بچائے رکھے گا۔“ اور فرمایا: ﴿الَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ○﴾ (الأحزاب 39:33) ”اور جو لوگ اللہ کے پیغامات (جوں کے توں) پہنچاتے اور اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے بھی نہیں ڈرتے اور اللہ ہی حساب کرنے والا کافی ہے۔“

یعنی اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے جو حامی وناصر اور معین ومددگار ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام دونوں کو یہ بتا دیا تھا کہ دنیا وآخرت میں اچھا انجام ان کا اور ان کی پیروی کرنے والوں ہی کا ہوگا، فرمایا: ﴿اَنْتُمَا وَمَنِ اتَّبَعَكُمَا الْغٰلِبُوْنَ ﴿35﴾﴾ ”اور تم دونوں اور جنھوں نے تمھاری پیروی کی غالب رہیں گے۔“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○﴾ (المجادلة 21:58) ”اللہ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے پیغمبر ضرور غالب رہیں گے۔ بے شک اللہ بڑا زور آور، نہایت زبردست ہے۔“ اور فرمایا: ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ ۙ○ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظّٰلِمِيْنَ مَعْذِرَتُهُمْ وَلَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ○﴾ (المؤمن 52,51:40) ”بے شک ہم اپنے پیغمبروں کی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کی دنیاوی زندگی میں ضرور مدد کرتے ہیں اور جس

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى

اور فرعون نے کہا: اے سردارو! میں تو اپنے سوا تمھارا کوئی معبود نہیں جانتا، لہٰذا اے ہامان! تو میرے لیے گارے (کی اینٹوں) کو آگ دے، پھر

الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿38﴾

میرے لیے ایک محل بنا تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) موسیٰ کے معبود کی طرف جھانکوں، اور بلاشبہ میں اسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں ﴿38﴾ اور اس (فرعون)

وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ﴿39﴾

نے اور اس کے لشکروں نے زمین (مصر) میں ناحق تکبر کیا، اور انھوں نے سمجھ رکھا تھا کہ بے شک انھیں ہماری طرف لوٹایا نہیں جائے گا ﴿39﴾ چنانچہ ہم

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿40﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ

نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑا، اور ہم نے انھیں سمندر میں پھینک دیا، تو دیکھو ان ظالموں کا انجام کیسا ہوا! ﴿40﴾ اور ہم نے انھیں (لوگوں کو) آگ

اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ﴿41﴾ وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا

کی طرف بلانے والے سرغنے بنا دیا، اور یوم قیامت ان کی (کوئی) مدد نہیں کی جائے گی ﴿41﴾ اور ہم نے اس دنیا میں لعنت ان کے پیچھے لگا دی، اور

لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ﴿42﴾ ع — 4 ع 14 7

یومِ قیامت وہ دور کیے گئے بدحالوں میں سے ہوں گے ﴿42﴾

دن گواہ کھڑے ہوں گے (قیامت کو بھی) اس دن ظالموں کو ان کی معذرت کوئی نفع نہیں دے گی اور انھی کے لیے لعنت ہوگی اور انھی کے لیے برا گھر ہوگا۔“

تفسیر آیات: 37,36

موسیٰ علیہ السلام فرعون کے دربار میں: ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام کے فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس آنے اور ان محیر العقول معجزات اور قوی و مضبوط دلائل پیش کرنے کا ذکر فرمایا ہے جو اللہ تعالیٰ نے انھیں اس لیے عطا فرمائے تھے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے احکام کی اتباع کی جو بھی دعوت دیں تو یہ معجزات و دلائل ان کے پیغام کی صحت کی تائید و تصدیق کریں، فرعون اور اس کے درباریوں نے جب ان معجزات اور دلائل و براہین کو دیکھا تو انھیں یقین ہوگیا کہ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے سچے پیغمبر ہیں مگر وہ اپنے کفر اور سرکشی کی وجہ سے عناد اور دشمنی پر اتر آئے اور یہ ان کی سرکشی، تکبر اور اتباعِ حق سے انکار ہی کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے کہا: ﴿مَا هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًى﴾ ”یہ تو ایک گھڑے ہوئے جادو کے سوا کچھ بھی نہیں۔“

یعنی یہ اس کا بنایا اور خود گھڑا ہوا جادو ہے، انھوں نے حیلہ سازیوں اور اپنی حکومت و اقتدار کے بل بوتے پر موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا مگر وہ اس میں کہاں کامیاب ہو سکتے تھے، بہر حال انھوں نے کہا: ﴿وَمَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿36﴾﴾ ”اور یہ (باتیں) ہم نے اپنے پہلے باپ دادا میں تو (کبھی) سنیں نہیں۔“ ان کا اشارہ اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف تھا، یعنی انھوں نے کہا کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد میں سے تو کسی کو بھی اس دین پر نہیں پایا اور ہم نے لوگوں کو

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے، دیگر معبودوں کو ساجھی بناتے ہوئے دیکھا ہے، موسیٰ علیہ السلام نے انھیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ رَبِّیْۤ اَعْلَمُ بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى مِنْ عِنْدِهٖ ﴾ ''میرا پروردگار اس شخص کو خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت کے ساتھ آیا۔'' کہ وہ میں ہوں یا تم، پھر مجھ میں اور تم میں وہ عنقریب فیصلہ فرما دے گا، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَمَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ﴾ ''اور اس کو بھی جس کے لیے آخرت کا انجام (بہتر) ہوگا۔'' اور جسے وہ فتح و نصرت اور تائید و حمایت سے سرفراز فرمائے گا۔ ﴿ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝۳۷ ﴾ ''بے شک ظالم فلاح نہیں پائیں گے۔'' یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والے۔

تفسیر آیات: 38-42

فرعون کا تکبر اور انجام: اللہ تعالیٰ نے فرعون کے کفر، سرکشی اور اس کے خدائی کے جھوٹے دعوے کا ذکر کیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ ﴾ (الزخرف 54:43) ''سو اس نے اپنی قوم (کی عقل) کو ہلکا کر دیا تو انھوں نے اس کی بات مان لی۔'' اس نے اپنی قوم کو دعوت دی کہ وہ اس کی خدائی کو تسلیم کر لیں، ان کم عقلوں اور بے وقوفوں نے اس کی بات کو تسلیم کر لیا۔ اس نے ان سے کہا: ﴿ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ﴾ ''اے سردارو! میں تمھارے لیے اپنے سوا کسی کو خدا نہیں جانتا۔''

اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں ہمیں خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ فَحَشَرَ فَنَادٰى ۝ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى ۝ فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاٰخِرَةِ وَالْاُوْلٰى ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَّخْشٰى ۝ ﴾ (النّٰزعٰت 79:23-26) ''سو اس نے (لوگوں کو) اکٹھا کیا، پھر پکارا، پس کہنے لگا کہ میں تمھارا سب سے بڑا رب ہوں تو اللہ نے اس کو دنیا اور آخرت (دونوں) کے عذاب میں پکڑ لیا، پس جو شخص (اللہ سے) ڈرتا ہے اس کے لیے اس قصے میں یقیناً عبرت ہے۔'' یعنی اس نے اپنی قوم کو جمع کیا اور بلند آواز سے انھیں پکار کر کہا کہ میں ہی تمھارا رب اعلیٰ ہوں، انھوں نے اس کی اس بات پر سمع و طاعت کا اظہار کر دیا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس سے ایسا زبردست انتقام لیا جسے دنیا و آخرت میں دوسرے لوگوں کے لیے بھی باعثِ عبرت بنا دیا۔ اس بدبخت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی کہہ دیا تھا: ﴿ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 26:29) ''اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے ضرور قید کیے ہوئے لوگوں میں (شامل) کر دوں گا۔'' اور یہاں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے یہ بھی کہا: ﴿ فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْۤ اَطَّلِعُ اِلٰۤى اِلٰهِ مُوْسٰى ﴾ ''تو اے ہامان! میرے لیے گارے کو آگ لگا (کر اینٹیں پکا دے)، پھر ایک (اونچا) محل بنا دے تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) موسیٰ کے خدا کی طرف جھانکوں۔''

فرعون کا انجینئر: یعنی فرعون نے اپنے وزیر، رعیت کے نگران اور حکومت کے مشیر، ہامان کو حکم دیا کہ وہ اس کے لیے گارے کو آگ لگائے اور ایک مضبوط و مستحکم اور بلند و بالا محل بنانے کے لیے اینٹیں پکائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يٰهَامٰنُ ابْنِ لِيْ صَرْحًا لَّعَلِّيْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۝ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ كَاذِبًا ۭ وَكَذٰلِكَ زُيِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْۗءُ عَمَلِهٖ وَصُدَّ عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِيْ تَبَابٍ ۝ ﴾ (المؤمن 40:36,37) ''اور فرعون نے کہا: اے ہامان! میرے لیے ایک محل بناؤ تاکہ میں (اس پر چڑھ کر) رستوں پر پہنچ جاؤں (یعنی) آسمانوں کے رستوں پر، پھر موسیٰ کے خدا کو دیکھ لوں اور میں تو اسے یقیناً جھوٹا سمجھتا ہوں اور اسی طرح فرعون کے لیے اس کا برا عمل خوشنما بنا دیا گیا اور وہ سیدھی راہ سے روک دیا گیا تھا اور فرعون کی تدبیر تباہی ہی میں تو تھی۔''

فرعون نے ایک ایسا محل بنوایا کہ دنیا میں اس سے زیادہ اونچا اور کوئی محل نہ تھا اور اس طرح وہ اپنی قوم کے سامنے موسیٰ علیہ السلام کے اس دعوے کو جھوٹا ثابت کرنا چاہتا تھا کہ فرعون کے بجائے معبود کوئی اور ہے، اسی لیے اس نے کہا: ﴿ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ ﴾ ''اور یقیناً میں تو اسے جھوٹوں میں سے سمجھتا ہوں۔'' اس بات میں جو وہ یہ کہتا ہے کہ میرے سوا رب کوئی اور ہے، اس نے موسیٰ علیہ السلام کی اس وجہ سے تکذیب نہیں کی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں رسول بنا کر بھیجا ہے کیونکہ وہ تو ذات باری تعالیٰ کے وجود کا معترف ہی نہ تھا، اسی وجہ سے اس نے کہا تھا: ﴿ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 26:23) ''رب العالمین کیا چیز ہے؟'' اور یہ کہا: ﴿ لَىِٕنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝ ﴾ (الشعرآء 26:29) ''اگر تو نے میرے سوا کسی اور کو معبود بنایا تو میں تجھے ضرور قید کیے ہوئے لوگوں میں (شامل) کر دوں گا۔'' نیز اس نے یہ بھی کہا جیسا کہ یہاں اس مقام پر مذکور ہے: ﴿ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ﴾ ''اے سردارو! میں تمھارے لیے اپنے سوا کسی کو خدا نہیں جانتا۔'' یہ ابن جریر کا قول ہے۔[1]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ۝ ﴾ ''اور اس نے اور اس کے لشکروں نے زمین میں ناحق تکبر کیا اور انھوں نے گمان کیا کہ وہ ہماری طرف نہیں لوٹائے جائیں گے۔'' یعنی انھوں نے سرکشی اور بغاوت کی روش اختیار کی، زمین میں فتنہ وفساد برپا کر دیا اور اس عقیدے کو اختیار کیا کہ کوئی قیامت اور آخرت نہ ہوگی، ﴿ فَصَبَّ عَلَيْهِمْ رَبُّكَ سَوْطَ عَذَابٍ ۝ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ۝ ﴾ (الفجر 89:13,14) ''تو آپ کے پروردگار نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا، بے شک آپ کا پروردگار تاک میں ہے۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿ فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ﴾ ''تو ہم نے اسے اور اس کے لشکروں کو پکڑ لیا، پھر ہم نے انھیں دریا میں ڈال دیا۔'' یعنی ان سب کو صبح کے وقت اس طرح دریا میں غرق کر دیا کہ ان میں سے کوئی ایک بھی نہ بچ سکا ﴿ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَجَعَلْنٰهُمْ اَىِٕمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ﴾ ''سو آپ دیکھ لیں کہ ظالموں کا کیسا انجام ہوا۔ اور ہم نے ان کو پیشوا بنایا وہ (لوگوں کو) دوزخ کی طرف بلاتے تھے۔''

کوئی کسی کا حامی وناصر نہ ہوگا: یعنی ان لوگوں کو جو انبیاء کی تکذیب اور ذات باری تعالیٰ کے انکار کے سلسلے میں ان کے نقش

---

[1] تفسیر الطبری: 20/95.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى

اور بلاشبہ ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ کو لوگوں کے لیے بصیرت افروز دلائل اور ہدایت اور رحمت کی کتاب دی،

وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿43﴾

تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ﴿43﴾

قدم پر چلتے اور ان کے طریقے کو اختیار کیے ہوئے تھے، ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ﴾ ''اور قیامت کے دن وہ مدد نہیں کیے جائیں گے۔'' اور اس طرح انھوں نے دنیا کی رسوائی اور آخرت کی ذلت دونوں کو جمع کر لیا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ﴾ (محمد 13:47) ''ہم نے ان کا ستیاناس کر دیا، پھر کوئی ان کا مددگار نہ تھا۔'' اور یہاں فرمایا: ﴿وَاَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً﴾ ''اور اس دنیا میں ہم نے ان کے پیچھے لعنت لگا دی۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں دنیا میں بھی اپنے انبیائے کرام، انبیاء و مرسلین کے پیروکاروں اور اپنے مومن بندوں کی زبانی ملعون قرار دیا ہے، اسی طرح ﴿وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ﴾ ''اور قیامت کے روز بھی وہ بدحالوں میں سے ہوں گے۔'' قتادہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حسب ذیل آیت کریمہ کی طرح ہے: ﴿وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ﴾ (ھود 99:11) ''اور اس دنیا میں بھی لعنت ان کے پیچھے لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی (پیچھے لگی رہے گی) بہت برا ہے وہ عطیہ جو کسی کو دیا جائے۔''[1]

تفسیر آیت:43

موسیٰ علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا بیان: اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں اپنی ان نعمتوں کا تذکرہ فرمایا ہے جن سے اس نے اپنے عبد و رسول موسیٰ کو نوازا تھا۔ عَلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ أَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالتَّسْلِيمِ۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون اور اس کے درباریوں کو ہلاک کرنے کے بعد موسیٰ علیہ السلام پر تورات کو نازل فرمایا، ﴿مِنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُوْلٰى﴾ ''بعد اس کے کہ ہم نے پہلی امتوں کو ہلاک کیا۔'' یعنی تورات نازل کرنے کے بعد اس نے کسی امت کو عذاب عام میں مبتلا نہیں کیا بلکہ مومنوں کو حکم دیا کہ وہ اللہ کے دشمنوں اور مشرکوں سے جنگ کریں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَجَآءَ فِرْعَوْنُ وَمَنْ قَبْلَهٗ وَالْمُؤْتَفِكٰتُ بِالْخَاطِئَةِ ۚ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً﴾ (الحاقۃ 10,9:69) ''اور فرعون اور جو لوگ اس سے پہلے تھے اور الٹ جانے والی بستیوں (میں رہنے والوں) نے گناہ کا ارتکاب کیا، پس انھوں نے اپنے پروردگار کے پیغمبر کی نافرمانی کی تو اس نے بھی ان کو بڑی سخت گرفت میں پکڑا۔''

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بَصَآىِٕرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَّرَحْمَةً﴾ ''جو لوگوں کے لیے بصیرت اور ہدایت اور رحمت ہے۔'' یعنی جو اندھے پن اور سرکشی سے بچنے کے لیے بصیرت، راہ حق کے لیے ہدایت اور رحمت، یعنی عمل صالح کے لیے رہنمائی

[1] تفسیر الطبری: 98/20۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿44﴾

اور (اے نبی!) جب ہم نے موسیٰ پر امر (خاص) کی وحی کی تو آپ (طور کی) مغربی جانب نہیں تھے، اور نہ آپ (اس واقعے کے) حاضرین میں تھے ﴿44﴾ اور لیکن

وَلٰكِنَّآ اَنْشَاْنَا قُرُوْنًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا

ہم نے کئی امتیں پیدا کیں، پھر ان پر (مدت) حیات لمبی ہوگئی، اور آپ اہل مدین میں نہیں رہتے تھے کہ ان پر ہماری آیات تلاوت کرتے، اور لیکن ہم ہی

عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ﴿45﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا وَلٰكِنْ رَّحْمَةً

رسول بھیجنے والے تھے ﴿45﴾ اور آپ طور کی جانب نہیں تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) پکارا تھا، اور لیکن یہ (وحی تو) آپ کے رب کی طرف سے رحمت ہے،

مِّنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿46﴾ وَلَوْلَآ اَنْ

تاکہ آپ ان لوگوں کو ڈرائیں جن کے پاس اس سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا، شاید کہ وہ نصیحت حاصل کریں ﴿46﴾ اور اگر (یہ) نہ ہوتا کہ جو ان کے

تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا

ہاتھوں نے آگے بھیجا ہے اس کی وجہ سے انھیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو وہ کہتے: اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف کوئی رسول کیوں نہ بھیجا، پھر ہم

فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿47﴾

تیری آیات کی اتباع کرتے اور ہم مومنوں میں سے ہو جاتے (تو ہم رسول نہ بھیجتے) ﴿47﴾

فراہم کرتی ہے۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿43﴾﴾ ''شاید کہ وہ نصیحت پکڑیں۔'' تاکہ لوگ اس کے ساتھ نصیحت پکڑیں اور اس کے سبب ہدایت حاصل کر لیں۔

تفسیر آیات: 44-47

محمد ﷺ کی نبوت کی برہان کی نشاندہی: اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر اپنے محبوب پیغمبر حضرت محمد ﷺ کی نبوت کی صداقت کی دلیل بھی بیان فرمائی ہے کہ آپ نے ماضی کی غیب کی خبریں اس طرح صحیح صحیح بیان فرمائی ہیں، گویا آپ نے انھیں خود دیکھا اور سنا ہو، حالانکہ آپ امی ہیں، کسی کتاب کو آپ نے کبھی نہیں پڑھا، نشوونما بھی آپ نے ایسی قوم میں پائی ہے جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے مریم علیہا السلام کے حالات بیان کرنے کے بعد فرمایا تھا: ﴿وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۖ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝﴾ (آل عمران 3:44) ''اور جب وہ لوگ اپنے قلم (بطور قرعہ) ڈال رہے تھے کہ مریم کا سرپرست کون بنے تو آپ ان کے پاس نہیں تھے اور نہ اس وقت ہی آپ ان کے پاس تھے جب وہ آپس میں جھگڑ رہے تھے۔'' یعنی آپ اس موقع پر حاضر نہیں تھے، اللہ تعالیٰ نے ان واقعات سے آپ کو وحی کے ذریعے سے مطلع فرما دیا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو جب نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کے حالات سے آگاہ کرتے ہوئے بتایا کہ اس نے نوح علیہ السلام کو نجات عطا فرما دی اور ان کی قوم کو غرق کر دیا تھا تو فرمایا: ﴿تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ (ھود 11:49) ''یہ (حالات) منجملہ غیب کی خبروں سے ہیں جو ہم آپ کی طرف بھیجتے ہیں اور اس سے پہلے نہ آپ ہی انھیں جانتے تھے اور نہ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آپ کی قوم (ہی ان سے واقف تھی) تو آپ صبر کریں، بے شک اچھا انجام پرہیز گاروں ہی کے لیے ہے۔'' پھر اسی سورۂ ہود کے آخری حصے میں فرمایا: ﴿ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ ﴾ (ھود 11:100) ''یہ (پرانی) بستیوں کی چند خبریں ہیں جو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں۔''

اور یہاں موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کو اول سے آخر تک بیان کرنے کے بعد اور اس بات کو بیان کرنے کے بعد کہ ان کی طرف وحی اور ہم کلامی کی ابتدا کس طرح ہوئی، بیان فرمایا ہے: ﴿ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ ﴾ ''اور جب ہم نے موسیٰ کی طرف (خاص) معاملے کی وحی کی تو آپ (طور کی) مغربی جانب نہیں تھے۔'' یعنی اے محمد (ﷺ!) اس وقت آپ پہاڑ کی اس مغربی جانب نہیں تھے جہاں سے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے اس درخت سے کلام کیا تھا جو وادی کے کنارے کی مشرقی جانب تھا، ﴿ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝44 ﴾ ''اور نہ آپ (اس واقعے کے وقت) حاضر ہونے والوں میں سے تھے۔'' لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس سارے واقعے سے آپ کو وحی کے ذریعے سے مطلع فرما دیا ہے تاکہ آپ کا یہ واقعہ بیان کرنا حجت و برہان ہو، کیونکہ اس واقعہ پر اب کئی صدیاں گزر چکی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان پر جو حجت تمام کی اور اس نے سابقہ انبیاء کی طرف جو وحی کی تھی، وہ سب باتیں فراموش ہو چکی ہیں۔

ارشاد ربانی ہے: ﴿ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِيْٓ اَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۙ ﴾ ''اور نہ آپ مدین والوں میں رہنے والے تھے کہ ان پر ہماری آیتیں تلاوت کرتے۔'' یعنی آپ اہل مدین میں مقیم تھے اور نہ انھیں ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے تھے مگر آپ نے مدین کی طرف بھیجے جانے والے نبی شعیب کے سارے حالات بیان کر دیے کہ انھوں نے اپنی قوم کو کیا دعوت دی اور ان کی قوم نے انھیں کیا جواب دیا تھا۔ ﴿ وَلٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِيْنَ ۝45 ﴾ ''اور لیکن ہم ہی تو (پیغمبر) بھیجنے والے ہیں۔'' یعنی یہ سارے واقعات ہم نے آپ کی طرف وحی کیے ہیں اور آپ کو تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ ﴿ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا ﴾ ''اور نہ آپ (اس وقت) طور کی جانب تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) آواز دی۔''

قتادہ فرماتے ہیں: ﴿ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَيْنَا ﴾ ''اور نہ آپ (اس وقت) طور کی جانب تھے جب ہم نے (موسیٰ کو) آواز دی۔'' یعنی جب موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی تھی۔ اور یہ آیت کریمہ اس آیت کے مشابہ ہے: ﴿ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ اِذْ قَضَيْنَآ اِلٰى مُوْسَى الْاَمْرَ ﴾ (القصص 28:42) ''اور جب ہم نے موسیٰ کی طرف (خاص) معاملے کی وحی بھیجی تو آپ (طور کی) مغربی جانب نہیں تھے۔''[1] اور اس زیر نظر آیت کریمہ میں ایک دوسرے صیغے کے ساتھ جو اس (پہلے) سے خاص ہے، یعنی آواز دینے کا بھی ذکر کیا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى ﴾ (الشعرآء 26:10) ''اور جب آپ کے پروردگار نے موسیٰ کو پکارا۔'' اور فرمایا: ﴿ اِذْ نَادٰىهُ رَبُّهٗ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ۝ ﴾ (النّٰزعٰت 79:16) ''جب ان کے پروردگار نے ان کو پاک میدان (یعنی) طوٰی میں پکارا۔'' اور فرمایا: ﴿ وَنَادَيْنٰهُ مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ الْاَيْمَنِ وَقَرَّبْنٰهُ

① تفسیر الطبری: 20/99 وتفسیر ابن أبی حاتم: 9/2982.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نَجِيًّا ○﴾ (مریم 52:19) ”اور ہم نے ان کو طور کی دائیں طرف پکارا اور باتیں کرنے کے لیے نزدیک کر لیا۔“

اور اس کا ارشاد ہے: ﴿وَلٰكِنْ رَّحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ﴾ ”اور لیکن (آپ کا بھیجا جانا) آپ کے پروردگار کی طرف سے رحمت ہے۔“ یعنی آپ ان میں سے کسی چیز کو بھی دیکھ تو نہیں رہے تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تمام باتوں سے بذریعہ وحی آپ کو مطلع فرمایا ہے، یہ آپ پر اور دیگر بندگانِ الٰہی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اظہار ہے کہ اس نے ان تمام باتوں سے آپ کو مطلع فرما دیا اور آپ کو لوگوں کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا، ﴿لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ﴾ ”تاکہ آپ اس قوم کو ڈرائیں جن کے پاس آپ سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا شاید کہ وہ نصیحت پکڑیں۔“ تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس دین کو لائے ہیں اس کے مطابق عمل کر کے یہ لوگ ہدایت پا جائیں۔

﴿وَلَوْلَآ اَنْ تُصِيْبَهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ فَيَقُوْلُوْا رَبَّنَا لَوْلَآ اَرْسَلْتَ اِلَيْنَا رَسُوْلًا﴾ ”اور (اے پیغمبر! ہم نے آپ کو اس لیے بھیجا ہے کہ) ایسا نہ ہو کہ اگر ان (اعمال) کے سبب جو ان کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں ان پر کوئی مصیبت واقع ہوتی تو وہ (یہ) کہتے کہ اے ہمارے پروردگار! تو نے ہماری طرف کوئی پیغمبر کیوں نہ بھیجا۔“ اور ہم نے آپ کو ان کی طرف اس لیے رسول بنا کر بھیجا ہے تاکہ ان پر حجت تمام ہو جائے اور ان کے کفر کی وجہ سے جب عذاب آئے تو ان کے پاس کوئی عذر نہ ہو اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ان کے پاس تو کوئی رسول اور کوئی ڈرانے والا آیا ہی نہ تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مبارک کتاب قرآن مجید کے نزول کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ﴿اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۠ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ○ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ﴾ (الأنعام 6:156،157) ”(اور یہ کتاب اس لیے اتاری ہے) کہ (تم یوں نہ) کہو کہ ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر کتابیں اتاری گئیں اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے (معذور اور) بے خبر تھے یا (یہ نہ) کہو کہ اگر ہم پر بھی کتاب نازل کی جاتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت والے ہوتے، سو تمھارے پاس تمھارے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آ چکی ہے۔“

اور فرمایا: ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِ ۭ﴾ (النسآء 4:165) ”(سب) پیغمبروں کو (اللہ نے) خوش خبری سنانے والے اور ڈرانے والے (بنا کر بھیجا تھا) تاکہ پیغمبروں (کے آنے) کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہے۔“ اور فرمایا: ﴿يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا جَآءَنَا مِنْۢ بَشِيْرٍ وَّلَا نَذِيْرٍ ۡ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَشِيْرٌ وَّنَذِيْرٌ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○﴾ (المائدة 5:19) ”اے اہل کتاب! پیغمبروں کے موقوف ہو جانے کے بعد تمھارے پاس ہمارا رسول آیا ہے جو تمھارے لیے کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم یہ نہ کہو کہ ہمارے پاس کوئی خوش خبری یا ڈرانے والا نہیں آیا سو (اب) تمھارے پاس خوش خبری اور ڈرانے والا آ گیا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آیات کریمہ ہیں۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ

پھر جب ہماری طرف سے ان کے پاس حق (قرآن) آ گیا تو وہ کہنے لگے: اسے ویسے معجزے کیوں نہیں دیے گئے جیسے موسیٰ کو دیے گئے تھے؟ کیا وہ

اَوَ لَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَقَالُوْٓا اِنَّا

(ان معجزات کا) انکار نہیں کر چکے جو اس سے پہلے موسیٰ کو دیے گئے تھے؟ انھوں نے کہا: (یہ) دونوں (تورات اور قرآن) جادو ایک دوسرے کی مدد کرتے

بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ ﴿48﴾ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ

ہیں، اور انھوں نے کہا: بلاشبہ ہم ہر ایک کے منکر ہیں ﴿48﴾ کہہ دیجیے: اگر تم سچے ہو تو اللہ کے پاس سے کوئی ایسی کتاب لے آؤ جو (ان) دونوں سے زیادہ

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿49﴾ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ؕ وَمَنْ

ہدایت والی ہو، تاکہ میں بھی اس کی اتباع کروں ﴿49﴾ پھر اگر وہ آپ کی بات قبول نہ کریں تو جان لیجیے کہ وہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کر رہے ہیں،

اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر اپنی خواہش کی پیروی کرے۔ بلاشبہ اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں

5 ع 8 8 الظّٰلِمِيْنَ ﴿50﴾ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿51﴾ ؕ

دیتا ﴿50﴾ اور البتہ تحقیق ہم انھیں لگاتار (اپنی ہدایت و نصیحت کی) باتیں پہنچاتے رہے، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں ﴿51﴾

تفسیر آیات: 48-51

کفار کی ہٹ دھرمی اور ان کا جواب: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ اتمام حجت سے پہلے انھیں عذاب دے دیتا تو وہ بطور حجت کہتے کہ ان کے پاس تو کوئی رسول ہی نہیں آیا اور جب ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسول محمد ﷺ کی زبانی حق آ گیا تو انھوں نے ضد، ہٹ دھرمی، کفر، جہالت اور الحاد کے طور پر کہا: ﴿ لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ؕ اَوَ لَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ ﴾ ”کہ جیسی (نشانیاں) موسیٰ کو دی گئیں تھیں، ویسی اس کو کیوں نہیں دی گئیں، کیا وہ ان (معجزات) کا انکار نہیں کر چکے جو اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں؟“ ان کا اشارہ، وَاللّٰهُ أَعْلَمُ، ان بہت سی نشانیوں کی طرف تھا جو موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھیں، مثلاً: لاٹھی کا سانپ بننا، ید بیضاء، طوفان، مکڑی، جوئیں، مینڈک، خون، فصلوں اور پھلوں میں کمی جو اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کے لیے تنگی کا باعث تھیں۔ اور دریا کا پھٹنا، بادل کا سایہ فگن ہونا اور من و سلویٰ کا نازل ہونا اور دیگر بہت سی روشن نشانیاں اور زبردست معجزات جنھیں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر جاری فرمایا تھا تاکہ وہ فرعون اور اس کے درباریوں کے خلاف موسیٰ علیہ السلام کی حجت و برہان ثابت ہوں مگر اس کے باوجود فرعون اور اس کے درباری ایمان نہ لائے بلکہ انھوں نے موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے ساتھ کفر کیا اور ان سے کہا: ﴿ اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِي الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (یونس 10:78) ”کیا تو ہمارے پاس اس لیے آیا ہے کہ جس (راہ) پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا اس سے ہمیں پھیر دے اور (اس) سرزمین میں تم دونوں ہی کو سرداری مل جائے؟ اور ہم تم دونوں پر ہرگز ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ فَكَذَّبُوْهُمَا فَكَانُوْا مِنَ الْمُهْلَكِيْنَ ۝ ﴾ (المؤمنون

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

(48:23) ’’تو انھوں نے دونوں کی تکذیب کی سو وہ ہلاک کیے گئے لوگوں میں سے ہو گئے۔‘‘

سرکش لوگ معجزات دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَوَ لَمْ یَكْفُرُوْا بِمَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ﴾ ’’کیا جو (نشانیاں) پہلے موسیٰ دیے گئے تھے، انھوں نے ان سے کفر نہیں کیا؟‘‘ موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی عظیم الشان نشانیاں دیکھ کر بھی کیا انسانوں نے کفر نہیں کیا تھا؟ انھوں نے کفر کیا اور ﴿قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫ وَ قَالُوْۤا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ﴾ ’’کہنے لگے کہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار جادوگر ہیں اور بولے کہ بلاشبہ ہم ہر ایک کے منکر ہیں۔‘‘ یعنی ہم ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔ موسیٰ و ہارون علیہما السلام دونوں کے درمیان شدید تلازم وتصاحب اور قربت کی وجہ سے ایک کا ذکر دوسرے کے ذکر کو بھی مستلزم ہے۔

موسیٰ و ہارون علیہما السلام پر جادوگر ہونے کا الزام: مجاہد بن جبر کہتے ہیں کہ یہودیوں نے قریش سے کہا کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جادوگر قرار دیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اَوَ لَمْ یَكْفُرُوْا بِمَاۤ اُوْتِیَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۫﴾ ’’کیا جو (نشانیاں) پہلے موسیٰ دیے گئے تھے انھوں نے ان سے کفر نہیں کیا؟ کہنے لگے کہ دونوں ایک دوسرے کے مددگار جادوگر ہیں۔‘‘ ﴿تَظٰهَرَا ۫﴾ کے معنی یہ ہیں کہ موسیٰ و ہارون دونوں ایک دوسرے کے موافق، معاون و مددگار اور ایک دوسرے کی تصدیق کرنے والے ہیں۔[1] سعید بن جبیر اور ابورزین نے بھی کہا ہے کہ دونوں جادوگروں [سَاحِرَانِ] سے ان کا اشارہ موسیٰ و ہارون علیہما السلام کی طرف تھا اور یہ ایک اچھا اور قوی قول ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔[2]

الزام تراشی کا جواب: اور جنھوں نے اسے ﴿سِحْرٰنِ﴾ پڑھا ہے، مثلاً: علی ابن ابوطلحہ اور عوفی نے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے تو انھوں نے اس سے تورات اور قرآن مجید مراد لیا ہے۔[3] کیونکہ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ الفاظ ذکر فرمائے ہیں: ﴿قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰی مِنْهُمَاۤ اَتَّبِعْهُ﴾ ’’کہہ دیجیے: تم اللہ کے پاس سے کوئی اور کتاب لے آؤ جو ان دونوں (کتابوں) سے بڑھ کر ہدایت والی ہو میں اس کی پیروی کروں گا۔‘‘ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے بہت سے مقامات پر تورات اور قرآن مجید کا اکٹھا ذکر فرمایا ہے، مثلاً: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّ هُدًی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَ تُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَ عُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنْتُمْ وَ لَاۤ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ○ وَ هٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ﴾ (الأنعام 92,91:6) ’’آپ کہہ دیں کہ جو کتاب موسیٰ لے کر آئے تھے اسے کس نے نازل کیا تھا۔ جو لوگوں کے لیے نور اور ہدایت تھی اور جسے تم علیحدہ علیحدہ اوراق (پر نقل) کرتے ہو، ان (کے کچھ حصوں) کو تو ظاہر کرتے ہو اور اکثر کو چھپاتے ہو اور تم وہ (باتیں) سکھائے گئے ہو جنھیں نہ تم جانتے تھے اور نہ تمھارے باپ دادا، کہہ دیجیے: (اس کتاب کو) اللہ (ہی نے نازل کیا)، پھر ان کو چھوڑ دیجیے وہ اپنی بے ہودہ گوئی

---

[1] تفسیر الطبری: 103,102/20۔ [2] تفسیر الطبری: 104/20 اور یہ [سَاحِرَانِ] والی قراءت، قراءتِ حفص کے علاوہ ہے۔
[3] تفسیر الطبری: 104/20 و تفسیر ابن أبی حاتم: 2986/9۔

’’محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

میں کھیلتے رہیں اور (ویسی ہی) یہ کتاب بابرکت ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے۔'' اور پھر سورت کے آخری حصے میں فرمایا: ﴿ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى الَّذِيْٓ اَحْسَنَ وَتَفْصِيْلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ بِلِقَآءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُوْنَ ﴾ (الأنعام 6:154) ''(ہاں) پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب عنایت کی تھی تاکہ اس پر جو نیکوکار ہے نعمت پوری کر دیں اور (اس میں) ہر چیز کا بیان ہے اور ہدایت (ہے) اور رحمت ہے تاکہ وہ اپنے پروردگار کی ملاقات پر ایمان رکھیں۔'' اور فرمایا: ﴿ وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴾ (الأنعام 6:155) ''اور (اے کفر کرنے والو!) یہ برکت والی کتاب بھی ہم نے اتاری ہے، پس اس کی پیروی کرو اور (اللہ سے) ڈرو تاکہ تم پر مہربانی کی جائے۔''

پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی فصیح اور جامع کتاب: اور جنوں نے کہا تھا: ﴿ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ ﴾ (الأحقاف 46:30) ''بلاشبہ ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے جو (کتابیں) اس سے پہلے (نازل ہوئی) ہیں ان کی تصدیق کرنے والی ہے۔'' اور ورقہ بن نوفل نے کہا تھا کہ یہ تو وہی فرشتہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔[1] عقل منداس بات کو خوب جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جس قدر کتابیں اپنے انبیاء پر نازل فرمائی ہیں، ان میں سے سب سے زیادہ کامل، جامع، فصیح، عظیم اور اشرف کتاب وہ ہے جسے اس نے اپنے محبوب پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے، یعنی قرآن مجید اور قرآن مجید کے بعد شرف وفضیلت کے اعتبار سے اس کتاب کا درجہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا، اس کتاب کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ ﴾ (المآئدة 5:44) ''بے شک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اسی کے مطابق وہ انبیاء جو (اللہ کے) فرماں بردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے مشائخ اور علماء بھی کیونکہ وہ اللہ کی کتاب کے نگہبان مقرر کیے گئے تھے اور اسی پر گواہ تھے۔''

انجیل کو تو تورات کے تتمے کے طور پر نازل کیا گیا تھا، نیز اس لیے کہ وہ ایسی بعض چیزوں کو حلال قرار دے دے جنھیں بنی اسرائیل کے لیے حرام قرار دے دیا گیا تھا، اسی لیے فرمایا: ﴿ قُلْ فَاْتُوْا بِكِتٰبٍ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ هُوَ اَهْدٰى مِنْهُمَآ اَتَّبِعْهُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿49﴾ ﴾ ''کہہ دیں کہ اگر تم سچے ہو تو اللہ کے پاس سے کوئی اور کتاب لے آؤ جو ان دونوں (کتابوں) سے بڑھ کر ہدایت والی ہو تاکہ میں بھی اسی کی پیروی کروں۔'' یعنی تم کوئی ایسی کتاب لے آؤ جس کے ساتھ حق کا دفاع اور باطل کا مقابلہ کر سکو۔

خواہشوں کی پیروی گمراہی ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ فَاِنْ لَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكَ ﴾ ''پھر اگر یہ آپ کی بات قبول نہ

[1] صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب: ﴿ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مُوْسٰٓى اِنَّهٗ كَانَ مُخْلَصًا ...... ﴾ (مريم 19:51)، حديث: 3392 وصحيح مسلم، الإيمان، باب بدء الوحي......، حديث: 160 عن عائشة رضي الله عنها.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿52﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا

وہ لوگ جنھیں ہم نے اس (قرآن) سے پہلے کتاب دی تھی، وہی اس پر ایمان لاتے ہیں﴿52﴾اور جب ان پر (قرآن) تلاوت کیا جاتا ہے تو وہ کہتے ہیں: ہم

اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿53﴾ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ

اس پر ایمان لائے، بے شک یہ ہمارے رب کی طرف سے حق ہے، بلاشبہ ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان تھے﴿53﴾ان لوگوں کو ان کا دوبارا اجر دیا جائے گا

مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿54﴾

کیونکہ انھوں نے صبر کیا اور وہ بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں اور جو ہم نے انھیں رزق دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں﴿54﴾اور جب وہ بیہودہ

وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ز سَلٰمٌ

بات سنتے ہیں تو وہ اس سے اعراض کر لیتے ہیں اور کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال ہیں، تمھیں سلام ہو، ہم

عَلَيْكُمْ ز لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿55﴾

جاہلوں کو نہیں چاہتے﴿55﴾

کریں۔'' یعنی آپ نے ان سے جو بات کی ہے اس کا جواب نہ دے سکیں اور حق کو قبول نہ کریں ﴿فَاعْلَمْ اَنَّمَا يَتَّبِعُوْنَ اَهْوَآءَهُمْ ط﴾ ''تو آپ جان لیں کہ یہ صرف اپنی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں۔'' اور ان کے پاس کوئی دلیل اور حجت نہیں ہے۔ ﴿وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ط﴾ ''اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے چلے۔'' اللہ کی طرف سے ہدایت کے بغیر۔ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿50﴾﴾ ''بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔'' ﴿وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ﴾ ''اور البتہ تحقیق ہم نے لگاتار ان لوگوں کے لیے اپنا کلام بھیجا۔''

مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان کے لیے بات کو کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔[1] اور سدی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے ان کے سامنے بات کو بیان کر دیا ہے۔[2] قتادہ کہتے ہیں کہ اس ارشاد باری تعالیٰ کا مطلب یہ ہے کہ اس نے انھیں یہ بتا دیا ہے کہ گزشتہ لوگوں کا کیا حال ہوا تھا اور ان کے ساتھ وہ کیا کرنے والا ہے۔ ﴿لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ﴿51﴾ ط﴾ ''تاکہ وہ نصیحت پکڑیں۔''[3] امام مجاہد وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس آیت کریمہ: ﴿وَصَّلْنَا لَهُمُ﴾ میں قریش کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔[4]

تفسیر آیات: 52-55

اہل کتاب کے مومن: اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے علماء اور اولیاء کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ ط اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ط﴾ (البقرة

① تفسير الطبري: 108/20 وتفسير ابن أبي حاتم: 2987/9. ② تفسير ابن أبي حاتم: 2987/9. ③ تفسير ابن أبي حاتم: 2988/9. ④ تفسير الطبري: 108/20 وتفسير ابن أبي حاتم: 2988/9.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

121:2) ”جن لوگوں کو ہم نے کتاب عنایت کی ہے وہ اس کو پڑھتے ہیں جیسے اس کے پڑھنے کا حق ہے، یہی لوگ اس پر ایمان رکھتے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ وَ اِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ ۙ﴾(آل عمران 199:3) ”اور اہل کتاب میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اللہ پر اور اس (کتاب) پر جو آپ پر نازل کی گئی اور اس پر جو ان پر نازل کی گئی ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کے آگے عاجزی کرنے والے ہیں۔“ اور فرمایا: ﴿ اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖۤ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ۙ○ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَاۤ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ○﴾ (بنيٓ إسرآء يل 107:17،108) ”بے شک جن لوگوں کو اس سے پہلے علم (کتاب) دیا گیا، جب ان کے سامنے اسے پڑھا جاتا ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدہ کرتے ہوئے گر پڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارا پروردگار پاک ہے، بے شک ہمارے پروردگار کا وعدہ ضرور (پورا) کیا ہوا تھا۔“ اور فرمایا: ﴿ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰى ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّ اَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ وَ اِذَا سَمِعُوْا مَاۤ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰۤى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ○﴾ (المآئدة 82:5،83) ”اور دوستی کے لحاظ سے آپ مومنوں سے قریب تر ان لوگوں کو ضرور پائیں گے جنھوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں، یہ اس لیے کہ ان میں عالم بھی ہیں اور مشائخ بھی اور وہ تکبر بھی نہیں کرتے اور جب وہ اس (کتاب) کو سنتے ہیں جو (سب سے پچھلے) پیغمبر (محمد ﷺ) پر نازل کی گئی تو آپ دیکھتے ہیں کہ ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہ رہی ہوتی ہیں، اس لیے کہ انھوں نے حق کو پہچان لیا، وہ (اللہ کی جناب میں) عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لے آئے تو ہمیں گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔“

سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ یہ آیات کریمہ ان ستر علماء کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جنھیں نجاشی نے بھیجا تھا، جب وہ نبیٔ اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو آپ نے انھیں سورۂ یٰسین پڑھ کر سنائی، آپ نے جب اس سورۂ مبارکہ کو ختم کیا تو انھوں نے رونا شروع کر دیا اور وہ سب مسلمان ہو گئے تھے اور یہ آیات بھی انھیں کے بارے میں نازل ہوئی ہیں:

﴿ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ﴿52﴾ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْۤا اٰمَنَّا بِهٖۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَاۤ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ ﴿53﴾﴾ ”وہ لوگ جنھیں ہم نے اس سے پہلے کتاب دی، وہ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور جب (قرآن) ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لے آئے، بے شک وہ ہمارے پروردگار کی طرف سے حق ہے (اور) ہم تو اس سے پہلے فرماں بردار تھے۔“ یعنی ہم اس قرآن سے پہلے بھی مسلمان موحد، مخلص اور اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار تھے، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿54﴾ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَقَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؗ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ؗ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿55﴾﴾ ”یہ لوگ ہیں جنھیں دگنا بدلہ دیا جائے گا کیونکہ صبر کرتے رہے ہیں وہ بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں اور جو ہم نے انھیں رزق دیا اس میں سے خرچ کرتے ہیں اور جب وہ لغو بات سنتے ہیں تو وہ اس سے اعراض کر لیتے ہیں اور

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں: ہمارے لیے ہمارے اعمال ہیں اور تمھارے لیے تمھارے اعمال ہیں سلام ہے تم پر ہم جاہلوں کو نہیں چاہتے۔''[1]
یعنی یہ لوگ جو اس صفت سے متصف ہیں کہ پہلی کتاب پر ایمان لائے، پھر اس دوسری کتاب قرآن مجید پر بھی ایمان لائے تو انھیں اس ایمان کی وجہ سے دگنا بدلہ دیا جائے گا ﴿ بِمَا صَبَرُوْا ﴾ ''کیونکہ وہ صبر کرتے رہے۔'' یعنی صبر کے ساتھ اتباع حق کرتے رہے جبکہ اس طرح کی بات انسانی نفوس کے لیے بہت شدید ہوتی ہے۔

دگنا اجر حاصل کرنے والے ایمان دار: اور صحیحین میں عامر شعبی کی ابو بردہ سے اور ان کی ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [ثَلَاثَةٌ يُّؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ: رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ آمَنَ بِنَبِيِّهِ ثُمَّ (آمَنَ بِي)، وَعَبْدٌ مَّمْلُوكٌ أَدّٰى حَقَّ اللّٰهِ وَ(حَقَّ مَوَالِيهِ)، وَرَجُلٌ كَانَتْ لَهُ أَمَةٌ (فَأَدَّبَهَا فَأَحْسَنَ تَأْدِيبَهَا......ثُمَّ أَعْتَقَهَا فَتَزَوَّجَهَا......)] ''تین قسم کے لوگ ہیں جن کو دگنا بدلہ دیا جائے گا: (1) اہل کتاب میں سے وہ شخص جو اپنے نبی پر ایمان لایا، پھر میرے ساتھ بھی ایمان لایا (2) وہ غلام جو اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرتا ہے اور اپنے مالکان کا حق بھی ادا کرتا ہے اور (3) وہ انسان جس کے پاس لونڈی تھی، چنانچہ اس نے اسے اچھی طرح ادب سکھایا......، پھر اسے آزاد کیا، پھر اس سے نکاح کر لیا......۔''[2]

امام احمد رحمہ اللہ نے ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پاس تھا کہ آپ نے ایک بہت اچھی اور خوب صورت بات بیان فرمائی، آپ نے منجملہ دیگر باتوں کے یہ بھی فرمایا: [مَنْ أَسْلَمَ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابَيْنِ فَلَهُ أَجْرُهُ مَرَّتَيْنِ، وَلَهُ مَالَنَا وَعَلَيْهِ مَا عَلَيْنَا، وَمَنْ أَسْلَمَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَلَهُ أَجْرُهُ، وَلَهُ مَالَنَا وَعَلَيْهِ مَا عَلَيْنَا] ''دونوں کتابوں والوں میں سے جو اسلام قبول کر لے اسے دگنا بدلہ ملے گا، اس کے حقوق وفرائض ہمارے حقوق وفرائض ہی کی طرح ہوں گے اور مشرکین میں سے جو شخص اسلام قبول کرے تو اسے ایک اجر ملے گا اور اس کے حقوق وفرائض ہمارے حقوق وفرائض ہی کی طرح ہوں گے۔''[3] اور فرمایا: ﴿ وَيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ ﴾ ''اور بھلائی کے ساتھ برائی کو دور کرتے ہیں۔'' یعنی برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر سے کام لیتے ہیں۔

﴿ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿54﴾ ﴾ ''اور جو (مال) ہم نے انھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے انھیں جو رزقِ حلال عطا فرمایا ہے اس میں سے وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر خرچ کرتے ہیں، اہل وعیال اور قریبی رشتہ داروں کے لیے جو واجب ہے اسے خرچ کرتے ہیں، زکاۃ جو واجب ہے اسے بھی ادا کرتے ہیں اور صدقات وخیرات جو مستحب اور نفل ہیں، انھیں بھی ضرورت مندوں پر خرچ کرتے ہیں۔ ﴿ وَاِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ ﴾ ''اور جب بے ہودہ بات سنتے ہیں تو اس سے اعراض کر لیتے ہیں۔'' کیونکہ وہ بے ہودہ لوگوں سے قطعاً میل جول اور اختلاط پسند نہیں کرتے جیسا کہ

---

[1] تفسير ابن أبي حاتم: 2988/9. [2] پہلی دو قوسین والے الفاظ صحيح البخاري، النكاح، باب اتخاذ السراري......، حديث: 5083 اور تیسری قوسین والے الفاظ بھی صحيح البخاري، العلم، باب تعليم الرجل أمته وأهله، حديث: 97 میں ہیں جبکہ باقی صحيح مسلم، الإيمان، باب وجوب الإيمان برسالة نبينا......، حديث: 154 کے مطابق ہیں۔ [3] مسند أحمد: 259/5.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿56﴾

(اے نبی!) بے شک جسے آپ چاہیں ہدایت نہیں دے سکتے، بلکہ اللہ ہی جسے چاہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے ﴿56﴾ وہ

وَ قَالُوْۤا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَ لَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰۤى

(مشرکین مکہ) کہتے ہیں: اگر ہم نے تیرے ساتھ ہدایت کی پیروی کی تو ہمیں ہماری زمین سے اچک لیا جائے گا، کیا ہم نے انھیں پرامن حرم میں جگہ نہیں

اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿57﴾

دی جس کی طرف ہر قسم کے پھل ہماری طرف سے بطور رزق کھینچ کر لائے جاتے ہیں؟ اور لیکن ان کے اکثر نہیں جانتے ﴿57﴾

فرمایا: ﴿وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ○﴾ (الفرقان 72:25) ”اور جب وہ بے ہودہ چیزوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو عزت ووقار سے گزرتے ہیں۔“

﴿لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؗ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ؗ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿55﴾﴾ ”اور کہتے ہیں کہ ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمھارے لیے تمھارے اعمال، تم پر سلام، ہم جاہلوں کے خواستگار نہیں ہیں۔“ یعنی جب کوئی بیوقوف ان سے بے وقوفی کا معاملہ کرتا ہے اور ایسی گفتگو کرتا ہے جس کا جواب دینا مناسب نہیں ہوتا تو یہ اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور اس کی گفتگو کی طرح بے ہودہ گفتگو نہیں کرتے بلکہ یہ ہمیشہ ایسی گفتگو ہی کرتے ہیں جس میں پھولوں کی خوشبو ہوتی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا ہے کہ وہ یہ کہا کرتے ہیں: ﴿لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ؗ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ؗ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ﴿55﴾﴾ ”ہمارے لیے ہمارے اعمال اور تمھارے لیے تمھارے اعمال، تم پر سلام، ہم جاہلوں کے خواستگار نہیں۔“ یعنی ہم جاہلوں کے رستے پر چلنا نہیں چاہتے اور نہ اسے پسند ہی کرتے ہیں۔

تفسیر آیات: 57,56

اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول محمد ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ﴾ ”(اے محمد!) جس کو آپ چاہیں، اسے ہدایت نہیں دے سکتے۔“ یعنی ہدایت دینا آپ کے قبضۂ اختیار میں نہیں، آپ کا کام پیغام حق پہنچا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ جسے چاہے ہدایت عطا فرمائے اور اس میں اس کی حکمت بالغہ اور حجت دامغہ کارفرما ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ﴾ (البقرة 272:2) ”(اے محمد!) آپ لوگوں کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔“ اور فرمایا: ﴿وَ مَاۤ اَكْثَرُ النَّاسِ وَ لَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ○﴾ (یوسف 103:12) ”اور بہت سے آدمی، اگرچہ آپ حرص بھی کریں ایمان لانے والے نہیں ہیں۔“ اور ان تمام آیات کی نسبت یہ آیت کریمہ خاص ہے: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿56﴾﴾ ”(اے محمد!) آپ جس کو چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔“ یعنی وہ خوب جانتا ہے کہ ہدایت کا مستحق کون ہے اور گمراہی کا مستحق کون۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ یہ آیت کریمہ رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوطالب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔[1] ابوطالب آپ کی تائید وحمایت کرتا تھا، آپ کے ساتھ کھڑا ہوتا اور آپ سے شدید محبت کرتا تھا لیکن اس کی یہ محبت طبعی تھی شرعی نہیں تھی، جب اس کی وفات کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اسے ایمان لانے اور دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کی دعوت دی مگر تقدیر غالب آ گئی اور اسے آپ کے ہاتھ سے اچک لیا گیا اور وہ اپنے کفر ہی پر برقرار رہا اور اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت کارفرما تھی۔

ابوطالب کس دین پر فوت ہوئے؟ امام زہری نے کہا ہے کہ مجھ سے سعید بن مسیب نے اپنے والد مسیّب بن حزن مخزومی رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو رسول اللہ ﷺ اس کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت وہاں ابوجہل بن ہشام، عبداللہ بن ابوامیہ بن مغیرہ بھی موجود تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [يَاعَمِّ! قُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، كَلِمَةً أُحَاجُّ لَكَ بِهَا عِنْدَاللّٰهِ] ”چچا جان! لا الٰہ الا اللہ کہہ دیجیے، یہ ایک کلمہ جس کی بنیاد پر میں آپ کے لیے اللہ تعالیٰ سے جھگڑ سکوں گا۔“ ابوجہل اور عبداللہ بن ابوامیہ نے کہا: ابوطالب! کیا عبدالمطلب کے دین کو چھوڑ جاؤ گے؟ رسول اللہ ﷺ اپنی بات پیش کرتے رہے اور یہ دونوں بھی اپنی بات پر لڑتے رہے حتی کہ اس نے آخری الفاظ یہ کہے کہ میں عبدالمطلب کے دین پر ہوں اور اس نے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [وَاللّٰهِ! لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَالَمْ أُنْهَ عَنْكَ] ”اللہ کی قسم! جب تک مجھے منع نہیں کر دیا جاتا، میں تمھارے لیے بخشش مانگتا رہوں گا۔“ تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی تھی: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ۝﴾ (التوبۃ 113:9) ”پیغمبر اور مسلمانوں کو شایاں نہیں کہ جب ان پر ظاہر ہو گیا کہ مشرک اہل دوزخ ہیں تو اس کے بعد ان کے لیے بخشش مانگیں، گو وہ ان کے قرابت دار ہی ہوں۔“ اور ابوطالب کے بارے میں یہ آیت کریمہ نازل فرمائی: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ”(اے محمد!) بے شک آپ جسے چاہیں اسے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ ہی جسے چاہتا ہے اسے ہدایت دیتا ہے۔“ امام بخاری و مسلم نے اسے بروایت امام زہری بیان کیا ہے۔[2]

ایمان نہ لانے کے لیے اہل مکہ کا عذر: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ ”اور انھوں نے کہا کہ اگر ہم آپ کے ساتھ ہدایت کی پیروی کریں تو ہم اپنی سرزمین سے اچک لیے جائیں۔“ اس آیت

---

① صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (القصص 56:28)، حديث:4772 و صحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على صحة إسلام من حضره الموت……، حديث: 24 عن المسيب بن حزن رضي الله عنه. ② صحيح البخاري، التفسير، باب قوله: ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ﴾ (القصص 56:28)، حديث:4772 وصحيح مسلم، الإيمان، باب الدليل على صحة إسلام من حضره الموت……، حديث: 24.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ

اور ہم نے کتنی ہی بستیاں ہلاک کردیں جو گزران زندگی (اپنے سامان زیست) پر اِتراتی تھیں، سوان کے یہ گھر (اجڑے پڑے) ہیں، ان کے بعد بہت

اِلَّا قَلِيْلًا ۭ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿58﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ

تھوڑے ہی آباد ہوئے، اور ہم ہی (ان سب کے) وارث ہوئے ﴿58﴾ اور آپ کا رب بستیوں کو ہلاک کرنے والا نہیں حتی کہ وہ ان کی کسی بڑی بستی میں کوئی

اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿59﴾

رسول بھیجتا ہے، وہ ان پر ہماری آیات تلاوت کرتا ہے، اور ہم بستیوں کو ہلاک کرنے والے نہیں مگر (اسی وقت) جبکہ ان کے باشندے ظالم ہوں ﴿59﴾

کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ کفار نے ہدایت کی پیروی نہ کرنے کے بارے میں یہ عذر پیش کیا کہ ہم ڈرتے ہیں کہ اگر ہم نے آپ کی لائی ہوئی ہدایت کی پیروی کی اور اپنے گردو پیش کے مشرک عرب قبائل کی مخالفت کی تو ہمیں یہ ڈر ہے کہ وہ ہمیں ایذا پہنچائیں گے، ہم سے لڑائی کریں گے اور ہم جہاں کہیں بھی ہوئے وہ ہمیں اچک لیں گے، اللہ تعالیٰ نے انھیں جواب دیتے ہوئے فرمایا: ﴿ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا ﴾ ''کیا ہم نے انھیں با امن حرم میں جگہ نہیں دی؟''

یعنی انھوں نے ہدایت قبول نہ کرنے کے بارے میں جو عذر پیش کیا ہے یہ جھوٹ اور باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تو انھیں اس امن والے شہر اور اس حرم معظم میں جگہ دی ہے جو اپنی تاسیس کے روز اول ہی سے پر امن ہے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ کفر اور شرک کی حالت میں تو یہ حرم ان کے لیے امن کا مقام ہو اور اس وقت ان کے لیے مقام امن نہ ہو جب یہ مسلمان اور حق کی پیروی کرنے والے ہوں؟ ﴿ يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ ﴾ ''جس کی طرف ہر قسم کے پھل پہنچائے جاتے ہیں۔'' یعنی طائف اور گردو پیش کے علاقوں کے تمام پھل اور تجارت کے دیگر سارے ساز و سامان یہاں پہنچائے جاتے ہیں، ﴿ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿57﴾ ﴾ ''(اور یہ) رزق ہماری طرف سے ہے اور لیکن ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔'' اسی لیے یہ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔

تفسیر آیات: 59,58

بستیوں کو حجت قائم کرنے کے بعد ہلاک کیا جاتا ہے: اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ سے تعریض کرتے ہوئے فرمایا ہے: ﴿ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ ﴾ ''اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جو اپنی (فراخیٔ) معیشت پر اترا گئی تھیں۔'' اور جنھوں نے بغاوت و سرکشی اور کفران نعمت کی روش کو اختیار کر لیا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری آیت میں فرمایا ہے: ﴿ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ○ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○ ﴾ (النحل 113,112:16) ''اور اللہ نے ایک بستی کی مثال بیان کی جو (ہر طرح) امن و چین والی تھی، ہر جگہ سے اس کا رزق وافر چلا آتا تھا مگر اس (بستی والوں) نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے ان کے اعمال کے سبب ان کو بھوک اور خوف کا لباس (پہنا کر ناشکری کا مزہ) چکھا دیا اور بلاشبہ ان کے پاس انھی میں سے ایک پیغمبر آیا تو انھوں نے اس کو جھٹلایا سو ان کو

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ

اور تمھیں جو بھی چیز دی گئی ہے وہ دنیاوی زندگی کا فائدہ اور اس کی زینت ہے، اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بہت بہتر اور زیادہ دیر پا ہے، کیا پھر تم عقل

ع 10 اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿60﴾ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَيٰوةِ

نہیں رکھتے؟ (60) تو بھلا وہ شخص جسے ہم نے اچھا وعدہ دیا، پھر وہ اس (وعدے) کو پانے والا ہے، کیا اس شخص جیسا ہے جسے ہم نے دنیاوی زندگی کا بہت

الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿61﴾

فائدہ دیا، پھر وہ قیامت کے دن (عذاب میں) حاضر کیے جانے والوں میں سے ہوگا؟ (61)

عذاب نے آ پکڑا اور وہ ظالم تھے۔" اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ﴾ "سو یہ ان کے مکانات ہیں جو ان کے بعد بہت تھوڑے آباد کیے گئے۔" یعنی ان کے مکانات تباہ و برباد ہو چکے ہیں اور اب صرف ان کے کھنڈرات نظر آ رہے ہیں۔

﴿وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿58﴾﴾ "اور (ان کے پیچھے) ہم ہی (ان کے) وارث ہیں۔" یعنی ان کے گھر ویران اور خراب ہو چکے ہیں اور اب ان میں کوئی نہیں بستا، پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے عدل کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ وہ کسی پر ظلم کرتے ہوئے اسے ہلاک نہیں کرتا، وہ جس کو بھی ہلاک کرتا ہے حجت پوری کرنے کے بعد اسے ہلاک کرتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ﴾ "آپ کا پروردگار (اس وقت تک) بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک ان کے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج لے جو ان کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنائے۔" یہ آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ نبی امی محمد ﷺ ہیں جنھیں ام القریٰ میں مبعوث کر کے عرب و عجم کے تمام علاقوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ﴾ (الأنعام 92:6) "تا کہ آپ مکہ اور اس کے آس پاس کے لوگوں کو ڈرائیں۔"

﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ؕ﴾ (الأعراف 158:7) "(اے محمد!) آپ کہہ دیں کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔" اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ﴾ (هود 17:11) "اور جو کوئی فرقوں میں سے اس سے کفر کرے تو اس کا ٹھکانا آگ ہے۔" اور اس سلسلے میں مکمل دلیل یہ آیت کریمہ ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ۝﴾ (بنیٓ إسرآء یل 58:17) "اور (کفر کرنے والوں کی) کوئی بستی نہیں مگر قیامت کے دن سے پہلے ہم اسے ہلاک کرنے والے ہیں یا اسے عذاب دینے والے ہیں یہ کتاب (تقدیر) میں لکھا ہوا ہے۔" اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ قیامت سے پہلے ہر بستی کو ہلاک کر دے گا اور فرمایا ہے: ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝﴾ (بنیٓ إسرآء یل 15:17) "اور جب تک ہم پیغمبر نہ بھیج لیں عذاب دینے والے نہیں۔" نبی امی محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت کو اللہ تعالیٰ نے تمام بستیوں کے لیے قرار دے دیا ہے کیونکہ آپ کی بعثت ام القریٰ میں ہے اور دیگر تمام بستیاں اپنی اسی اصل کی طرف راجع ہیں اور صحیحین میں حدیث ہے کہ آپ ﷺ

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا: [بُعِثْتُ إِلَى الْأَحْمَرِ وَالْأَسْوَدِ] ''مجھے احمر واسود کی طرف مبعوث کیا گیا ہے۔''① یہی وجہ ہے کہ آپ پر نبوت و رسالت کو ختم کر دیا گیا اور آپ کے بعد کوئی نبی اور رسول نہیں ہے بلکہ آپ کی شریعت قیامت کے دن تک باقی رہے گی۔

تفسیر آیات: 61,60

فانی دنیا کے پرستار اور آخرت کے خریدار برابر نہیں ہو سکتے: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ یہ دنیا، اس کی زیب و زینت اور اس کی سج دھج اس کے مقابلے میں بہت حقیر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے دار آخرت میں اپنے نیک بندوں کے لیے تیار فرما رکھا ہے، اس لیے کہ جنت کی نعمتیں بہت عظیم الشان بھی ہیں اور ابدی و سرمدی بھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ مَا عِنۡدَكُمۡ يَنۡفَدُ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ بَاقٍ ﴾ (النحل 96:16) ''جو کچھ تمھارے پاس ہے وہ فنا ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ لِّلۡاَبۡرَارِ ۝ ﴾ (آل عمرٰن 198:3) ''اور جو کچھ اللہ کے ہاں ہے وہ نیکو کاروں کے لیے بہت اچھا ہے۔'' اور فرمایا: ﴿ بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا ۝ وَالۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ وَّاَبۡقٰى ۝ ﴾ (الأعلى 17,16:87) ''بلکہ تم (لوگ تو) دنیا کی زندگی کو ترجیح دیتے ہو، حالانکہ آخرت بہت بہتر اور پائندہ تر ہے۔'' اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(وَاللّٰهِ!) مَا الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا كَمَا يَغْمِسُ أَحَدُكُمْ إِصْبَعَهُ فِي الْيَمِّ (فَلْيَنْظُرْ بِمَاذَا تَرْجِعُ)] ''اللہ کی قسم! دنیا کی زندگی آخرت کے مقابلے میں اسی طرح ہے جیسے تم میں کوئی اپنی انگلی دریا میں ڈبوئے تو وہ دیکھے کہ اس کی انگلی کے ساتھ کتنا پانی اس کے پاس آتا ہے۔''②

اور اس کا فرمان ہے: ﴿ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝ ﴾ ''تو کیا تم سمجھتے نہیں؟'' یعنی کیا وہ شخص عقل سے کام نہیں لیتا جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتا ہے؟ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَفَمَنۡ وَّعَدۡنٰهُ وَعۡدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيۡهِ كَمَنۡ مَّتَّعۡنٰهُ مَتَاعَ الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا ثُمَّ هُوَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ مِنَ الۡمُحۡضَرِيۡنَ ۝ ﴾ ''سو بھلا وہ شخص جسے ہم نے انتہائی اچھا وعدہ دیا، پس وہ اسے ملنے والا ہے (تو کیا وہ) اس شخص کا سا ہے جسے ہم نے دنیاوی زندگی کے فائدے سے بہرہ مند کیا، پھر قیامت کے روز وہ (ہمارے روبرو) حاضر کیے جانے والوں میں سے ہو۔'' یعنی جو شخص مومن ہو اور اللہ تعالیٰ نے اعمال صالحہ پر جس ثواب کا وعدہ فرمایا ہے وہ اس کی تصدیق کرنے والا ہو کہ اسے یقیناً وہ اجر و ثواب مل کر رہے گا کیا وہ اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو کافر اور اللہ تعالیٰ کی ملاقات اور اس کے وعدے اور وعید کی تکذیب کرنے والا ہو اور وہ دنیاوی زندگی میں بس چند روز تک فائدہ اٹھانے والا ہو؟ ﴿ ثُمَّ هُوَ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ مِنَ الۡمُحۡضَرِيۡنَ ۝ ﴾ ''پھر وہ قیامت کے روز (ہمارے روبرو) حاضر کیے جانے والوں میں سے ہو۔''

① صحیح مسلم، کتاب و باب المساجد و مواضع الصلاۃ، حدیث: 521 عن جابر بن عبداللہ ؓ، صحیح بخاری میں یہ الفاظ ہمیں نہیں ملے، البتہ حافظ ابن کثیر کے ذکر کردہ الفاظ من و عن مسند أحمد: 304/3 میں ہیں۔ ② مسند البزار، مسند المستورد بن شداد الفهری: 387/8، حدیث: 3460 جبکہ پہلی قوسین والا لفظ صحیح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة، حدیث: 2858 اور دوسری قوسین والے الفاظ جامع الترمذی، الزهد، باب منه، حدیث: [ما الدنيا في الآخرة.........]، حدیث: 2323 عن المستورد بن شداد ؓ میں ہیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿62﴾ قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ

اور جس دن اللہ انھیں پکارے گا، پھر وہ کہے گا: میرے وہ شریک کہاں ہیں جنھیں تم میرا شریک سمجھتے تھے؟﴿62﴾ وہ لوگ جن پر حکم (عذاب) ثابت ہو چکا،

الْقَوْلُ رَبَّنَا هَٰؤُلَآءِ الَّذِينَ أَغْوَيْنَا أَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا غَوَيْنَا تَبَرَّأْنَآ إِلَيْكَ مَا كَانُوٓا

کہیں گے: اے ہمارے رب! یہی وہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے گمراہ کیا، ہم نے انھیں ایسے گمراہ کیا جیسے ہم (خود) گمراہ ہوئے تھے، ہم تیرے سامنے

إِيَّانَا يَعْبُدُونَ ﴿63﴾ وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ

اظہارِ براءت کرتے ہیں کہ وہ ہماری عبادت کیا ہی نہیں کرتے تھے﴿63﴾ اور (ان سے) کہا جائے گا: تم اپنے شریکوں کو بلاؤ، چنانچہ وہ انھیں پکاریں گے تو وہ

لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ﴿64﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ مَاذَآ أَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِينَ ﴿65﴾ فَعَمِيَتْ

انھیں جواب نہیں دیں گے، اور وہ (سب) عذاب دیکھ لیں گے، کاش! وہ ہدایت پر چلتے ہوتے﴿64﴾ اور جس دن اللہ انھیں پکارے گا، تو وہ کہے گا: تم نے

عَلَيْهِمُ الْأَنۢبَآءُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿66﴾ فَأَمَّا مَن تَابَ وَءَامَنَ وَعَمِلَ صَٰلِحًا فَعَسَىٰٓ

رسولوں کو کیا جواب دیا تھا؟﴿65﴾ پھر اس دن ان پر خبریں پیچیدہ ہو جائیں گی، اور وہ ایک دوسرے سے سوال تک نہ کر سکیں گے﴿66﴾ البتہ جس نے توبہ کی اور

أَن يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿67﴾

ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے، تو امید ہے کہ وہ فلاح پانے والوں میں سے ہوگا﴿67﴾

امام مجاہد اور قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ قیامت کے روز عذاب دیے جائیں گے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت رسول اللہ ﷺ اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے، دوسرے قول کے مطابق یہ حضرت حمزہ و علی رضی اللہ عنہما اور ابوجہل کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور یہ دونوں قول امام مجاہد سے مروی ہیں۔[1] لیکن بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت عام ہے اور یہ اسی طرح ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس مومن کے بارے میں فرمایا ہے جو جنت کے بلند و بالا درجات میں ہوگا اور وہ دنیا کے اپنے ایک ساتھی کو دیکھے گا کہ وہ جہنم کے نچلے طبقوں میں ہوگا۔ وہ مومن کہے گا: ﴿وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنتُ مِنَ الْمُحْضَرِينَ﴾ (الصّٰفّٰت 57:37) ''اور اگر میرے پروردگار کی مہربانی نہ ہوتی تو میں بھی ان میں سے ہوتا جو (عذاب میں) حاضر کیے گئے ہیں۔'' اور فرمایا: ﴿وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ إِنَّهُمْ لَمُحْضَرُونَ﴾ (الصّٰفّٰت 158:37) ''اور البتہ تحقیق جنات جانتے ہیں کہ وہ ضرور اللہ کے سامنے حاضر کیے جائیں گے۔''

تفسیر آیات:62-67

مشرکین اور ان کے شرکاء کا ایک دوسرے سے اظہار براءت: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ کافروں اور مشرکوں کو روز قیامت ڈانٹ پلاتے ہوئے فرمائے گا: ﴿أَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِينَ كُنتُمْ تَزْعُمُونَ﴾ ''میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کو تم (شریک) گمان کرتے تھے؟'' یعنی وہ اصنام و انداد اور وہ معبودان باطلہ کہاں ہیں جن کی تم دنیا میں پوجا کیا کرتے تھے؟ کیا وہ تمھاری مدد کر سکتے ہیں یا خود بدلہ لے سکتے ہیں؟ یہ بات ڈانٹ ڈپٹ اور سرزنش کے طور پر ہوگی جیسا کہ فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا

[1] تفسیر الطبری: 120,119/20.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿فُرَادٰی كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ ۚ وَمَا نَرٰی مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِیْكُمْ شُرَكٰٓؤُا ؕ لَقَدْ تَّقَطَّعَ بَیْنَكُمْ وَ ضَلَّ عَنْكُمْ مَّا كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ۝﴾ (الأنعام 94:6) ''اور جس طرح ہم نے تمھیں پہلی دفعہ پیدا کیا تھا، ایسے ہی آج اکیلے اکیلے ہمارے پاس آئے اور جو (مال ومتاع) ہم نے تمھیں عطا فرمایا تھا، وہ سب تم اپنی پیٹھوں پیچھے چھوڑ آئے اور ہم تمھارے ساتھ تمھارے سفارشیوں کو نہیں دیکھتے جن کے بارے میں تم دعویٰ کرتے تھے کہ بے شک وہ تمھارے (معاملات میں) شریک ہیں (آج) یقیناً تمھارے آپس کے سب تعلقات منقطع ہوگئے اور وہ تم سے گم ہوگئے جن کے بارے میں تم گمان کیا کرتے تھے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قَالَ الَّذِیْنَ حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ﴾ ''تو جن لوگوں پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو چکا ہوگا وہ کہیں گے۔'' یعنی شیاطین، سرکش لوگ اور کفر کے داعی۔ ﴿رَبَّنَا هٰۤؤُلَآءِ الَّذِیْنَ اَغْوَیْنَا ۚ اَغْوَیْنٰهُمْ كَمَا غَوَیْنَا ۚ تَبَرَّاْنَاۤ اِلَیْكَ ؗ مَا كَانُوْۤا اِیَّانَا یَعْبُدُوْنَ ۝63﴾ ''اے ہمارے پروردگار! یہ وہ لوگ ہیں جنھیں ہم نے گمراہ کیا تھا اور جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے تھے اسی طرح انھیں بھی گمراہ کیا تھا (اب) ہم تیرے سامنے ان سے اظہار براءت کرتے ہیں، یہ صرف ہمیں نہیں پوجتے تھے۔'' وہ ان کے خلاف گواہی دیں گے کہ انھوں نے انھیں گمراہ کیا تھا اور انھوں نے ان کی پیروی کی تھی، پھر وہ ان کی پوجا سے بیزاری کا اظہار کر دیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّیَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ۙ كَلَّا ؕ سَیَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَ یَكُوْنُوْنَ عَلَیْهِمْ ضِدًّا ۝﴾ (مریم 82,81:19) ''اور ان لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لیے ہیں تا کہ وہ ان کے لیے مددگار رہوں، ہرگز نہیں وہ (معبودانِ باطلہ) عنقریب ان کی پرستش سے انکار کریں گے اور ان کے دشمن (مخالف) ہوں گے۔'' اور فرمایا: ﴿وَ مَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَ هُمْ عَنْ دُعَآىِٕهِمْ غٰفِلُوْنَ ۝ وَ اِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ ۝﴾ (الأحقاف 6,5:46) ''اور اس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہوسکتا ہے جو اللہ کے سوا انھیں پکارے جو قیامت کے دن تک اس کی دعا قبول نہیں کریں گے اور وہ ان کے پکارنے سے بالکل بے خبر ہیں۔ اور جب لوگ جمع کیے جائیں گے تو وہ ان کے دشمن ہوں گے اور ان کی پرستش سے انکار کریں گے۔''

حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا: ﴿اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ بَیْنِكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ ثُمَّ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ یَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ یَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا ؗ وَّ مَاْوٰىكُمُ النَّارُ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِیْنَ ۝ۗ﴾ (العنکبوت 25:29) ''تم نے اللہ کے سوا دنیاوی زندگی میں باہم دوستی کی وجہ سے بتوں کو (معبود) ٹھہرا لیا، پھر قیامت کے دن تمھارا بعض، بعض کا انکار کرے گا اور تمھارا بعض، بعض پر لعنت کرے گا اور تمھارا ٹھکانا دوزخ ہوگا اور تمھارے لیے کوئی مددگار نہ ہوگا۔'' اور فرمایا: ﴿اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِیْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا وَ رَاَوُا الْعَذَابَ وَ تَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ۝ وَ قَالَ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ یُرِیْهِمُ اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَیْهِمْ ؕ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ ۝﴾ (البقرة 167,166:2) ''اس دن (کفر کے) پیشوا اپنے پیروؤں سے بیزار ہو جائیں گے اور

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

(دونوں) عذاب (الٰہی) دیکھ لیں گے اور ان کے (آپس کے) تعلقات منقطع ہو جائیں گے، (یہ حالت دیکھ کر) پیروی کرنے والے (حسرت سے) کہیں گے کہ اے کاش! ہمارے لیے ایک بار واپسی ہوتا کہ جس طرح یہ ہم سے بیزار ہو رہے ہیں اسی طرح ہم بھی ان سے بیزار ہو جائیں، اسی طرح اللہ ان کے اعمال ان پر حسرت بنا کر دکھائے گا اور وہ آتش (دوزخ) سے نکل نہیں سکیں گے۔''

اور اسی لیے فرمایا: ﴿ وَقِيۡلَ ادۡعُوۡا شُرَكَآءَكُمۡ ﴾ ''اور کہا جائے گا کہ اپنے شریکوں کو بلاؤ۔'' تا کہ وہ تمھیں اس مشکل سے بچائیں جس میں تم مبتلا ہو جیسا کہ تم نے دنیا میں ان سے یہ امید قائم کر رکھی تھی۔ ﴿ فَدَعَوۡهُمۡ فَلَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهُمۡ وَرَاَوُا الۡعَذَابَ ۚ ﴾ ''تو وہ انھیں پکاریں گے اور وہ ان کو جواب نہ دے سکیں گے اور (جب) عذاب کو دیکھ لیں گے۔'' اور انھیں یقین ہو جائے گا کہ وہ بہر حال جہنم رسید ہونے والے ہیں ﴿ لَوۡ اَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَهۡتَدُوۡنَ ﴿۶۴﴾ ﴾ ''(تو تمنا کریں گے کہ) کاش! وہ ہدایت پر چلتے ہوتے۔'' یعنی جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو اس خواہش کا اظہار کریں گے کہ اے کاش! وہ دنیا میں ہدایت یافتہ ہوتے جیسا کہ فرمایا: ﴿ وَيَوۡمَ يَقُوۡلُ نَادُوۡا شُرَكَآءِيَ الَّذِيۡنَ زَعَمۡتُمۡ فَدَعَوۡهُمۡ فَلَمۡ يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهُمۡ وَجَعَلۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَّوۡبِقًا ۝ وَرَاَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ النَّارَ فَظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ مُّوَاقِعُوۡهَا وَلَمۡ يَجِدُوۡا عَنۡهَا مَصۡرِفًا ۝ ﴾ (الکہف 18:52,53)

''اور جس دن اللہ فرمائے گا کہ (اب) میرے شریکوں کو جن کی نسبت تم گمان (الوہیّت) رکھتے تھے بلاؤ تو وہ ان کو بلائیں گے مگر وہ ان کو کچھ جواب نہ دیں گے اور ہم ان کے بیچ میں ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے۔ اور گناہ گار لوگ دوزخ کو دیکھیں گے تو یقین کر لیں گے کہ وہ اس میں پڑنے والے ہیں اور اس سے پھرنے کی کوئی جگہ نہ پائیں گے۔''

قیامت کے دن رسولوں کے بارے میں ان کا موقف: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَيَوۡمَ يُنَادِيۡهِمۡ فَيَقُوۡلُ مَاذَاۤ اَجَبۡتُمُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۶۵﴾ ﴾ ''اور جس روز وہ (اللہ) انھیں پکارے گا اور کہے گا کہ تم نے پیغمبروں کو کیا جواب دیا۔'' پہلی پکار توحید کے سوال کے بارے میں ہوگی اور اس میں نبوتوں کا اثبات بھی ہے کہ جنھیں تمھاری طرف رسول بنا کر بھیجا گیا تھا تم نے انھیں کیا جواب دیا، ان کے ساتھ تمھارا معاملہ کیسا تھا۔ جیسا کہ بندے سے قبر میں پوچھا جاتا ہے کہ تیرا رب کون ہے۔ تیرا نبی کون ہے۔ تیرا دین کیا ہے۔ مومن گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور کافر کہے گا: مجھے معلوم نہیں۔[1]

قیامت کے دن بھی اس کے پاس خاموشی اختیار کرنے کے سوا کوئی جواب نہ ہوگا کیونکہ جس شخص نے ان حقائق سے دنیا میں آنکھیں بند کر لیں، وہ آخرت میں اندھا بھی ہوگا اور رستے سے زیادہ بھٹکا ہوا بھی، اسی لیے فرمایا: ﴿ فَعَمِيَتۡ عَلَيۡهِمُ الۡاَنۡۢبَآءُ يَوۡمَئِذٍ فَهُمۡ لَا يَتَسَآءَلُوۡنَ ﴿۶۶﴾ ﴾ ''تو اس روز ان پر خبریں تاریک ہو جائیں گی، سو وہ آپس میں کچھ بھی پوچھ نہ سکیں گے۔'' مجاہد کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ دلائل و براہین ان سے مخفی رہ جائیں گے اور وہ انساب کے بارے میں بھی کوئی پوچھ گچھ نہ کر سکیں گے۔[2] ﴿ فَاَمَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ﴾ ''لیکن جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور نیک عمل

---

[1] سنن أبي داود، السنة، باب المسألة في القبر وعذاب القبر، حديث: 4753 عن البراء بن عازب رضي الله عنه. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 3000/9 و تفسير الطبري: 121/20.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى

اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) منتخب کر لیتا ہے۔ ان (لوگوں) کے لیے کوئی اختیار نہیں، اللہ پاک ہے اور ان سے کہیں

عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿68﴾ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿69﴾ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ

اعلیٰ ہے جنھیں وہ شریک ٹھہراتے ہیں ﴿68﴾ اور آپ کا رب جانتا ہے جو کچھ ان کے سینے چھپاتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں ﴿69﴾ اور وہی اللہ ہے،

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ز وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿70﴾

اس کے سوا کوئی معبود نہیں، دنیا اور آخرت میں تمام حمد اسی کے لیے ہے، اور حاکمیت وفرمانروائی بھی اسی کی ہے، اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ﴿70﴾

کیا۔'' یعنی دنیا میں، ﴿فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿67﴾﴾ ''تو ہو سکتا ہے کہ وہ فلاح پانے والوں میں سے ہو جائے۔'' یعنی قیامت کے دن۔ اللہ تعالیٰ جب عسٰی کا لفظ استعمال فرمائیں تو وہ یقین ہی کے معنی میں ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ لوگ یقیناً فلاح پا جائیں گے۔

تفسیر آیات: 68-70

خلق، علم اور اختیارات میں اللہ تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ خلق اور اختیار اسی کی ذات پاک کے ساتھ خاص ہے، اس میں نہ کوئی اس سے تنازعہ کر سکتا ہے اور نہ اس کے فیصلوں کو بدل سکتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ﴾ ''اور آپ کا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) برگزیدہ کر لیتا ہے۔'' پس جو وہ چاہتا ہے ہو جاتا ہے اور جو نہیں چاہتا وہ نہیں ہوتا، اچھے اور برے تمام امور اسی کے ہاتھ میں ہیں اور ان سب کا مرجع اسی کی طرف ہے۔ ﴿مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ﴾ ''ان کے لیے کوئی اختیار نہیں ہے۔'' صحیح قول کے مطابق ﴿مَا﴾ نفی کے لیے ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ﴾ (الأحزاب 36:33) ''اور کبھی بھی نہ کسی مومن مرد کا حق ہے اور نہ کسی مومن عورت کا کہ جب اللہ اور اس کا رسول کسی کام کا فیصلہ کر دیں کہ ان کے لیے ان کے معاملے میں اختیار ہو۔'' پھر فرمایا: ﴿وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ﴿69﴾﴾ ''اور ان کے سینے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو یہ ظاہر کرتے ہیں آپ کا پروردگار اسے جانتا ہے۔'' یعنی آپ کا رب سینوں کی مخفی باتوں، ان کے بھیدوں اور اسرار کو جانتا ہے جیسا کہ وہ تمام مخلوقات کے ظاہری حالات سے آگاہ ہے، ﴿سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۭ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ○﴾ (الرعد 10:13) ''کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر کہے یا جو شخص رات کو چھپنے والا ہو اور دن (کی روشنی) میں (کھلم کھلا) چلے پھرے (اس کے نزدیک) برابر ہے۔''

ارشاد ربانی ہے: ﴿وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ﴾ ''اور وہی اللہ ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔'' وہ الوہیت میں منفرد ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور نہ اس کے سوا کوئی رب ہے کہ جسے چاہے پیدا کرے اور جسے چاہے برگزیدہ کرے۔ ﴿لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ز﴾ ''دنیا اور آخرت میں سب تعریف اسی کے لیے ہے۔'' یعنی وہ جو کچھ بھی کرتا ہے اس میں وہ اپنے عدل و حکمت کے ساتھ قابل ستائش ہے، ﴿وَلَهُ الْحُكْمُ﴾ ''اور اسی کا حکم ہے'' کہ اس کے تسلط، غلبے، حکمت

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

(اے نبی!) کہہ دیجیے: دیکھو تو! اگر اللہ تم پر قیامت تک ہمیشہ کے لیے رات ہی (طاری) کردے تو اللہ کے سوا کون الٰہ ہے جو

يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ط اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ⑪ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى

تمھیں روشنی (دن) لادے؟ کیا پھر تم سنتے نہیں؟ ⑪ کہہ دیجیے: دیکھو تو! اگر اللہ تم پر قیامت تک ہمیشہ کے لیے دن ہی (طاری)

يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ⑫ وَمِنْ

کردے تو اللہ کے سوا کون الٰہ ہے جو تمھیں رات لادے کہ تم اس میں آرام کرسکو؟ کیا پھر تم دیکھتے نہیں؟ ⑫ اور اس نے اپنی

رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ

رحمت ہی سے تمھارے لیے رات اور دن بنائے تاکہ تم اس (رات) میں آرام کرو، اور تاکہ تم (دن میں) اس کا فضل تلاش کرو،

تَشْكُرُوْنَ ⑬

اور شاید کہ تم شکر کرو ⑬

اور رحمت کی وجہ سے اسے ٹالا نہیں جاسکتا۔ ﴿ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑩ ﴾ ”اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔“ یعنی تم سب کے سب قیامت کے دن اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور وہ ہر عمل کرنے والے کو اس کے اچھے یا برے عمل کے مطابق جزا یا سزا دے گا اور تمام اعمال میں سے کوئی چیز بھی اس سے مخفی نہ رہے گی۔

تفسیر آیات: 71-73

رات اور دن اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اور اس کی توحید کے دلائل ہیں: اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر احسان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس نے رات اور دن کو ان کے لیے مسخر فرمادیا ہے کہ ان کے بغیر ان کے لیے چارۂ کار نہیں ہے، نیز اس نے بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ رات کو قیامت کے دن تک دائمی اور سرمدی بنا دیتا تو یہ بات ان کے لیے نقصان دہ ہوتی اور وہ اس سے اکتا جاتے، اسی لیے فرمایا: ﴿ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ط ﴾ ”تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھیں روشنی لادے؟“ جس میں تم دیکھ سکو اور جس کے سبب تم زندگی سے مانوس ہو جاؤ، ﴿ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ⑪ ﴾ ”تو کیا تم سنتے نہیں؟“ پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اگر وہ قیامت تک دن کو سرمدی اور دائمی بنا دیتا تو اس سے بھی انھیں نقصان پہنچتا، ان کے جسم تھک جاتے اور حرکات اور اشغال کی کثرت کی وجہ سے اکتا جاتے، اسی لیے فرمایا: ﴿ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ط ﴾ ”تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تمھیں رات لادے جس میں تم آرام کرو۔“ حرکات وسکنات اور کام کاج چھوڑ کر آرام کرو، ﴿ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ⑫ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴾ ”تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ اور اس نے اپنی رحمت سے تمھارے لیے رات اور دن کو بنایا۔“ یعنی اس نے رات کو بھی پیدا فرمایا ہے اور دن کو بھی، ﴿ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ ﴾ ”تاکہ تم اس میں آرام کرو۔“ یعنی رات میں۔ ﴿ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ﴾ ”اور (اس میں) اس کا فضل تلاش کرو۔“ یعنی دن میں سفر کرکے، ایک سے دوسری جگہ آجا کر اور حرکات وسکنات اور کام کاج کے ذریعے سے اس کا فضل تلاش کرو، یہاں لف ونشر کو ملحوظ رکھا گیا

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿74﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ

اور جس دن اللہ انھیں پکارے گا، پھر وہ کہے گا: کہاں ہیں میرے وہ شریک جنھیں تم (میرا شریک) سمجھتے تھے؟﴿74﴾ اور ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکالیں

اُمَّةٍ شَهِيْدًا فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

گے، پھر ہم کہیں گے: تم (میرے ساتھ شرک کرنے پر) اپنی دلیل لاؤ، پھر وہ جان لیں گے کہ بے شک سچی بات اللہ ہی کی ہے، اور ان سے گم ہو جائے گا جو

7 ع 15 10 يَفْتَرُوْنَ ﴿75﴾ ع

کچھ وہ جھوٹ گھڑتے تھے﴿75﴾

اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ

بے شک قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا، پھر اس نے ان پر ظلم کیا، اور ہم نے اسے اس قدر خزانے دیے تھے کہ بلاشبہ اس کی

مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ

چابیاں ایک طاقتور (مردوں کی) جماعت پر بھاری ہوتی تھیں، (یاد کرو) جب اس کی قوم نے اس سے کہا: تو اترا مت، بے شک

لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿76﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ

اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا﴿76﴾ اور جو کچھ اللہ نے تجھے دیا ہے، تو اس سے آخرت کا گھر تلاش کر، اور تو دنیا میں بھی اپنا

مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ

حصہ مت بھول، اور تو (لوگوں سے) ایسے احسان کر جیسے اللہ نے تجھ پر احسان کیا ہے، اور تو زمین میں فساد نہ کر، بے شک

اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿77﴾

اللہ فسادیوں کو پسند نہیں کرتا﴿77﴾

ہے۔ ﴿وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿73﴾﴾ ''اور تاکہ تم شکر کرو۔'' یعنی رات دن میں مختلف قسم کی عبادتوں کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔ اگر کوئی شخص رات کو آرام نہ کر سکے تو وہ دن کو آرام کر کے اس کی تلافی کر سکتا ہے اور اگر کوئی دن کو کام نہ کر سکے تو وہ رات کو کام کر کے اسے مکمل کر سکتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا: ﴿وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ۝﴾ (الفرقان 62:25) ''اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والے بنایا (یہ باتیں) اس شخص کے لیے جو نصیحت حاصل کرنا چاہے یا وہ شکر گزاری کا ارادہ کرے۔'' اس مفہوم کی اور بھی بہت سی آیات ہیں۔

تفسیر آیات: 75,74

مشرکین کو زجر و توبیخ: یہ زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے طور پر ان لوگوں کے لیے دوسری پکار ہوگی جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبودوں کی پوجا کرتے تھے، اللہ تبارک و تعالیٰ قیامت کے دن انھیں تمام مخلوقات کے سامنے پکار کر فرمائے گا: ﴿اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿74﴾﴾ ''میرے وہ شریک کہاں ہیں جنھیں تم (شریک) گمان کرتے تھے؟'' یعنی جنھیں تم نے دنیا میں میرا شریک بنا رکھا تھا آج وہ کہاں ہیں؟ ﴿وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا﴾ ''اور ہم ہر ایک امت میں سے گواہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نکال لیں گے۔" امام مجاہد فرماتے ہیں کہ یہاں گواہ کا لفظ رسول کے معنٰی میں استعمال ہوا ہے۔[1] ﴿ فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ ﴾ "پھر ہم کہیں گے: تم اپنی دلیل لاؤ۔" اپنے اس دعوے کی تائید میں کہ اللہ تعالیٰ کے شریک بھی ہیں۔ ﴿ فَعَلِمُوٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ ﴾ "تو وہ جان لیں گے کہ سچی بات اللہ ہی کی ہے" کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں، ان کا یہ جواب کسی جبر و اکراہ کا نتیجہ نہیں ہوگا۔ ﴿ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝﴾ "اور جو کچھ وہ جھوٹ باندھتے تھے ان سے گم ہو جائے گا۔" یعنی ان کا کذب و افترا اس دن ختم ہو جائے گا اور وہ ان کے کسی کام نہ آسکے گا۔

تفسیر آیات: 77,76

قارون کا ذکر اور قوم کی اسے نصیحت: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ اِنَّ قَارُوْنَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى ﴾ "بلاشبہ قارون موسیٰ کی قوم میں سے تھا۔" تو یہ قارون موسیٰ کے چچا کا بیٹا تھا۔[2] ابراہیم نخعی، عبداللہ بن حارث بن نوفل، سماک بن حرب، قتادہ، مالک بن دینار، ابن جریج اور دیگر ائمہ تفسیر رحمہم اللہ نے بھی یہی فرمایا ہے کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کے چچا کا بیٹا تھا۔[3] ابن جریج کہتے ہیں کہ اس کا سلسلہ نسب یہ تھا: قارون بن یَصہر بن قاہث۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا سلسلہ نسب یہ ہے: موسیٰ بن عمران بن قاہث۔[4] اور فرمایا: ﴿ وَاٰتَيْنٰهُ مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ اُولِي الْقُوَّةِ ﴾ "اور ہم نے اس کو خزانوں سے اس قدر دیا تھا کہ ان کی کنجیاں ایک طاقتور جماعت پر (اٹھانی) مشکل ہوتیں۔" یعنی کنجیاں اس قدر کثیر تعداد میں تھیں کہ وہ ایک طاقتور جماعت کو بھی اٹھانی مشکل تھیں۔ اعمش نے خیثمہ سے روایت کیا ہے کہ قارون کے خزانوں کی کنجیاں چمڑے کی بنی ہوئی تھیں، ہر کنجی ایک انگلی کے برابر ہوتی تھی اور ہر خزانے کی کنجی الگ الگ ہوتی تھی، جب وہ سوار ہو کر باہر نکلتا تو اس کی یہ کنجیاں ساٹھ سفید رنگ کے خچروں پر لاد دی جاتی تھیں۔[5] اس کے علاوہ اور بھی کئی کچھ کہا گیا ہے۔ وَاللّٰهُ أَعْلَمُ.

﴿ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝﴾ "جب اس کی قوم نے اسے کہا کہ اترائیے مت کیونکہ اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔" یعنی اس کی قوم کے نیک لوگوں نے اسے وعظ و نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اپنے اس مال و دولت پر فخر اور غرور نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ فخر و غرور کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ﴿ الْفَرِحِيْنَ ۝﴾ کے معنٰی اکڑنے والے ہیں۔[6] مجاہد فرماتے ہیں کہ اس سے مراد فخر و غرور کرنے والے وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں پر اس کا شکر ادا نہیں کرتے۔[7]

اور فرمایا: ﴿ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا ﴾ "اور جو تجھے اللہ نے عطا فرمایا ہے، اس میں سے آخرت کا گھر تلاش کر اور دنیا سے اپنا حصہ مت بھول۔" یعنی اللہ تعالیٰ نے تمھیں یہ جو بے حساب مال

---

[1] تفسير الطبري: 127/20. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 3005/9. [3] تفسير ابن أبي حاتم: 3005/9 وتفسير الطبري: 129/20. [4] تفسير الطبري: 128/20. [5] تفسير الطبري: 130/20. [6] تفسير الطبري: 135/20. [7] تفسير الطبري: 135/20.

"محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ ؕ اَوَلَمْ یَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ

قارون نے کہا: مجھے تو یہ (مال) محض اس علم کی بنا پر دیا گیا ہے جو میرے پاس ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا تھا کہ بے شک اللہ نے اس سے

مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ وَلَا یُسْـَٔلُ عَنْ ذُنُوْبِهِمُ

پہلے ایسے بہت سے لوگ ہلاک کر دیے تھے جو قوت میں اس سے زیادہ تھے اور لاؤ لشکر میں بڑھ کر تھے، اور مجرموں سے ان کے

الْمُجْرِمُوْنَ ﴿78﴾

گناہوں کے بارے میں نہیں پوچھا جاتا﴿78﴾

اور عظیم الشان نعمتیں عطا فرمائی ہیں، انھیں اپنے رب کی اطاعت اور اس کے تقرب کے حصول کے لیے خرچ کر اور مختلف قسم کے اچھے اچھے کام سرانجام دے تا کہ تجھے دنیا و آخرت کا ثواب مل سکے، ﴿ وَلَا تَنْسَ نَصِیْبَكَ مِنَ الدُّنْیَا ﴾ ''اور دنیا سے اپنا حصہ مت بھول۔'' یعنی اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے، لباس، رہائش اور شادی بیاہ کے جن کاموں کو جائز قرار دیا، انھیں ضرور اختیار کیجیے کیونکہ تمھارے رب کا بھی تم پر حق ہے، تمھارے نفس کا بھی تم پر حق ہے، تمھاری بیوی اور بچوں کا بھی تم پر حق ہے، تمھارے مہمانوں کا بھی تم پر حق ہے، پس ہر حق دار کو اس کا حق ادا کریں۔

﴿ وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَیْكَ ﴾ ''اور احسان کر جس طرح اللہ نے تیرے ساتھ احسان کیا۔'' یعنی جیسے اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان فرمایا ہے تم بھی اس کی مخلوق سے احسان کرو، تمھارا مقصود و مطلوب اس مال و دولت کے ساتھ زمین میں فساد برپا کرنا اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے برا سلوک کرنا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ ﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُفْسِدِیْنَ ﴿77﴾ ﴾ ''بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔''

تفسیر آیت: 78

متکبر و مغرور قارون: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جب قارون کو اس کی قوم نے یہ نصیحت کی اور نیکی کی طرف اسے توجہ دلائی تو اس نے جواب دیتے ہوئے کہا: ﴿ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ عِنْدِیْ ؕ ﴾ ''اس نے کہا: یقیناً میں وہ (مال) اس علم کی بنیاد پر دیا گیا ہوں جو میرے پاس ہے۔'' یعنی مجھے تمھاری ان باتوں کی ضرورت نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ مال اس لیے دیا ہے کہ اسے معلوم ہے کہ میں اس کا مستحق ہوں اور اسے مجھ سے محبت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ۡ ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا ۙ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِیْتُهٗ عَلٰی عِلْمٍ ؕ ﴾ (الزمر 49:39) ''پس جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ ہمیں پکارتا ہے، پھر جب ہم اسے اپنی طرف سے مہربانی کرتے ہوئے نعمت بخشتے ہیں تو کہتا ہے: یہ تو مجھے (میرے) علم (و دانش) کی بدولت دی گئی ہے۔'' اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ یہ نعمت مجھے اس لیے ملی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ میں اس کا مستحق ہوں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿ وَلَىِٕنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَیَقُوْلَنَّ هٰذَا لِیْ ۙ ﴾ (حٰمٓ السجدة 50:41) ''اور اگر ہم اسے اس تکلیف کے بعد جو اسے پہنچی ہے اپنی رحمت (کا مزہ) چکھائیں تو کہتا ہے کہ یہ تو میرا (حق) ہے۔'' یعنی میں اس کا مستحق تھا۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ فِيْ زِيْنَتِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ

پھر وہ اپنے پورے کرّ وفر کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا (تو) جو لوگ دنیاوی زندگی چاہتے تھے، کہنے لگے: کاش! ہمارے لیے بھی اس کے مثل ہوتا جو

مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿79﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ ثَوَابُ

قارون کو دیا گیا ہے، بلاشبہ وہ بڑے نصیبے والا ہے ﴿79﴾ اور جن لوگوں کو علم دیا گیا تھا، انھوں نے کہا: افسوس تم پر! اس شخص کے لیے اللہ کا ثواب بہت بہتر

اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿80﴾

ہے جو ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے، اور یہ بات صبر کرنے والوں ہی کو سکھائی جاتی ہے ﴿80﴾

امام عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم نے ﴿قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ ؕ﴾ کی بہت خوب تفسیر بیان کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھ سے راضی نہ ہوتا اور اسے میری فضیلت معلوم نہ ہوتی تو وہ مجھے یہ مال عطا نہ فرماتا اور پھر انھوں نے یہ الفاظ پڑھے: ﴿اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّ اَكْثَرُ جَمْعًا ؕ﴾ ”کیا اسے معلوم نہیں کہ اللہ نے اس سے پہلے کئی امتوں سے جو اس سے قوت میں بڑھ کر اور جمعیت میں بیشتر تھیں ہلاک کر ڈالیں۔“[1] کم علم لوگ جب کسی ایسے شخص کو دیکھتے ہیں جسے اللہ تعالیٰ نے مال و دولت کی فراوانی عطا فرما دی ہو تو وہ اسی طرح کہا کرتے ہیں کہ اگر یہ شخص مستحق نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے یہ مال عطا نہ فرماتا۔

تفسیر آیات: 80,79

قارون کا ٹھاٹھ کے ساتھ نکلنا اور قوم کی خواہش: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ایک دن قارون بڑی آرائش و زیبائش اور بڑے ٹھاٹھ کے ساتھ نکلا، اس نے اور اس کے خدم و حشم نے بہت فاخرانہ لباس پہن رکھے تھے اور وہ بہت اعلیٰ سواریوں پر سوار تھے، اسے جب دنیا کے طلب گاروں اور دنیوی جاہ و حشمت کے چاہنے والوں نے دیکھا تو وہ اس خواہش کا اظہار کرنے لگے کہ اے کاش! انھیں یہ دنیوی مال و دولت نصیب ہو جو قارون کو ملی ہے، وہ کہنے لگے: ﴿يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿79﴾﴾ ”اے کاش! ہمارے لیے اس جیسا ہوتا جو قارون کو دیا گیا ہے وہ تو بڑا ہی صاحب نصیب ہے۔“ یعنی اسے دنیوی مال سے بہت وافر حصہ ملا ہوا ہے، جب اہل علم نے ان لوگوں کی بات کو سنا تو انھوں نے کہا: ﴿وَيْلَكُمْ ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ﴾ ”تم پر افسوس! اللہ کا ثواب اس شخص کے لیے کہیں بہتر ہے جو ایمان لایا اور اس نے اچھا عمل کیا۔“ یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مومن اور صالح بندوں کو آخرت میں جو جزا عطا فرمائے گا وہ اس مال و دولت سے کہیں بہتر ہوگی جسے تم دیکھ رہے ہو جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: [أَعْدَدْتُ لِعِبَادِيَ الصَّالِحِينَ مَا لَا عَيْنٌ رَأَتْ وَلَا أُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰى قَلْبِ بَشَرٍ، فَاقْرَؤُوا إِنْ شِئْتُمْ] ”میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ تیار کیا ہے جسے کسی آنکھ نے دیکھا نہیں کسی کان نے سنا نہیں اور نہ ہی کسی انسان کے دل

[1] تفسیر الطبری: 138/20.

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

فَخَسَفْنَا بِهٖ وَ بِدَارِهِ الْاَرْضَ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ

چنانچہ ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا، پھر اس کے لیے (اس کے حامیوں کی) کوئی ایسی جماعت نہ تھی جو اللہ کے مقابلے میں اس کی مدد

اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿81﴾ وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ

کرتی اور نہ وہ بدلہ لینے والوں میں تھا﴿81﴾ اور جنھوں نے کل اس کے مقام و مرتبہ کی تمنا کی تھی، وہ (صبح اٹھ کر) کہنے لگے: ہائے شامت! اللہ اپنے بندوں

وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ

میں سے جس کے لیے چاہے رزق کشادہ کرتا ہے اور (جس کے لیے چاہے) تنگ کرتا ہے، اگر اللہ نے ہم پر احسان نہ کیا ہوتا تو یقیناً وہ ہمیں بھی دھنسا دیتا،

8 ع 7 11 عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿82﴾ ع

ہائے شامت! کافر فلاح نہیں پاتے﴿82﴾

میں اس کا کوئی تصور آ سکتا ہے اگر چاہو تو یہ آیت پڑھ لو: ﴿ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ ﴾ (السجدة 17:32) ''پس کوئی نفس نہیں جانتا کہ اس کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک میں سے کیا کچھ چھپا کر رکھا گیا ہے، اس عمل کی جزا کے لیے جو وہ کیا کرتے تھے۔''[1] ﴿ وَلَا يُلَقّٰهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿80﴾ ﴾ ''اور وہ صرف صبر کرنے والوں ہی کو ملے گا۔'' سدی نے کہا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جنت صرف صابر لوگوں ہی کو ملے گی، انھوں نے گویا اسے اہل علم ہی کے کلام کا باقی حصہ قرار دیا ہے۔[2] جبکہ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کا مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ ایسی بات صرف وہ لوگ ہی کہہ سکتے ہیں جنھوں نے صبر کو اختیار کرتے ہوئے دنیا کی محبت کو ترک کر دیا ہے اور جو آخرت کے طلب گار رہوں، انھوں نے گویا اسے اہل علم کی بات سے ایک الگ جملہ بتاتے ہوئے اسے اللہ تعالیٰ کا فرمان قرار دیا ہے۔[3]

تفسیر آیات: 82,81

قارون کا اپنے گھر سمیت زمین میں دھنسنا: اللہ تعالیٰ نے جب یہ بیان فرمایا کہ قارون ایک دن بڑے کروفر، بڑے غرور و تکبر اور بڑی شان و شوکت کے ساتھ اپنی قوم کے سامنے نکلا تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرما دیا ہے کہ اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا گیا تھا، صحیح بخاری کی اس حدیث میں ہے جسے سالم نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: [(بَيْنَمَا) رَجُلٌ يَّجُرُّ إِزَارَهُ، خَسَفَ اللّٰهُ بِهِ فَهُوَ يَتَجَلْجَلُ فِي الْأَرْضِ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ''ایک شخص اپنے تہ بند کو گھسیٹتے ہوئے جا رہا تھا کہ اسے اللہ نے زمین میں دھنسا دیا، پس وہ قیامت کے دن تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔''[4] پھر سالم نے اس روایت کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی نبی اکرم ﷺ سے

[1] صحيح البخاري، بدء الخلق، باب ماجاء في صفة الجنة وأنها مخلوقة......، حديث: 3244 وصحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب صفة الجنة، حديث:2824 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ. [2] تفسير ابن أبي حاتم: 3016/9 . [3] تفسير الطبري: 141/20 . [4] صحيح البخاري، اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء، حديث: 5790 وصحيح مسلم، اللباس والزينة، باب تحريم التبختر في المشي......، حديث:(50,49)-2088 عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ جبکہ قوسین والا لفظ صحيح البخاري، أحاديث الأنبياء، باب:54، حديث:3485 میں ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

روایت کیا ہے۔①

اور امام احمد رحمہ اللہ نے ابو سعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [بَيْنَا رَجُلٌ فِيمَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ خَرَجَ فِي بُرْدَيْنِ أَخْضَرَيْنِ، يَخْتَالُ فِيهِمَا، أَمَرَ اللّٰهُ الْأَرْضَ فَأَخَذَتْهُ، وَإِنَّهُ لَيَتَجَلْجَلُ فِيهَا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ] ''تم سے پہلے لوگوں میں ایک شخص دو سبز رنگ کی چادروں میں اتراتا ہوا نکلا تو اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا تو اس نے اسے پکڑ لیا اور بلاشبہ وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔''② اس حدیث کو صرف امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کی سند حسن ہے۔

اور فرمایا: ﴿فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴾ ''پھر اللہ کے سوا کوئی جماعت نہ ہوئی جو اس کی مدد کرتی اور نہ وہ بدلہ لینے والوں میں سے ہوا۔'' یعنی اس کا مال، اس کی جماعت اور اس کے خدم وحشم اس کے کچھ کام نہ آئے اور نہ وہ اس سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دور کر سکے، وہ خود بھی کوئی بدلہ نہ لے سکا، یعنی وہ نہ خود اپنے آپ کو بچا سکا اور نہ کوئی اور اس کے کام آ سکا۔

اس کے دھنسنے سے قوم کا نصیحت حاصل کرنا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ﴾ ''اور وہ لوگ جنھوں نے کل اس کے رتبے کی تمنا کی تھی صبح کہنے لگے۔'' یعنی ان لوگوں نے جنھوں نے اسے ٹھاٹھ باٹھ میں دیکھا تھا اور یہ کہا تھا: ﴿يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَاۤ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴾ ''اے کاش! ہمارے لیے اس جیسا ہوتا جیسے قارون دیا گیا ہے وہ تو بڑا ہی صاحب نصیب ہے۔'' اور جب اسے زمین میں دھنسا دیا گیا تو وہی لوگ کہنے لگے: ﴿وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ﴾ ''ہائے شامت! اللہ ہی تو اپنے بندوں میں جس کے لیے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لیے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔'' یعنی مال اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس صاحب مال سے خوش ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کاملہ اور حجت بالغہ کے تحت کسی کو عطا فرما دیتا ہے اور کسی کو محروم کر دیتا ہے، کسی کے رزق کو تنگ کر دیتا ہے اور کسی کے رزق کو فراخ کر دیتا ہے اور کسی کے رزق کے پلڑے کو جھکا دیتا ہے اور کسی کے پلڑے کو اوپر اٹھا دیتا ہے جیسا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی مرفوع حدیث میں ہے: [إِنَّ اللّٰهَ قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَخْلَاقَكُمْ كَمَا قَسَمَ بَيْنَكُمْ أَرْزَاقَكُمْ، وَإِنَّ اللّٰهَ يُعْطِي الْمَالَ مَنْ يُّحِبُّ وَمَنْ لَّا يُحِبُّ، وَلَا يُعْطِي الْإِيمَانَ إِلَّا مَنْ يُّحِبُّ] ''بے شک اللہ تعالیٰ نے تمھارے اخلاق کو بھی تم میں اسی طرح تقسیم کیا ہے جیسا کہ اس نے تمھارے رزق کو تم میں تقسیم فرما دیا ہے، مال تو اللہ تعالیٰ اسے بھی عطا فرماتا ہے جسے وہ پسند فرماتا ہے اور جسے وہ پسند نہیں فرماتا لیکن ایمان صرف اسی کو عطا فرماتا ہے جسے وہ پسند فرماتا ہے۔''③

① صحيح البخاري، اللباس، باب من جر ثوبه من الخيلاء، حديث: 5790 . ② مسند أحمد: 40/3 . ③ المستدرك للحاكم، الإيمان: 34,33/1، حديث: 95,94 والمعجم الكبير للطبراني من اسمه عبدالله: 203/9، حديث: 8990 والسلسلة الصحيحة: 482/6، حديث: 2714 .

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا ؕ

وہ آخرت کا گھر ہم ان لوگوں کو دیں گے جو زمین میں نہ بڑائی چاہتے ہیں اور نہ فساد، اور (اچھا) انجام تو پرہیزگاروں ہی کے

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿83﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ

لیے ہے ﴿83﴾ جو کوئی نیکی لائے گا تو اس کے لیے اس سے بہت بہتر (بدلہ) ہوگا، اور جو کوئی برائی لائے گا تو برے عمل کرنے

فَلَا يُجْزَى الَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿84﴾

والوں کو وہی بدلہ دیا جائے گا جو وہ عمل کرتے تھے ﴿84﴾

﴿ لَوْ لَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بِنَا ؕ ﴾ ''اگر اللہ ہم پر احسان نہ کرتا تو ہمیں بھی دھنسا دیتا۔'' یعنی اگر اللہ تعالیٰ کا لطف واحسان ہمارے شامل حال نہ ہوتا تو وہ ہمیں بھی زمین میں دھنسا دیتا جس طرح اس نے قارون کو دھنسایا ہے کیونکہ ہم نے بھی اسی کی طرح ہوجانے کی خواہش کا اظہار کیا تھا، ﴿ وَيْكَاَنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿82﴾ ﴾ ''ہائے خرابی! کافر کامیاب نہیں ہوسکتے۔'' ان کے کہنے کا مقصد یہ تھا کہ قارون کافر تھا اور کافر دنیا و آخرت میں نجات نہیں پاسکتے۔

﴿وَيْكَاَنَّ﴾ کے معانی: ﴿ وَيْكَاَنَّ ﴾ کے معنی کے بارے میں علمائے نحو میں اختلاف ہے، بعض نے کہا کہ اس کے معنی یہ ہیں: وَيْلَكَ اِعْلَمْ اَنَّ ''ہائے تمھاری شامت! تم (اس بات کو) جان لو کہ بے شک......!'' مگر مخفف کر کے اسے وَيْكَ بنا دیا گیا۔ اور اَنَّ کے الف کا مفتوح ہونا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ یہاں سے اِعْلَمْ کو حذف کر دیا گیا ہے۔ یہ بھی کہا گیا کہ اس کے معنی یہ ہیں: اَلَمْ تَرَاَنَّ ''کیا تم نے نہیں دیکھا کہ بے شک......۔ یہ امام قتادہ کا قول ہے۔[1] یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کے معنی وَیْ کَاَنَّ ہے جبکہ حرف وَیْ تعجب یا تنبیہ کے لیے ہے اور کَاَنَّ ''میرا گمان ہے، میرا خیال ہے''[2] کے معنی میں ہے۔

تفسیر آیات: 84,83

آخرت کی نعمتیں عجز وانکسار کرنے والے مومنوں کے لیے ہیں: اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ آخرت کا گھر اور اس کی ابدی و سرمدی اور غیر فانی نعمتوں کو اس نے اپنے ان مومن بندوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو عجز وانکسار سے کام لیتے ہیں اور ملک میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے، یعنی وہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر نہ تو ظلم و جبر کرتے ہیں اور نہ زمین میں فتنہ وفساد برپا کرتے ہیں جیسا کہ عکرمہ نے بھی کہا ہے کہ عُلُوّ کے معنی ظلم و جبر کے ہیں۔[3] ابن جریج کہتے ہیں: ﴿ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ زمین میں شیخی نہیں بگھارتے اور ظلم و جبر سے کام نہیں لیتے ﴿ وَلَا فَسَادًا ؕ ﴾ اور نہ گناہوں کے ذریعے سے فتنہ وفساد برپا کرتے ہیں۔[4]

امام ابن جریر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آدمی کو جب یہ بہت اچھا لگے کہ اس کے جوتے کا تسمہ اس کے بھائی کے جوتے کے تسمے سے زیادہ اچھا ہو تو یہ بات بھی اس ارشاد باری تعالیٰ: ﴿ تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا

---

① تفسیر الطبری: 147,146/20 - ② تفسیر الطبری: 147/20 - ③ تفسیر الطبری: 149/20 - ④ تفسیر الطبری: 149/20 -

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّكَ إِلٰى مَعَادٍ ط قُلْ رَّبِّيْٓ أَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى

بلاشبہ وہ (اللہ) جس نے آپ پر قرآن فرض (نازل) کیا، یقیناً وہ آپ کو (اچھے) انجام تک پہنچانے والا ہے، کہہ دیجیے: میرا رب خوب جانتا ہے کہ

وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿85﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا أَنْ يُّلْقٰٓى إِلَيْكَ الْكِتٰبُ إِلَّا

کون ہدایت کے ساتھ آیا اور کون کھلی گمراہی میں ہے ﴿85﴾ اور آپ امید نہیں رکھتے تھے کہ آپ کی طرف (یہ) کتاب وحی کی جائے گی مگر یہ آپ کے

رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿86﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ

رب کی رحمت ہی سے (وحی کی گئی) ہے، لہٰذا آپ کافروں کے مددگار ہرگز نہ ہوں ﴿86﴾ اور وہ (کافر) آپ کو اللہ کی آیات (کی تبلیغ) سے نہ روک دیں

إِذْ أُنْزِلَتْ إِلَيْكَ وَادْعُ إِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿87﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ

اس کے بعد کہ وہ آپ کی طرف اتاری گئیں اور آپ (انھیں) اپنے رب کی طرف بلائیں، اور مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہوں ﴿87﴾ اور آپ اللہ کے

اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ م لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ قف كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهٗ ط لَهُ الْحُكْمُ وقف لازم

ساتھ کسی اور الٰہ کو مت پکاریں، اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، ہر چیز ہلاک ہونے والی ہے سوائے اس کے چہرے کے، اسی کی حاکمیت و فرمانروائی

وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿88﴾ ع ركوع 6 الثلاثة 12

ہے اور تم (سب) اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ﴿88﴾

﴿يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ط وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿83﴾﴾ ”اور جو آخرت کا گھر ہے ہم نے اسے ان لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے جو زمین میں ظلم اور فساد کا ارادہ نہیں رکھتے اور نیک انجام تو پرہیزگاروں ہی کا ہے“ میں داخل ہے۔[1] لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ جب وہ اس کے ساتھ دوسروں پر فخر و غرور کا اظہار کرے تو ظاہر ہے کہ یہ مذموم ہے جیسا کہ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: [إِنَّ اللّٰهَ أَوْحٰى إِلَيَّ أَنْ تَوَاضَعُوا حَتّٰى لَا يَفْخَرَ أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ وَّلَا يَبْغِي أَحَدٌ عَلٰى أَحَدٍ] ”بے شک میری طرف یہ وحی کی گئی ہے کہ تم تواضع اختیار کرو حتی کہ کوئی کسی پر فخر نہ کرے اور نہ کوئی کسی پر زیادتی کرے۔“[2] اگر کوئی محض تجمل کے لیے اختیار کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں کیونکہ حدیث سے ثابت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میری چادر خوب صورت ہو اور میرا جوتا خوب صورت ہو تو کیا یہ بھی تکبر ہے۔ آپ نے فرمایا: [(لَا) إِنَّ اللّٰهَ جَمِيلٌ يُّحِبُّ الْجَمَالَ] ”نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ خوب صورت ہے اور وہ خوب صورتی کو پسند فرماتا ہے۔“[3]

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ﴾ ”جو شخص نیکی لائے۔“ یعنی قیامت کے دن ﴿فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا﴾ ”تو اس کے لیے اس سے بہتر (صلہ موجود) ہے“ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والا ثواب بندے کی نیکی سے زیادہ بہتر ہوگا

[1] تفسير الطبري: 149/20. [2] صحيح مسلم، الجنة وصفة نعيمها......، باب الصفات التي يعرف بها في الدنيا أهل الجنة وأهل النار، حديث: (64)-2865 عن عياض بن حمار رضي الله عنه. [3] صحيح مسلم، الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه، حدیث: 91 اور قوسین والا لفظ مسند أحمد: 399/1 عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ میں ہے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ اللہ تعالیٰ کئی گنا زیادہ اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور یہ اس کے فضل و کرم کا تقاضا ہے، پھر فرمایا: ﴿ وَمَنۡ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجۡزَى الَّذِيۡنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ اِلَّا مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴾ ''اور جو برائی لائے گا تو جن لوگوں نے برے کام کیے ان کو صرف اسی کا بدلہ ملے گا جو وہ کیا کرتے تھے۔'' جیسا کہ دوسری آیت کریمہ میں فرمایا ہے: ﴿ وَمَنۡ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتۡ وُجُوۡهُهُمۡ فِي النَّارِ ؕ هَلۡ تُجۡزَوۡنَ اِلَّا مَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ۝ ﴾ (النمل 27:90) ''اور جو برائی لائے گا تو ایسے لوگ اوندھے منہ دوزخ میں ڈال دیے جائیں گے، تم کو تو انھی اعمال کا بدلہ ملے گا جو تم کرتے رہے ہو۔'' یہ اللہ تعالیٰ کے فضل و عدل کا مقام ہے۔

تفسیر آیات: 85-88

تبلیغ اور توحید کا حکم: اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو اس کا پیغام پہنچائیں اور انھیں قرآن مجید پڑھ کر سنائیں، نیز اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ عنقریب آپ کو قیامت کے دن کی طرف لوٹا دے گا اور اس بار نبوت کے بارے میں آپ سے پوچھے گا جو آپ کے سپرد کیا گیا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اِنَّ الَّذِيۡ فَرَضَ عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ ﴾ ''(اے پیغمبر!) جس (اللہ) نے آپ پر قرآن (کے احکام) کو فرض کیا ہے وہ آپ کو (آپ کے) لوٹنے کی جگہ لوٹانے والا ہے۔'' یعنی جس نے آپ پر یہ فرض قرار دیا ہے کہ آپ اسے لوگوں کو پہنچا دیں، وہ قیامت کے دن آپ سے اس بارے میں دریافت کرے گا جیسا کہ فرمایا: ﴿ فَلَنَسۡـَٔلَنَّ الَّذِيۡنَ اُرۡسِلَ اِلَيۡهِمۡ وَلَنَسۡـَٔلَنَّ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ۝ ﴾ (الأعراف 7:6) ''تو جن لوگوں کی طرف (پیغمبر) بھیجے گئے ہم ان سے بھی پرسش کریں گے اور پیغمبروں سے بھی ضرور پوچھیں گے۔'' اور فرمایا: ﴿ يَوۡمَ يَجۡمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوۡلُ مَاذَاۤ اُجِبۡتُمۡ ؕ ﴾ (المائدۃ 5:109) ''(وہ دن یاد رکھنے کے لائق ہے) جس دن اللہ پیغمبروں کو جمع کرے گا، پھر ان سے پوچھے گا کہ کیا جواب دیے گئے تھے۔'' اور فرمایا: ﴿ وَجِايۡٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ ﴾ (الزمر 39:69) ''اور پیغمبر اور گواہ لائے جائیں گے۔''

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح کی کتاب التفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ﴿ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ وہ آپ کو مکہ میں لوٹا دے گا۔[1] امام نسائی نے بھی اپنی سنن کی کتاب التفسیر میں اسی طرح روایت کیا ہے۔[2] اور امام ابن جریر نے بھی اسے روایت کیا ہے۔[3] عوفی نے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی طرح روایت کیا ہے کہ ﴿ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو مکہ میں اسی طرح لوٹا دے گا جس طرح اس نے آپ کو یہاں سے نکالا تھا۔[4] محمد بن اسحاق نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ ﴿ لَرَآدُّكَ اِلٰى مَعَادٍ ؕ ﴾ کے معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی جائے پیدائش مکہ کی طرف لوٹا دے گا۔[5] اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿ مَعَادٍ ؕ ﴾ کی تفسیر میں یہ بھی

[1] صحیح البخاری، التفسیر، باب: ﴿ اِنَّ الَّذِيۡ فَرَضَ عَلَيۡكَ الۡقُرۡاٰنَ ﴾ (القصص 28:85)، حدیث: 4773. [2] السنن الکبریٰ للنسائی، التفسیر، باب قوله تعالیٰ: ﴿ اِنۡ نَّتَّبِعِ الۡهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفۡ مِنۡ اَرۡضِنَا ؕ ﴾ (القصص 28:57): 6/425، حدیث: 11386. [3] تفسیر الطبری: 20/152. [4] تفسیر الطبری: 20/152. [5] تفسیر الطبری: 20/152.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ہے کہ اس سے مراد ''موت'' ہے۔ [1] کبھی یہ فرمایا کہ اس سے مراد ''قیامت'' کا دن ہے۔ [2] اور کبھی یہ فرمایا کہ اس سے مراد ''جنت'' ہے [3] جو جن وانس تک اللہ تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے کی جزا ہے۔ آپ علی الاطلاق اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق سے اکمل، افصح اور اشرف ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿قُلْ رَّبِّيْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰى وَمَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ ''کہہ دیں: میرا پروردگار اس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور اسے بھی جو صریح گمراہی میں ہے۔'' یعنی اے محمد! اپنی قوم کے مشرکین اور ان کی پیروی کرنے والوں سے کہہ دیں جو آپ کی مخالفت اور تکذیب کرتے ہیں کہ میرا رب خوب جانتا ہے کہ تم ہدایت یافتہ ہو یا میں اور تم عنقریب یہ بھی جان لو گے کہ آخرت میں انجام کس کا اچھا ہوگا اور دنیا وآخرت میں فتح ونصرت کس کو نصیب ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ نے یاد دلایا ہے کہ اس نے آپ کو مبعوث فرما کر خود آپ پر اور دیگر انسانوں پر کتنی عظیم الشان نعمت فرمائی ہے۔ ﴿وَمَا كُنْتَ تَرْجُوْٓا اَنْ يُّلْقٰٓى اِلَيْكَ الْكِتٰبُ﴾ ''اور آپ امید نہ کرتے تھے کہ آپ کی طرف کتاب نازل کی جائے گی۔''

یعنی وحی کے نازل ہونے سے پہلے آپ کو یہ گمان نہ تھا کہ آپ پر وحی نازل کی جائے گی، ﴿اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ﴾ ''مگر آپ کے پروردگار کی مہربانی سے (نازل ہوئی۔)'' یعنی آپ پر جو وحی نازل کی گئی ہے یہ اللہ تعالیٰ کی آپ پر اور آپ کے سبب دیگر تمام انسانوں پر رحمت ہے اور اس نے جب آپ کو اس عظیم الشان نعمت سے سرفراز فرمایا ہے ﴿فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴾ ''تو آپ ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہوں۔'' بلکہ انھیں چھوڑ دیں اور ان کی مخالفت کریں۔ ﴿وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ﴾ ''اور وہ آپ کو اللہ کی آیتوں (کی تبلیغ) سے روک نہ دیں بعد اس کے کہ وہ آپ پر نازل کی جا چکی ہیں۔'' اس بات سے آپ متاثر نہ ہوں کہ وہ آپ کی مخالفت کرتے اور لوگوں کو آپ کے رستے سے روکتے ہیں، آپ ان کی قطعاً پروا نہ کریں، اللہ تعالیٰ آپ کے کلمے کو سربلندی عطا فرمائے گا، آپ کے دین کی تائید وحمایت فرما کر اسے دیگر تمام ادیان پر غالب کر دے گا۔ ﴿وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ﴾ ''اور آپ اپنے پروردگار کی طرف بلائیں۔''

یعنی اپنے رب تعالیٰ وحدہ لاشریک کی عبادت کی دعوت دیتے رہیں ﴿وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴾ ''اور آپ مشرکوں میں سے ہرگز نہ ہوں۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ ''اور آپ اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الٰہ کو مت پکاریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں'' اس لیے کہ اسی کی ذات پاک اس لائق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے کیونکہ الوہیت اسی کی عظمت کے شایان شان ہے۔ ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ ''اس کے چہرے کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمایا ہے کہ اسی کی ذات پاک دائم اور باقی ہے اور وہ زندہ اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے والا ہے، ساری مخلوقات مر جائیں گی مگر اس کی ذات پاک کے لیے موت نہیں ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿كُلُّ

---

[1] تفسیر الطبری: 152/20۔ [2] تفسیر الطبری: 151/20۔ [3] تفسیر الطبری: 151,150/20۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۚ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ ۚ (الرحمٰن 27,26:55) ''ہر ایک (مخلوق) جو اس (زمین) پر ہے سب کو فنا ہونا ہے اور آپ کے پروردگار ہی کا چہرہ جو صاحب جلال و عظمت ہے، باقی رہے گا۔'' اس آیت کریمہ میں ﴿وَجْهُ﴾ کا لفظ ذات پاک سے تعبیر ہے، اسی طرح اس آیت: ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ﴾ میں بھی لفظ وَجْهُ ذات پاک سے تعبیر ہے۔ صحیح بخاری میں بطریق ابو سلمہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [أَصْدَقُ كَلِمَةٍ قَالَهَا الشَّاعِرُ، كَلِمَةُ لَبِيدٍ] ''سب سے سچی بات جو کسی شاعر نے کہی ہو، وہ ہے جو لبید نے کہی ہے

أَلَا! كُلُّ شَيْءٍ مَّا خَلَا اللّٰهَ بَاطِلُ

''خبردار! سن لو اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے۔''[1]

اور فرمایا: ﴿لَهُ الْحُكْمُ﴾ ''اسی کا حکم ہے۔'' ملک بھی اسی کا ہے اور تصرف بھی اسی کا، اس کے حکم کی کوئی مخالفت نہیں کر سکتا ﴿وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴾ ''اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔'' یعنی قیامت کے دن، پھر وہ تمھیں تمھارے اعمال کے مطابق جزا دے گا، اعمال اچھے ہوئے تو اچھی جزا اور اگر برے ہوئے تو بری سزا۔

سورۂ قصص کی تفسیر مکمل ہو گئی ہے۔

[1] صحيح البخاري، مناقب الأنصار، باب أيام الجاهلية، حديث: 3841 وصحيح مسلم، الشعر، باب: في إنشاد الأشعار......، حديث:(3)-2256 عن أبي هريرة رضي الله عنه.

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تفسیر سُوْرَۂ عَنْکَبُوْت

یہ سورت مکی ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اللہ کے نام سے (شروع) جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ① اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ② وَلَقَدْ

الٓمّٓ ① کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ صرف یہ کہنے پر چھوڑ دیے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور انھیں آزمایا نہیں جائے گا② اور البتہ تحقیق ہم نے

فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ③

ان لوگوں کو آزمایا ہے جو ان سے پہلے تھے، پھر اللہ ان لوگوں کو ضرور ظاہر کرے گا جنھوں نے سچ بولا، اور وہ ضرور ظاہر کرے گا ان کو جو جھوٹے ہیں③ کیا

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ۭ سَاۗءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ④

جو لوگ برے عمل کرتے ہیں انھوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے۔ بہت برا ہے جو وہ فیصلہ کرتے ہیں④

تفسیر آیات:1-4

مومنوں کی آزمائش اور اس کا مقصد: حروف مقطعات کے بارے میں گفتگو سورۂ بقرہ کے آغاز میں ہو چکی ہے۔﴿ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ ② ﴾ ''کیا لوگ یہ خیال کیے ہوئے ہیں کہ (صرف) یہ کہنے سے کہ ہم ایمان لے آئے، چھوڑ دیے جائیں گے اور ان کی آزمائش نہیں کی جائے گی۔'' اس میں استفہام انکاری ہے اور معنی یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اپنے مومن بندوں کی ان کے ایمان کے مطابق ضرور آزمائش کرے گا جیسا کہ صحیح حدیث میں بھی آیا ہے: [(أَشَدُّ النَّاسِ بَلَاءً) اَلْأَنْبِيَاءُ، ثُمَّ الصَّالِحُونَ، ثُمَّ الْأَمْثَلُ فَالْأَمْثَلُ مِنَ النَّاسِ، يُبْتَلَى الرَّجُلُ عَلٰى حَسَبِ دِينِهِ، فَإِنْ كَانَ فِي دِينِهِ صَلَابَةٌ، زِيدَ فِي بَلَائِهِ] ''سب سے سخت آزمائش انبیائے کرام کی ہوتی ہے، پھر صالحین کی اور پھر اس کی جو ان کے زیادہ مشابہ ہوگا، آدمی کی آزمائش اس کے دین کے مطابق ہوتی ہے، اگر اس کے دین میں مضبوطی ہو تو اس کی آزمائش میں بھی اضافہ کر دیا جاتا ہے۔''[1] یہ آیت درج ذیل آیت کریمہ کی طرح ہے:﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا

[1] جامع الترمذی، الزهد، باب ماجاء فی الصبر علی البلاء، حدیث:2398 و مسند أحمد :172/1 عن سعد بن أبی وقاص رضی اللہ عنہ جبکہ قوسین والے الفاظ المستدرك للحاکم، معرفة الصحابة، باب ذکر مناقب أبی ذر الغفاری رضی اللہ عنہ: 343/3 ومسند أحمد : 369/6 عن فاطمة رضی اللہ عنہا میں ہیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ⑤ وَمَنْ جَاهَدَ

جو شخص اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہے تو (وہ جان لے کہ) بلاشبہ اللہ کا وعدہ ضرور آنے والا ہے، اور وہ خوب سننے والا، خوب جاننے والا ہے⑤ اور

فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ⑥ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

جو شخص جہاد کرے تو بس وہ اپنے ہی فائدے کے لیے جہاد کرتا ہے، بے شک اللہ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے⑥ اور جو لوگ ایمان لائے

الصّٰلِحٰتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑦

اور انھوں نے نیک عمل کیے، ہم ان سے ان کی برائیاں ضرور مٹا دیں گے اور جو عمل وہ کرتے رہے، ہم انھیں ضرور ان کی بہترین جزا دیں گے⑦

يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ ○ ﴾ (آل عمرٰن 3:142) ''یا تم نے گمان کر لیا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے، حالانکہ ابھی اللہ نے تم میں سے ان لوگوں کو جانا ہی نہیں جنھوں نے جہاد کیا اور (یہ کہ) وہ صبر کرنے والوں کو جان لے۔'' اور اس کی مثل سورۂ توبہ میں بھی آیت ہے۔[1]

اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں یوں فرمایا: ﴿ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ○ ﴾ (البقرۃ 2:214) ''کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ یوں ہی بہشت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی تم کو ان لوگوں کی سی (مشکلیں) تو پیش آئی ہی نہیں جو پہلے گزرے، ان کو بڑی بڑی سختیاں اور تکلیفیں پہنچیں اور وہ (صعوبتوں میں) ہلا ہلا دیے گئے یہاں تک کہ پیغمبر اور مومن لوگ جو ان کے ساتھ تھے، پکار اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی۔ آگاہ رہو! یقیناً اللہ کی مدد قریب ہے۔'' اسی لیے یہاں فرمایا: ﴿ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ ③ ﴾ ''اور جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں ہم نے ان کو بھی یقیناً آزمایا تھا (اور انھیں بھی آزمائیں گے)، سو اللہ ان لوگوں کو ضرور جان لے گا جنھوں نے سچ بولا اور ان لوگوں کو بھی ضرور جان لے گا جو جھوٹے ہیں۔'' یعنی اس سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو معلوم کرے گا جو دعوائے ایمان میں سچے ہیں اور ان کو بھی جان لے گا جو دعوائے ایمان میں جھوٹے ہیں، اللہ سبحانہ وتعالیٰ تو جانتا ہے جو کچھ ہوا اور جو کچھ ہوگا اور وہ یہ بھی جانتا ہے جو نہیں ہوا، اگر وہ ہوتا تو کس طرح ہوتا۔ اور تمام ائمۂ سنت کا اس بات پر اجماع ہے، اسی وجہ سے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دیگر مفسرین ﴿ اِلَّا لِنَعْلَمَ ﴾ (البقرۃ 2:143) ''مگر یہ کہ ہم معلوم کریں'' جیسے الفاظ کے معنی یہ کرتے ہیں: ''تا کہ ہم دیکھ لیں'' کیونکہ رؤیت کا تعلق تو اس چیز سے ہوتا ہے جو موجود ہو جبکہ علم، رؤیت کی نسبت عام ہے کیونکہ اس کا معدوم اور موجود دونوں سے تعلق ہوتا ہے۔

برے لوگ اللہ تعالیٰ کے قابو سے نکل نہیں سکتے: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ④ ﴾ ''کیا وہ لوگ جو برے کام کرتے ہیں، یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ وہ ہمارے قابو سے نکل جائیں

[1] دیکھیے آیت: 16۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

گے؟ وہ جو فیصلہ کرتے ہیں بہت برا ہے۔'' یعنی جو لوگ دائرہ ایمان میں داخل نہیں ہوئے، وہ بھی یہ خیال نہ کریں کہ وہ فتنہ اور امتحان سے بچ جائیں گے کیونکہ انھیں تو ایسی سزا اور ایسا عذاب ملے گا جو دنیا کی آزمائش کی نسبت بہت زیادہ سخت ہوگا، اسی لیے فرمایا: ﴿ اَمۡ حَسِبَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ السَّیِّاٰتِ اَنۡ یَّسۡبِقُوۡنَا ؕ ﴾ ''یا ان لوگوں نے جو برے کام کرتے ہیں، یہ گمان کر لیا ہے کہ وہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے۔'' یعنی وہ ہمیں پیچھے چھوڑ دیں گے۔ ﴿ سَآءَ مَا یَحۡکُمُوۡنَ ④ ﴾ ''وہ جو فیصلہ کرتے ہیں بہت برا ہے۔''

تفسیر آیات:5-7

اللہ تعالیٰ نیک لوگوں کی امید پوری فرمادے گا: ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ مَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ اللّٰہِ ﴾ ''جو شخص اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہو۔'' یعنی اسے امید ہو کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات ہوگی، اس کے لیے وہ نیک عمل کرتا ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ثواب جزیل کی امید رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی امید کو پورا فرمادے گا اور اس کے عمل کا اسے پورا پورا اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور ایسا یقیناً ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا اور تمام کائنات کو دیکھتا ہے، اسی لیے فرمایا: ﴿ مَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ ؕ وَ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡعَلِیۡمُ ⑤ ﴾ ''جو شخص اللہ کی ملاقات کی امید رکھتا ہو تو اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت ضرور آنے والا ہے اور وہ خوب سننے والا (اور) خوب جاننے والا ہے۔'' ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ مَنۡ جَاہَدَ فَاِنَّمَا یُجَاہِدُ لِنَفۡسِہٖ ؕ ﴾ ''اور جو شخص محنت کرتا ہے تو اپنے (فائدے کے) لیے ہی محنت کرتا ہے۔'' یہ اسی طرح ہے جیسا کہ فرمایا: ﴿ مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفۡسِہٖ ﴾ (حٰمٓ السجدۃ 41:46) ''جو نیک عمل کرے گا تو اپنے لیے۔'' یعنی جس شخص نے نیک عمل کیا تو اس کے عمل کا فائدہ اسی کو ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اعمال سے بے نیاز ہے۔ اگر تمام انسان اپنے میں سے سب سے زیادہ متقی اور پرہیزگار انسان جیسے ہو جائیں تو اس سے اللہ تعالیٰ کی بادشاہت میں کوئی اضافہ نہیں ہوگا، اسی لیے اس نے فرمایا: ﴿ وَ مَنۡ جَاہَدَ فَاِنَّمَا یُجَاہِدُ لِنَفۡسِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ ⑥ ﴾ ''اور جو شخص محنت کرتا ہے تو اپنے (فائدے کے) لیے ہی محنت کرتا ہے (اور) یقیناً اللہ تو سارے جہان سے بے پروا ہے۔''

پھر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہونے کے باوصف اور ان کے ساتھ لطف و احسان کرنے کے باوجود، وہ ایمان لانے والوں اور اعمال صالحہ سرانجام دینے والوں کو بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا اور وہ یہ کہ ان کے گناہوں کو دور فرمادے گا اور ان کے اچھے اعمال کا انھیں اس سے بھی اچھا بدلہ عطا فرمائے گا جو وہ عمل کرتے رہے، وہ قلیل نیکی کو بھی قبول فرمائے گا اور ان کے اچھے اعمال کا انھیں بہت اچھا بدلہ عطا فرمائے گا اور برائی کا اتنا ہی بدلہ دے گا جتنی برائی ہوگی یا اسے معاف فرمادے گا جیسا کہ ارشاد فرمایا: ﴿ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَظۡلِمُ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ ۚ وَ اِنۡ تَکُ حَسَنَۃً یُّضٰعِفۡہَا وَ یُؤۡتِ مِنۡ لَّدُنۡہُ اَجۡرًا عَظِیۡمًا ○ ﴾ (النسآء 4:40) ''اللہ کسی کی بھی حق تلفی نہیں کرتا اور اگر نیکی کی ہوگی تو اس کو دو چند کر دے گا اور اپنے ہاں سے اجر عظیم بخشے گا۔'' اور یہاں یہ فرمایا ہے: ﴿ وَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُکَفِّرَنَّ عَنۡہُمۡ سَیِّاٰتِہِمۡ وَ لَنَجۡزِیَنَّہُمۡ

''محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ۭ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ

اور ہم نے انسان کو اپنے والدین سے نیک سلوک کرنے کی وصیت کی، اور اگر وہ دونوں تجھ پر زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ اس چیز کو شریک ٹھہرائے جس

فَلَا تُطِعْهُمَا ۭ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ⑧ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

کا تجھے علم نہیں تو ان دونوں کی اطاعت نہ کرنا، میری ہی طرف تمھیں لوٹ کر آنا ہے، پھر میں تمھیں بتاؤں گا جو کچھ تم عمل کرتے تھے ⑧ اور جو لوگ ایمان

الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصّٰلِحِيْنَ ⑨

لائے اور انھوں نے نیک عمل کیے، ہم انھیں نیک لوگوں میں ضرور داخل کریں گے ⑨

اَحْسَنَ الَّذِيْ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ⑦﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ہم ضرور ان سے ان کے گناہوں کو دور کر دیں گے اور ان کو ان کے اعمال کا ضرور اچھا بدلہ دیں گے۔“

تفسیر آیات:9,8

والدین سے حسن سلوک کا حکم مگر......: اللہ تعالیٰ نے توحید کے ساتھ مضبوطی سے وابستگی کے بعد اپنے بندوں کو اپنے والدین سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے کیونکہ والدین انسان کے وجود کا سبب ہیں، لہٰذا انسان کے لیے فرض ہے کہ وہ ان کے ساتھ بے حد حسن سلوک کرے، والد نے اس کی ضروریات کے لیے خرچ کیا اور والدہ نے اسے محبت وشفقت سے پروان چڑھایا، اسی لیے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ○ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ○﴾ (بنيٓ إسرآء يل 24,23:17) ”اور آپ کے پروردگار نے فیصلہ سنا دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرتے رہو، اگر ان میں سے ایک یا دونوں تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اف تک نہ کہو اور نہ انھیں جھڑکو اور ان سے نرمی کے ساتھ بات کرو اور ان دونوں کے لیے عاجزی کا بازو نیازمندی سے جھکائے رکھو اور کہو: اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جیسے انھوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔“

والدین کے احسان کے مقابلے میں ان کے ساتھ شفقت و رحمت اور احسان کی وصیت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے یہ حکم بھی ارشاد فرمایا: ﴿ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ۭ﴾ ”اگر تیرے ماں باپ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے جس کی حقیقت کی تجھے واقفیت نہیں تو تو ان کا کہنا نہ ماننا۔“ یعنی جب والدین مشرک ہوں اور ان کی خواہش ہو کہ آپ ان کے دین کی پیروی کریں تو اس صورت میں اپنے آپ کو ان (کے حکم کی اتباع) سے بچائے رکھیں، اس سلسلے میں ان کی بات نہ مانیں۔ تم سب کو روز قیامت میرے پاس ہی لوٹ کر آنا ہے، میں والدین کے ساتھ حسن سلوک اور صبر کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہنے کی جزا دوں گا اور تجھے تیرے والدین کی جماعت میں نہیں بلکہ نیک لوگوں کی جماعت میں اٹھاؤں گا، گو دنیا میں تو اپنے والدین ہی کے سب سے زیادہ قریب تھا لیکن قیامت کے دن آدمی کو اس شخص کے ساتھ اٹھایا جائے گا جس کے ساتھ اسے دینی محبت ہوگی، اسی لیے فرمایا: ﴿ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ

اور لوگوں میں سے بعض وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، پھر جب اللہ کی راہ میں انھیں ایذا دی جاتی ہے تو وہ لوگوں کے ستانے کو اللہ کے عذاب

اللّٰهِ ؕ وَلَىِٕنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ

کے مانند ٹھہراتے ہیں، اور اگر آپ کے رب کی طرف سے مدد آ جائے تو وہ ضرور کہیں گے: بے شک ہم تمھارے ساتھ تھے، کیا جو کچھ جہان والوں کے

بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ⑩ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ⑪

سینوں میں ہے اللہ اُسے خوب جاننے والا نہیں؟⑩ اور اللہ انھیں ضرور ظاہر کرے گا جو ایمان لائے اور وہ منافقوں کو بھی ضرور ظاہر کرے گا⑪

الصّٰلِحِيْنَ ⑨ ﴾ ”اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ہم انھیں ضرور نیک لوگوں میں داخل کریں گے۔“

امام ترمذی نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت سعد سے روایت کیا ہے کہ میرے بارے میں چار آیات نازل ہوئی ہیں، پھر انھوں نے اپنا قصہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ میری والدہ ام سعد نے مجھے کہا: کیا اللہ تعالیٰ نے تمھیں نیکی کا حکم نہیں دیا۔ اللہ کی قسم! میں نہ کھانا کھاؤں گی نہ پانی پیوں گی حتی کہ مر جاؤں گی یا تم کفر اختیار کر لو گے، سعد نے بیان کیا کہ میری والدہ کو جب گھر والے کھانا کھلانا چاہتے تو وہ زبردستی اس کے منہ کو کھلواتے تھے، اس موقع پر میرے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

﴿ وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ...... الآية

”اور ہم نے انسان کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک (کرنے) کا حکم دیا ہے (اے مخاطب!) اگر تیرے ماں باپ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنا جس کی حقیقت سے تجھے واقفیت نہیں تو تو ان کا کہنا نہ مان......“[1] اس حدیث کو امام احمد، مسلم، ابوداود اور نسائی رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔[2] اور امام ترمذی نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے۔

تفسیر آیات: 11,10

منافقین کی عادات: اللہ تعالیٰ نے تکذیب کرنے والے ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے جو اپنی زبانوں سے تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے، جب انھیں دنیا میں کوئی آزمائش آتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ان (مسلمانوں) سے ناراضی کی وجہ سے ہے، اس لیے وہ اسلام سے دور ہو جاتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِيَ فِي اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ ﴾ ”اور لوگوں میں سے بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، پھر جب ان کو اللہ (کے رستے) میں کوئی ایذا دی جاتی ہے تو لوگوں کی ایذا کو (یوں) بناتے (سمجھتے) ہیں جیسے اللہ کا عذاب۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس کی آزمائش یہ ہے کہ جب اسے اللہ کے رستے میں

[1] جامع الترمذی، تفسیر القرآن، باب ومن سورة العنكبوت، حديث:3189 . [2] مسند أحمد :181/1 وصحيح مسلم، الجهاد والسير، باب الأنفال، حديث:(34)-1748 وسنن أبي داود، الجهاد، باب في النفل، حديث:2740 والسنن الكبرى للنسائي، التفسير، باب قوله تعالى: ﴿ خُذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ ﴾ (الأعراف 7:199):349,348/6، حديث:11196، البتہ امام مسلم، ابوداود اور نسائی نے اسے قدرے مختصر بیان کیا ہے۔

”محکم دلائل سے مزین متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“